

بہنوں کا اپنا ماہنامہ

مدیرِ اعلیٰ: محمود ریاض  
مدیر: رضیہ جمیل  
نذر نگار: امت الصبور  
فہم پیوینہ: شاپین زشیہ  
ایشیارات: خالدہ جیلانی

# شعاع

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ شعاع

37 اووبگ ازرا کرچی





پہلی شاعر  
جمہوریت  
نعت،  
نئی کی باتیں،

رضیہ جمیل ۱۰  
تنویر بھول ۱۱  
روحانہ رضوی ۱۱  
ادارہ ۱۲

شاعر کے ساتھ ساتھ، ادارہ ۲۹۸  
قوزیہ تہتم، آغا شاہد، شہلا نوگس ۲۲  
ایک دن ہمارے ساتھ ساتھ ساتر غلام نبی ۲۸  
مشاعر، فوشین طاہر ۳۱۵  
یڈھ کر میر و جہاں کرناہ، ساتر غلام نبی ۱۷

رنگ زار تمنا، ماہ املک ۳۶  
زندگی ایک روشنی، رخسانہ نگار ۲۳۲

عسزل، شیانہ یوسف ۲۸۶  
عسزل، ثوبیدہ رفیق ۲۸۶  
عسزل، یاسمین سحر ۲۸۷  
عسزل، فاقش ۲۸۷

\*

اگست 2004  
جلد 18 شمارے 12  
قیمت 35 روپے

ہم بھی کہتے سارو، راحت جبین ۵۶  
گھرا تنگ، فاترہ افتخار ۱۹۰  
تقدیر رنگوں، کرن شاہ ۱۷۰

زرگزالہ بیگم جمیل  
500 روپے

عقل شناسی

خط آپ کے، رضیہ جمیل ۳۰۸  
مسکراہٹیں، ساتر غلام نبی ۲۸۸  
کھٹا کسی پہ، خالدہ جیلانی ۳۱۷  
آئینہ خالی میں، عتیق عثمان ۲۹۵

موسم کے پیکان، خالدہ جیلانی ۳۰۷  
تاریخ کے بھروسے، امت الصبور ۳۱۹  
باتوں سے خوشبو آتے، شگفتجاہ ۲۹۲  
خواب صورتِ تیسرے، ادارہ ۳۲۱

رضیہ جمیل کی تحریک، شگفتجاہ کی تحریک، عتیق عثمان کی تحریک  
شگفتجاہ کی تحریک، عتیق عثمان کی تحریک، شگفتجاہ کی تحریک







مبارک و منور دنیا میں تحم المرسلین آنے  
نکھار آیا ہے عالم پر شیرو دنیا دین آنے

اے خدا! اے خالق کون مکان!  
تو ہے یہ شک بادشاہ و دو جہاں!

خدا نے رحمت اللعالمین کہہ کر جنہیں سبجا  
وہ پیغمبر مجتہم خرد و شفیق مہین آئے

کس نینے ہیں تیرے سوا پیدا کیے؟  
چاند، سورج اور زمین و آسمان

جو گوارے میں رہ کر صاحب شوق الفہم ہے  
وہی معجز بنا آقا شفیق المذنبین آئے

در آئے ہیں ترے، کہتے ہیں اب  
زخم کو ہم پر خدائے مہرباں!

یہ عید اولیں ہے ہر طرف اک نو چہا ہے  
مہتمم قربن کر دین حق کئے و امین آئے

سید سے رستے پر چلا ہادی ہے تو  
ہم کو دکھلائے تو منزل کا نشان!

ستاروں کو چلا بخشی شب معراج آگاتے  
جو نور اولیں تھے بن کے تم المرسلین آئے

بحر و بر کو توٹے ہی سید آگیا!  
چھوٹوں بوٹوں سے سیجا گلستان!

ہزاروں خیم جب تک سگلی ہے جس کے خیم سے  
میں کسے جہاں، رحمت سرا یا شانیں کئے

سے زبان عاجز تر ی تعریف سے  
پتھول کو بھی اسب نہیں تاب بیاں!

دیجانہ رضوی تہتم

تتویر پتھول



شعاع کا اگست کا شمار سالگرہ مبارک کے ہفتوں میں ہے۔  
14 اگست 1947ء وہ تاریخ سب ایک طویل مدت جہاد و لاکھوں انسانوں کی جان و مال کی قربانیوں  
کے بعد برصغیر کے مسلمانوں نے ایک یلغار وطن حاصل کیا۔

قارئین کو حق آزادی مبارک۔  
مہر شاکر اللہ تعالیٰ کا، اگست کے ہمارے کے ساتھ شعاع اربعی عروج کے ۱۹ سال ہونے کے کسی دنوں  
سال میں قدم نکھرا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم خاص ہے کہ اس نے ہماری محنت اور سحر کو کامیابی سے

ہم کٹا کر کیا۔  
اسی لیے کہ اس طویل سفر میں ہمیں بہت سے غلغلے ساتھیوں کا تعاون حاصل رہا۔ شعاع کا مسیحا اور علاج  
بنانے میں ہماری کئی مہارتیں اور مصنفین کا کامیاب فرائض تھے۔ ہم اپنی مصنفین کا شکریہ ادا کیے ہیں کہ انہوں  
نے اپنی بہت سی تعلیمات سے شعاع کو نوازا اور فکر یہ کا ٹھکانہ بنا کر ہمارے جذبات کی ترجمانی کرنے سے  
قاصر ہے۔

شعاع کی کامیابی کے لیے ہمارے قارئین بھی مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے ہماری محنت کو سراہا۔  
ہماری بذریعہ کی اور اپنے بہترین شعوروں سے ہماری رہنمائی کرتے رہے۔  
مختصر و واضح صاحب سے شعاع کی بنیاد رکھی گئی۔ آج وہ ہمارے درمیان نہیں لیکن ان کی روشن کی ہوئی

شمیں ایک جہاں میں جا لگا رہی ہیں۔  
مختصر و واضح، محمود و برصغیر، محمود و اور بہن عزیزاں، خاتونہ امرا، عظمت عزی، نسیم محمد قریشی، عطیہ نواز  
اور شازینہ جعفری ہیں۔ واضح معارف سے لے کر عین ہمارے دلیوں میں ان کا مقام ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ  
ان کی معنویت فرمائے اور انہیں رحمت اللہ کی میں اعلان نام سے نوازے۔ آمین۔

سالگرہ مبارک کو ہر لحاظ سے نشانی اور فرخورت بنانے کے لیے ہم نے پوری محنت کی ہے۔ اپنی محنت میں  
ہم کس حد تک کامیاب ہوئے ۱۹ اس کا جواب آپ کے خط و در کے میں خط ضرور دیکھیں گے۔ آپ کی رائے  
کے منتظر ہیں۔

قارئین سے مراد ہے

مختصر ماہ ہمارے سالگرہ مبارک کے مراد ہے کہ لے تازہ ہیں سے کہ سوالات کیسے تھے۔ تاہم نئے لے لے اس مراد سے  
میں بڑی گرم جوش سے منتظر ہوں۔ ہمیں بے شمار قارئین کے جوابات مرحوم ہونے۔ کچھ قارئین کے جوابات اس  
ماہ شامل کیے جا رہے ہیں۔ یہ مستقل سلسلہ ہے۔ باقی قارئین کے جوابات باری آئے ہر شائع کیے جائیں گے۔



# تواضع

۱۷۱

**تواضع**  
ایک اور ذمہ دار عمل، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ذر غفاریؓ کی زندگی میں تعریف فرمایا۔

اے ابو ذر! مجھے یہ سب نہیں کہہ دیتے پاس کو آ کر امداد کے بارے میں سوچو، اور میرے دن گناہوں میں سے میرے پاس ایک شرف بھی کچھ ہے تو بولے اس کے بارے میں سوچو کہ کیسے جوہر قوت ابو ذرؓ میں اس مال کو دوڑوں یا مشورے سے خدا کی مخلوق میں منتہم کرنے کے اصول لگاؤ۔

میں نے بخاری کا رسالہ اللہ تعالیٰ عنہ میں دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چرخہ ایشیا تھیں، چار تو آپ نے خرچ کر دیں اور وہ آپ کے پاس آتی رہیں۔ ان کی وجہ سے آپ کو تمام دولت مند نہ آئی۔

آتم اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منسوب کیا۔

معمولی بات ہے جس کو خیرات کر دیتے گا حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم شرف فرمائے۔ اے جبرائیل! حضرت عائشہؓ کا لقب ہے کیا، جبرائیلؑ نے یہ سب کچھ حکم زندہ ہوں یا نہیں؟ (مشکوٰۃ)

**تواضع و تواضع**  
حضرت اس جنی اللہ تعالیٰ نے فرماتے ہیں کہ حضور آقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی چیز کا ذکر نہ کر سکتے۔

(بخاری ترمذی)  
یعنی جو چیز میں کلمہ یا کلمہ نہ فرماتے۔ اس مثال سے مراد یہ ہے کہ حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غایت و درجہ کوئی تھا کہ جس کا ایک سے آج وہ اپنے دل میں ہر لحظہ فرمائے گا۔ یہ صرف ذات کے لیے تھا اور نہ خداوند کا کفر ان کے حوالے کر دیا جاتا۔ جس کو میں عرض چاہیں تو تم میں سے کسی کو بھی نہیں کہہ سکتا۔ یہ سب جو وہ ہیں جو حضورؐ کی زندگی میں تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں ایک بار دو گویوں کو دیکھا کہ وہ اپنے دل میں کلمہ کہتے ہیں، ایک اللہ کہہ رہے تھے، دوسرے اللہ تعالیٰ کے نام لے رہے تھے۔ فرمایا: اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دونوں کلمہ کہتے ہیں، آپ نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اور اللہ تعالیٰ ان کے لیے دعا فرمائے۔

یہی وقت یاد کرو، تو اس وقت میں آپ نے فرمایا: اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دونوں کلمہ کہتے ہیں، آپ نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اور اللہ تعالیٰ ان کے لیے دعا فرمائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دونوں کلمہ کہتے ہیں، آپ نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اور اللہ تعالیٰ ان کے لیے دعا فرمائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دونوں کلمہ کہتے ہیں، آپ نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اور اللہ تعالیٰ ان کے لیے دعا فرمائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دونوں کلمہ کہتے ہیں، آپ نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اور اللہ تعالیٰ ان کے لیے دعا فرمائے۔

## تواضع

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے غلامت کو نہ سنے اور نہ یہ کہتے تھے کہ آپ نے فرمایا: اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دونوں کلمہ کہتے ہیں، آپ نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اور اللہ تعالیٰ ان کے لیے دعا فرمائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دونوں کلمہ کہتے ہیں، آپ نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اور اللہ تعالیٰ ان کے لیے دعا فرمائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دونوں کلمہ کہتے ہیں، آپ نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اور اللہ تعالیٰ ان کے لیے دعا فرمائے۔

## تواضع

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دونوں کلمہ کہتے ہیں، آپ نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اور اللہ تعالیٰ ان کے لیے دعا فرمائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دونوں کلمہ کہتے ہیں، آپ نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اور اللہ تعالیٰ ان کے لیے دعا فرمائے۔

آپ سے لڑکر میں نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دونوں کلمہ کہتے ہیں، آپ نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اور اللہ تعالیٰ ان کے لیے دعا فرمائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دونوں کلمہ کہتے ہیں، آپ نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اور اللہ تعالیٰ ان کے لیے دعا فرمائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دونوں کلمہ کہتے ہیں، آپ نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اور اللہ تعالیٰ ان کے لیے دعا فرمائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دونوں کلمہ کہتے ہیں، آپ نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اور اللہ تعالیٰ ان کے لیے دعا فرمائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دونوں کلمہ کہتے ہیں، آپ نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اور اللہ تعالیٰ ان کے لیے دعا فرمائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دونوں کلمہ کہتے ہیں، آپ نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اور اللہ تعالیٰ ان کے لیے دعا فرمائے۔







حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے اور میرا  
مطابق اور میں صانع مجبوریں زیادہ دیکھیں میں نے سہمہ  
بہ پیش مارا ہے؛“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔  
مخوفوں اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہے۔  
زندہ سے کھانا عوامی جگہ پر کھاتے ہو؟  
انہیں سے فرمایا: نہیں؟  
میں نے کہا: میں یہیں بیٹھتا ہوں؟  
انہوں نے فرمایا: تو بیڑو کا چراغ لگا دے۔  
میں نے کہا: وہاں نہیں ہیں۔  
انہوں نے فرمایا: اتنا چراغ لگا دو کہ حضرت اللہ

علیہ وسلم کے ساتھ قرآن پڑھ کر پڑا دیکھا؟“  
میں نے کہا: علامت بتوت میں سے وہ ظالم  
ابھی رہے ہیں جن کا جو کچھ کرنا کی نوبت نہیں  
آئی محمد ایک رجب کا علیہ آپ کے ہفتے پر غالب  
ہو گیا اور دوسرے رجب کے ساتھ حضرت جبرائیل کا  
برائے ان کے حکم کو پڑھانے کا۔ اس دن انہوں نے کہا  
استقامت کر لیا سب تم کو اپنے اسلام گزار دینا انہیں  
اور میرا وہاں ان امت کو بھیر کر دے۔  
انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں  
واپس آئے اور اسلام لے آئے۔

ان کے بعد بہت سے سفراء میں شریک ہوئے  
اور جو تک لڑائی شہید ہو گئے۔  
رضی اللہ عنہم (مفضل بن عمر)

امام چہارہی مرتضیٰ علیہ السلام نے حضرت انس رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ میں  
حضرت راقد رضی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بازار تھا اور  
حضرت رضی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک میں بخراں نوبت  
کا شہہ دار جا رہی تھی ایک امرا نے فریب کر جا رہا  
کہ بچ کر حضرت رضی اللہ علیہ وسلم کو ہار دیا اور کھٹ پینے  
لگا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
میں نے حضرت عمر رضی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک کلاف  
دیکھا تو حضرت کا شہہ دار لپٹنے سے آپ کی گردن  
مبارک کو بچل دیا تھا۔

اس کے بعد امرا نے کھنا۔  
لے لے کر رضی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے اس  
مال میں سے جو آپ کے پاس ہے مجھے دینے کا حکم  
فرمادیں۔“

حضرت عمر رضی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا کہ  
فرمایا اور مجھے اس کو دینے کا حکم فرمایا۔  
(مدارج النبوة)

ایک دفعہ مکہ میں قبا پر لوگوں نے پڑیاں ادا  
تھوڑی جگہ کھلتے شروع کر دیے۔  
ایبوسہیان اور ان دنوں حضرت رضی اللہ علیہ وسلم کے  
بدرتیں دیکھیں تھے کہ ان کی خدمت میں آئے اور کہا۔

محمد رضی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کو صلہ رحمی کی نصیحت  
دیتے ہو چنانچہ تم ایک بھڑی سے اپنے خلسہ دعا  
کرنا نہیں کرتے؟  
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شراہین انسانی کے حدود  
کو بھی چاہتے تھے، ایسے ایبوسہیان کی بات میں فریاد  
آپ کے دست مبارک دھکے سے اٹھ گئے۔  
واللہ تعالیٰ نے اس قدر مینہ برسایا کہ زمین پر  
لپکا اور خط دور ہو گیا۔  
(صحیح بخاری تفسیر سورہ دخان)

**زندہ پر قوی**

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
روایت ہے کہ رسول - صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ  
سے دعا کرتے تھے۔

لے اللہ اللہ ہے کہ میں کی حالت میں زندہ رہا اور  
میں کی حالت میں تو ثابت آؤ اور سیکڑوں گروہ  
میں رہا سزا فرماؤ۔  
وہاں تڑپتی تھی۔ (امامہ صاف عاشر)



بیتھو کر سیر و سبیل کرنا

**آپ سے کیا پڑھنا**

مصنف: انشا آجی  
تہجو: اسحاق غلام نبی

کو اس طرح دیکھا جاتا ہے۔ ”آپ سے کیا پڑھو“ اب  
کتاب کی صورت میں شائع ہو چکی ہے۔ آج ہی کتاب  
ہے۔ یہ تقریرات آپ کے لیے جن خدمت میں۔  
75 ہے۔ میں تمہارا علم کا یہ اقیانوس دیکھنے کے امریکہ  
الہیہ آج ہی تمہیں کر رہا ہے انہوں نے انہوں نے مخصوص  
انداز میں یہ سیاحت صورت حال واضح کی ہے۔ جبکہ آج بھی  
اس کی تازگی ایسی ہی انداز میں چل رہی ہے۔  
”میں کبھی تازگی بار بار دور“

”ہوت اچھا ہا ستر بیڈٹ! انگریز کہا۔“ میں  
جس ان لوگوں کو کہتا ہے وہ اپنے لیے تباہی اپنی تبت منوا کر  
انعام ملتا۔ میں نے اندرا کا بھی کو اس بات پر راضی  
کر لیا کہ وہ اپنے عمل کی قیمتوں ڈالنے میں کم کریں۔“  
”لیکن میں اپنے ہندوستان کو بھلا کر کہتا ہوں۔“  
اچھا بیڈت ہے تمہی ہی میں کسوں کے سزا گندھ میں نے  
اپنی جلدی سے کسی اور فرخاست پر صاف کر دیا۔“  
”اچھا بیڈت میں جس بات نہایت تھی رہی؟“  
”سہرا اچھی رہی ہم سب سزا گندھ کو ایک انگ انگ انری  
چانت دے رہے ہیں۔“

”ہیں؟“ اوس کو ایک انری پانٹ؟ تمپ کو تو ان سے  
کہنا تھا کہ اپنے جوہری ہتھیاروں میں کمی کریں۔“  
”لیکن یہ بات تو میں نے بگڑ دینے سے منوالی ہے۔  
سزا گندھ نے فریاد کیا کہ جوہری ہتھیاروں کو اس ہاتھوں نے  
دوہہ نہیں کہا ہے کہ وہ امریکہ کی خواہش کے احترام میں  
اس سال ہتھیاروں کی تیاری روک دیں گے۔“  
”اصل میں“ غلطی میری ہے ہنری آئے تم کو ایک ساتھ  
انے سارے ملکوں میں نہیں بھیجا جاوے گا۔ آری واقعی  
ہو لگا جاتا ہے۔ فریاد نے دہم سے ملے۔“

پھر ہمارا تکی ہے پھر کیوں لے مکا ہے میں  
لیکن اس بارہا خزاں اچھی کہ سننے کی جگہ  
چاندنی جیلوں کی شاخوں میں اچھے کر رہ گیا  
اس انداز میں یہ قیامت ہو چکی تھی کی وہیں  
اپنی راتوں کی فغان تیری حوالے میں کہاں  
لے پیچھے! اپنی قسمت میں کہاں کی کاہلی

اور اس خفا میں دیکھتے ہو کہ پھولوں کے پھانسی  
اور کتنے کتنے پھول تھے۔  
جس میں ان کا گل نشہ اداں شہل کو تمام قیام کیا اور ان کی  
آنکھوں میں اداں پھر بھر پنے لگی اور وہی اداں سیاہ دور  
میں کر رہی تھی سمری کی اور اس کی شمشاد حلال کو  
چھوٹے لکیر کو تاشا، جن کے یہاں ایک نئے زاہر گھرنے  
نہم“ انہوں نے دیکھتے ہوئے دل کو بھی نہیں چھینا  
شروع کر دیا کہ ایک زمانہ ان کے ترانے ہوئے جنہوں میں  
زندگی کی انکسار کے ترانے کو مزاج کے پیرا میں نہ  
صرف دیکھنے لگا۔ بلکہ ایک دور مندی اور توجہ سے اسے  
ترتیب دینے کے بارے میں سوچنے بھی لگا اور یہی  
خصوصیت ہے کہ بارے میں مزاج نگار آج بھی بہت  
دلچسپی سے پڑھتے جاتے ہیں۔

ابن اثناہی نے حجاز نگار کے طور پر نمایاں ہوئے کہ جو  
”ہات خور“ کو ایک کار فرما تھے جو نے اپنی ہی  
ادائیتے میں۔ اور یہ سب جو ملے اور ہر مندی کا کام تھا۔  
کام گاری کی اور پنے دور کے اہم کار ہوا تھا کہ تاریخ  
اور ستوری کی عمل میں محفوظ کر دیا ہے عجیب بات ہے کہ  
دلت چل گیا حالات چل گئے عمر اوقات اس طرح ایسی  
انداز میں ختم لے رہے ہیں۔ ان کاہلیوں کی تھا میں ”آج“



”جی ہاں علامہ! انہوں نے مجھے شرف بہاریائی بخشا۔ میں نے انہیں آپ کا بیٹا مسمیٰ بنا دیا۔“

”جی کہ وہ امریکہ سے نئے لڑاکا ہوائی جہازوں کے اسکوارڈن خریدیں۔“  
”خوب! جہازیں تم سے آخری سوال کہ تو انہوں نے آخر تم نے پوپ سے لڑاکا جہازوں کے اسکوارڈن خریدنے کی فرمائش کی ہے تو انہوں نے اسے لے کر دے گا کہ تو کو کس سے کہا۔“  
”میں بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟ جتنا فیصل سے۔“



ابن اثنائہ سیاسی صورت حال کو نظر میں رکھتے ہیں اور

کس قدر بے چارے ہیں۔ ایک انداز میں ہماری ”بڑی خرمی“ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

”کتاب علی کے ہفتے میں ہمیں ہر طرف بچے بچے اور کتابیں ہی کتابیں نظر آئیں۔“ بچے آخر بچے ہیں۔ کتابوں پر چلے پڑتے ہیں۔ جنوں جاملے ہوئے ہوتے جاتے ہیں اور سرخ چھتے ان کے اوپر آ جاتے اور ان میں سے ایک ”سرخ چھتہ“ ان میں ”بھلا کو تو نہیں کے جو ہمارے ایک ہند کی ایک طرف سے حاصل کیا تھا۔ ان کے جاننے والوں کا مشورہ ہمارے علم کے معاملہ میں تھا۔“ میرے گھر میں کوئی کتاب پان بنے کہ وہ خریدتے تھے۔“ میرے گھر میں کوئی کتاب نہیں سوائے نئی فنونِ بائبلز کی ہے۔“ آخری کتاب انہوں نے 1925 میں پڑھی تھی جب انہوں نے نئی عربیوں میں 1925 سے۔“ یہ بات ان کی ترقی و رجعت میں بہت مدد ملے۔“ آج تک میں کمال ترقی کے کچھ ہو سکتے پھر تو ان کی اس سیر میں عشق کا ایسا شہو ہوا کہ تعلیم اور کتابوں کے متعلق کسی کام ان کے مشورے سے انہیں نہ ہوا تھا۔

کراچی کے ایک مشہور سٹیو سے ہماری ایک بار گفتگو ہوئی تھی جب ہم ان سے یہ سن کر خوش ہوئے کہ جب تک وہ رات کو اپنے دفتری کام ختم نہیں ہوتے ان کو نیند نہیں آتی۔ میں نے ان کے پاس پوچھے تو یہ چلا کہ ان کا مطلب اذیت نہیں ہے۔ یہ سب سبھی کھاتے کی باتیں۔ ان ہی کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ ایک دلچسپ ہوتی ہیں کہ بار بار پڑھ کر بھی طبیعت میں تسر نہیں ہوتی۔



سارگی دیکھیں گے یہ بات نہایت دلانا بھی اناشا خاصا ہے۔ بے چینی ہی ہاتھ کی تھوڑے سے گفتگو کی ”سرس“ طبیعت کو لگے کہ وہ کراچی میں ہیں۔ یہ پیرا گرافد کیجیے۔“ ”یہ بڑے اسی اثنائہ سے معلوم ہوا کہ یہ سینٹ کوئی آج کی ایسا بلکہ تیس سال سے استعمال ہو رہا ہے۔ اثنائہ میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ کراچی کے سبھی تیار قدرے اسی سینٹ سے بنے۔“

ہم نے پہلی بار کے تجربے سے پوچھا کہ فریڈل کی تیسری بار سے کتا سینٹ لگے ہو گا۔ بولے وہ معمولی بچے پھر کا

ہے۔ دیکھنے کیجئے گا وہ تین سو سال میں کر جائے گا۔“ ہم نے پوچھا کہ پھر کراچی کے کن آثار قدسہ کی طرف اشارہ ہے۔ بولے ”وہ جو دیکھتے تیس سال میں بنے ہیں۔“

اوجر سے ملنے ہو کر ہم نے مصر کے اہرام کی پات چھوئی تو پھر صاحب نے کہا آپ اور میں زندہ ہیں تو اثنائہ اللہ میں رکھاؤں گا کہ یہ اہرام میں بارہ ہزار سال اور چھٹیوں کے۔ اس کے بعد ان میں کس نے نہ سوچا کہ پڑیں گی اور پھر کس نے شریوں کو ان کے ہمراہ سینٹ کے ساتھ گارڈی بنے ہیں کہ فلاں مدت کے اندر عبادت میں نقص ہو جائے تو اس کی مرمت کے لیے سینٹ میں ہی مدد کی رعایت ہوگی۔ کیا آپ کا عمل ”اہرام مصر“ لندن ٹاور وغیرہ کے متعلق اس قسم کی گارڈی نہیں رکھتے ہیں۔“



تفصیلی یاد آواز اور مسئلے کا یہ بیان ”ابن اثنائہ کا بیان“ نام ہے۔  
”بہت اہم نکتے کو ذہنی آواز کے پورے اور پائی باہر سے بالذہن میں سمجھنے کے لیے کیونکہ وہ دن حد اوسطی کے تھے۔ جس چیز کی قلت اور کرائی کی شکایت ہم

بڑے شہروں کے بڑے مسائل کو تو ہیں ہی، چھوٹے چھوٹے مسائل بھی کچھ نہیں اخبارات پر دھو تو پڑے پلے کا نام کسی ”مسائلہ ستان“ میں رو رہے ہیں۔“ اس کے علاوہ جو خبریں اخبارات میں شائع ہوتی ہیں وہ تقریباً نو ماہ کی ہیں۔ جس سے یہ پتا چلے کہ ایک سے بڑھ کر ایک تنظیم اسیب پیدا ہو رہی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اوس کے بارے میں ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اسی ہی ایک تقریب کے بارے میں ابن اثنائہ نے بھی کام لیا تھا۔

”بچوں کو کھینچ کر ہاتھ سے اوس کی ماہی بنا کر لیں۔“ جیسا کہ بچوں یعنی میں عامری سطر بھی دیکھتے تو رات گرتے۔ بظاہر معلوم ہوا کہ یہ نہایت میں طاقت ہے نہ ان گھول میں دم ہے اور بولتے ہیں تو رنگ جڑا ہوتے ہیں کہ وہ کوئی آواز دیاں آواز دست میں اٹھانے لیا ہے کہ کہ جڑے میں کچھ نہیں اٹھانے کرتے۔ تقریباً ہی کرتے ہیں۔ علم لا رہے ہیں۔ لیکن یہ وہی دراصل اوقات تقریر کے کوئٹے ہیں اور یہی طرح جنہو میں ہو یا کہ بہت سالیانی دھر اوجر بر جا آئے ہیں۔ ہم نے اثنائہ کے اقتراح کے کئی مجلسوں میں انہیں سنا ہے۔ ان کا بظاہر عموماً یہ ہوتا ہے

کہ بعد وہ ”ناچے۔“



ابن انشاء کے برسات مزاج کے ساتھ ساتھ "طریق" بھی اکثر بھولوں پر ملتا ہے۔ کافر اور بیگناہوں میں ایسا نہیں کہ دینے والے کا بنگر چھٹی ہوا جائے وہ بھی بلکہ فریب، گفتگو سے لگائے ہیں کہ بات دو جملوں میں ختم ہوئی۔ غالب طواری کی "صفت" کے بارے میں ان کا بیان ہے۔

"ہمیں معلوم نہیں کہ اپنی بیخود شری میں وسعت معلومات کے لیے کیا کوشش استعمال کیا جاتا ہے۔ جب کبھی انہی اعلیٰ معلومات کا مقابلہ ہوا تو انہیں بیخود شری کے مطالعہ سے شرم کے کالج کے طالب طواری کے مقابلے میں ممتاز حیثیت حاصل کی۔ ایک مقابلہ تو ہم نے بھی جیسا جس میں اسے تیار درجہ حاصل ہوا! جبکہ دوسرے کالج کے طلبہ اور دوسرے نمبر درجہ ہوتے تھے۔ نہ پڑھتے تھے اس مقابلے کو نہ کر رہیں پہلے کچھ دھماکے کی مدد کرنا پڑتا تھا۔ یہ بھی بیخود شری ہی کے ایک فرزند نے بتایا کہ انہم کو آؤں گے تو وہ بے شک کام آئے ہے اور اسی جامد کے ایک وہ نمبر

ہو واعدہ شکم میں ہیں واقعات بیان کرتے ہیں۔ ان کے برسات کر آتے ہیں بھی ہیں تو وہ زندگی سے بہت قریب عام کے تھے۔ اس مسئلے پر بعد میں خود ان اختلاف بھی ہوا۔ کیونکہ ایک طالب اور اصرار تھا کہ سوشل سائنس کے مطالعے میں باہر نے کیے تھے۔ ایک اور صاحب نے بتایا کہ کام نہیں کیا جاتا ہے اور جانتے ہیں کہ کس کی جانتے ہیں۔ یہ وہ شخص ہے جو ہندستان پر سوشل سائنس کے تھے۔ سولہ یا اٹھارہ تھے۔ اس قلعی اور درست جواب کے بعد یہ مسئلہ محض علمی اور فوری حیثیت اختیار کرتا ہے کہ وہ ہوا ڈاؤن تھا۔ یہ آئی فوٹو بات ہے کہ اس بحث میں جانا محض ٹوٹے ٹوٹے ٹکڑا کرتا ہے۔

آج تک ارباب اقتدار کی طرف سے کوئی بیان آئے ہیں جس کے شرم کے اس کو گناہ کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ابن انشاء نے ایک عرض کی تھی ہے شرمندوں کی طرف سے ان کو متوقف نہ کیجیے۔ حضور راولا! ہم شرمندہ شہر کا امن تباہ کرنے کی اجازت ہم شرمندہ سے

چاہتے ہیں۔ جو ہمیں امید ہے خود عطا کی جائے گی۔ جناب الامام اہلسنت نے فرمایا ہے کہ۔ لہجہ کر "جینٹا" جسٹ کر پلٹنا لوگ کم کرتے ہیں۔ آپ تسلیم کریں گے کہ جس قسم کے لوگ آپ میں نہیں لڑتے۔ وہاں ہوا میں سے کیا لیاں گے۔ جب الامام ابن کورم برہم کا نام ادا کر دیا ہے اور روز افزوں گرفتاری نے ہمارے کروز کر ڈھکی ہے۔ چاقو خنجر منگے ہوئے ہیں اور ان لہجوں کا کیونکہ اس شخص پاکستان سے آتا تھا۔ اگر سرکار میں ڈسٹے چاقو اور چانچ اسلحہ راجی زرخیز پر مایک سے تو غریب نوازی یعنی شرم نوازی ہوگی۔

ابن انشاء نے بے حسب ہوا لعجب کہ اوروں سے نہیں جس مزاج پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی ہے۔ عموماً وہ اعداد شکم میں ہیں واقعات بیان کرتے ہیں۔ ان کے برسات کر آتے ہیں بھی ہیں تو وہ زندگی سے بہت قریب عام کے لوگ ہوتے ہیں۔ جن سے ہمارا واسطہ بہت دور ہے۔ وہ انسانی نفسیات کو بہت حقیقت پسندی سے دیکھتے ہیں۔

ابن انشاء کے برسات کے ساتھ ساتھ بلکہ ایک ہے۔ وہ ہماری عمر کے الفاظ کے الٹ سمجھتے مزاج پیدا کرنے کے بجائے بلکہ اس سے انماز میں بات کرتے بیٹے جانتے ہیں کہ جب صورت حال کی صورتوں میں جاتی ہے ریڈیو پاکستان کے ایک پروگرام کا عنوان ہے۔

نہیں فریب نہیں رہتا کہ انہوں نے ہم سے یہ وارنٹی کی۔ کارڈ کے بھوم میں ایسا ہوا تو دہلی ہے۔ لیکن ہم اس کو کسی طرح نہیں سمجھتے اور یہ فرض کا شند ہی اس بات دن سے ہمارے دوستی اور بات چیت کی وجہ سے اس واقعے سے پہلے ہماری زبان سے اس بارے میں کسی بیاہ شدگی میں ملاقات ہو جاتی تھی ورنہ نہیں کیونکہ وہ رسالہ نہیں

اور جو روہ سے ہے ایک ایک چپ ہو گئے۔ ایک پروگ دوڑنے کے کہ کیا ہو رہا ہے۔ ہم نے اس کا کچھ نہیں اور رہا نہیں بھاگ بھڑکی کا خیال ہو رہا ہے۔ ہونے کے لیے کیا بھاگ بھڑکی کوئی ہیں اور امداد خیال کا یہ کون سا طریقہ ہے۔

ابھی ہم جواب سوچ ہی رہے تھے کہ ایک اور بزرگ ہارنے خیال کے آگے اور وہ ہیں منہ تک کھڑے بغور تھے اس کے بغیر یہ جاکر بل دیکھ کر۔ آج کچھ نہیں اس لیے کیا آگے۔

ابن انشاء ہمارے درمیان نہیں ہیں۔ عمران کی پُر لفظی مزاج باتیں "آپ سے کیا یہ" کے عنوان سے اس کتاب میں محفوظ ہیں۔ کسی بھی صفحے سے کوئی بھی فقرہ پڑھ کر محفوظ ہوا جاسکتا ہے۔ اسے اس کتاب کی عطا ہے۔

اب ہمارے کھنے کا وہ جیسا لہجہ رہا ہے۔ ان فقروں کا کچھ اثر نہ دیکھ کر ہم ازراہ کیونگی ہم پر ہمارا راست بات بھی کرتے ہیں کہ "تکویت نے پیچاس روپے والے سے نوٹ جاری کی ہیں۔ بڑے خوبصورت ہیں۔ منے دیکھے۔" تجھ اس کا بھی کچھ نہ لگا۔

ابن انشاء کے برسات کے ساتھ ساتھ بلکہ ایک ہے۔ وہ ہماری عمر کے الفاظ کے الٹ سمجھتے مزاج پیدا کرنے کے بجائے بلکہ اس سے انماز میں بات کرتے بیٹے جانتے ہیں کہ جب صورت حال کی صورتوں میں جاتی ہے ریڈیو پاکستان کے ایک پروگرام کا عنوان ہے۔

**ادارہ خواتین قلم کاروں کے معروف قلم کاروں**

ذیل نامیوں کا ریسے۔ عین مضافہ۔ 4092  
 برج پور کھانہ کے محلہ کے استاد صاحبہ۔ 1504  
 عین مضافہ کے محلہ کے استاد صاحبہ۔ 4092  
 عین مضافہ کے محلہ کے استاد صاحبہ۔ 5362  
 عین مضافہ کے محلہ کے استاد صاحبہ۔ 1802  
 عین مضافہ کے محلہ کے استاد صاحبہ۔ 6092

**شائع ہوئے تھے ہیں**

**مکتبہ عمران دانش**

37۔ 38۔ 39۔ 40۔ 41۔ 42۔ 43۔ 44۔ 45۔ 46۔ 47۔ 48۔ 49۔ 50۔ 51۔ 52۔ 53۔ 54۔ 55۔ 56۔ 57۔ 58۔ 59۔ 60۔ 61۔ 62۔ 63۔ 64۔ 65۔ 66۔ 67۔ 68۔ 69۔ 70۔ 71۔ 72۔ 73۔ 74۔ 75۔ 76۔ 77۔ 78۔ 79۔ 80۔ 81۔ 82۔ 83۔ 84۔ 85۔ 86۔ 87۔ 88۔ 89۔ 90۔ 91۔ 92۔ 93۔ 94۔ 95۔ 96۔ 97۔ 98۔ 99۔ 100۔



## فوزیہ تبسم اور آغا شاہد سے باتیں

مشہور اداکار

فوزیہ تبسم اور ان کے شوہر آغا شاہد دونوں ہی فنکار کھپیر اور ہیلت کار ہیں۔ فوزیہ تبسم بچپن میں ڈھالی ہیں۔ شاعری کرتی ہیں اور سب سے اہم بات یہ کہ حضور شاعر صوفی مہسرتی ہوتی ہیں۔ آج کل دونوں بی بی ڈی کے لیے اور سرگرمی ٹی وی پر ایک ریڈنگ سٹوڈیو میں مصروف ہیں۔



100 سے بچوں کا کیا ہے انہوں نے شوہر کے ساتھ بی بی ڈی کے مختلف ڈرامے بھی کیے اور افسانہ نگار بھی ہیں۔ ان کے افسانوں کا مجموعہ پچھ پچھ سے اس کے علاوہ ان کی سب سے بڑی کامیابی بھی ہوئی ہے جس میں اس حوالے سے دو ناول لکھ کر ان کا راز بھی حاصل کر چکی ہیں۔

وہ امراترس کو نسل میں ٹوٹ ٹھنڈی ترتیب دیتے رہتے ہیں جس میں مختلف اسکولوں کے بچوں کے علاوہ اچھلنے سے بھی حصہ لیتے ہیں۔ اور اس کا میڈیکل اور کپورنگ آغا شاہد ترتیب دیتے ہیں۔

وہ دونوں مختلف ڈراموں کی ہدایت گاری کے فرمائش بھی سرانجام دے چکے ہیں۔ فوزیہ تبسم آج کل پنجاب یونیورسٹی میں سربراہ کی طور پر کام کر رہی ہیں اور علامہ اقبال یونیورسٹی کے بھی سیکریٹری ہیں۔

وہ دو حدت روز کالج میں استاد بھی ہیں۔ سگریٹ رائٹرز اور انجرا کے علاوہ ریڈیو کے لیے لکھتی ہیں اور ایف ایم کے ایک پروگرام "شب غزل" کی کپیرنگ کرتی ہیں جو پروف

پروگرام کے لیے دعوت دے بھی بھجوائے جاتے ہیں۔

س: پروگرام اس امر کو دلاتی ہیں یا اپنی جیب سے ترتیب دیتی ہیں۔ ایک پروگرام میں کتنے بچوں کے پروگرام کرنے کی گنجائش ہوتی ہے؟

ج: رکھنا بات کا ہے کہ بچوں کے پروگرام کے لیے

کوئی ایسا فرمیں ملتا ہے جہاں بچے آتے ہیں اور پروگرام کے لیے ایسا سرگرمی جاتے ہیں۔ کئی نیشنل کمپنیاں قرضے منگوانے پر پروگرام کے لیے تعاون رکھتی ہیں۔ کوئی نئی ٹی وی ٹھکانوں کے حوالے سے سخت دباؤ ہی ہوتی ہے۔ پروگرام



بچوں کے گمانے ہیں اور حائف دینے کے لیے نہیں

بی بی ڈی ایک کے تحت اشکات کرنا ہوتے ہیں۔ کچھ سال پہلے میں پولی میڈیو ایٹو ایٹو صاحب دینا جو خود رشید نے اور اور ڈراموں اور میڈیو ایٹو ایٹو تھے۔ ایک پروگرام میں گل بھگ ایک سو پچاس بچے پروگرام کرتے ہیں ان پروگرام کی آغا شاہد اور سرخراہا ہدایت دیتے ہیں۔ میں اسگریٹ لکھتی ہوں اور بی بی ڈی کے فرمائش سرانجام دیتی ہوں۔ میرے ساتھ بی بی ڈی اسٹار شائنت ہیں اور گھٹت راشد مدائن ہوتی ہیں۔ اس پروگرام میں جو ایک سو پچاس بچے پروگرام کرتے ہیں اسلئے نظام معطلے قسم کی کمی (پروگرام) ان میں حائف اور میڈیو ایٹو ایٹو قسم کے بچے ہوتے ہیں۔

س: آپ صرف بچوں کے لیے ہی ڈرامے ترتیب دیتی ہیں؟

ج: نہیں ہم ٹوٹ ٹوٹ کے علاوہ بھی مختلف موضوعات پر ڈرامے تیار کرتے ہیں۔ ابھی اب تک عرصہ پہلے ہم نے اپنے بچے لکھا ہوا ہے آغا امداد شہزاد فون

بھی پیش کیا تھا ہماری لاکر کئی گورا تے ہونے کو اور پنجاب، خیبر پختونخواہ صاحب نے ہمیں ایوارڈ سے بھی نوازا تھا۔ آخری سہ ماہی کے شروع میں ایک فریج کو بلا کئی لکھا تھا اور میں ایک پروگرام "اے چڑیاں تے تیں وکھرے" لکھی



انہوں نے پروگرام ترتیب دیا تھا شہزاد ان کے ہدایت کار تھے تو ہم مختلف مواقع پر ٹیلی ویژن کرتے رہتے ہیں۔

س: فوزیہ تبسم ایڈیٹیو کا اجراء کیا ہوا تھا کون کون آپ کے ساتھ کام کر رہے ہیں؟

ج: صوفی تبسم ایڈیٹیو کا اجراء وادی اقلات کے فوزیہ بعد اگلے دن اپنے اہل خانہ کے ساتھ ان کی بی بی ڈی میں ڈراموں اور ڈرامی ڈرامے سونپ دی گئی ہیں۔ میں نے ان کی لکھنوں اور مضامین پر کام کرتے شروع کیا تاکہ بی بی ڈی میں ان کے انڈیکس سے آگاہ ہو سکے ہم مختلف پروگرام کرتے رہتے ہیں بچوں کے لیے ہیں اور بچوں کے لیے بھی۔ مشاعروں کا اہتمام بھی کرتے ہیں اور اب تک کیا ہوا سرخراہا ایڈیٹو گلوکاروں

اور پڑھو یہ سہولت کو صوفی جسم اپنا اوڑھے سے نوازے ہیں۔  
 میں اور دنیا کے پی کی تمہیں نظر میں سارا سہکتے گھٹتے ہیں۔

علاوہ ازیں ایف بی کالج کے سابق پرنسپل مظفر عباس گورنمنٹ کالج کے پرنسپل جناب خالد آفتاب کامران لاشاری بیورو نعت نگار نگار صاحب صاحب انکا پرنسپل یازدی ریگیزہ رحمدل صاحبہ انکا خزانہ محمود خورشید اور فکار شائستہ جنہیں تمہارے مامان ہیں۔

سہ ذی قعد کی مصروفیات کیا ہیں؟  
 بچہ پراپوشہ پڑھیں "قرآنی" جو محمد نسیب صاحب سے ہم دونوں اس میں اہم کردار کر رہے ہیں۔ لیڈی وی کے لیے "ٹوٹ بوٹ" کی ریکارڈنگ کر رہی ہوں۔ یہ ڈرامہ سیریل ہم خود تیار ہے۔

کیا اس سے کچھ بھی آپ نے سیکھا ہے؟  
 بچہ کی یہاں ہم نے کچھ کے لیے مختلف مکمل کیے تھے۔ علاوہ ازیں چند بیورو کے "پیش" "پیش" سے دل نکتہ اور "آسمان سے آگے" ہلکے ہیں۔

آپ جناب بیورو کی میں نے سرجیک انکار کی علامہ اقبال ایڈیٹری بیورو میں شمولہ ہونے کے علاوہ شاعری بھی کرتی ہیں۔ اتنا سب سے مینجنگ کرتی ہیں کیا کھر متاثر نہیں ہوگا؟

بچہ ہم دونوں ایک ہی فیلڈ میں کام کرتے ہیں اور کام کرنے کی بچی گن رکھتے ہیں۔ اس لیے دونوں مل کر ہر کام اور ایڈیٹری اور مینجنگ کرتے ہیں کہ شوقیاری میں ہوتی ہیں۔ ہمیں کام کام اور صرف کام میں ہی پورا دل اور آسوی رات گزار جاتی ہے اور جھگڑا نہیں ہوتا۔ کام پوری دوشن لائف کا اہم حصہ ہے نہ کہ بے رہنے سے بھگن ہونے لگتی ہے۔ عادت ہی ہو گئی ہے یہ سب کھانے کرتے ہیں۔

سہ ذی قعد سے بارے میں تمہیں کہ اس مقام تک پہنچنے کے لیے آپ نے کئی مشکل حالات کا سامنا کیا کیا کیا؟

پس طنز کی ضرورت ہے؟  
 بچہ 12 اکتوبر کو لاہور میں پیدا ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر سے ہی شروع کی جو پھر گورنمنٹ ہائیک اسکول وحدت سے ہوئی۔ کام پوری دوشن لائف کا اہم حصہ ہے نہ کہ بے رہنے سے بھگن ہونے لگتی ہے۔ عادت ہی ہو گئی ہے یہ سب کھانے کرتے ہیں۔

جب میں نے بوش سٹیلا تو کمر میں ہر طرف کتابوں سے جھی لہریاں تھیں، ناول علی وادلی قاتل کو لیکر میرے روادار عزیزب اور دانشور تھے۔ ہمارے ہاں ایسٹون دانشوروں اور استاد کا آتا جانا انکا رہتا تھا۔ جس میں فیض امرو فیض سید عبد علی، جنل سینیٹر اعجاز یادوی، حفیظ جانہ عمری اور استاد منہاں مستور دانش اہم شخصیتیں "فرخ خان" نور جہاں اور ہوتا تھے۔ وہ کرسے میں ہاں ہر طبقہ کھر کے لوگ شامل تھے۔ میں نے بچپن میں ہی بڑی بڑی کتابیں پڑھی تھیں۔ میں نے کم بختی میں ہی سلامت حسن صفحہ امام اقبال مستشرق زادہ جو ش پڑھیں شاعر محمد علی زیدی اور سیدہ بیٹ کو پڑھ لیا تھا۔

ڈاکٹری لکھنے کی عادت تھی بچپن سے تھی کسی وجہ سے کہ بہت بہت شوق لکھنے کی طرف مائل ہو گیا اور میں نے اپنا انڈیا سفر سے کی میرے والد مجھ سے بھی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے تم میں لکھنے کی صلاحیت ہے اس لیے لکھنے پر کار کھئے اسکول کے زمانے سے ہی ڈراما نکتہ اور اسکا جینک کا شوق تھا اس شوق سے پیش نظر میرے لیے ایک استاد کا انتظام کیا گیا جسکی اللہ بخش میرے استاد تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے اور پوسے کی بھی میں شوق رہی اور بیٹنگ کی مختلف نمائندگیوں حصہ لے کر قوی سطح کے ایوارڈ حاصل کیے۔ کلاس میں سے فارغ ہوا سال کی عمر میں لکھ

سن لکھا ہے آپ کے شوہر آپ کے مزاج شائیں ہیں کیا یہ زندگی شادی ہے؟  
 بچہ ہمارا کوئی خاص انداز نہیں چلا تھا۔ سارے صبح تھی لیکن یہ کھینک کر کھینک کر شادی سے پہلے میں انہیں جانتی تھی کہ وہ بھی صوفی صاحب کے لیے کام کرتے تھے اور انکا وقتا بہتی تھی۔

سہ ذی قعد میں آپ اس بارے میں کیا کہیں گے؟  
 بچہ ہم نے ان کے شوہر کو سوتیجا کہا، جیو ایسٹو سن رہے تھے؟

بچہ میں نے فوریہ کو پہلی بار صوفی صاحب کی برسی پر دیکھا تھا۔ میرے ہاں لکھ کر عمار الدین ڈکریا والدہ کو بھلا میری پسند کی اس امر اس وقت تھا وہ باقاعدہ پوزل لے کر پوسٹل کامپاٹ لوشیں لگایں۔ رہتے ہی لگایں۔

سہ ذی قعد کی کس خوبی نے آپ کو ان کے ساتھ زندگی

گزارنے پر اکھلا؟

بچہ میں نے انہیں کام کرنے دیکھا تھا۔ میں ان کی صلاحیتوں سے متاثر ہوا تھا۔ بدلتے بدلتے شعبوں میں کامیابی حاصل کرکے انہاں کے بس کی بات نہیں ہوئی۔

صوفی کرکے شاعری کا انشائیہ اور مضامین لکھنا اسکریٹ رائٹر ہونا اور اس میں حصہ لینا اور تین میں جگہ دہانے کے علاوہ صوفی جسم ایڈیٹری کی چیئر پرسن کے فرائض سرانجام دینا (سکرامنٹ) مجھے تو ان کی خوبیوں نے ان کے قریب آنا تھا۔ سہ ذی قعد میں انشائیہ میں منظر کے بارے میں تھانے؟

بچہ میں 10 دسمبر کو لاہور میں پیدا ہوا۔ سینٹرل سیکولر اسکول سے بیرونگ لیکھ بچپن سے ہی ڈراموں میں کام کرنے کا شوق تھا۔ ہم اسکول کے زمانے میں ہی دست ل کر ڈرامے لکھنے اور پراکٹس کیا کرتے تھے۔ 1973ء میں صوفی صاحب کے لکھے ہوئے ایک ڈرامہ میں حصہ لیا۔ اس میں صوفی صاحب کے پوتے حسن بابو نے بھی حصہ لیا۔ ہمارے اسکول کے ڈرامے نے پہلی پوزیشن حاصل کی۔ اور مجھے انعام کے طور پر شیلڈ ملی۔ اس شیلڈ نے میرے اندر مزید کام کرنے اور آگے بڑھنے کے شوق کو تقویت دی۔ 1978ء میں صوفی جسم کی وفات کے بعد ہم دو ہفتوں سے لڑ کر صوفی جسم ڈراما ایک بنا لیا جس کے تحت 1979ء میں جناب تھرس کو کھل کے ذریعہ انہما صوفی تراجم نے ڈراما "پیش" بھی لکھا جس میں چاروں بھائیوں کا قصہ اس کے علاوہ بھی ہم صوفی جسم کے لکھے کی ڈرامے کیے۔ یہاں سے بعد والد کی وفات کی وجہ سے میں اپنا شوق جاری نہ رکھ سکا اور ان کا رویہ نہیں لایا۔ یہاں تک میرے تک اس شوق سے پہلے میں انہیں جانتی تھی کہ وہ بھی صوفی صاحب کے لیے کام کرتے تھے اور انکا وقتا بہتی تھی۔

سہ ذی قعد میں آپ اس بارے میں کیا کہیں گے؟  
 بچہ میں نے ان کے شوہر کو سوتیجا کہا، جیو ایسٹو سن رہے تھے؟

بچہ میں نے فوریہ کو پہلی بار صوفی صاحب کی برسی پر دیکھا تھا۔ میرے ہاں لکھ کر عمار الدین ڈکریا والدہ کو بھلا میری پسند کی اس امر اس وقت تھا وہ باقاعدہ پوزل لے کر پوسٹل کامپاٹ لوشیں لگایں۔ رہتے ہی لگایں۔

سہ ذی قعد کی کس خوبی نے آپ کو ان کے ساتھ زندگی

انشائیہ کے سدا بہار اور شگفتہ کالموں سے انتخاب



# آپ کے کیا پردہ

امین انشاء  
 قیمت: =/250 روپے  
 ڈاک خرچ: =/30 روپے  
 بڑے پوزل ڈاک منگوانے کے لیے  
 =/280 روپے روانہ کریں۔

مکتبہ عمران ڈائجسٹ  
 37 - اردو بازار کراچی



نتیجہ فی الحال ان کی پڑھائی ہماری اول ترجیح ہوگی اگر فراغت میں کام کرنا چاہیں گی تو ہمیں اعتراض نہیں ہوگا ہم دونوں کو اعلیٰ تعلیم دلوانا چاہتے ہیں اس کے بعد وہ اپنے لیے جو بھی لائن منتخب کریں گی ہمیں اعتراض نہیں ہوگا۔

س: آپ مشاعروں کا اہتمام کرتی ہیں اور خود بھی شاعری کرتی ہیں مشاعروں کا اہتمام کیا خاص مواقع پر کرتی ہیں؟

ج: میں صوفی صاحب کی سالگرہ اور برسی کے موقع پر مشاعرے کرواتی ہوں جن میں بیٹے نامور شعراء کرام حصہ لیتے ہیں۔ مثلاً ”میر نیازی کا سر نیازی“ احمد فراز، شہزاد احمد، خالد احمد، ڈاکٹر اجمل نیازی، نیاز اے صوفی اور بریگیڈیئر حامد سعید کے علاوہ بھی بے شمار فن مشاعروں میں میزبانی کے فرائض سرانجام دینے کے علاوہ میں خود بھی اپنا کلام پڑھ کر سناتی ہوں۔

س: مستقبل میں اور کیا کرنے کا ارادہ ہے؟  
ج: ارادہ تو بہت کچھ کرنے کا ہے مثلاً یہ کہ میں ڈاکو منزی نامی بنانا چاہتی ہوں اور پسماندہ علاقوں کے لیے کام کرنا چاہتی ہوں۔ جسکا پر معاشرتی اور اقتصادی مسائل ہیں۔ ان مسائل کو سامنے لانا چاہتی ہوں ایسے فلاحی کام کرنا چاہتی ہوں جہاں کام کرنے میں صحیح معنوں میں دو سروں کے کام آسکوں۔ یہی میرا مشن بھی ہے اور سوچ بھی۔ مختلف مسائل پر غور و فکر کرنا تو ہر آزاد شہری کا فرض ہے میں بھی روزانہ کے اخبارات پڑھ کر اور خبریں سن کر پانسور شہری کی طرح جلتی ہوں کڑھتی ہوں اور ان مسائل کے حل کے لیے سوچتی بھی ہوں اور ان مسائل کو دور کرنے کے لیے منصوبہ بندی بھی کرتی ہوں ہمیں نے پرفارمنگ گروپ تشکیل دیا ہے تو اس کے ذریعے ان مسائل کی نشاندہی کا ارادہ رکھتی ہوں آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بہت دے۔

آمین تم آمین۔

ماڈل..... عظمیٰ  
میک اپ..... روزہ بانو بیارلر  
جیو سٹی..... قاسمیہ جیولرز  
ٹرانسپورٹ..... موسیٰ رضا

میں کام کرنے کی آفر دی۔ میرا دل ثقافت اعجاز کے پرسنل فیملی ڈاکٹر کا تھا۔ اس کے بعد ”آسمان کے آگے“ میں ابسٹی کی کارول کیا۔ ”دل سے دل تک“ میں ایک بار پھر ڈاکٹر بنا پھر ”قربانی“ میں آفر ملی ہوں ہم نے کئی سیرٹزش کام کیا۔ س: دونوں مصروف ہیں ایک ساتھ فیلڈ میں بھی کام

کرتے تو گھر اور بچے یقیناً متاثر ہوتے ہوں گے؟  
ج: نہیں متاثر ہوتے۔ فوریہ اچھی منتظم ہیں اور گھر اور باہر کے امور کو احسن طریقے سے دیکھ لیتی ہیں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت اور گھر کی ذمہ داریوں میں بھی کو نامی نہیں کرتیں۔

س: کوئی آئندہ کے لیے پلاننگ جس کے تحت آپ کام کرنا چاہتے ہیں؟

ج: پلاننگ بھی ہے کہ ہم بچوں کے لیے یونی کام کرتے رہیں گے۔ خاص طور پر اسٹیشنل بچے ہمارے پرورگار میں شریک ہو کر بہت خوش ہوتے ہیں تو ہم ان میں خوشیاں بانٹنے رہنا چاہتے ہیں۔ یہی ہمارا مشن بھی ہے دوئم ہم صوفی نسیم آئیڈی کے مشن کو مزید آگے بڑھانا چاہتے ہیں فوریہ کا بھی یہی خواب ہے اور میں بھی اس کے مشن میں شامل ہوں۔

س: شادی کے بعد صوفی نسیم آئیڈی کے لیے پہلا کام آپ نے کیا کیا؟

ج: ہم دونوں نے ”نوٹ بوش۔“ کے نام سے نظموں کی ریکارڈنگ کی کیسٹ بچوں میں تقسیم کی جس سے وہ بہت خوش ہوئے۔ چلڈرن ٹینیشنل کے لیے کامران لاشاری سے ذکر کیا وہ اس وقت سیکرٹری انفارمیشن تھے انہوں نے نہ صرف حوصلہ افزائی کی بلکہ اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ بھی دیا جس کی ہدایات کی ذمہ داری پچھلے تین سال سے میں پوری کر رہی ہوں۔

س: بچے کتنے ہیں اور کون سی کلاسز میں زیر تعلیم ہیں؟  
ہم نے فوریہ سے سوال کیا۔

ج: ہماری دو بیٹیاں ہیں۔ بڑی بنی سکس میں پاپا اور چھوٹی تھوڑی میں پڑھتی ہے دونوں نے ڈرامہ سیریل ”بنی اور ڈرامہ سیریل دل سے دل تک“ میں اہم رول کیے ہیں۔  
س: بچوں کے ڈراموں میں کام کرنے کا شوق کیا جاری رکھیں گی؟



**قادر** کہیں کر آیا آپ نے یہ ہمارے ہونے کی روداد پر ہی جس میں سارے غلام نبی کا ذکر لکھا گیا "میں بھی آتی ہیں۔ آپ کے ذہن میں بیٹھتا ہے سوال اٹھا ہوا ہے کہ ہم لوگ کام کس وقت کرتے ہیں تو ہم آپ کو یقین دلاؤں کہ ہم کام ہمیں کرتے ہیں سبھی تو ہر روز یا ہفتے میں چاہت ہے آپ کے ہاتھوں میں ہوتے۔ ایک اور بات کہ ہر روز ہوا ہے کہ آپ نے سوچا ہوا ہے کہ سارے ہفتے کی سبھی کے سر کھینچے کام کرتی ہیں تو ایسا ہرگز نہیں ہے انہوں نے آپ کے لئے فکر کا نام لیا ہے ہونے لگی "انکار لگی" کو مداف کیا ہے ان کے فرمودات آپ کی وقت ہے ہمیں جب آپ آئے مگر ہم نہیں ہر روز اور ہر کھمیر کی یا فاطمہ یا عائشہ کی۔ (امت الصبور)

**ایک دین ہمارے ساتھ**

سناؤ تم غلام نبی

وہ خاصا نکل چکا ہے تو صبح میں صدمت ماری ہے۔  
 "وہ تو شائع نہیں ہو سکا۔"  
 "میں نے کہ ہم اسے طویل نابل شائع نہیں کرتے۔"  
 "تو کبھی پلٹے پلٹے بائچ اڈو کے بعد فون کر لیجئے گا۔ اس وقت شہر کی ان فخری کابی کی تیار ہو رہی ہے۔ ہم لوگ بے بعد مصروف ہیں۔"  
 فون نکلتا ہے کہ بعد فاطمہ کی جملہ بات دیکھنے کے بعد لاقی ہے۔ "تو یہ ہے لوگوں کا نظریہ۔ دیکھیے۔ تم صوفیوں کی مشقت نابل تکھی وانا اور اس پر اصرار ہے کہ سارے کھمیریں چھپا جائے اور ادا لگی بھی کی جائے۔ تو تم تک بار رہے ہیں۔" اب فاطمہ کو چیپ کرانا آسان نہیں۔  
 "پہلیں آج بیہوش کر لیتے۔" کہتے کھتے فاطمہ نے تیل بھاری۔  
 "تو کھینچیں متقبل صاحب (ہاتھ کے اشارے سے بخون بناتے ہوتے) وہ والے دستبر لگائے۔" متقبل صاحب مکررات ہوتے رہا ہے تو پھانسی نہیں کھوئی۔  
 "اور آپ کے لیے ناگزیر روز ناگزیر کھا جائی ہے۔ جسے اپنی "خیر" قبول ہے۔"  
 "میں ہاں سبب معمول ناگزیر" راہد کی فرمائش نوٹ کر لی ہے۔  
 "میں نزن نزن نزن۔"

"ہو سارے شمارا فون ہے۔ روٹی یو پاکستان سے۔" العفل نے فون کا پیج لگا پھرایا۔  
 "ہاں سیلا کو کیا افکار آئی۔" میں نے یسما کی جگت ہماری گواہی کر لیا۔  
 "میں نے انہوں کو بلا لیا ہے۔ یہی ہوں۔" جس میں یہ بتانا ہے کہ یہ بے شادی شادی کرنا چاہیے کہ نہیں۔  
 "بسم اللہ یہ روزگاری جانی سبب تے کر لگی ہو چالی ہو۔" میرا تو خیال ہی شادی ہی نہیں کرنا چاہیے۔ "میں نے چھوڑا کر لیا۔"  
 "نیکو اس نہیں کو تم ایسا آن اب ہر روز والی ہو۔ تمیز سے اپنا ہاتھ بنا کر ہمارے نزدیک۔" ہمسائے شہیدہ کی۔  
 "اچھا یہ تیار کہ حالت میں ہو انا ہے کہ مخالفت میں؟" میں نے پوچھا۔  
 "میں یوں بلا ہے بیڑی۔" ہمسائے زمیندان سے کیا۔  
 کچھ بائیں جانب میں نہیں کچھ سگ حالت میں تیس۔  
 جلدی کی جلدی کہ نہیں کرنا کھانا کھانے۔  
 بائچ منٹ کے بعد اندر چلے گئے۔  
 شیر صاحب ہر ایک کی میز پر چائے دھرے دھرے راہد سے مخاطب ہے۔  
 "بھئی تو کچھ کھلا دیا۔" وہ بخوار ہمیش آ رہی ہے پھر بھی کھوئی ہے۔ (راہد کی شادی کے بعد یہ طعنہ زدہ کی ان میں نہیں ہوتے۔ مگر وہ راہد کی کیا ہوئی ہیں۔  
 "میں ہی نہیں کھلاؤں۔ آپ کھلاؤں" آپ بڑے تیز۔  
 "بھئی کچھ کام لوگوں سے۔" معاملہ اللہ کے سر کرنے کے بعد شیر صاحب وہ دوسرے دن ہمیری سوال کر لیں گے۔  
 "مگر کم چائے کا کھونٹ لیتے ہوئے نعتل نے ہر روز دلا سوال دہرایا۔  
 "کل رات حسب معمول تم لوگوں نے ڈانڈ شادہ مسکو کر گرام "ہو تو دن نیو تو نہیں ہو کھا ہو گا؟" "جہل" نام "ملاہ کر گرام کو ہم بھی نہیں رکھا؟" پھر وہ اس پر گرام کی تعقیبات اختیار کی "ام خیریں کالم" رائے "ہم نے" اور سوال کی تعقیبات تاکہ کہیں آپ ٹیٹ کرنا نہیں ہو سکتیں۔ سب ہم حالت حاضر سے باخبر ہو کر کام کی طرف توجہ دینے کا راہد کریں گے کہ کابھی نہیں ہاں کاب۔"

"وہ تو خوار ہے۔" راہد نے یہ ہی سے کہا۔  
 "اے بے وقوف خوار ہٹ تو وہ ہے جس نے اسکھوں والا پھرتا لگایا ہوا ہے۔" کالم نے فوراً ہجج کی۔  
 (کیمبل کے اس دور میں شاہین رشید کے بعد فاطمہ ہے جو کئی آرتھمنٹوں کی بچان لگتی ہے)  
 "کچھ نہیں ہے تو کھانا کھاؤ۔"  
 "وہ تو شادی علی خان تھا۔" نعتل نے فائنڈ دیا دلا۔  
 "سارے کے سارے ایک بیٹے کیوں ہیں۔" راہد نے آگ کر لیا۔ (جسے اس کی شادی ہوتی ہے یہ صرف "سامرا" کو رکھتی راہد دیکھتے انداز میں حضوروں کے ڈیڑھ میں ہاتھ مار مار کر آرتھمنٹوں کو نکال باہر کرتے تھیں۔  
 نزن۔ نزن۔  
 "میں ہی بے بعد اہلیات کر رہی ہوں۔"  
 "کب بیٹھا تھا اسانہ؟"  
 "میں کب سے بیٹھا تھا؟"  
 "جی۔ ملاقات خرمی زید خرمی۔"  
 "میں ہی کس کام پر تھیں ہوں ان وقت لے کام میں۔"  
 "میں یہ کہ ہم کس جولی کی کامیابی شائع نہیں کرتے۔"  
 "تو کھینچے۔" پیلر پیلر خان کے بعد فون کھینچے گا جن صاحب کے پاس اخبار لیاں کا ریکارڈ رہتا ہے وہ بیٹہ ہر میں ہیں۔ (وہی ہاں راہد تو دیک کے پاس کھڑی کام نام آرتھمنٹوں میں رکھی رہی ہے۔)  
 "دیکھتے دیکھتے ہماری بیویوں کا ایک آپ اور دوسری دیکھتے۔" راہد نے ایک منٹ بعد ہی بونی کی تصویر

نہیں کہوں گی بلکہ ہیرو ہیروئن کے طوائف کے کئی طریقے بھی بتا دوں گی۔ میں تو ایک عرصے سے یہ نیک کام کر رہی ہوں۔ آج تک کسی ہیرو سے ہیروئن کو جدا نہیں کیا۔"

اعتل لود کھاتے ہوئے وانت پکچا پائے۔  
"اف میرے خدا۔ یہ ریڈ لپ اسٹیک، فون نچک رہا ہے۔"

ژن۔۔۔ ژن۔۔۔ ٹرن۔۔۔ ٹرن۔۔۔  
"ہاں حمیرا! ابھی میں آپ کو فون کرنے ہی والی تھی۔" اعتل نے فون کو کان سے لگائے لگائے ڈیڑھوں ڈیڑھوں ڈاک کو کھولنا شروع کر دیا۔  
"اللہ کرے آج کوئی مہمان نہ آئے، آج بہت کام ہے۔"

اعتل نے تصویر دیکھتے ہوئے کہا۔  
"واہ! اسی مناسبت سے ایک شعر عرض ہے۔ مجھے اعتل ملاحظہ فرمائیے۔ حال ہی میں ایک رکشے کے پیچھے پڑھا ہے۔ غالباً 'محترمہ کے جٹ مبارک کو دیکھ کر کہا گیا ہے۔' " ارشاد۔ "اعتل نے دلجمعی سے کہا۔

"اور لائٹ بھی نہ جائے یہ بھی عاکرو۔"  
"وضو کر لیں۔" عمران کی آواز پر سب ہڑبڑا کر اٹھ گئے۔

اراقا قائل، نگاہ قائل، زباں قائل، بیاں قائل  
تمہارا سلسلہ شاید کسی قائل سے ملتا ہے  
"واہ کیا شعر ہے۔ یہ لوگ تو خاصے صاحبِ فن ہوتے جا رہے ہیں۔" اعتل نے دل کھول کر رکشے والے کو داد دی۔

نماز کے پڑھنے کے دوران رھاڑکی آواز سنائی دی۔ یقیناً یہ پلیٹیں پٹنے جانے کی آواز ہے۔  
"شیر صاحب! کھانے میں کیا ہے؟"  
"قورمہ ہے، بریانی ہے، زردہ ہے اور مرغ مسلم ہے۔" شیر صاحب کو اماں جان کی طرح فخر فرمانے کا بہت شوق ہے۔ انگلیوں پر ہنستے ہوئے بتاتا ہے۔  
"لوگوہ میں کسی ہوٹل کا مینیجر نہیں پوچھ رہی۔"  
"ہاں وال تو تم لوگوں کے حلق سے نہیں اترے گی۔"

ژن۔۔۔ ٹرن۔۔۔ ٹرن۔۔۔  
"جی میں اعتل بول رہی ہوں۔" اعتل نے بٹاش لیے میں کہا۔  
"دیکھیے ہمارے پاس شاعری کا اتنا بلاؤ فریو موجود ہے کہ آئندہ دس سال تک آپ کی باری نہیں آسکتی۔" اعتل نے اطمینان دلایا اور فون رکھ دیا۔

"لوگوہ میں کسی ہوٹل کا مینیجر نہیں پوچھ رہی۔"  
"ہاں وال تو تم لوگوں کے حلق سے نہیں اترے گی۔"  
ایک اور طنز فرمایا گیا۔  
"گرن کی لڑکیوں کو بھیج دیں۔" شیر صاحب کے مزاج پر ایک اور آزاریاں لگایا۔  
"لڑکیاں خود آگئیں۔" ریحانہ کی شوخ آواز پر ہر روز کی طرح فٹا ہٹ طاری تھی۔  
"بھوک سے دم نکلا جا رہا ہے۔" معمول کا فقرہ حسب معمول ارشاد ہوا۔

"دیکھیے ہمارے پاس شاعری کا اتنا بلاؤ فریو موجود ہے کہ آئندہ دس سال تک آپ کی باری نہیں آسکتی۔" اعتل نے اطمینان دلایا اور فون رکھ دیا۔  
"دیکھو سارے! صرف یہ تم ہیں جو شاعری نہیں کر رہے۔" اعتل نے ہماری مشترکہ ایک بڑی محرونی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"بھوک سے دم نکلا جا رہا ہے۔" معمول کا فقرہ حسب معمول ارشاد ہوا۔  
"لوہ کڑھی کھاؤ اس سے زیادہ مزیدار کڑھی تم لوگوں نے آج تک نہیں کھائی ہوگی۔ میں نے اپنے دست مبارک سے بنائی ہے۔" اعتل نے کھانا نکالتے ہوئے کہا۔  
"اعتل! آپ تو اپنی بہت ہی قدر دان ہیں۔"  
"دوسرے قدر نہیں کرتے تو کیا ہم خود بھی اپنی قدر نہ کریں۔" اعتل نے اطمینان سے کہا۔

"پاکل ادب عالیہ کو ہمارا ممنون ہونا چاہیے۔"  
فاطمہ اس ڈالیا لگ پر زردیہ نظروں سے دم دونوں کو گھورنے لگیں۔  
"راہجہ! تم ایک رومانیک سا افسانہ کیوں نہیں لکھتیں؟" اعتل نے مشورہ وہ بھی منت راہجہ کو دیا۔  
"میں اور وہ بھی رومانیک۔۔۔ چھوڑیں، آپ لوگ مذاق اڑائیں گے۔"  
(راہجہ کسی سے نہیں ڈرتیں، سوائے ہمارے تبصروں کے اسی ڈر سے اپنے افسانے چھپا چھپا کر رکھتی ہیں۔)

"اعتل نے اطمینان سے کہا۔  
ریحانہ کی پریشوش داد بطور خاص اعتل کے لیے ابھری۔  
فناست پسند روٹی نے کھانے کے دوران مسلسل راہجہ

"میں نے یقین دلائے ہوئے کہا۔  
"گواہ کہ اڑائیں گے ضرور۔" راہجہ مزید ڈر گئیں۔  
"شیر، راہجہ! تمہارے افسانے کے بارے میں کچھ





# پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

## یہ ٹھیکہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

### ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✦ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✦ ہر ایک ایک آن لائن پڑھنے
- ✦ کی سہولت
- ✦ ماہانہ آن لائن مختلف
- ✦ سازشوں میں اپلوڈنگ
- ✦ ہر ایک کی ہمارے کوالٹی کی بڑھ کر
- ✦ عمران سیریز از مظہر مجیم اور
- ✦ این صفی کی نکل رینج
- ✦ ایڈیٹری نٹس، فلکس کو بیٹے کا تے
- ✦ کے لئے شریک نہیں کیا جاتا
- ✦ ہر ایک ایک ڈاؤن لوڈنگ سے پہلے ای ایک باک ناٹ پریو یو
- ✦ پبلشمنٹ کے ساتھ
- ✦ پبلشمنٹ موجود مواد کی بیننگ اور ایچھے پرنٹ کے
- ✦ ساتھ تہذیبی
- ✦ مشہور مصنفین کی کتاب کی تھم رینج
- ✦ ہر کتاب کا ایک سیشن
- ✦ ویب سائٹ کی آسان برؤوزنگ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیٹ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

▶ ڈاؤن لوڈنگ کے بعد ہیوٹ پوٹ پر بشپہر ضرور کریں

▶ ڈاؤن لوڈنگ کے لئے کہیں اور جاہے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آپس اور ایک ٹھیک سے کتاب

▶ ڈاؤن لوڈ کریں [www.paksociety.com](http://www.paksociety.com)

▶ اپنے دوست اجاب کو ویب سائٹ کا لنک ویڈیو متعارف کریں

**WWW.PAKSOCIETY.COM**

Online Library for Pakistan



[fb.com/paksociety](http://fb.com/paksociety)



[twitter.com/paksociety1](http://twitter.com/paksociety1)

جس کی وجہ سے مجھے ملازمت ملی میرا زندگی معاشرہ بن گیا۔ جب پاکستانی ٹیم میں آیا تو اس وقت میں حبیب نکل میں ملازمت کرتا تھا۔ 1978 سے لے کر 1985 کے بعد 1986 کے بعد مسلم پاکستان کی فٹ بال ٹیم کی اس کے بعد موسم میں ملازمت کر لی اور آج تک مسلم ٹیم ہی ہوں۔ مسلم کے بارے میں بہت مشہور ہے کہ یہاں سے لوگ بہت جلد سے کھاتے ہیں لیکن وہ کھاتے ہوں گے جو ایلمنٹری سے کام نہیں کرتے بلکہ میں نے اپنی ساری زندگی ایلمنٹری کا دامن میں چھوڑا۔ کوئی کھانے پانی نے وہ مجھ کو دیا ہے جس کے بارے میں میں نے اپنی اپنی زندگی میں سوچا بھی نہیں تھا اور دنیا میں پھر یہی سب ہے یعنی جس کو اللہ تعالیٰ عزت کی دونوں امانت کے لئے دے دے گی کسی بہت ہی جلد ہی ہے۔

جو خانی علی انسان کے مزاج میں تبدیلیاں آتی ہیں پہلے میرا فہم نہ تھی تھی لیکن جب میں ریڈیکل ان انٹرنیشنل کورس دینی شروع کر رہی تھی تو اس وقت میرا فہم نہ تھا کہ اس وقت کے لوگ جو اللہ تعالیٰ کو پوجتے ہیں ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی عبادت کا وہ بھی پیدا کرنا پڑتا ہے۔

محبت کا وہ نعمت وسیع ہوتا ہے اور محبت سے بھی ہو سکتی ہے اور محبت کے بغیر کوئی رہ نہیں سکتا۔ اس طرح انسان زندگی میں اگر کسی سے بھی کرنا ہے مجھے یاد ہے کہ کسی نے کہا تھا کہ آپ کسی بھی عمل کے نتیجے کو نہ کہ کسی باڈی ایڈی نہیں ہے تو میں اس وقت بہت پریشان ہوں کہ میں تو اپنی محبت کرنا ہوں اور انہوں نے میرے لیے کسی بھی بات کو چھوڑ دیا ہے میں ان کے جواب کے لیے کچھ بہت مزیدیاں ہوئیں۔ یہاں حالات بہتر ہوئے تو والد صاحب اپنا انتقال دیکھنے والے صاحب کی وفات میرے لیے بہت بڑا چیلنج تھا۔

اور جب تک انسان شادی نہ کرے تب تک بھی اس کی زندگی مکمل نہیں ہوتی۔ میں نے بھی زندگی کو مکمل کرنے کے لیے شادی کی میری شادی کو آپ "لوارینج" کہہ سکتے ہیں۔ میرے سسرال میں میں نے کام کرتے تھے۔ علیحدگی ہوئی تو میری تعلیم پانچویں تک کے علاوہ وہ چلے گئے ہمارے ہرگز بھی تھے تو اس طرح ہمارا اور ہمارے بھائیوں کا کان کے یہاں آنا جانا تھا تو ہم نے ہر روز کار سائز لڑکی کو دیکھا۔ آپ اب اسے پندہ نہیں یا محبت

# پہلو

اس بھری دنیا میں رہیہ صرف ایک رشتہ جانتی تھی۔ وادی کے سوا اس کا دنیا میں کوئی نہ تھا۔ وادی کے انتقال کے بعد بڑی اس کا خیال رکھنے سے خصوصاً "نفسہ خال" اس سے بہت محبت کرتی تھیں۔ انہوں نے اسے اپنے گھر لے جانا چاہا لیکن رہیہ نے انکار کر دیا۔ وادی کے انتقال کے بعد رہیہ تو اتنے سے ایک خواب دیکھتی ہے کہ وادی کسی محل میں ہیں اور شہیدہ یا اس کے عالم میں اس سے اپنی طلب کرتی ہیں۔ رہیہ کی آنکھ کھل جاتی تو یہ یہ سوچ کر بیٹھان ہو جاتی کہ وادی سے کیا مطلبی مراد ہوگی۔ جس کی بنا پر وہ بیٹھان ہیں۔ شہیدہ حیات اپنی موعزہ راہیکم کے ساتھ رہتی ہیں۔ ان کی بیٹی بڑھ ہو چکی ہیں۔ ان کی منن بیٹیاں ہیں۔ ایٹان کے شوہر کا شریا ہر نوکری کرتے ہیں۔ ایٹان کو عاشر کی ہیست محسوس ہوتی ہے۔

ایٹان کیسے آئی ہوئی تھی۔ وہ اپنی بھانجیوں کے ساتھ بیٹھی تھی۔ یہ وہاں اختر مایا آگئے۔ اختر اس کی بھانجی فرودس بیگم کے بھائی تھے اور ایٹان کو بہت جانتے تھے۔ لیکن انھوں میں سے روہ کا روتوان کو لڑکی ملان دیتا۔ مایا ایٹان کی بیٹی سے اور راتھرا اس کی بھانجی ہے۔ ایٹان اپنے بچے بھانجیوں کے ساتھ بیٹھی ہوتی ہے۔ اختر وہاں آجاتے ہیں اور اس کو فاضل اشعار سناتے ہیں۔

تیسری قسط





عاشق کی آواز سن کر تھانے کیوں اس کا بھی بھر آیا تھا۔ چند لمحوں میں سولے ٹوٹے آسمان کے چہرے پر چھلنے لگے۔ دوسری جانب سے وہ آئے پکار رہا تھا۔

”یقیناً۔۔۔ اچانک۔۔۔ کہاں سے ہو گئی ہو یا رُبا۔“

”عاشق! اس کے گلے میں پتھر سے بڑے پڑے لگے۔“

”افسوس، یو لوٹو کسی۔“ وہ غمگینا گیا۔

”تم آتے کیوں میں؟“ وہ بھی جھٹکا کر لیا۔ ”دیکھ تک تمہاری آواز اور تمہارے بھیجے ہوئے ٹوٹوں سے خود کو تسلیاں پاتی رہیں۔ میرے اندر کسی بھڑکنے لگی ہے اب۔“

”دفع۔“ وہ ہنس گیا۔ ”تو اتنا جھگڑا لگا ہے میرے سب کو سننا۔“

”میں جل رہی ہوں، تمہیں مزہ آ رہا ہے۔“ وہ چڑھ کر لیا۔

”اے راجہ! راجا ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے سخت سروی میں آتش واہن کے قریب بیٹھا ہوں اور تمہارا یہ غصہ ادا ہوئے ہو۔“ غصہ ڈھکا اُٹا ہے۔ گویا ساتھ میں ایک کالی بھی ہے۔ پھر غمزہ لطف دا لقعہ۔ ”وہ خاموش ہو گئی۔“

”جانتی تھی اچھا! سٹھنے کا اظہار کرتی ہے؟“ اے اتنا ہی ہوا تھا۔

”یو لوٹو خاموش نہیں ہوں ہو گئے؟“

”تمہیں یو لوٹنی ہے۔“

”مجھ میرے بیچے کیا کر رہے ہیں؟“

”سور ہے ہیں۔“

”اور یہ کی؟“ وہ پھر خاموش ہوئی۔ ”نہ کچھ زیادہ ہی شرارت کے مڑوں میں تھرا۔ اے اس کے غصے کو خاطر میں نہ لانا تھا۔“

”جست خوش ہو گیا بات ہے؟“ وہ پوچھنے لگتا۔

”ہے۔“ وہ پوچھنے لگتا۔

”اے راجہ! یہ بڑی ہوتی ہے۔ دل کے سندر میں بلا خوف و خطر ڈھکی ڈھکی ہے۔ اندر کی بات ڈھونڈ لاتی ہے۔ میں واقف ہے خوش ہوں۔“

”کیوں اسے چاہی لڑکی نے۔ رشتہ بیجا ہے؟“ وہ پوچھ کر لیا۔

”ہا ہا ہا۔۔۔“ وہ ہنس گیا۔ ”ہم ہی ہوتے ہیں۔“

”تو خوش ہوئی ہے۔“ وہ ہنس گیا۔ ”ہم ہی ہوتے ہیں۔“

”ہمیں آئی سنا کر انہوں نے۔“ وہ اسے چھیڑنے لگا۔ ”بارہی خرم خرم میں بھی کیا تر ہوئی ہے۔ ذرا اتنی مترب کھیلے کا چھلا ثابت ہوتی ہے۔ گو ہم ہر شے ہل کر چاروں شائے چت۔“

”جی نہیں کہیں بھی بات نہیں۔ دو دن پھر آجائیں تو جان لے کر بھی نہ سناں۔“ وہ بے جا بازی سے گویا ہوئی۔

”اے راجہ! یہ سب سے تم تو چاہی ہو۔ عورتوں سے زیادہ عالم ہو بھی۔ یہ تو کونسی مشہور ہیں۔“

”مجھ!۔۔۔“ وہ کھسم کھسم لہریں۔ ”کیوں مشہور ہیں کیا ظلم کرتی ہیں؟“

”مفتوز شہزادہ نہیں سمجھتے۔“ وہ سائی کیوں انہیں ہنسا۔ ”انہیں ہنسا کر لیتی ہیں۔“ وہ مزے سے بولا۔

”آجائیں۔“ وہ سائی کیوں کہا گیا ہے؟“

”اے راجہ! یہ سب سے۔“ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”مجھ!۔۔۔“ وہ تھکتے تھکتے سہمی۔ ”آج پھر کیا تر کہیں سے شہت جواب آئے۔“ وہ ہل رہی تھی۔

”دیکھو! یہ راجہ! تمہیں تو تیار ہے۔ ایسا تو میرے گلے کا ہے۔“ وہ ہنس گیا۔

”عاشق! قسم سے بہت فضل باتیں کرتے ہو تم۔“ اقبال نے کہا۔ ”انہوں نے کہا۔“

”مجھ!۔۔۔“ وہ کھسم کھسم لہریں۔ ”آج کیا مہاراجہ ہے؟“

”آج ہے۔“ اس نے کھسم کھسم لہریں۔ ”اے راجہ۔“

”ہوں۔“ وہ ہنس گیا۔ ”اور چاروں انہیں کہا۔“

”سولہ۔“ وہ ہنسا گیا۔

”سولہ نہیں جان سکتے تھے۔ تمہارا دل غم تو میری جہاں میں ہے۔ میں سڑک کو بیچ کر ٹھک کرتا ہوں۔“ وہ خوشی سے بولا تھا۔ اقبال کا لہر کا سا ہنس اُچھڑا۔ ”مجھے کسا سانس لے لے کر گیا۔ کچھ دیر کے لیے اس سے کچھ بولا نہ کیا جا سکا۔“

”اے راجہ! یہ سب باتیں کہیں ہو گئے؟“

”عاشق! عاشق! کچھ کہہ رہے ہو۔ تمہیں کون سے کہہ رہے ہو۔“

”تمہاری قسم۔“

”میں سب شے۔“ اے راجہ! میں کتنی خوشی محسوس کر رہی ہوں۔ کہیں کہیں کہیں۔“

”خیر۔“ وہ ہنس گیا۔ ”تمہاری سانسیں کہہ رہی ہیں تمہاری آنکھیں کہیں گی اور میں ان آنکھوں سے جھپٹتی ماری خوشی اپنے اندر اتار لوں گا۔“

”میرے فون کا انتظار کرنا نہیں۔ تمہیں فلائٹ کھنکھن کر کے ٹائم پتازوں کا ٹھکانہ۔“

”ہوں۔“ وہ اتنا ہی کہہ سکی۔

”پھر تمہیں چاروں ابد۔“ وہ پھر خوش ہوا تھا۔ ”خدا حافظ۔“

”خدا حافظ۔“ اس کے کب آہستہ سے ہلے تھے۔

”دوسری جانب سے رابطہ منقطع ہو گیا۔“

”ایقان! یہ جو بات تمہیں سننے لگی ہے۔ وہ جیسے کسی خواب کے عالم میں تھی خوش کن مشورے سے بھرا خواب۔ حرکت کر کے اے خواب کو ختم کرنے کا خطو ملے گا۔ اتنا ہی تھی وہ بڑی بہت بن کر اس ظلم میں ہے جس نے عزت کھڑی کر ماری۔ یہاں تک کہ ایمان کے رونے کی آواز آنے لگی۔ اقبال نے چونک کر یہ سوچ کر رکھا اور تیسرا پاس داری ہوئی تھا۔ ایمان کا ہاتھوں میں پھر کر اس نے جانچا۔ اس کے گلے سے لٹا لٹا۔

”یہی گویا کے پلا آج کے۔“ یہی شہزادی کہتا تھا۔ ”یہی اللہ اپنے گلوں کیے گی ان سے باتیں کرے گی ان سے لڑ کر۔“ یہی لڑا کہتا تھا۔



”اللہ! یہ بند کر کے وہ کسی سوچ میں گھری ناہی کھڑی رہی۔“ وہ سولے سے ہنسنے میں کل دو سو روپے باقی تھے۔ اسے پھر ملنے تھا کہ اس رات کے علاوہ ہی باڈی اپنے پیسے نہیں اور چھوڑ کر گئی تھی۔ یہاں تک کہ اس نے اپنے پاس باقی پونے تھیں۔

”اللہ! یہ بند کر کے اس حالت میں رہی تھیں جیسا کہ وہ نہیں چھوڑ کر گئی تھیں۔“

”خدا حافظ۔“ وہ ہنس گیا۔ ”اس کی شے کو نہ چھو تھا۔ اس کی لگنی کا چھوٹا صندوق جو کر کے کے ایک کونے میں پڑا تھا۔“

”اللہ! یہ بند کر کے اس کی شے کو نہ چھو تھا۔ اس کی لگنی کا چھوٹا صندوق جو کر کے کے ایک کونے میں پڑا تھا۔“

”اللہ! یہ بند کر کے اس کی شے کو نہ چھو تھا۔ اس کی لگنی کا چھوٹا صندوق جو کر کے کے ایک کونے میں پڑا تھا۔“

"شکر ہے چچا جان!"  
ثوبید نے گھٹوے دوہہ میں شرمٹ گھول کر لے آئی تھی۔ یہ اس سے بعد کے متعلق استفسار کرنے لگی۔  
"بائی جان کے گھر کی ہیں۔ ان کے اہل درس ہوئے۔ ہر عزت کوٹ ہے۔  
یہ۔ یہ۔ یہ چونک کر ثوبید کو کھرا کھرا سوجھ کر گلاس خالی کرنے لگی۔ تاکہ گھر جانے کا مطلب وہ بخوبی جانتی  
تھی۔"



چنانچہ اسے الماری کے سب سے اوپر کی خانے میں بیٹھے اخبار کے گھوڑے کے پچھے سے مل گئی تھی۔ ایسا باند  
آقا تھا کہ اس نے اس وقت وہ چاندیاں بھی اسی اسی وقت ڈوہا ہونے والے دوحاس میں ہی بند بھی بندھ لیا۔ یہ  
وقت بات سے کچھ باور تھی۔ صدیق کو لگے ہوئے اس کے جذبات و احساسات عجیب سے ہو رہے تھے۔  
ادنی جان کی زندگی میں اس نے بھی اس صدیق میں جھانک کر بھی نہ دیکھا تھا اور نہ ہی کسی قسم کا بخشش اس  
کے اندر دیکھا تھا۔

ادنی کی تربیت سے عجب مبہول ہیں اور معصومیت اس کے اندر سموری تھی۔ وہ اپنے کام سے کام رکھنے والی  
بید کی سادی ہی لڑکی تھی۔ بید کے ہنس اور نظارے نہ گھر تھے۔  
بہر ادنی نے بھی اس کے سامنے اس صدیق کو کھولا بھی نہ تھا۔ وہ اگر کبھی اسے کسی مقصد کے تحت کھولتی بھی  
تھی۔ یہ ثوبید کی غیر موجودگی میں۔

صدیق کا بھاری و سناں تھا کہ اس نے دیوار سے لٹکایا اور اندر بٹھانکے لگی۔ پہلی نگاہ میں اسے سب سے جڑیں  
پائی اور یہ مقصد نظر آئی۔  
ایک کونے میں سفید مٹل کے کپڑے کی بوٹی تھی۔ دوسرے کونے میں کچھ کاغذات تھے۔ آٹے اور پیتل کے  
سے کچھ چھوٹے برتن اور استعمال کی دیگر اشیاء تھیں۔ ایک پرانی اہم تھی۔  
یہ۔ یہ۔ یہ سب سے پہلے اہم نکالے۔ یہ واحد تھی جس نے اس کی فوری طور پر اپنی جانب مبذول کر دانی  
تھی۔

اہم کھول کر وہ تصویر دیکھنے لگی۔ بلیک اینڈ وائٹ تصویریں تھیں۔ سب کے سب بے حد پرانی۔ کسی کسی  
تصویر میں اسے شخص وادی کی یاد تھی۔ وہ کسی کسی بیانی لوگ کو لگنے لگے۔ وہ نہ جانتی تھی۔  
بڑی جیرانی سے وہ تصویریں دیکھتی رہی۔ ایک تصویر پر اس کے ہاتھ رکھے اور دو گلابیں گھس گھس رہے۔ وہ تو عمر لڑکی  
یہ۔ یہ۔ یہ مشابہ تھی۔ کبھی کبھی بھاری کام کا ڈونڈا ہونے سے ہونٹوں پر شریں مسکرا ہوتے۔ یہ وہ نظریں جھانکنے  
تھی۔ کسی گلے میں لیکن کے کام کا بھاری گھونڈ تھا۔

نظر پر جو کہ سچی تصویریں تھیں اس کے تصور کا نام پڑ گیا تھا۔ خود تھا۔  
اس پر اسے میں شریں بھی ہے پناہ بخش۔ یہ رچھائی گلابیں نہ جھانکے۔ وہ دیکھ کر تصویر کو بھی رہی پھر اپنی  
اہل سے اس نے تصویر کو پھول اس کے رخسار اس کی پگلیں اس کی چٹائی اس کے ہونٹ وہ انگلیوں سے اس  
پر ہا ہر شخص محسوس کرتی رہی۔

ایسا حالت سے کچھ احساس ہو گیا۔ اس نے اپنا چہرہ کھولا۔ کام دہر دست تھا۔ اس کا چہرہ آنسوؤں سے  
کاہوا تھا۔ وہ دوری تھی۔ وہ بے خبری میں دوری تھی۔ وہ اس تصویر کو دیکھ کر کیوں دوری تھی اس کی سمجھ نہ  
آئی۔

جب وہ سامان تھا۔ ان کے چھو ایک جوڑے ان کی کچھ رہی کتا بیاں ان کا پشترہ ہلکھا ہوا ڈسٹرو اور ٹیوٹا الماری میں ان  
کا بڑھ بھی تھا۔ شخص میں وادی روز موزا استعمال کی رقم رکھا کرتی تھیں۔ اب اس بونے میں محض دو سو روپے باقی  
تھے۔

یہ رچھائی کی ہفتا کے بعد سے ہی بونے سے رقم نکال کر گھر کا خرچ چلا رہی تھی لیکن آج تک کل آیا تھا۔  
بونے میں بڑے چپوں سے مل بھرا لیکن نہ تھا۔

گھر کو سونے کے بعد اس نے اپنا ہونڈ بیلا کر اوڑھا اور گھر سے کا ورا نہ بند کر کے جھن میں چلی آئی۔ باہر گھر  
میں آگ اس نے دو روز سے کھڑا کیا اور آہستہ روی سے چلتی سمجھہ ثوبید کے گھر تک پہنچی آئی۔ دستک سے  
جواب میں ثوبید روز سے تک آئی تھی۔

"گھر سے رچھائی آئی آپ آئیں نا اور۔"  
"وہ کچھ پچھائی گھر پر۔" ثوبید نے سوال کیا۔  
"ہاں ہاں کچھ بھاری ہیں۔ آئیں نا اور۔"  
رچھائی اس کی صحبت میں کام چانکے کر کے تک پہنچی آئی۔  
"السلام علیکم چچا۔" اس نے ثوبید سے اس میں مخاطب کیا۔  
"رے! وہ کھل اٹھے۔" ثوبید نے کہا۔ "وہ پوچھی تو کہتے مبارک گھڑی سے بھی ہماری یہ رچھائی نے کتے اور

بہر گھر سے قدم نکالا ہے۔ ہمارے آگ میں کی قسمت جاگ اٹھی۔ ثوبید رچھائی کے کھوے میں شرمٹ ڈال  
لاؤ۔"

"بے خبری پچھاس میں جاؤں گی۔ ذرا کام سے آئی تھی۔" وہ شرمندہ ہوئی۔  
"کام بھی ہوتے رہیں گے۔ کاموں کے لیے عریزی ہے۔ تم اب تک بھی گھڑی ہو؟" انہوں نے ثوبید  
گھورا۔ وہ ٹانف اور اپنی خانے کی سمت چل دی۔  
"غیور۔ یہ اور پچھو۔" انہوں نے اپنے بازو پھینکے۔ کاشا ہر ایک سو بھیجتے ہوئے ان کے پاس آ بیٹھی۔

"چچا جان۔ صدف۔ کچھ کام تھا۔"  
"رے! کبھی اب کمرہ بھی دو۔ یہ ہم سے کیا کھلف برت رہی ہو۔ اس کا مطلب ہے تم ہمیں اپنا ہی نہیں  
بھیجتے۔"

"بیات نہیں ہے چچا جان! وہ گھبرا کر بولی۔ "آپ کو اپنا نہ سمجھوں تو نا میں اور کون ہے میرا۔"  
"مجھ تو پھر کو گیات ہے؟"  
"آپ کو کیا ہے۔" پچھل کئی کے برسے پر جو دو تھیں ہیں وہ ہماری ملکیت ہیں۔ ہر وہا وادی یا تو خود جا کر ان  
کرانے آئی۔ میں یا پھر وہ لوگ خود ہی آ جاتے تھے۔

"ہاں ہاں! یہ کوئی ہی راز کی بات ہے۔ سارا کھل جاتا ہے۔"  
"میں چاہتی تھی کچھ جان لے کہ آپ وہاں جا کر کلاؤں گا کہ ان لدا کر لے۔ ذرا ہواہ سے کرایہ نہیں آیا ہے۔  
کل کھلی کھلی بھی آ گیا ہے۔ میرے پاس اس سے بیچ کروانے کے لیے بیٹھے نہیں ہیں۔"

وہ بوندے اس کی صورت سے پھر مسکرایا۔  
"تو کبھی آپ نہیں بیچ کروانے کی نظر بھی کیا کر دیا۔ وہ بھی۔" وہ ہنسنے لگی۔ "میں انکے بے فکر ہو جاتی۔  
کرایہ بھی لاؤں گا اور بھی بیچ کر دیاؤں گا۔ میں تم سے کرایہ لے کر دیاؤں گے۔ تم سے کرایہ نہیں لیتا۔ میں سمجھتا ہوں۔"



ہر اسے اپنی مال کی طلب ہو رہی تھی۔ اس کا دل مال کے سوا کچھ نہیں چمکنے کو بے قرار ہو رہا تھا۔ وہ مال کی کوٹھوس سر مرو کہے کہ سونان کی بیٹیوں سے ملتا ہوا تھا۔ مال سے جو اسے تنہو چھوڑتی تھی وہ بیٹیوں کی بیٹیوں کو ملتی تھی۔

\*\*\*

”میں کل تمہارے گھر آئی تھی۔“ رات کو اس نے سمیعہ کو بتایا۔ ”ٹوپیہ بتا رہی تھی تم جناح کے گھر گئی ہو۔“  
”سمیعہ کب مسمرا گئے تھے؟“  
”پھر کب مسمرا؟“  
”میں نے مسمرا میں سمیچھی کی تھی کہ تم اس کے ساتھ کہیں گئی ہو۔ کہاں گئی تھیں؟“  
”میں نے اپنی رازا سائیکل لے کر آگے تھے اس نے مجھے چلنے کی اجازت کھانی اور بول گیا۔ مائلی۔ بندے بھی خرید کر لیے۔ تم آگے آؤ گے گاؤں کی تھیں۔“  
”تمہیں ڈر نہیں لگتا سمیعہ؟“ ریبیہ اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ سمیعہ نے اسے اس طرح دیکھا جیسے وہ اس کی اعتراف ہو۔

”ڈر؟“ چہرہ ہنس رہی تھی۔ ”چور کا بے کاس؟“ سے ڈروں۔ مجھے تو صرف اس کی بددلی کے خیال سے ڈر لگتا ہے۔“  
”تمہیں حاکم کا چاہا ہے ڈر نہیں لگتا۔ اگر ان کو بتا چل جائے گا تو نرفسہ خالہ کو بیڑہ چل جائے؟“  
”تو کیا ہو گا۔ اس کے ہمچیں بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ سب کو بتا چل جائے سب مل کر ہمارا دل بچا دیا ہو۔“  
”وہ بے فکری سے اسے دیکھتا ہوا بولنے لگا۔

”ریبیہ بے ہوش ہونے کے قریب ہو گئی۔ منہ کھولے ہو تو حق کی مانند وہ اس کی بے فکری اور بے نیازی کو دیکھتی رہی۔“  
”تمہیں اسے سمیچھی کی بات سے کچھ فرق نہیں پڑتا سمیعہ تمہارے ابا کو بیڑہ چل جانے کے تمہارے سے بھی ہوا۔“  
اس کے ساتھ کھوتی چلنے لگی۔ ”تمہارے ابا کیا سوجھیں گے سمیعہ! ساری زندگی وہ جب بھی تمہارا چہرہ دیکھیں گے انہیں کوئی بات یاد نہ آئے گی۔“

”افوہ۔“ سمیعہ اس کی تنقید سے برا سامان کر بیوی۔ ”تمہیں کیا قیامت ٹوٹ پڑے گی بھی اور ابا کو ن ساج عمرے کے بیٹھے ہیں۔ ساری عمر میری انہاں کھتی تو سبھی رہی اسے روک گئی۔ مگر میں نے چاری۔ میں نے تو سب کچھ سے محبت کی ہے گولی گمانہ تو نہیں کیا۔ جس کے ساتھ کھوتی چلنے لگی اس کی بیٹی سجاؤں کی۔“  
”کہہ رہی ہو؟“ سمیعہ نے کہا۔

”جیسے گال چمکنے لگاؤں جب تک نہیں۔“  
”جیسے گال چمکنے لگاؤں جب تک نہیں۔“  
”کیسے تو رہیں۔ تمہیں تمہاری بات۔“ سمیعہ نے اس کی حالت دیکھ کر اس کی کم مطلق پر تانسف سے سہلایا۔  
”جیسے تمہیں ابا کیا کہہ رہے ہیں؟“

”وہ تمہاری شادی کروانا چاہتے ہیں۔ کہہ رہے تھے اکیلی لڑکی ہوں جھلاک کھانے تک نہیں دے سکتی ہے اسے کسی مرد کے سارے کی ضرورت ہے مجھے تو لگتا ہے ان کی نظریں کوئی ارشہ سے تپ رہی ہوا ہے تو حق سے کہہ

المیہ بند کر کے اس نے وہاں سے صندوق میں رکھ دی پھر اس نے کاغذات نکالے۔ ان میں مختلف چیزیں تھیں۔ بینک کے کچھ کاغذات تھے، کچھ پرانے خطوط تھے، ایک نائل بھی، نچھانے کے سبز چٹری۔ ریبیہ کو کاغذات سے وہ بچتی محسوس نہ ہوئی۔ وہ تو بڑی فراغت کے ساتھ توجہ کے ساتھ دیکھنے والے ہوتی ہیں۔ اس نے کاغذات بھی دیکھیں رکھ دیے۔

”وہ جتن کے برتن، اٹھا اٹھا کر رکھتی رہی۔ برواں اور وہ پینے لگیا۔ لہذا دوست جو نانا ہوا، چند ایک گلاس اور ٹیبلٹ۔ چمکنے والی ہے۔ برتن کھل کر رہے ہوئے تھے۔“  
”وہ کچھ دیر بیٹھی خالی الذہنی کے عالم میں صندوق کے اندر دیکھتی رہی پھر اس نے طبل کی پوٹی اٹھا کر باہر نکالی۔ اس کے اندر کی بھاری میز کا احساس ہوا تھا۔“

”وہ ریہہ سے بولی گولی اندر ایک جھوٹا سا زینہ اور ایک سرخ جوڑا رکھا تھا۔ اسے قدرے جیرانی ہوئی۔ وہ سرخ جوڑا کا کام سے مزین تھا۔ وہاں تک لالہ پڑا تھا۔ اس کی چمک ضرور دیکھ رہی تھی پھر ریہہ نے وہ زینہ کھولا۔ اس کا دل جھلک سے رہ گیا۔ اس نے بے بسی میں طبل کی زینہ دیکھی۔“

”ریہہ نے لندن کے کام کا بھاری گھونڈو اور جھمکے انتخاب سے دیکھے۔ کنگنوں کو ہاتھ میں لے کر ان کے بھاری پن اور ایلیٹ کا زینہ کرنے کی کوشش کرتی رہی، پھر زینہ سے اشتیاق سے اس نے اسے نگاہیں پھرنے میں ڈال کر کہا: جھمکے کنگنوں میں پنے اس کے بعد اس نے سرخ زینہ کھولا اور سر ڈال کر آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔“

”اب تک اسے حیرت کا شکار کیا تھا۔ ابھی اسے اس کی بے ادب دیکھا تھا۔ اب تک اس کے ذہن میں جھمکا ہوا۔“  
”کچھ دیر قبل وہ جس تصور کو دیکھ کر یہی اختیار کیے عالم میں دوری تھی وہ بالکل ایسی ہی تو تھی جیسی ریبیہ آئینے میں نظر آ رہی تھی۔“

”ریہہ نے اپنا کاس رکھتی رہی۔ اسے احساس ہوا کہ وہ سب چیزیں اس کی اپنی تھیں۔ بالکل ایسی۔ وہ تو بڑی ریبیہ کے کسی بہت سے تھے۔“  
”میں۔“ آواز ایک مرتبہ بھری روائی سے اس کے چہرے پر چمکنے لگے۔ وہ زینوں کو چھو چھو کر محسوس کرتی رہی اور روٹی رہی۔  
”اے! کیا اس کے یوں سے لگتا تھا۔“  
”ہاں۔“ پھر اس نے پتلی چاری کی۔

”اے! میں نے اس سے۔“ وہ دھواڑے پر مارا کر روٹی۔  
”زندگی میں کبھی بار بار کبھی بار سے۔“ اس کے جود کا احساس ہوا تھا۔ اسے اپنی مال یاد آئی تھی۔ وہ اپنی کھشتہ کا بیڑا دل غائب ہوا تھا تو اس کی محبت کا جھمکا اجنباب طلوع ہو گیا تھا۔  
”آج اسے تو وہ اپنی کھشتہ کی یاد آئی تھی۔ آج وہ اپنی مرتبہ ہوا پڑی یاد آئی تھی۔ اسے نہیں اپنی مال کے لیے

”ریہہ تھی۔“  
”مال سے جس نے بھی نہ دیکھا تھا۔“  
”مال سے جسے اس نے بھی محسوس نہ کیا تھا۔“  
”مال سے جس کی اسے بھی ضرورت تھی محسوس نہ ہوئی تھی۔“  
”جس کا نقد کو چمکانا ہو، جس کو خوشبو کو محسوس ہی نہ کیا ہو، جس شے کو بھی دیکھا ہی نہ ہو جھلا اس کی طلب کب ہوئی ہے۔“

رہے تھے کہ ایک سال کے اندر اندر تمہاری شادی ہو جائے گی۔"

ربیعہ کا چہرہ سفید پڑ گیا۔  
"لیکن کیا؟" وہ ہراساں ہو کر پوچھتی تھی۔

"میں ایسے ہی خوش ہوں سمیعہ جیسے یہاں کوئی تکلیف نہیں ہے مجھے اور یہ نہیں لگتا۔"  
"جی" سمیعہ نے سر ہلایا۔ "ربیعہ! لی! لی! تو زیادہ دستور ہے کوئی ایسی خوشخبر کا بھی نہیں لی کہ تم خوف کے مارے جاؤ۔ ہاں وہ اور چکر چھٹیں آگے لے کر نہیں ڈر نہیں لگتا تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ ساری عمر تو بڑی گزار دو۔ شادی کر کے مزے سے رہو۔ پچھ پچھ کر دو۔" ربیعہ خاموش بیٹھی اس کی ہنسی دیکھتی رہی۔

"دیکھو نا! اگلی تمہاری ذمہ داری ہمارے کندھے پر پڑے گی۔ اخلاقی ہی کسی۔ تمہاری شادی کسی پھلے اس سے ہو جائے تو سب لوگ اطمینان کا ماساں لیں گے۔ بس کوئی بوجھ بگاڑ محسوس ہو گا۔" اس نے بغور ربیعہ کے اشارات کو سمجھا لیا۔

"اور آخر تمہارا کیا رہ کر کیا کر رہی تمہارا سہا س کر دے تو بے کیا؟" وہ انداز کر رہی تھی۔

ربیعہ اصرار کی ہوئی۔

"میں تو یہ ماننا چاہتی ہوں سمیعہ! اگلی تو میری ہی ہے شادی کرنے اور پچھ پچھ کرنے کے لیے میرے ذہن میں یہ سب کچھ نہیں ہے میں نے کبھی اس طرح سے نہیں سوچا اس لیے یہ سارا راج ان باتوں کو قبول نہیں کرتی۔ مجھے یاد آؤ ان بنائے ہیں مجھ کو۔" ربیعہ نے سر ہلایا۔ "تب تک میں سکون نہ کر سکتی تھی۔ یہاں یہاں چل کر رہنا چاہتی ہوں۔" اونٹن۔ "اس نے مجھ کو۔" "تمہارے سر میں خشکی نہیں ہوئی مہلی مہلی تمہاری بڑھ کر، تمہاری دادی تو تمہیں کسی اور ہی دنیا کی مخلوق بنا دیتے۔ تمہیں کسی کوئی بڑھنگ کا پڑا پینے دیکھا نہیں۔ کبھی کوئی ہاتھ گھما کر کاشقو لہی لگاھا۔ پیشہ کی سادگی ہی تمہارا بننے سے کوئی جلتے سے رنگ کا سوٹ پٹے رہتی ہو۔ اسکل پڑھ لیا گیا اور پڑھ لیا۔ اب اور کیا رہ گیا ہے پڑھنے کے لیے؟"

ربیعہ ہنس کر اور سمیعہ کے پیشہ کی طرح اسے لڑا کرتی تھی۔ "وہ تو دل چاہنے والی ہے کتنی سادھی تھیں اس لیے اس نے کبھی سمیعہ کی باتوں کا رونا ماننا تھا جو وہ اس کی ذہنی زندگی سے کبھی آگاہ نہیں ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ اس سے متعلق کچھ نہ سمجھی۔ ایسے مواقع پر وہ جو ملے جو چاہے۔ مثلاً اور کسی کسی جتنا کچھ بھی پڑھ کر کسی کسی ڈائنٹیٹ اور حتیٰ سے پڑھ کر کبھی اور نئے سے خود شخص کو دکھانے کا شوق تھا اس سے آگے اس کی سوچ کے پڑتے تھے۔" ربیعہ اس کی ذہنی توجہ اور حیران سے واقف تھی۔ سمیعہ کی ایسی باتوں کو مسکرا کر نظر انداز کر دیا کرتی تھی۔

"ہاے مجھ سے آگاہ کر کہ میں شادی کے متعلق تمہاری رائے معلوم کر لوں۔" اب اس نے صاف کوئی سے کہا۔ "بلکہ وہ چاہ رہے تھے کہ تم سہاں کر دو۔ اب تم ہٹا دو کہ میں نہیں کیا چاہتا ہوں۔" ربیعہ پریشان ہو گئی۔

"سمیعہ! تم انہیں مزاح کر دو میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی۔ چند ماہ بعد یہ وعدہ ہی میں ایڈیشن ہوں گے تو میں وہاں داخلہ لے لوں گی۔"  
"پھر تم ہمارے ساتھ رہنا شروع کر دو۔" ابنا گھر بند ہو گیا کہ نہ پر چڑھا۔ "ہاں ابلی تو تم نہیں رہ سکتیں۔" ربیعہ بے چارگی کے عالم میں سر جھکا کر کچھ ہونسنے لگی تھی۔



"دیکھیں نا! حالہ جانی اب ہمارے پیشہ کی رہی ہے۔" وہ اسے مزہ بھور کر دیکھنے لگا۔

انفیسہ نے محبت سے اس کا ہاتھ ہنر چوم لیا اور شرات سے اس کے بال دیکھ کر۔

"میں نہیں بات کرنا آپ سے۔" وہ دودھ چکا تھا۔ "اب میں جیتنے ہی والا تھا آپ نے سب کو نہیں بھرا۔"

ربیعہ۔  
"جانو! امیرا ہاتھ غلطی سے لگ گیا۔ یہاں سے جان بوجھ کر تو نہیں گوشیں نکھیں ہیں۔" اس نے ذہنی مصیبت سے کہا۔ "اور آپ کو ہمیشہ ہی غلط فہمی کیوں رہتی ہے کہ آپ جیتنے والے تھے کیا یا آخر میں ہی جیت جاتی۔"

منیوہ بیگم نے مسکراتے ہوئے خالہ خالہ کے گاتے کی باتیں کیں۔

"دیکھیں! تک کرنا ہی واقعہ میرے بچے کو۔" منیوہ نے غمگین باتوں میں بھر لیا۔

"وہ نہیں نا! بانیوش میرے ساتھ ہے ایلی کہی ہیں۔" اس نے صحت شکایت لگائی۔

"ہی! اب تک ایک ماہ سے جیڑاؤں اس کو صرف چھٹیکتا آتا ہے۔ جلی ان کی گوشیں بھی میں چلاؤں اور پانی بھی۔ اور آخر میں تمہیں بھی لانا ہے۔ حضرت اور ایک مرتبہ جب تک کہ صحت کا کام ہی نہیں بھربا آئے آئے اس بازاری ہی بھیلی جا رہی۔" اس نے کہا کہ یہ پچھلائے منیوہ بیگم نہیں دیکھیں۔

"تم میرے ساتھ لگ کر۔" بیڑا چلی مرتبہ کے گاتے کی باتیں ہی مرتبہ لگیں۔

"میں ناؤ! اب کے ساتھ صرف سوئے میں مزہ آتا ہے۔" منیوہ نے غمگین باتوں اور واقعہ خالہ جانی کے ساتھ مزہ آتا ہے۔

اس نے صاف کوئی کاٹھا ہو گیا۔ سمیعہ بیگم اس کا سہارا لیا۔

"وہ کیوں بھیجی؟" اس نے ہنسنے ہنسنے کو چھوڑا۔  
"ہاتھ جو ہر کر کوئی اچھا لگتا ہے سہا کو ہر کر بھی اچھا نہیں لگتا۔" صرف آپ کو اور اسوں کو ہر کر مزہ آتا ہے۔"

انفیسہ کی ہنسی رنگ گئی۔ وہ روت پھینچ کر مصروفی سے اسے دیکھنے لگی۔ منیوہ بیگم اسے سینے سے لگا لیا تھا۔

"میں ناؤ! امیرا آپ کی سہی؟" وہ پوچھنے لگا۔

"میں سہا! لی! لی! لی! لی! تمہاری ماما میری بہن لگتا ہے۔" سمیعہ نے کہا کہ اس کا ہاتھ مل کر رکھا تھا اس لیے۔  
"سہا کو! ابنا پھل اچھا لگتا ہے۔ گلو اچھا نہیں لگتا۔" اس نے اسے نہیں اچھے لگتے ہیں، ہمارے ہم نہیں لگتے۔"  
"کیلی بات نہیں ہے جانو! اب کی ماما تو گڑب گڑ ہیں اور وہ لڑکا تو کام ہی بنا رہا ہے۔" منیوہ نے کہا کہ یہی تو سوز و غم تمہاری ماما کی بنا کر ٹھیک کر رہی ہیں لی! وہ تو تمہاری ماما میں ہوتا ہوا کہ اس کے گھروالے کتنا خوش ہوئے ہوں گے۔"

انفیسہ نے اسے خود سے قریب کر کے سمجھایا۔

"خالہ جانی! اب یہی ڈاکٹرین کا میں ڈاکٹر ابھی ہاں اپہل میں جا کر رہیں گی۔" اس نے مزہ بھورا۔ "سہا! اسوں تو ویسے بھی کسی بھی کہنے ہیں۔ جب ان کے کوچ کی چھٹیاں ہیں تو ذمہ تو وہ لا اور وہیں ہی رہتے ہیں۔ میں کیا ان کا کیا کرنا کرنا گا؟"

"دیکھیں! جیڑا میں جو ہوتی ہوں آپ کے ساتھ۔" منیوہ بیگم پوچھیں۔

"آپ کے ساتھ میں پورا ہوں اور ہوں ناؤ! انفیسہ بھرا زور سے ہنسنے لگی تھی۔ اندر آتی ہوئی شلالے دلچسپی سے کرنے کا احوال دیکھا۔"

"کوئی سے لینے تارے ہاں اپنی خالہ کو۔" اس نے بیگم کا رز نہیں بھرا۔ وہ کہا اور اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"آپ کا ہاتھ اپنی اعلیٰ طبت کا بھر پور مظاہر کر رہا ہے۔" انفیسہ ہنس رہی تھی۔ "اور صاف کوئی اپنے عروہ پر ہے۔ تانوی بھر پور محبت کے جواب میں میں نے صاف ہنسنی کاٹھا ہو رہا ہے۔"



شملہ نے عمر کا پندرہ چکر خود سے قریب کر لیا اور اس کی بیٹی شالی چئی۔  
”کیسا ہے میرا بیٹا!“  
”تھکے ہوں۔ آگے بڑھنا ہو جاؤں تو چھاپا ہو۔“ وہ ہنسا ہنسا ہنسا۔  
”تھوڑا نہ کرے۔“ شاملہ اہل کر پویل۔ ”کسی خراب حالت میں کیوں کی تھنے؟“  
”پھر آپ گھر پر تو رکن کی یا میرے پاس۔ وہ انکو بڑھیکار کے ہی بنا ہوا ہے۔“ شاملہ نے اسے ہانڈوں میں لیا۔  
”کیسا بات تھوڑا سا آپ کو میں!“

”ہاں ایک کبک چاہئے تھا۔“  
بھاری قہقہہ اور اوپر ہنسی مڑی تھیں۔ انہیں انہیں کچن کے دوڑانے کی جو کھٹ تھا سے کھڑے تھے۔ ان کے پاس پڑے تھے۔  
”تھوڑا نہیں۔“ قہقہے سے توتف سے وہ بولی تھیں۔ ”میں آئی ہوں لے کر۔“  
وہ منہ ہی منہ لٹکتا ہے۔ یہ بچن کے کیا ہر ہدی جھلی ڈا ٹنگنگ بل پر چڑھ گئے۔  
”کچھ دیر بعد فرودس بیگ چلے گا کبک لے کر آئیں۔“  
”بھئی یو ہونگی! شاد ہو! تیار ہو۔“ انہوں نے بڑی ترنگ میں کبک کہا۔  
”خرا! خرا! خرا! خرا! خرا! خرا! کوگے؟“ وہ قہقہہ مڑا کر کہنے کی کوشش کرتے ہوئے بولیں۔  
”مہم تو شملہ نے جس طرح خیال کر ہے جن خود کو کابی ایک ہونے زندگی پر ملاری جو نوبت ہی نہیں۔  
آپ کو ہی حرکت کی بات کر رہی ہیں؟“ ان پر فرودس بیگ کے تھنے کا سٹیل ان رز ہو جاتا۔ ست ایمین سے چاہئے کے گھونٹ بھرتے رہے۔

”کبک! ڈاکٹر کے گھر والوں کو بہت اہم کرنا ہوتا ہے۔ دوسرے لوگوں کی خاطر اپنے جھے کا وقت بھی دوسرے لوگوں کو دینا ہوتا ہے۔ جب بے گاڑی ہو سکتی ہے۔ فوراً ایک چھاپا دیا۔ ڈاکٹر کے پاس اس کو پورا پرس۔  
وہ مگر کھانا کی صورت دیکھ لیا۔  
”کبک جھے کا نام اگر نہیں کسی اور کو دینی ہوں تو اس کا گھٹے جھے بھی ہوتا ہے لیکن وہ سزے لوگوں کے لیے ہے وقت کتنا قیمتی حالت ہوتا ہے۔ اس بات کا احساس ہونا چاہیے اور پھر میں آپ کو کیا تو نہیں چھوڑتی نا۔ آپ کی ثانوی ہی ہیں۔ خالہ جالی ہوئی ہے۔ یہی بھلا عواموں میں اٹھاتے ہیں۔“  
”میرے بھانجے تو نہیں ہوتے نا۔ سب بچوں کے گھر میں بھی ہوتے ہیں، ہمارے گھر میں تو چھاپا ہی نہیں ہیں۔ اما بھی جالی جاتی ہیں۔“ شاملہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ اس نے آنکھوں سے عمر کو خود سے منکھہ کیا تھا۔  
”میں پتھج کر کے آئی ہوں پھر جب مل کر کھانا کھا گیا ہے۔“  
”میتھہ ہنسی اس سے پھر پتھج کر گئی تھی۔ شاملہ نے اس سے حیرت کا گراس کی ناک لادی تھی۔

”کبکی نہ کوئی شوشہ چھوڑتے ہی ہوا کر۔“ وہ جیسے پھٹ پڑیں۔ ”یہ جی خیال نہیں کہ یہ ہمارے باوا کا کل نہیں، ہمیں کا سراسر ہے۔ میں کوئی باوا کلمت نہیں ہوں یہاں جو ہر وقت تمہاری شکایتوں پر کان لپیٹ کرے یا زاری کی عیاد اور ڈونڈے رکھوں۔ جانتے ہو فاروق نے مجھے کسی قدر نہیں کیا ہے۔ ان کی امان سے منورہ کھولیا تھا۔ کراڑ کو کسی گھونٹنے سے بنا۔ عواموں میں بدستار تو کمال کر پا کر کہہ کرے۔ یہاں ہر کسی کی ٹھیکیاں ہیں۔ ہم ایسے سر بھرے بے شرم۔ کھینکھنے لفظوں کو کب تک لیاں۔“  
”مہم لے گیا کیا جالی یا۔“ وہ جیسے لچ ہوئے۔ ”تمہارا قصور تو بتلا جائے؟“  
”اس روز خیر بولنی کی مغل میں چلے آئے اور اس“ حسن کی بیوی کی۔ ”کو گھوڑے کر جب قسم کے اشعار پڑھے تم نے۔ روز شرم نہ کئی تھیں۔ اس نے جا کر اس سے شہادت کی اور اس نے فاروق حسن کو بولا۔ میجاب۔ کیرا تھا شایا تم نے مارے گھر میں۔“

خانہ ڈالے  
جو ڈال پکائی ہے  
اس آنت سے اس آنت تک ہیں  
چوہوں کو مارنے کی دو! کیوں نہیں دیتے  
وہ اسٹیک کی پلیٹ بنا ٹنگنگ۔ جھیل پر اوندھی کے پھنسا ہوا گرا مارا تھا۔  
”فرودس بیگ جھلا کر گرنے سے پر کد ہوئی۔“ سطل اور سدر حوا کتبہ۔  
”مگر گھر جاؤں شالی بیٹھ۔“ وہ سخرے میں سے بولا۔  
”گھر چوری ہوں چکے رہے کھانا۔“  
”تجیب تک سزے سے میرا کانا۔“  
”یا اللہ۔“ انہوں نے ہاتھ پدھتا پدھتا پانچا پانچا پانچا ہی تھکی تھکی پر گلی۔ ہلی کی ہنسی نکل گئی۔  
”میں سمجھ کر ماراں لیں گی۔“ ٹکٹیر۔ ”میں طش آ گیا۔“  
”نہیں اور جانا ہے۔“ قہقہہ۔ ”وہ اٹھ کر پڑا اور شرت مچھ کر جینز کے اندر لگا۔“ ”جوڑے اس کا بھی پھلا“  
”جوڑے اس کا بھی پھلا۔“ قہقہہ۔ ”میں طش آ گیا۔“  
”جانتے گا بچا چکی تو کسی کی رہا چھوٹے۔“ وہ بڑبڑاتے ہوئے کچن میں ٹھس گئی تھیں۔

”آفہ حسن کی بیوی چلے۔“ کا بھائی بار بیوی ہی تو کھتی ہے۔ اوو۔ اور اب تو جیسے شراب پر لئی ہو کر وہ آنتھہ ہو جائے۔  
”اے۔“  
”ہم اس کا پتھج کب کر ہے جن بائی یا۔“ وہ افسردگی سے گویا ہوئے۔ ”وہ عالم سرباب کی مانند خود ہی نظر آتی ہے۔  
خود بلائی سے قہقہے اور ہاتھ کیسے پھینکا ہوا ہے۔“  
”فرودس بیگ بھائی کی صورت دیکھتی رہ گئیں۔ ان کا کٹ کیا تھا۔ ایک ہی تو بھائی تھا ان کلسان سے کئی برس پہلے کا۔ ہمیں اپنی اولاد کی طرح عزیز تھا۔ ان کی شادی سے وقتہ وہ آٹھ برس کا تھا۔ سرباب میرے گھر تھے۔ وہ انہیں اپنے ساتھ ہی سسرال لے آئی تھیں۔  
”کسی ٹھنکی کی تھیں میں نے اہلی کی۔ تم بھی تو کسی قابل ہوتے۔ ان کا بھی ایک قصور۔ اپنا ملائی میں کیسے دے دیتیں۔“ آٹھ بیٹھیاں سب کھنکھن کرے۔ ”میں نے کبھی فرودس سے ہی لگے۔ جھلا کر دیکھ کر وہ بھی ہنسی دیتیں۔“  
”تمہارا اہل کر نہیں۔“ ان کے کچھ نہیں برو تھا۔  
”اسی یہاں کون روٹھا ہے۔“ وہ بڑبڑاتا نہیں۔ ”میتھہ اہل کر کے پڑھا۔ اہلی بیٹیاں آگے سے اتاریں تو شہیتہ حیات بیگم کو کچھ

47

46

"ارے ہوا وہ کیا کہتے ہیں اصل سے سوچا یاد بالکل مٹا رہا ہے مجھ کا جس نے بھی کہا ہے میں ہوں کو تو ذانتبار بھی لیتے تھے ان سب کو دیکھ کر تے کہاں سے یاد آئے گا اور چلا گیا بھی کیسے ہیں سب کے سب۔" نے سے اپنا ہمانہ قرآن لہا ہے میں تو اپنے رہے ہوں گے بھی انکار کرے دیتی ہوں۔"

راہبہ بیٹھے لگیں۔ "پھر ہماری کو کیا کہی ہیں۔"

"ہاں وہ صیوان آیا تھا حاضر کیا ہے ہیں۔" حقیقتہ حیات چونکہ کر رہی تھیں۔

"چھا۔" راہبہ بھی کچھ مہرست ہوئی۔ "گرب۔"

"ابھل اچان کا خون کا قاتل۔ خرمی کے مارے اپنی مہرستی تھی۔ صوبہ صحرے کو کچھ تھلایا بھی نہیں۔ رافع کا پوچھ رہی تھی اسے اور پورٹ بیٹھے گی کہا مشران کو لینے سنا تم بھی جانتے گا۔"

"تھا۔" راہبہ بیٹھ کر کچھ جھنجھکتے لگا تھا۔ اللہ کی خوشیاں سلامت رکھے ست محسوس کرتی ہے عاشا کی فریور جوئی کو۔ گنتے دونوں کے۔" آ رہا ہے۔"

"جی تو رہی ہوں اس دنوں کی کو کچھ نہ سوچتا تھا اب اسے کہا میں باہر مہل حاضر آ رہے ہیں رافع کہاں ہے اس سے کہنا مجھ سے فوراً تھ کر اسے اسے اپنی ہی بات کی۔"

اسی اثناء میں اور مدد دوڑتے اٹھائے اندر داخل ہوئی تھیں۔

"اللہ۔ کچھ چوری ہیں۔ السلام علیکم چھو! ریسیس تو لیکھی مگر فاش تیار ہوئی ہے ان کے چہرے چمک رہے تھے۔"

"اؤ ٹیکم السلام ابھی تمہاری کیوں فاش لنگھو کا مضمون تھی۔ کیا بنا گیا ہے؟"

"بنا گیا بھی ہے یا کیا گاڑے۔" ہنستا ہوا رافع اندر گیا تھا

"تھکا کر رہے ہیں بھائی! انگلیاں دیا گیا ہیں۔" خانہ یہ فریور ہوئی۔

"مڑھڑکے انگلیاں تمہاری ہو رہی۔" وہ فونڈی ہوئی گنتیں بیسویں کرنے لگا۔

"بھئی کو توجیہ چاہیے جب ستن فریور نہ آئے اگلا ہی فاش ہے اس کا تو نامہ ہی اڈا مڑے دار تھا۔ بھلا کیا نام تھا مدد۔"

"کچھ عجیب و غریب مہائی تھا۔ یہ چھو تھو جرم تھ۔"

وہ جانوں میں کڑھتا ہوا چڑھتا لگے۔

"بائیں اہل اس میں مینگو اس میں کیم اس میں مہلا سے دار کیوں نہ ہو؟" رافع نے چمچ بھر کر منہ میں ڈالا۔ "سب چیزیں دیکھی کس کر کے کھاؤ تو دونوں میں تمہارا کیا لکل اس میں؟"

"کی ہاں۔" دو گنتے تم نے چڑھیں میں بھڑا تھو کا ہے۔" وہ بھلائی۔

"وہ تو تمہارے بل پر دیکھ کر ہی لکھے! تمہو نہ آدھا۔"

"رافع بھائی! آپ یہاں دو گنتے فریور اڈا رہے ہیں وہاں ساتھ ہی رہا ہے آپ چار مزد والا بیچ کس لینے گئے ہیں۔"

"ارے یاد رہیں یہوں لاکھا زیادہ ڈا کروے آؤ۔"

"تھ اپنا بنا یا۔" بٹھے چلاؤں نال۔ میرا جھن میں آپ احمد لے لیں۔ میں بھی رافع کے بس کی بات نہیں۔" شہین کو بچ کر لکھہ صرف آپ کا دست کرنا ہے۔"

"ارے کچھ تو میرا لارے کچھ چھوٹی چھوٹی تھی لارے کر لیا ہے۔ اسے چھو ڈکر میں کس نہ جاناں گا۔"

"اور وہ آپ کا سائنٹ ہے؟"

بھائی وہ۔ تو آکھ ہند کر کے ان کے اشاروں پر چلتی ہیں۔ میں بڑی مہربان ہمسافرت میرا جتا ہے لیکن ہر کام میں وقت گزارا کو اصل ہے ہر مشورہ لینے اس سے کیا جاتا ہے پھر میری بارگی آتی ہے۔

کسی نظر تھی میری رافع پر اس خاندان کا سب سے قابل اور بھوادار لڑکا ہے چھوٹا سا تھا تو میں اپنی عرش کو اس کے ساتھ ساتھ رکھتی تھی لیکن ہوا کا کسی نے مجھ سے مشورہ بھی لینا پندر نہ کیلہ میں بھی تیرہ کے بھی ہوں اس لیے میں لڑکوں کے لیے اس خاندان کی ایک لڑکی نہ لولیں کیا ہیں ان کے بھی ہوگی۔ اللہ نے چاہا تو میریہ کے لیے اس سے اچھا رشتہ آجائے گا۔ اسٹیم اس اور مڑھڑ کے لیے میرے خاندان کی لڑکیاں لادیں گی اور اپنی لڑکیاں کر دینا ہے۔" گاؤڑے کے تحت بندہ میں شش عرش کے کاؤں تکسالی آؤ زماں تھ رہی تھی۔

ایک ٹھنڈی مہاس بھر کر اس نے کچھ انکار کرتے پر رکھ لیا۔ چہن سے اس نے جو خواب آنکھوں کی پتیلیوں پر نقش کر دیا تھا بھی، ابھی وہ چہنے لگا تھا۔ ہر چہرہ کہ وہ خوابوں کے سارے جیسے والی لڑکی نہ تھی اور وہ ہر چیز کی سوچ کر سکتی تھی۔

لیکن پھر بھی کبھی بھی۔

"السلام علیکم السلام! راہبہ بیٹھے نہ اندر داخل ہوتے ہوئے سلام کیا۔

"وہ علیکم السلام! بیٹھی رہو۔" حقیقتہ حیات بیٹھ کے لیوں ہر مسکراہٹ آئی۔ "ہوئی کہاں ہو تم کسی اپنی ملن ماں کو سلام کرنے کی فرصت بھی نہیں ملتی تھیں۔"

وہاں کے قریب بیٹھ کر محبت سے ان کے سر پر دبانے لگیں۔

"مجھی تو ہو؟" انہوں نے اسے کارے پر ہاتھ رکھا۔

"جی ماں! اللہ کا احسان ہے ست آرام ہے ہوں۔"

"راہبہ آئی ہے۔" غڈرا بیٹھ کر سے اسے داخل ہوئی تھیں۔ "دیکھی ہو راجا!"

"شکر ہے اللہ بھی لگائی! آپ سائیں۔ کیا کہاں ہیں۔"

"رافع اور رافع تو بیچھو ڈا سے میں اپنی کی مڑھڑ کھ کر رہے ہیں۔ مدد اور زیادہ چکھ میں ہیں۔ کوئی نئی فاش بتا رہی ہیں۔ ان سے منگے وی والوں کو دونوں کو معلوم ہانے کا شروع چھلا ہے۔ مٹھی چھڑیں بنا کر کئی عجیب سا کھا تیار کر کے کھا رہے ہیں۔ لڑکیاں اس وقت کھا چکیں گے کہ وہی چیزیں لاکھو تو مہی امہاں میں۔ جتاؤ ذرا۔" رافع کو بچھو چھڑیں لایا ہے اور سنے گا ایک مہوٹ شوٹ۔" کھائے کے بعد سب ایک ایک آدھو بیچ کھا لیں گے۔ اللہ اللہ خیر مہلا۔ میں پانچ سو کی مڑھڑ میں دس نکل گیا ہوں۔"

"ارے تم لوگ اسے بیچوں سے عاجز کر رہے تھ۔" حقیقتہ حیات بھئی تھیں۔ "بھئی آج کل کاشیش ہوا کہ جو بات بیچوں کے مدد سے نکلے آسے پر اور نا ماں باپ کا فرض غم سے گویا زیادہ سے زیادہ محبت کی نشانی ہوئی۔ تم تو اسے بیچوں کو ایک نئی کہ نگاہ دیکھتے اور پھر اہمیت میں اعتبار کی طاقت نہ ہوتی تھی۔ آج کل کے بیچے بیچیاں تو وہ گھمڑھ ٹھوٹان آجائے ہیں۔ بیچا بیچہ لڑکیاں کل سے گئیں تم سے پوٹھیں لینے کے مانے پانچ سو کا خرچہ آج کر دیا۔ سوا ان کا ہٹا ڈا رہے ہیں۔"

"آج بہہ آپ کی شریک نگاہ ہوئی؟" غڈرا بیٹھ رہتے ہوئے پوٹھیں۔

"ہمارے بیچوں کے لیے تو آپ بھی کئی کئی بار کاشیش کر رہے ہیں۔ میں نہ دولا بیچے تو آپ سے ہی معاشاں کروا تے ہیں سارے۔ اس وقت ان کی مڑھڑ کی طاقت کمزوری میں بدلا کر لیں۔"



۳۳ سے بھی بالواسعہ عطا مالیرا ڈالے گئے۔

۳۴ نقد آج سارے گئے تو ہماری پیش کاغذ والے نکل جانے کا، ٹانہ یہ گھبرائی۔

دھنک جاتے گناہیں نکل کر کاٹنا، نافع اور علی بھی چلے آئے۔

جانیر اور سردار ٹھنڈی ماس، کمر بندہ گئیں۔

جھاڑ چائیر اور دروازہ ہاتھ کو بھی بلاؤں، کچھ مگر ہر ہوتو اسے بھی بلاؤ۔ سب مل کر کھاتو۔ خدا

تیرے بننے سے کما۔

”جی ائی ایم“ سے سر ملایا اور پیرے ہی سے اسے اتھ کر چل دی۔



اس نے اپنی سب کتابیں اور نوٹس وغیرہ نکالے ہوئے تھے اور اب بیٹھ کر انہیں تسلی سے دیکھ رہی تھی وہ ان

سب کی درجہ بندی کر کے ترتیب سے رکھنا چاہتی تھی۔ لیکن وہیں سے وہ یہ کام کرنے کا سوچ رہی تھی مگر ہر مرتبہ

سستی آئے آگیا کرتی، آج اس نے یہ کام کرنے کا تیرہ کر لیا تھا۔

یوں ہی اب وہ سوچتی تھی کہ فارغ وقت میں زیادہ سے زیادہ بڑھائی کر کے پلے پلے کا تھان اس نے پونی

معمولی سی تیار کی کے ساتھ دیکھنا تھا مگر اسے یاد تھی کہ ساتھ ساتھ کتنا چاقی تھی اس کے لئے عمل توجہ

کے ساتھ بڑھائی کی ضرورت تھی جو وہ ڈاؤن کی ایک ایک وقت کے بعد سے اب تک نہ کر سکی تھی۔ اس کا ذہن

ستار ہوا تھا۔ سوچتے سمجھتے کی صلاحیتیں ملجھ جھولتی تھیں سو اب وہ ایمان اور تسلی سے بیٹھ کر اس کی پورا

کرنے کا عزم کرے ہوئے تھی۔

دروازہ کھاتا تو اسے کوفتہ ہوئی۔ کتنے مڑے کئے ساتھ وہ کتابیں لے کر بیٹھی تھی۔ ہر مرتبہ اس کے ساتھ ہی ہوتا

تھا۔ کھنے والے اس کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھنے کے چاہ میں اس کے آرام اور سکون میں بھی عمل ہو جایا کرتے

تھے۔ اس نے اٹھ کر دروازے کی چٹختی کر لی۔ باہر فریسیہ خالہ کھڑی تھیں۔

”آہ میں خالہ“ اس نے چہرے پر مسکراہٹ سما لی۔

”ٹھیک ہو پٹی، وہ پیر تھکتی ہیں آج۔“

”جی۔۔۔ شکر ہے خدا کا“

”بڑھ رہی ہیں؟“ انہوں نے حالات کا پتلا پوچھا۔

”جی ہاں“ وہ منٹائی۔

چاتی تھی کہ اب خالہ کھنڈ بھر سے نکلے والی نہ تھیں۔ وہ تو جانتے جاتے دروازے پر ہی آکر کھنڈ ٹھنڈا پنا

کرتی تھیں۔ کئی مرتبہ ”خدا حافظہ“ کہیں اور پھر انہیں کوئی نیا خیال چٹختھا پانا۔

”اچھا اچھا۔۔۔ بھروسہ میں تو یوں ہی نگاہ مارنے میں آئی تھی“ وہ چارپائی پر بیٹھ گئیں۔ ”کئی بچی ہو یا دیار

دھیان نہ رہا ہی طرف مانا جائے۔ میں تو اپنے سکون سے گی۔ بھلا تیار آج میں کی تین سو سکتی ہوں۔ دھیان تو ہم میں

انکار رہتا ہے۔“ رائے مسکرائی۔

”پتھر نکل کر کئی ہیں خالہ جان میں نے کتنی مرتبہ سمجھا ہے آپ کو کہ میں بالکل اطمینان سے رہتی ہوں۔ نہ

کوئی خوف نہ ڈر نہ کٹانہ اندیشہ۔۔۔ آپ سب لوگ میرے اس کی باتیں کرتے ہیں۔ دروازے سے دیوار تھی ہے۔ پھر کئی

میں ہر وقت دروازے کو کھل کر بند کر کے رکھتی ہوں۔ کبھی آپ کو دروازہ کھلا دیا۔“

”وہ تو سب ٹھیک ہے۔ جی! لیکن مجھ ہی بیسیوں کو تو سو سے ستائیس ہی ہیں۔ تم شاہد اٹھ جوان ہو بہا اور وہ تم

دنیا کو اپنی ٹھیک سے دیکھتی ہو جو جو مصروف اور شگ سے صاف ہوتی ہے۔ ہم تو بڑے لوگوں کو قوت یوں ہی کئی مزاج

بنانا چاہتے۔“ وہ اور حوا دھر کھینچنے لگیں۔

”پھر تمہیں بھلا ڈالنے کی کیا کیا جان لایا یہاں تو بیٹھان پھیلا، مگر فریسیہ کا ہوس پوبل کر آتا ہے۔ شیطان دن کر آئے

تو لوگ لاجل اولیٰ بڑھ کر بھگانے دیں۔“

”یہ سہ ان کے پاس بیٹھ کر کہ۔ آج فریسیہ خالہ کی باتوں میں ٹھنڈے کا کچھ زیادہ ہی رنگ لگا ہوا تھا اور ایسا تب ہی ہوتا

تھا جب ان کے پاس کوئی کام نہ ہوتا۔ سوز زیادہ تو وہ کھنے میں گردش کرتی تھیں پھر سترے سے کھنڈ

کا اتھاڑ کیا کرتی تھیں۔“

”کیا جانتے ہے خالہ۔“

”اسے سو بھلا کیا ہوئی ہے۔ کچھ نہیں بھلا تاؤ! وہ چٹکی ہی نہیں دیتیں۔ پھریشان ہو گئیں؟“

”نہیں پریشانی کی کیا بات خالہ جان! آپ مجھے کھلے لوگ نہیں ہیں۔“

”کھلے سناں میں بھی رہے لوگ چٹختے ہوئے ہیں۔ جی! وہ تخریب سے پولیس۔ یہ بتاؤ! تمہارا اور دیکھا

کوئی عرصہ رشتہ دار نہیں جس کے پاس تمہیں خالی کے چند دن گزارا اور دنیا کی بری نظروں سے بھی بچی رہو۔ کوئی

لایا لایا کچھ کچھ کئی تو ہو گا؟“

”تھا نہیں خالہ۔“ عدا اس ہوتی ”داؤی جان تو کبھی اس موضوع پر بات ہی نہ کر لی تھیں مجھے تو اب ہوش آیا

ہے کہ دنیا میں انسان کے کتنے رشتے جانتے ہوئے ہیں۔ میرے بچپن نے تو حالات و واقعات سے خود بخود ہی یہ افہ

کیا ہوا تھا کہ داؤی جان کے سوا میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ نہ میں نے جو بچا۔ انہوں نے بتایا۔“

”داؤی کے سامنے سے تمہیں ایسا کچھ نہ ملا تو عم اعزازہ کر میں اس بات کا کوئی خطہ کسی کی کوئی چٹختی۔“

”یہ سہ کہ ذہن میں رہا اور کائنات کو ہم نے جو داؤی کے مندرجہ میں پڑے تھے۔“

ادادہ خواتین و دانشجو کرم سے بہنوں کے لیے عید کا تحفہ

## ۲۴ خوبصورت و مقبول ناول

☆ **خوبصورت بیوہ** مہمانک 300☆ **لاما مرسل** عید احد 180☆

☆ **آب و جلالت** مہمانک 300☆ **شیردل کے دوڑنے** شانہ چوہی 250☆

جادو ستاروں ایک بتستہ سنگستانے پر ٹوک خسر جہ فریہ

☆ **خوبصورت بیوہ**۔ **خوبصورت بچیائی**۔ **مقبول جملہ**۔ **آکٹ پیپر**

## مشاع ہو گئے ہیں،

آج ہمیں **میراجی** بکسٹال سے **تحصیل فرمائیں**

سوال پوچھیں **مکتبہ عمران دانشجو** فون 2216361









”مجھ کو تیرے تیز اور بے عقل۔“ وہ ایک نظر ہی کو دیکھتی اور تھیں کیل سے کہتی۔  
 ”مجھے ہیں بیٹیاں ملتی جاتی ہیں۔“  
 اسی اندر ہی اندر تھیں نے اظہار نظر ہر اک ٹھنڈی سانس بھر کر کہتی۔  
 ”کاش۔“  
 ”آپ بہت ناشکی ہیں اسی۔“ وہ جرتی۔  
 تب تک اسی کے سر کا تانہ بھی بڑھ رہا تھا۔  
 ”ہاں ایسے کون سے کن ہیں تھوں میں۔ سنہ صبر

سے کتاب میں گھر ہو جاتی۔  
 مگر غیبنا کو اسی کی اس بات سے سخت اختلاف ہو گیا تھا۔ وہ کہہ کر کس کر بحث پر آمادہ ہو جاتی۔  
 ”ہم جیسی بیٹیاں تو چار لے کر ہو جائیں تو بھی نہ ملیں۔“  
 ”ٹھیک۔“ اسی فوراً ”آج ہی انداز میں گھومنا ہاں۔“  
 ”تمہارے جیسی کوئی اور ہوں تو ہی نہیں۔“  
 اسی اس انفرزیت پر وہ پوری طرح خوش بھی نہ ہو جاتی کہ اسی اپنا تامل یورا کرتی۔

تو وہ لوگوں کی کوئی گل سیدھی نہیں۔ اللہ نے شکل اچھی دی تھی تو تھوڑی عقل بھی دے دی ہوگی۔“  
 ان کی یہ بات سن کر وہ تو ناک سے پستی ٹیک ٹھیک کرتے ہوئے مدد مانہ انداز میں مسکراتی اور سوتی

ای کستی تھیں۔  
 ”جسے یہ لوگوں بیٹیاں نمونہ ہیں۔“  
 اور وہ یہ بات انتہائی دلگسرد و تجیدہ لکھے میں آہیں بھرتے ہوئے کہتی تھیں۔

رہنما

پہلی کتاب





نہ روایت نہ گھر داری کا بلقیث نہ لوگوں سے رکھنے کا طریقہ۔ ایک وہ مختصر ہے جس میں سارا دل ان موٹی موٹی کتابوں کو پڑھنے سے فرصت نہیں نہ عمر سے پر کوئی رنگ رہا نہ سر رکھ لیا۔

”یہ ایسے سادہ مختصر“ موٹی سی کتاب سے نظر ہونا کراہی اور کبھی تو اور مردانہ انداز میں فرمایا۔

سوفت ہوتا ہے۔

”جب ایک بیزینس مینی اس دینا میں آتی ہے تو تم اس کو اس نشانی سے پہچان سکتے ہو کہ تمام کتاب اپنا نیا ایک گروہ بنا کر اس کی حفاظت کرتے دیکھتے ہیں۔“

”جس میں چلے جاتے تمہارا یہ سوفٹ پارٹی جس نے یہ نہیں تھا کہ اس کو کنڈو نہ لانا سکتی ہے اور اپنی ہے۔“ اسی کو چال آغا آغا ان اگھر مظاہروں کو کونٹے ہوئے ماں کے ادب و احترام پر سیر حاصل کیچھ رہا دیکھتے۔

نور ہکا بکا ترے چلی ہی ہو کر نسی ذہن ”سوفت پارٹی“ میں اچھ جاتا۔

”اور ایک یہ میری چھلاوا ہے۔“ اسی پلٹیں۔ عمر وہ واقعی کسی چھلاوا ہے کہ طرح تک ہو جاتی ہے اسے واقعی و عموماً جا سکتا تھا۔ آسم کے درختوں کی عمومی شاخوں میں کیساں توڑتے ہوئے۔ ٹیرس پر لٹک کر پرو بیوں کے پتوں سے چھیننا کرتے ہوئے۔ فون سے ”جینے“ کیل کے چھیل سرچ کرتے ہوئے۔ یہ نہیں کہ اسے صرف یہی کام تھا۔ تو اسے سارے آئے تھے۔ مرد میں ہوئی تو اسی کو پیکنگ، ہنسا کر خدمت کرتی۔ وہ چلائی رہا جس۔

”بھئی مجھ سے یوں ہاتھ پاؤں توڑ کر نہیں بیٹھا جاتا۔“

عمر وہ نسی۔ جی جی جن کو سارے گھر کا انتظام یوں مہارت سے سنبھالی کہ اپنی جگہ سے کوئی چیز نہ ہٹی تھی۔ مت سے جینے کا سیرنگل کھانے تھے۔ بغل مسد تھی گھر کا سب سے سڑن دور ہی ہوتا ہے۔ پچھر اس کا ڈیوڈیل جاگے کوئی کھیتی کام کرنے کا خیال آتا تو

وہ ہمت نے منصوبہ بنائی۔

”بھئی کہوں گی بڑا رنگ شروع ہو جائے۔“

”بھئی گھر کی ڈیکوریشن ہوئی۔“

”بھئی خود کو معاشرین کا جائیں تصور کرتے ہوئے دیکھیں۔“

اس کے مزاج میں بلا کاتر خصلت ایک جگہ رکھنا یا وہ نہیں کھانا ہے۔ نکتہ میں جھکا کر رہتا۔

”کوئی قبل ہو کوئی ایڈو پیٹر۔“ بار بار زندگی میں کچھ تو دنیا میں ہونا چاہیے۔“

اور جس سے یہ بات کسی جاتی تھی اس کے لیے سارے قہر سارے ایڈو پیٹر اور سارا دنیا میں ایک جگہ چھو کتاب میں لکھی۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اور کسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔

”ہماز مئی تمہاری یہ راحت ہیں۔ دنیا جہاں کی باتیں پڑھنا مئی ہیں اور عمل بھی کرتے ہیں۔ ماں کیا کرتی ہے۔ بھئی اس پر غور نہ کرنا۔“

”جہاں کی ساری جگت سٹ مٹی۔ اسی بڑی یاد رہا ہاتھیں اور وہ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو جاتی۔“

”سعد البتہ ان کا ہمت بار اور ”میرا“ بیٹا تھا۔ کن کن بہت سستا باہر کے ہر پتھ کے لیے ہی وہ ڈالیا ہا اور وہ ہوتا تھے پر تلے سارے حکم ہی لا تھا۔“

اور جس سے یہ بات کسی جاتی تھی اس کے لیے سارے قہر سارے ایڈو پیٹر اور سارا دنیا میں ایک جگہ چھو کتاب میں لکھی۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اور کسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔

”بات سنو! تم لوگ ”میرا“ میرے کمرے میں آؤ۔“

”جہاں کے اس صوفے پر نہ سوئی نظر میں۔“

”اس کمرے سے بھی میں اور نور کی کتاب سے وہ کچھ لے آئیں۔“

”نور کے کمرے میں کچھ لے آؤ۔“

”نور کے کمرے میں کچھ لے آؤ۔“

”نور بڑا کر سیدھے ہوئے۔“

”کیا ہو؟۔“ زلزلہ آ گیا یہ چھت ہمارے سر پر کرنے والے سے یہ زلزلہ صوبے والے سے آخر ایسا کیا آؤ گا۔“

”نور نے جو کم اپنی خوراک صورت بنائے ہمارے سواں پر مسلط ہوئی ہو۔“

”سعد نے بے حد سنجیدگی سے یہ بات سن لی۔“

”تم دونوں میرے کمرے میں آؤ۔“ حکم دیا وہ سارا ہوا۔

”یوں تمہارے کمرے میں اساتذہ نے لادنا اچھا ہا۔“

”مئی صورت خطرناک ہے ہم یقیناً انتہا پسند (اور) کے دروہے جا رہے۔“

”نور نے نوح آخند سے کچھ زیادہ مٹی نہیں کیونکہ اس صورت میں بھی امریکہ ہم پر چڑھ دوڑے گا۔“

”نور نے ہمتیں بندھ کر نور کی پھر جھکے سے مزے اور کرے۔“

”نور نے ہمتیں بندھ کر نور کی پھر جھکے سے مزے اور کرے۔“

”نور نے ہمتیں بندھ کر نور کی پھر جھکے سے مزے اور کرے۔“

”اوس کلایا شاہکار دیکھیں۔“ سعد نے کہا تو نور نے بھی اس کی تقلید کی۔ بچو نا۔ اسٹور روام سمجھا کا اسٹوریو میں چکا تھا۔ رنگوں کے ڈیزائنوں پر رش ہی سب لانے کے لیے وہ اپنی ساری پاکٹ مٹی خرچ کر چکی تھی بلکہ سعد اور نور سے اجازت بھی لے چکی تھی۔“

”نور نے ہمتیں بندھ کر نور کی پھر جھکے سے مزے اور کرے۔“

”نور نے ہمتیں بندھ کر نور کی پھر جھکے سے مزے اور کرے۔“

”نور نے ہمتیں بندھ کر نور کی پھر جھکے سے مزے اور کرے۔“

”نور نے ہمتیں بندھ کر نور کی پھر جھکے سے مزے اور کرے۔“

”نور نے ہمتیں بندھ کر نور کی پھر جھکے سے مزے اور کرے۔“

”نور نے ہمتیں بندھ کر نور کی پھر جھکے سے مزے اور کرے۔“

”نور نے ہمتیں بندھ کر نور کی پھر جھکے سے مزے اور کرے۔“

”نور نے ہمتیں بندھ کر نور کی پھر جھکے سے مزے اور کرے۔“

”نور نے ہمتیں بندھ کر نور کی پھر جھکے سے مزے اور کرے۔“

”نور نے ہمتیں بندھ کر نور کی پھر جھکے سے مزے اور کرے۔“

وقت مانگیں گے تو وی والے تمہارے آگے پیچھے ہوں گے۔ پیسہ، ہم شہرت، تمہارے پاس کیا نہیں ہوگا۔

”جہاں! عینا کی آنکھیں پھیلنے چلی گئیں۔ ایک بار جھک کر دوبارہ تصور کو دیکھا۔ اس نے اپنی اس عظیم مصورہ کو دیکھتے ہوئے ہمارے سرگرم آنے کا جگہ بی بی سی پر تمہاری کوئی تصویر ہو کر نہ دکھایا ہے تو مزہ بڑا کاخانی کی زندگی ہے۔“

”واقعی! اس کا چہرہ فوراً روشن ہو گیا۔ لگتی لگتی سڑک تو اس نے سوچا تھا کہ میں اپنی لڑائی میں کام کے مہم کے حوالے سے لوگ نہیں کلاؤں گے۔ کام پتہ قرار دیں گے۔ بعد کے زاویہ اپنی زندگی ہو گیا تھا۔ ”کلاؤ۔“ عینا کا بڑا بڑا ہی مصور کی حوالے سے اس کی معلومات اتنی زیادہ تھیں۔

فوری طور پر وہ بھی سمجھ گیا کہ عینا کی تصویر کو گاہے گاہے نگاہ عینا پر بھی ڈال لی۔ جس کا چہرہ مسخ فوراً گردن کے کنارے اس قدر تیز ہوا تھا۔ ”میں اس کا خوبصورت استراحت سوچ کی کمر لگائی“ فنکارانہ مہارت میں اب اور کیا ہوں۔

”آخر یہ سمجھا گیا کہ اب ہے۔“ فوراً خاص ہی پیشانی ہو گئی تھی۔

”دیکھ عینا! وہ عظیم مصورہ کی طرف پلٹی۔ ”آخر اس تصور میں تم نے بنایا کیا ہے؟“ بہت سوچ بچار کے بعد اس نے یہ سوال اٹھایا تھا۔

”اب تم تو ہو ہی بدفق۔“ کمر چاٹ کر اس کی سچا سچ ہنس۔ ”عینا کے قدم زمین پر تھے۔

”بعد میرے بھائی نے تم بتاؤ۔“ ذرا اس کو گونہ مفرکو ایکسپلین کر دیا۔ اب فنکار اپنے فن پارے کا تعارف کروانا اچھا لگتا ہے۔“

”میں۔“ سمجھنے سے غور جاننے لیا پھر سیرمہا ہو کر پوری طرف پٹایا۔

یعنی کہ ہرگز کوئی الگ نظر آ رہا ہے۔“ واپس منوانہ انداز میں سمجھاتے ہوئے اس۔

عینا کی طرف دیکھنے کی ہرگز غلطی نہیں کی تھی۔ جس کے چہرے کے آثار تازہ تازہ تھے۔

”کون۔“ فوراً نے عینک کو آگے پیچھے کھسکا کر ڈھونڈنے کی کوشش کی۔

میرا خیال ہے کہ کرکٹ میں ہیں۔ شاید کسی ٹیکسٹری تیار کیا ہو۔ ٹیکسٹری ٹیکسٹری۔“

اس نے ڈرتے ڈرتے عینا پر نگاہ ڈالی۔ جس چہرے کا رنگ تیزی سے تبدیل رہا تھا۔

”مگر اپنی عینک بدلوانے۔“ سارے ڈھیر صبر سے اسے بھی نظر نہیں آ رہا تھے۔ ”معداب باقاعدہ“

رنگہ کر کو دیکھا تھا۔ ”میرا خیال ہے کہ تم ضرور ہی عینک لگا لو۔“

کرکٹ بازی میں اور نہیں۔“ ”اور وہیں اندھی۔“

”کرکٹ بازی میں حق۔“ ”آہ۔“

”کرکٹ بازی۔“ ”میں۔“

”عینا ملنے کے عمل چلائی۔ وہ تو ایک دم غلامش ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ جب عینا کو دارو نظر دوتے دیکھا تو تیزی سے اس طرف لپکی۔

”میرے ہم تو ذائق کر رہے تھے۔ عینا میرے ساتھ اور سوئٹ سسٹے نے جو کچھ بھی ہاتھ لگا انہیں ہانک کر میرا دیکھا تھا۔“

لڑا کاتنے میں پھنسا ہے ہوئے عینا نے کہا۔ ”واقعی۔“ فوراً نے خیال تھا کہ خود سے دیکھتے

اے نے نمونہ کی سانس کھینچی اور کانا خیال میں رکھ دیا۔ ”زندگی میں کچھ تو ہونا چاہیے۔“ اپنے پیشنگ کے شوق کے دروٹاں ایک ایسا ہے بعد اس نے بہت

دراں تک کوئی مشغلہ نہیں رہا اپنا اقلہ میں سے ہے۔ ان کا ہاتھ بٹائی رہی۔ اسی خاص خوش نہیں کہ چلو ایک بی بی اس وقت تھی۔

”میرا خیال ہے کہ کرکٹ میں ہیں۔ شاید کسی ٹیکسٹری تیار کیا ہو۔ ٹیکسٹری ٹیکسٹری۔“

اس نے ڈرتے ڈرتے عینا پر نگاہ ڈالی۔ جس چہرے کا رنگ تیزی سے تبدیل رہا تھا۔

”مگر اپنی عینک بدلوانے۔“ سارے ڈھیر صبر سے اسے بھی نظر نہیں آ رہا تھے۔ ”معداب باقاعدہ“

رنگہ کر کو دیکھا تھا۔ ”میرا خیال ہے کہ تم ضرور ہی عینک لگا لو۔“

کرکٹ بازی میں اور نہیں۔“ ”اور وہیں اندھی۔“

”کرکٹ بازی میں حق۔“ ”آہ۔“

”کرکٹ بازی۔“ ”میں۔“

”عینا ملنے کے عمل چلائی۔ وہ تو ایک دم غلامش ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ جب عینا کو دارو نظر دوتے دیکھا تو تیزی سے اس طرف لپکی۔

”میرے ہم تو ذائق کر رہے تھے۔ عینا میرے ساتھ اور سوئٹ سسٹے نے جو کچھ بھی ہاتھ لگا انہیں ہانک کر میرا دیکھا تھا۔“

قید میں چھوڑ رہے تھے۔ رمضان کی لہا دارو نہیں۔ لایا کی عینا کی بیٹی نہیں تھیں۔ رمضان جو کہ مقامی

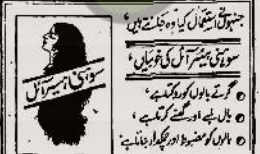
کلاچ میں انکس کی بچہ کر تھیں۔ رمضان کے آگے انکس کر رہی تھی۔ رات کو انکس۔ اس کی اسٹوڈنٹ تھی۔ بھائی کوئی تھا نہیں۔ باپ نے بیٹی کی طرح

پرورش کی۔ جو خاصی بڑا دل شرج نور میں لگا لگایا تھیں۔ اپنی زندگی خود بنانے اور اپنے فعلی خود کرنے

والا رمضان نے اپنی ایک شادی نہیں کی تھی۔ خوشحال و خوش حال زندگی گزار رہی تھیں۔ کم از کم عینا کے نزدیک تو ان کی زندگی قابل رشک ہی تھی۔

”رمضان! کیا آپ کا آس ہے؟“ عینا کی ساری بے زاری انہیں دیکھنے سے ہوا ہو گئی۔

”بھئی! تم ہی نہیں۔ آپ لوگوں سے ملنے کو دل چاہا پھر مجھی بھی۔“ نازک سے سرخ لبوں کی تڑپاں میں خند ہوئی جھلملانے لگے تھے۔



سوسہٹی سائبر اسٹائل  
کیا آپ نے اسے استعمال کیا؟ نہیں  
تو ایک دفعہ استعمال کرنے کو دیکھیں،  
پہلے سے  
53 روز کی سائبر اسٹائل، ایک دن ہر روز لایا جائے



"مکمل آئی ہیں؟" اور نے حیرت سے سوال کیا۔  
"تو ساتھ سے لانا تھا۔ ابھی گاڑی پر آئی ہوں۔"

کرتی تھیں اور نہ کوئی کوفرا سے دیکھ سکتی تھیں۔

عینا کو رنگ آ رہا تھا۔ کیا آواز اور خوشگوار زندگی تھی۔  
"پھر بھی بیٹا ایک شہر سے دوسرے شہر تک کا تھا سفر جو بھی ہوا جی بے احتیاجی بھی ٹھیک نہیں۔" اسی نے نظر مندی سے کہا۔  
"آج کے دو دروس سب چلا ہے آئی۔" وہ لاپرواہی سے گیا ہوا۔

"ابھی وہاں تک ابھی تم نہ آئیں تو اسی وقت تھیں کہ اس طرح نازل ہوگا کہ اگلے کئی دنوں تک تم سونے کے قاتل نہیں رہو گی۔"  
سدا کی کوشش جاوری تھی۔ نہ وہ بار تھا نہ وہ جاتی تھی۔  
"عینا!"

"میرا بھرتے منٹ اٹھاؤ میں نے ابھی ابھی پہلی کاپی سے چھانگا لگائی ہے۔" وہ نیم غصہ سے یہی کہتی تھی۔  
"کیا وہی ہے۔"  
"عینا کی بیٹی! تجھے خود کھنی کرنے کا کوئی سہل طریقہ نہیں ملا۔ چھانگا ہی لگائی تو اپنی تھوڑے منزل سے لگاس۔ اگر روز بچ جائیں تو میں اپنا نام بدلاؤں۔"

"میرا بھرتے منٹ اٹھاؤ میں نے ابھی ابھی پہلی کاپی سے چھانگا لگائی ہے۔" وہ نیم غصہ سے یہی کہتی تھی۔  
"کیا وہی ہے۔"  
"عینا کی بیٹی! تجھے خود کھنی کرنے کا کوئی سہل طریقہ نہیں ملا۔ چھانگا ہی لگائی تو اپنی تھوڑے منزل سے لگاس۔ اگر روز بچ جائیں تو میں اپنا نام بدلاؤں۔"

وہ ایک آپ ریشا کو ہی ساتھ لے آئیں۔ "ذوری دو کئی ریشا کے ساتھ تھی۔ اسے بھی زوری تو نہیں مگرا چھالو پچھڑے باغیچے شور تھا۔  
"ہی! اس کا بیٹ تھا اور رات۔" وہ تفصیل بتانے لگیں۔ عینا نے قہر میں مڑکیا تھا وہ ریشا کی فہرست پیش تھی۔ ساتھ میں برائی آواز کو دہراوات۔  
"تم آج ہی کیا کردی ہو گی۔"

"میرا بھرتے منٹ اٹھاؤ میں نے ابھی ابھی پہلی کاپی سے چھانگا لگائی ہے۔" وہ نیم غصہ سے یہی کہتی تھی۔  
"کیا وہی ہے۔"  
"عینا کی بیٹی! تجھے خود کھنی کرنے کا کوئی سہل طریقہ نہیں ملا۔ چھانگا ہی لگائی تو اپنی تھوڑے منزل سے لگاس۔ اگر روز بچ جائیں تو میں اپنا نام بدلاؤں۔"

"ہاں! کرتا ہے فراغت پورے" نے زاری بس یہی زندگی ہے۔" جگہ میں ڈنک کھولتے ہوئے اس نے آگاہت سے جواب دیا تھا۔  
"یہ تو کوئی طریقہ نہیں۔ اپنا وقت اور زندگی دونوں برباد کر دی ہو۔" ریشا نے عینا کے سر پر ہاتھ رکھا۔  
"ابو تو کچھ نہیں کہتے کہ ہماری ہی حضور اس سلسلے میں خاصے پرانے خلات کی مالک ہیں۔ وہ انہیں کچھ نہیں بھی کہتے نہ ہی۔" عینا لاپرواہی سے گیا ہوئی۔  
"میں سوچتا ہوں کہ یہ یہ تو کوئی طریقہ نہیں۔" ریشا نے عینا کے سر پر ہاتھ رکھا۔  
"میں نے ریشا کو ایک لمحہ فہم نہیں پاندا نہیں

"میرا بھرتے منٹ اٹھاؤ میں نے ابھی ابھی پہلی کاپی سے چھانگا لگائی ہے۔" وہ نیم غصہ سے یہی کہتی تھی۔  
"کیا وہی ہے۔"  
"عینا کی بیٹی! تجھے خود کھنی کرنے کا کوئی سہل طریقہ نہیں ملا۔ چھانگا ہی لگائی تو اپنی تھوڑے منزل سے لگاس۔ اگر روز بچ جائیں تو میں اپنا نام بدلاؤں۔"

"تو اب اس مہمان پر اپنی کوتاہی بھی چاہیے ای ضرور۔" اس نے ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا۔  
"دیکھا تم نے ریشا کی ہی بیوی ڈنک ہے۔"  
"اسے تو کوئی ہوں اسے میرے ساتھ بھیج دیں۔ ماحول بدلے گا تو اس کے مزاج پر بھی اچھا اثر پڑے گا۔" ریشا نے مسلمانوں پر مار جریں لگاتے ہوئے کہا۔  
"ہاں! اپنی کچھ دنوں کے لیے لیا کہاں سے لیا گیا۔" وہ فوراً سے پھرتا رہی۔  
"چھ دنوں میں میں ذرا نہیں مستحکم لے جانا چاہتی ہوں۔"  
"جنتل۔" جیم کا کون کھولتے ہوئے دو رک گئی۔ جہاں تک تجھے یاد پڑا ہے کیا کا تو کوئی بیٹا ہی نہیں ہے فور۔"

"تو اب اس مہمان پر اپنی کوتاہی بھی چاہیے ای ضرور۔" اس نے ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا۔  
"دیکھا تم نے ریشا کی ہی بیوی ڈنک ہے۔"  
"اسے تو کوئی ہوں اسے میرے ساتھ بھیج دیں۔ ماحول بدلے گا تو اس کے مزاج پر بھی اچھا اثر پڑے گا۔" ریشا نے مسلمانوں پر مار جریں لگاتے ہوئے کہا۔  
"ہاں! اپنی کچھ دنوں کے لیے لیا کہاں سے لیا گیا۔" وہ فوراً سے پھرتا رہی۔  
"چھ دنوں میں میں ذرا نہیں مستحکم لے جانا چاہتی ہوں۔"  
"جنتل۔" جیم کا کون کھولتے ہوئے دو رک گئی۔ جہاں تک تجھے یاد پڑا ہے کیا کا تو کوئی بیٹا ہی نہیں ہے فور۔"

"تو اب اس مہمان پر اپنی کوتاہی بھی چاہیے ای ضرور۔" اس نے ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا۔  
"دیکھا تم نے ریشا کی ہی بیوی ڈنک ہے۔"  
"اسے تو کوئی ہوں اسے میرے ساتھ بھیج دیں۔ ماحول بدلے گا تو اس کے مزاج پر بھی اچھا اثر پڑے گا۔" ریشا نے مسلمانوں پر مار جریں لگاتے ہوئے کہا۔  
"ہاں! اپنی کچھ دنوں کے لیے لیا کہاں سے لیا گیا۔" وہ فوراً سے پھرتا رہی۔  
"چھ دنوں میں میں ذرا نہیں مستحکم لے جانا چاہتی ہوں۔"  
"جنتل۔" جیم کا کون کھولتے ہوئے دو رک گئی۔ جہاں تک تجھے یاد پڑا ہے کیا کا تو کوئی بیٹا ہی نہیں ہے فور۔"

"تو اب اس مہمان پر اپنی کوتاہی بھی چاہیے ای ضرور۔" اس نے ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا۔  
"دیکھا تم نے ریشا کی ہی بیوی ڈنک ہے۔"  
"اسے تو کوئی ہوں اسے میرے ساتھ بھیج دیں۔ ماحول بدلے گا تو اس کے مزاج پر بھی اچھا اثر پڑے گا۔" ریشا نے مسلمانوں پر مار جریں لگاتے ہوئے کہا۔  
"ہاں! اپنی کچھ دنوں کے لیے لیا کہاں سے لیا گیا۔" وہ فوراً سے پھرتا رہی۔  
"چھ دنوں میں میں ذرا نہیں مستحکم لے جانا چاہتی ہوں۔"  
"جنتل۔" جیم کا کون کھولتے ہوئے دو رک گئی۔ جہاں تک تجھے یاد پڑا ہے کیا کا تو کوئی بیٹا ہی نہیں ہے فور۔"

"تو اب اس مہمان پر اپنی کوتاہی بھی چاہیے ای ضرور۔" اس نے ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا۔  
"دیکھا تم نے ریشا کی ہی بیوی ڈنک ہے۔"  
"اسے تو کوئی ہوں اسے میرے ساتھ بھیج دیں۔ ماحول بدلے گا تو اس کے مزاج پر بھی اچھا اثر پڑے گا۔" ریشا نے مسلمانوں پر مار جریں لگاتے ہوئے کہا۔  
"ہاں! اپنی کچھ دنوں کے لیے لیا کہاں سے لیا گیا۔" وہ فوراً سے پھرتا رہی۔  
"چھ دنوں میں میں ذرا نہیں مستحکم لے جانا چاہتی ہوں۔"  
"جنتل۔" جیم کا کون کھولتے ہوئے دو رک گئی۔ جہاں تک تجھے یاد پڑا ہے کیا کا تو کوئی بیٹا ہی نہیں ہے فور۔"

مجھے تو کوئی تجری نہیں ہے۔"  
"بھئی! میں ہوں نا تمہارے ساتھ سب سنبھال لوں گی۔ تمہیں تو صرف گھر لانی کرنی ہے پر سبیل بن کر۔"

"ہاں! اپنی کچھ دنوں کے لیے لیا کہاں سے لیا گیا۔" وہ فوراً سے پھرتا رہی۔  
"چھ دنوں میں میں ذرا نہیں مستحکم لے جانا چاہتی ہوں۔"  
"جنتل۔" جیم کا کون کھولتے ہوئے دو رک گئی۔ جہاں تک تجھے یاد پڑا ہے کیا کا تو کوئی بیٹا ہی نہیں ہے فور۔"

"ہاں! اپنی کچھ دنوں کے لیے لیا کہاں سے لیا گیا۔" وہ فوراً سے پھرتا رہی۔  
"چھ دنوں میں میں ذرا نہیں مستحکم لے جانا چاہتی ہوں۔"  
"جنتل۔" جیم کا کون کھولتے ہوئے دو رک گئی۔ جہاں تک تجھے یاد پڑا ہے کیا کا تو کوئی بیٹا ہی نہیں ہے فور۔"

"ہاں! اپنی کچھ دنوں کے لیے لیا کہاں سے لیا گیا۔" وہ فوراً سے پھرتا رہی۔  
"چھ دنوں میں میں ذرا نہیں مستحکم لے جانا چاہتی ہوں۔"  
"جنتل۔" جیم کا کون کھولتے ہوئے دو رک گئی۔ جہاں تک تجھے یاد پڑا ہے کیا کا تو کوئی بیٹا ہی نہیں ہے فور۔"

"ہاں! اپنی کچھ دنوں کے لیے لیا کہاں سے لیا گیا۔" وہ فوراً سے پھرتا رہی۔  
"چھ دنوں میں میں ذرا نہیں مستحکم لے جانا چاہتی ہوں۔"  
"جنتل۔" جیم کا کون کھولتے ہوئے دو رک گئی۔ جہاں تک تجھے یاد پڑا ہے کیا کا تو کوئی بیٹا ہی نہیں ہے فور۔"

کون سا ریلوے کھم ہے جو تجربے انہیں نہیں سکھایا پر کام  
تو کرتی ہیں۔ پلٹی ہوئی بلا پوائی بلا بلدی بن تو یہ ان کی عمر  
کا تقاضا ہے۔ عینا کو جانے دو وہ وہاں چار دن نہیں  
رکھے گی چند فوٹوں میں آتا کر نہ نہ بھائی تو تجھے  
کھنڈ چار دن لاشق ہے پورا کر لینے۔  
اسی لقمے پر آگرائی اسے پیچھے پر گناہ بھی نہیں۔



سیاہ کو لار کی جاتی کی سرزمین قدرے دور دور ہے  
بے حد خاموش گھراؤں لگتا تھا نیند پر وہ لوگوں کے  
اس طرف بھی صرف خاموشی ہے۔ سب خاموشی۔  
کبھی کوئی ذرا مدنی کوئی جاگتا نہیں۔ سناٹا  
خاموش اور ویران سا علاقہ تھا جہاں روضہ سنان  
اسکول تھا۔ اسکول چھوڑنا خوبصورتی سے ڈیکورٹ  
کیا گیا تھا۔ عینا کوست بند کیا۔

”سلام میڈم۔“ ”نینالی بی قدرے بھاری دو دو  
گھر پرے کھٹے کی عورت تھی۔ صاف ستھرا لباس“  
بات کم اور کار کا دھواں زیادہ لگتی تھی۔  
”میں نے جس سے کئی بار مقابلہ کیا تھا کہ آج آتی  
تے آتا ہے۔“  
روضہ نے پورے اسکول کا جائزہ لیا۔ ایک دو نقص  
ڈانڈے چند ایک دیابت دیں۔ عینا کو اس کا نام  
گھنڈا۔

”جنتی ہے آجائیں تو پتھر پتھر گھس گھس کلے کلے۔ کل  
نہیں برسوں میلاڑ رکھ بیٹے ہیں۔ اس ایریا کی تمام  
خواتین گویا میں گے۔“ انہوں نے راز راز کھول کاروڑ  
لگا لے یہ میلاڑ کوست عورت تھیں۔  
”جنتی آئیں گے؟“ عینا فورا ہی اس اسکول کو بھرا  
ہوا دیکھا تھا۔

”نشاہت اندھ ضرور آئیں گے لوگ خالصہ متحس  
ہیں اس اسکول کے بارے میں کوئی کٹر اس علاقے میں  
گئی اور اسکول تو ہے نہیں۔ جسے خالصہ دور جانے  
پڑا۔“ وہ ہر گھس دوپٹہ رکھ عورت تھیں۔ گھس  
رہی۔ ایک دو خواتین گرت کھلا دیکھ کر پلنے چلی

آئیں۔ اچھی گھس گھس رہی عینا نے خاصا الجھائے  
کیا شام کو جانے بیٹے پورے ہونے اس خوش میں رشاہور  
رائے کو تفصیل سنائی تھی۔  
”ابا! کیا اور رنگ سامان شروع کر دینا ہے تم نے۔  
میں نے سوچا تھا تم کوئی تو قورا الجھائے کریں گے مگر تم  
تو۔“ ”دشیا خاموشی پاوس ہوئی تھی۔  
”میرنگ نہیں بہت لگتا۔“ ”نیک ہے۔ ہر روز نت  
نئے لوگوں سے ملنا لینا لگے۔ خواتین آتی ہیں کہ کیا  
تھاں ایک آتی ہے تو دوسرے گھر کی پوری سڑکی بیان  
کرا جاتی ہے۔ دوسری آتی ہے تو تیسری کی برائیاں  
شروع کر جاتی ہے۔“

”پڑھیں تو پڑھی کوئی نہیں ہو گیا۔ لیکن ہو گا ضرور یا  
اسکول سے نڈا اس لیے لوگ تو قورا گھبرائے ہیں۔“  
اس سے لگا خود کو کسی اور دورہ دن دن ہونے تھے  
لوگ بس آہا رہے تھے۔ جائزے لے رہے تھے  
صدر سے کر رہے تھے۔ پھر اسکول میں چلی گئی تھی۔  
پھولے پھولے گلاب اور گھنڈا گھر لے پائوں والی نور  
فاطمہ ایک اسکول ٹیچر کی بیٹی تھی۔ وہ پادش کا پیلا کھڑو  
ٹاٹ ہوئی۔ اس کے بعد کوئی تو ادو میں خاطر خواہ  
اضافہ ہونے لگا۔ تین پتھر پتھر رکھی گھس گھس۔ عینا  
خوش تھی اور جو بے مقصد تے کا احساس نہ لگتی کو بے  
زار کا اتفاق چھوئے نہ لگا۔

”سعد فون کر کے خود پتھر پتھر  
”عینا آئی لار میں کاگ تک ارادہ ہے؟“  
نور جیڑاں ہوئی۔ ”عینا تمہارا راج پتھر لگ لگ لگا گیا  
ہے؟“



اسکول چل لگتا تھا۔ روضہ مدھن تھی اور عینا  
خوش۔ اور گھروا لے جو بے سمجھے بیٹھے تھے کہ وہ چند  
دبوں میں آکر بھاگ نکلے گی اب اس کی مستقل  
مڑائی پر جیڑاں تھی۔

”ابا! وہ ایک مڈم کیا ہوا؟“ انہوں نے امریں اور میڈم  
اپنے بندے کے کپڑوں کو دیکھ رہی تھی۔  
”میڈم کی آپ خود نہیں۔“ ”نینالی بی نے آرام

ن کر اس کے ہاتھ سے ریشہ پھیر گیا۔ تیزی سے  
کری کھ کھ کر ٹھنڈی ہوئی اور پھر نکل کر دیکھا۔  
”سانپ میڈم سانپ۔“

سارے بچے کلاس سے باہر تھے۔ نینالی بی ہاتھ  
میں ڈنڈا پکڑے تھر تھر کلب رہی تھی۔ کور میڈم  
سب کلاس تھے ہی۔ وہاں سب بھانڈے کھڑے تھے۔ مگر جوں  
کو کچھ کر رک گئی۔ جوں اس وقت عمل اس کی ذمہ  
داری تھے۔ جو کچھ ارادہ کیا کچھ گھنڈے اسے اس سے  
پتھی لے کر گیا تھا۔ اسے اپنے بچے کو ڈانڈے پاس  
لے کر جاتا تھا۔ فوٹوں پتھر جوں اسے ہاتھ لگتی تھی۔  
”کے کلاس سے رہا ہے۔“

”بھلا۔ پلے اور بھرتے آیا۔ اور گر گیا۔ اس نے  
دیکھا۔ اس نے گھبراہٹ۔“  
”بھارت بھارت کی آوازیں۔“ شور مچا۔  
”شٹ اپ۔“

سادہ آوازیں سرگوشیوں میں داخل تھیں۔ بچے  
خوفزدہ اور بے خوش زیادہ تھے۔ البتہ تیزی خلاس سے  
بچے ڈرا سمے ہونے تھے۔  
”میڈم! وہاں راستے اڑ کر آیا تھا میں نے خود دیکھا  
تھا۔“ ”خوش ہے ڈرا آگے نکل کر گیا۔“  
”سانپ تھا یا کوئی اور کیا تھا۔“ عینا نے لڑا لڑا پھر  
نینالی پکارا۔

”گھر سے آ گیا تو میں نے نہیں دیکھا۔ پر اب وہ  
دیوار کے اس سوراخ میں ہے۔“  
”تا بڑا ہے۔“ ”خار ہے باڈو پھیلا۔ عینا کے  
چہرہ دل میں سرسرا رہی ہی ہوئے تھیں۔  
”کتنا موٹا ڈنڈا ہے تمہارے ہاتھ میں ایک سانپ  
نہیں پھریں گے نہ۔“  
”آ۔ آ۔“

وہ ایک مڈم اچھل پڑی۔ واچنے پائوں کی ایڑی پر کچھ  
رکا۔  
”ابا! وہ ایک مڈم کیا ہوا؟“ انہوں نے امریں اور میڈم  
اپنے بندے کے کپڑوں کو دیکھ رہی تھی۔  
”میڈم کی آپ خود نہیں۔“ ”نینالی بی نے آرام

سے ڈنڈا اس کی سمت بڑھایا۔  
”شٹ اپ۔ چپٹی کا نام ہو گیا ہے۔ نکل دے  
وہ۔“

پھر چھوٹے بچوں کو نکلانی میں اسکول سے باہر  
نکلا تھا کہ بڑی کلاں کھلنے کے لیے کبھی سانپ کو دیکھا  
جا رہے تھے۔ وہ بچیاں تھیں جنہیں نینالی بی خود ان  
گھروں کو چھوڑنے جاتی تھیں۔ عینا اس میں  
اگر وہ لوگوں پاؤں کر رہی پر رکھ کر بیٹھ گیا۔ روضہ سے  
کے کئی تھیں اور اب وہ آڈی لگتی تھیں۔ نینالی بی  
واپس آئی تو بس عینا کو دیکھا۔ روضہ نے ہنسی  
عینا کو بہر صورت سانپ حوا کر جانا تھا۔ نہ وہ کل  
کلاس اور میں کھس جاتے۔ خاتون کا ڈانڈہ۔  
”روضہ آئی کیوں نہیں آ رہیں۔“ اس نے سبے  
ٹھنڈے کپڑے پر نگاہ ڈالی۔ ”کیا یاد کیا آج کلاچ میں  
پاؤں لگی۔ روضہ نے کہا تھا میں دیر ہو جائے گی اس  
لئے وہ گھر نہیں جائے۔“

”نوف۔“ ”پلٹی بھی آج ہی ہوا تھا۔ جو کچھ ارادہ  
بچے کو کبھی آج ہی تیار ہونا تھا اور سانپ گینت کو بھی  
آج ہی لگنا تھا۔“ ”نینا اسٹول پر ڈنڈا ہاتھ میں لیے  
سوراخ پر نظریں مارتے بیٹھی تھی۔  
”یہ مڈم آئی ہے۔ کوئی بلانا چاہتا ہے۔“  
وہ ریشٹان کی بیٹی تھی۔ جب نینا نے آکر بتایا۔  
”پلٹی سمجھو۔“ وہ بے خیالی سے گویا ہوئی۔  
”جنتی گھر میں سو گھوٹے ہیں۔“

”مدر جو۔“ اس نے اسی سے خیالی میں سر اٹھا کر  
سیدھے کان کے کلف کے گھروں میں بلوس چھوٹے سے  
نفظے تو دالے فصص کو دیکھا پھر تیزی سے پائوں نیچے  
آدارے۔  
”نلات ہے ہاری۔“  
”مہوگ کی فریٹے۔“ ”سبہ سنیل بکلی تھی۔  
”مہوگ کی فریٹے آتے تھے۔“ بچے کا ایڈیشن کروانا  
تھی۔ اس نے دو مختصر جملوں میں مدعا بیان کیا۔  
”مدر جو صاحب۔“ عینا کے ذہن میں اچانک  
خیال آتا تھا۔



"رہیں۔ تو میں کہتے ہیں مجھے"  
"جی کہتے ہوں گے۔ آپ سنا سکتے ہیں؟"  
"ساتھ"۔ سامنے والے نے پتھر سے اسے دیکھا

جیسے سوال کا مفہوم سمجھ نہ گیا ہو۔  
"ہمارے اسکول میں ساتھ کس آیا ہے"  
"ہاں ہے۔" وہ دونوں ہاتھ پٹختے ہوئے

ڈراما کی گردن موڈ فرش کا ہاتھ لیا۔  
"چاہے آپ سنا سکتے ہیں؟" نہیں نے مڑ کر  
اسے دیکھا جو بڑی امید سے پوچھ رہی تھی۔ اس نے  
جواب دینے کے بجائے کسی کو پکارا تھا۔

"بلکہ"  
پوش کے جن کی طرح جس کا چاہی "اندرا گیا  
تھا۔ اسے دیکھ کر کیفیہ پتھر جھری آئی۔ اس نے ٹیم  
پاکل سیاہ رنگ بندے کے چہرے پر روہڑے ہوئے  
زخموں کے نشانی تھے۔ ایک نشان تو اس نے آگے سے  
شروع ہو کر نوٹوں کو چیرا ہوا کیا تھا۔ وہاں کرب  
اس نے چارو آد کر چلا دی تھی۔ کھانکوف کو چار  
سے لگایا۔ تو عینا کے ہاتھوں کے طوٹے بھی اڑتے  
تھے۔ وہ خطرناکی انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یہ کیا ہے؟"  
"کھانکوف ہے؟" سامنے کھڑے بندے نے  
بے حد نارمل انداز میں بتایا تھا۔  
"ہاں۔ اس سے مارے گئے؟" سلیقہ لاکل تنگ  
ہو گیا تھا۔ رہیں نے بظاہر سرسری مگر نفور اسے  
دیکھا۔ پھر تکی بولی رنگت دیدہ کر گیا کرتا تھا۔  
"جی تکی آئینہ میں بتایا۔"  
"خواب ہے؟ ٹھیک کروانے لائے ہیں۔"

جاننی نے تین سے دریافت کر کے کہ ساتھ کہاں  
سے سوراخ میں جانی والا توڑ پھریا گیا۔ جاننی جو  
ہاتھ میں پتھر لیے اس کا سر پکٹے کو تیار تھا۔ قدرے  
چراغوں کو گردن میں کو بیٹھے لگا۔ خود بے حد تھکا تھا۔  
"جی ساتھ ہے؟"  
"ہاں جی۔ تین سے زور دے کر سہلایا۔"  
جاننی نے بغیر بارے چکلی سے اس کا پاجامہ لٹکے کے

ساتھ کے بچے کو پکارا اور ہلے گیا۔  
"اُسے مارا کیوں نہیں؟" عینا نے تشویش سے  
پوچھا۔

"مجھے ہے زچہ میں بے ضرر ساتھ ہے خواہ  
مارے گا۔ تیرے کسی ہاتھ میں ڈال دے گا تو مہتا ہوا اور  
نکل جائے گا۔"  
"تو اسے تو نہیں آئے گا؟"

اس نے گردن تھما کر تنگ کان کے امیر انڈری  
والے سوٹ میں بلوں گلابی لڑکی کی تشویش کو پکچھا  
اور بے حد بے چینی سے کہا۔  
"ابھی کھتا ہے۔"

"جی۔" وہ قدرے خوفزدہ ہی اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔  
جب احساس ہوا کہ اس نے بے حد سنجیدگی سے مذاق  
کیا ہے تو اس کی صبح پشانی پر فکون سی ابھری۔ تب  
یہ وہ خطرناکی ٹھہری۔  
"کمرے ابھی طرح سے چیک کر کے لاک کرو۔"  
خود وہ اس میں آ کر اپنی جیسں اٹھانے لگی۔ اور  
ساتھ ہی رہیں سے پوچھا۔

"فریٹے"  
"ساتھ آنا چاہتا ہوں اور وہاں بھی۔" عینا کی بے  
توجہی پر اس کے لیے میں بگاڑی ہی دہرائی گئی۔ عینا  
کو اس کا موازنہ کام چھوڑ کر پوری کی پوری اس  
کی طرف متوجہ ہوئی۔  
"پوچھنے"

وہ کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ گھومنا اس پر احسان کیا ہو۔  
ٹانگہ پر ٹانگ چڑھا کر ایک ہانڈو سر کی پر پھیلا لیا  
تھا۔  
"مجھے آپ کا ہے؟"

"مجھے ملازم کہ۔" اس نے جاننی کی طرف اشارہ  
کیا۔ جس نے وہاں سے چارو لوڈ کر کھا کھانکوف  
اتھالی تھی۔ اور عینا کا ہرگز ارادہ نہیں تھا کہ وہ شکل  
سے ڈاکو نظر نہ والے شخص کے پیٹے کو ایڈیشن  
دے۔ سرسرا کر اپنے سر پر مستقل خوف مسلط کر کے والی  
بات تھی۔

"ایڈیشن کو زندہ ہو گئے ہیں۔" رہیں نے نگاہ اٹھا کر  
بذور سے دیکھا۔  
"مہمہ سزا طلب ہے کافی رہی ہو گئی ہے۔ اسکول  
کے روز اور۔" عینا زبانی ہی تھی۔ وہ ہانڈو سمیٹ  
کر آگے کو بچکا۔ اب اس کا ہاتھ میز پر بڑے سہجہ روٹ  
کو چھو رہا تھا۔

"کیا میں آپ کچھ نہ کہہ پلے آجاتے تو شاید کچھ  
ہو جاتا۔"  
"اب وہ بیچوٹ گھمرا ہا تھا۔ پھر ایک دم اٹھ کر کھڑا  
ہوا۔

"نکل بیٹے کو لے کر آئے گا۔ اسے کلاس میں بٹھا  
دیتے گا۔" اس کا بوجھ غور سے اور قلعی تھا۔ چھوٹا چھوٹا  
بول نہ سکی۔  
"کیا بے وقوف لڑکی۔ تم نے انکار کیا کیا۔  
تھیں پتا نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کا؟" رشنا بیچ لگتی۔

"لوگ بھی وہ جو کھا کھنکوف رکھتے ہیں۔" زائرہ  
نے افسردہ لگی۔  
"خواب تھی۔" عینا نے اطلاع دی۔  
"ٹھیک تھی ہو سکتی ہے۔"

انہوں نے اسے ایسے نقشے کھینچ کر اٹھنے جب  
جاننی اپنے پیٹے کے ساتھ آیا تو عینا نے خاموشی کے  
ساتھ ایڈیشن پر دم آگے کر کھا ہا تھا۔ اس نے فارم کو  
الٹ پلٹ کر دیکھا پھر اس کے سامنے رکھتے ہوئے بولا  
تھا۔  
"جاننی جی! اس میں تمہاری بڑی مہربانی ہوئے  
کی۔"  
اس کا بے رویہ کے منہ سے اتنی موٹیاں فریاد من کر وہ  
ابکا بارہ تھی۔

وہ گھر آئی تو تائی کے پاس ایک گوری ہی بزرگ  
خانہ میں بیٹھی تھی۔ دھندھ ملام کر کے اسے کمرے  
میں ٹھس کر گئیں۔ لٹکی نے اسے اپنے پاس بٹھا لیا تھا۔

خانہ میں غامض دیکھی اور ہمارے اسے دیکھا  
تھا عینا کو بھی وہ پوچھا تھا ہاں اس کا تھا۔  
"میں آپ سے پہلے ہی میں بل ہوں۔"  
خانہ میں کھڑا رہا۔

"تمہارے اسکول میں میلا ہوا تھا۔ تب ملاقات  
ہوئی تھی۔"  
"آپ چاہیں رہتی ہیں۔"  
"آپ بلاک میں۔" ہاتھ سے ہلکی پھونکا تو بے  
نہیں لیکن دعوت نامہ ملا تو آئی۔

انہوں نے تائی کو عینا سہرا کر رکھی۔ دعوت نامے  
اور اسے علاقے میں تقسیم کیے تھے۔ تھے تھی  
لیا آگے۔ تائی جان اٹھنے لگیں۔ عینا نے انہیں  
بٹھا لیا۔  
"آپ شخص۔" کہا نہیں کوئی بولی ہوں۔"

وہ کھانڈا تھا اور اسے کھ جانا تھا۔ شروع میں حد  
اسے لینے اور چھوڑنے آنا رہا لیکن ایک دو بار کے بعد  
اس کی ٹھیک قسم ہوئی۔ اب وہ خود ہی آجاتی تھی۔  
کبھی کبھی رشتہ نامزد ہوا اور وقت بھی تو وہ بھی ساتھ  
ہو گئیں۔ یوں ایک مجبور و وہ ایک ایڑے کے بعد وہ وہیں  
چلی آتی تھی۔ جہاں اس کے کھروالے اس کے بغیر  
اواس ہوتے۔ وہیں عینا کو وہاں اس میں ہوا کہ  
زندگی گزار رہی ہے زندگی اسے نہیں گزار رہی۔  
اگرچہ اواس تو وہ بھی ہو جاتی تھی۔

چھٹی چھپا چھٹی۔ چھپا کر چھٹی۔  
پانچواں۔ چھٹی چھٹی۔ آواز آئی ہوئی لڑکی  
دیکھی کی بے لگی ہوئی لڑکیوں پہ  
جاننی ہوئی لڑکی چھٹی۔  
ٹھکانو ٹھکانو میں جمل جمل کر رہی تھیں۔  
بھڑکی وہاں کے سبک سونڈ کی مٹی کی خوشبو جو درخص  
تھی۔ موسم اتنا خوشبوورت تھا کہ توڑ بھی کتاب لیے  
برآمدے میں آجی تھی۔ کبھی کبھی ساتھ ساتھ جینز میں بلوں  
پورے میں جن بھول لای کے بیلا ہوا پھر اٹھا۔

چھٹی چھپا چھٹی۔ چھپا کر چھٹی۔  
پانچواں۔ چھٹی چھٹی۔ آواز آئی ہوئی لڑکی  
دیکھی کی بے لگی ہوئی لڑکیوں پہ  
جاننی ہوئی لڑکی چھٹی۔  
ٹھکانو ٹھکانو میں جمل جمل کر رہی تھیں۔  
بھڑکی وہاں کے سبک سونڈ کی مٹی کی خوشبو جو درخص  
تھی۔ موسم اتنا خوشبوورت تھا کہ توڑ بھی کتاب لیے  
برآمدے میں آجی تھی۔ کبھی کبھی ساتھ ساتھ جینز میں بلوں  
پورے میں جن بھول لای کے بیلا ہوا پھر اٹھا۔

چھٹی چھپا چھٹی۔ چھپا کر چھٹی۔  
پانچواں۔ چھٹی چھٹی۔ آواز آئی ہوئی لڑکی  
دیکھی کی بے لگی ہوئی لڑکیوں پہ  
جاننی ہوئی لڑکی چھٹی۔  
ٹھکانو ٹھکانو میں جمل جمل کر رہی تھیں۔  
بھڑکی وہاں کے سبک سونڈ کی مٹی کی خوشبو جو درخص  
تھی۔ موسم اتنا خوشبوورت تھا کہ توڑ بھی کتاب لیے  
برآمدے میں آجی تھی۔ کبھی کبھی ساتھ ساتھ جینز میں بلوں  
پورے میں جن بھول لای کے بیلا ہوا پھر اٹھا۔

چھٹی چھپا چھٹی۔ چھپا کر چھٹی۔  
پانچواں۔ چھٹی چھٹی۔ آواز آئی ہوئی لڑکی  
دیکھی کی بے لگی ہوئی لڑکیوں پہ  
جاننی ہوئی لڑکی چھٹی۔  
ٹھکانو ٹھکانو میں جمل جمل کر رہی تھیں۔  
بھڑکی وہاں کے سبک سونڈ کی مٹی کی خوشبو جو درخص  
تھی۔ موسم اتنا خوشبوورت تھا کہ توڑ بھی کتاب لیے  
برآمدے میں آجی تھی۔ کبھی کبھی ساتھ ساتھ جینز میں بلوں  
پورے میں جن بھول لای کے بیلا ہوا پھر اٹھا۔

”یہ تم کو ان ہی لڑکیوں کی بھلی ہے۔“  
اسے ایک ہی لڑکی کے تکرار کرنے سے کرھینالے  
کہن سے ہما نکالو وہ سب کی بڑے بنا رہی تھی۔  
”تم کیا جانو لڑکے۔“ وہ اگ سب لہلی لگا کر پونی  
دروازے سے باہر غائب ہو گیا تھا وہ پوچھے اور فریج  
فریج فریج لہلی کی چٹنی کے ساتھ لے کر آئے جس ہی  
پہلی آئی۔

برداقتی سے پہلی تھی۔  
”چپ کر جا عینا بھد ہو پنی ہے بد تمیزی کی۔“ ای  
کماں برداشت نہ کر سکتی تھی۔  
”ای! جب میں نے کہا ہے کہ میں شادی نہیں  
کرناں کی تو یہ لڑکے۔“ اب کہ اس کا تعجب اجنبی ہو گیا  
تھا۔

”میں نے کہا زیادہ زبان چلا سنی کی ضرورت نہیں  
ہے۔ لہنی اتنی آزادی نہیں دی ہمنے تمہیں کہ  
ایسے فیصلے خود کرو۔ ہم زندہ ہیں اور جاہلے ہیں کہ کیا  
کہنے کا اختیار۔“  
ای نے اس کے بولنے کی ہنچاٹھی ہی کہاں چھوڑی  
تھی۔ وہ سب کچھ چھوڑ چھا اور زبرد جاسی۔ نور چکر وا  
باتھ میں ہلے بھاگا لگا کچھ رہی تھی۔ پھر ای کی طرف  
متوجہ ہو کر شائق سے پوچھنے لگی۔  
”ای! کوئی لوگ ہیں۔“

”اس نے کہا اگر مری۔“ اس نے کہا اگر مری  
وقت نہیں ہونے لگا تھا۔ ای کو ان کی طرف بڑھ گئیں۔  
دلایں آئیں پورے چل کر آئی۔  
”سہاری! کیا کاون تھا۔“  
”خیریت تو مئی۔“ عینالے پوچھیں۔  
”وہ کیا ہیں کجا جہاری ہو؟“  
”کھل۔“

”سہارے ساتھ ہم بھی جاسی گے۔“  
”کیوں؟“ عورت نے کہا ہے نظر سے ہٹا نہیں۔  
ای پر اسرار انداز میں مسکراتی تھی۔ ہم از کم  
عینا کو تو ان کی مسکراہٹ پر اسرار ہی لگ رہی تھی۔  
”بھئی لڑکا رکھتے۔“  
”کیوں! ای! آپ نے کیسے کبھی لڑکا نہیں  
رکھا۔“ عینالے خانساہے سے نکالوا لیا تھا۔  
”سہارے لیے۔“  
”میرے لیے۔ تمہے کیا؟“ بچتے کے بعد وہ  
چھاڑی تھی۔

”میں نے کہا زیادہ زبان چلا سنی کی ضرورت نہیں  
ہے۔ لہنی اتنی آزادی نہیں دی ہمنے تمہیں کہ  
ایسے فیصلے خود کرو۔ ہم زندہ ہیں اور جاہلے ہیں کہ کیا  
کہنے کا اختیار۔“  
ای نے اس کے بولنے کی ہنچاٹھی ہی کہاں چھوڑی  
تھی۔ وہ سب کچھ چھوڑ چھا اور زبرد جاسی۔ نور چکر وا  
باتھ میں ہلے بھاگا لگا کچھ رہی تھی۔ پھر ای کی طرف  
متوجہ ہو کر شائق سے پوچھنے لگی۔  
”ای! کوئی لوگ ہیں۔“

عینا کا خیال تھا اس کا احتجاج کچھ تو رکھنا ہے گا۔  
مگر کہاں؟ ای! کوئی وہ لوگ خوش خوشی چلے گئے۔ وہ  
دعا نہیں ہی باقی رہی کہ کسی کاٹھ بندہ نہیں بندہ نہ  
آئے۔ مگر وہ بچتے خوش خوش گئے تھے اس سے زیادہ  
خوش ہو کر کہا لیں گے۔  
سعد اور نور ان میں گھیر کر بیٹھ گئے۔  
”خیریت سن کرھینا کی پونیر پڑھی۔“  
”وہ لوگ! آقا بھد پو پونل لہ لہیں گے تو ہم لوگ اب  
کر دیں گے۔“

”میں نے کہا زیادہ زبان چلا سنی کی ضرورت نہیں  
ہے۔ لہنی اتنی آزادی نہیں دی ہمنے تمہیں کہ  
ایسے فیصلے خود کرو۔ ہم زندہ ہیں اور جاہلے ہیں کہ کیا  
کہنے کا اختیار۔“  
ای نے اس کے بولنے کی ہنچاٹھی ہی کہاں چھوڑی  
تھی۔ وہ سب کچھ چھوڑ چھا اور زبرد جاسی۔ نور چکر وا  
باتھ میں ہلے بھاگا لگا کچھ رہی تھی۔ پھر ای کی طرف  
متوجہ ہو کر شائق سے پوچھنے لگی۔  
”ای! کوئی لوگ ہیں۔“

ای کی پوری ہنچاٹھ کات لہاب ہی آخری جملہ تھا  
جیسے سن کرھینا کے قدموں تلے سے زمین سرک بی  
تھی۔  
”آپ دیکھ لیجئے کہ میں حق کی انگوٹھی ہی نہیں  
پہنوں گی۔“  
وہ دو تھما لہنی پونیر پڑھی تھی کہ ای! بھی مرشدہ چھو  
سے بھی وہ وہ باتھ کرنے تھے۔

”میں نے کہا زیادہ زبان چلا سنی کی ضرورت نہیں  
ہے۔ لہنی اتنی آزادی نہیں دی ہمنے تمہیں کہ  
ایسے فیصلے خود کرو۔ ہم زندہ ہیں اور جاہلے ہیں کہ کیا  
کہنے کا اختیار۔“  
ای نے اس کے بولنے کی ہنچاٹھی ہی کہاں چھوڑی  
تھی۔ وہ سب کچھ چھوڑ چھا اور زبرد جاسی۔ نور چکر وا  
باتھ میں ہلے بھاگا لگا کچھ رہی تھی۔ پھر ای کی طرف  
متوجہ ہو کر شائق سے پوچھنے لگی۔  
”ای! کوئی لوگ ہیں۔“

”میں تو اس جب کہ مجھ سے باہر مجھے ہاں کر دی میں  
کولی بھری کر لیتی تھی۔“ کچھ پوچھا نہ جانا۔ تصویر تک  
نہیں رکھی۔  
”میں پھر سے دہنا آیا۔ اور اب تک وہ نجانے  
کتنی بار دو چل گئی۔“ چوتھی ہی کچھ ٹیب سی تھی وہ  
میں کی تو اس حالے میں سب کچھ کر کے لیے خاموشی  
کی چٹائی تھی۔ نئی جان سے بات کرنے کی بہت نہ  
ہوئی گی۔ وہ کبھی شاید معاملہ ٹھپ ہو گیا ہے مگر ای  
کے نجانے کیا قدموں تلے سے زمین سے بچنے چلی۔  
لوگ باقاعدہ پو پونل لے کر گئے تھے اور ای بولنے ہاں  
کر دی تھی۔

”یہ سب ہو سکے کیل۔“  
تھل کے تھے فریج فریج کر اس نے ڈیر لگا گیا تھا۔  
بچتے بارہ لہلی کی طرف ہاتھ برساتی۔ مرشدہ کا۔ ای  
باری لگتا تھا۔ مگر اس کی حالت کے پیش نظر اب بھنچ  
نہیں۔  
”بھئی! میں کیا کر سکتی تھی۔“ مرشدہ نے خاصی  
جرت سے اسے دیکھا۔

”میں نے کہا زیادہ زبان چلا سنی کی ضرورت نہیں  
ہے۔ لہنی اتنی آزادی نہیں دی ہمنے تمہیں کہ  
ایسے فیصلے خود کرو۔ ہم زندہ ہیں اور جاہلے ہیں کہ کیا  
کہنے کا اختیار۔“  
ای نے اس کے بولنے کی ہنچاٹھی ہی کہاں چھوڑی  
تھی۔ وہ سب کچھ چھوڑ چھا اور زبرد جاسی۔ نور چکر وا  
باتھ میں ہلے بھاگا لگا کچھ رہی تھی۔ پھر ای کی طرف  
متوجہ ہو کر شائق سے پوچھنے لگی۔  
”ای! کوئی لوگ ہیں۔“

”میں جتنا کہ سکتی تھی وہ کہل۔“ وہ اپنے لیے  
بانٹوں کو سسے ٹھپ لہلیں سے سجاری تھیں نور ان کی  
گوری خڑکی کی چھل پورے پتہ چٹا مٹی سے تھا۔  
”اب تم ہی! اپنا مقدمہ ڈھنگ سے نہیں لڑ سکتیں تو  
میری طور کا تو کہہ؟“ بھئی وہ زمین وار بندہ ہے۔ کون  
ہاں اس کا مستقبل لہل لہا ہے۔ کل کہاں لوگاؤں لے  
جا کر تمہیں گھر میں بھجائے تو تم تو کس کام سے۔“  
اپنی تل پاش کا جانا بیٹھتے ہوئے انھوں نے کچھ اور  
ڈرایا۔

”میں بولنے میرے بارے میں کچھ بھی نہیں سوچا  
بس پو پونل کی طرح! آگارتہ ہے۔ میں کیا کہنی ان بڑھ  
جانا لڑکی تھی جو اپنے بارے میں فیصلہ نہیں  
کر سکتی۔“  
”افوہ! کیا ہو گیا ہے آپ لوگوں کو؟“ شاہو کب  
سے ہمہ گرتن ہی رہی تھی۔  
”کیوں گرتی رہی لہنی ٹیب۔ وہ کچھ باتیں سائی  
کیا انھوں نے وہی ہے تمہارے ساتھ سب کی شہادیاں  
ہوئی ہیں۔“  
”تمہاری ہوگی تو پو پونل کی۔“ عینا چڑ کر بول۔  
”تمہاری طرح اور کیا نہیں کرناں گی۔ آرام سے  
انگوٹھی میں گرتے سے شادی کی تیاریاں کر لوں گی!  
اور اس بات پر بک کا شکر اور کرناں کی کہ مناسب کام  
مرا سب وقت سے ہوئے جا رہا ہے۔“ عینا کو پہلی بار برتا  
پاراشاکے خیالات مرشدہ سے بالکل الٹ ہیں۔

”میں نے کہا زیادہ زبان چلا سنی کی ضرورت نہیں  
ہے۔ لہنی اتنی آزادی نہیں دی ہمنے تمہیں کہ  
ایسے فیصلے خود کرو۔ ہم زندہ ہیں اور جاہلے ہیں کہ کیا  
کہنے کا اختیار۔“  
ای نے اس کے بولنے کی ہنچاٹھی ہی کہاں چھوڑی  
تھی۔ وہ سب کچھ چھوڑ چھا اور زبرد جاسی۔ نور چکر وا  
باتھ میں ہلے بھاگا لگا کچھ رہی تھی۔ پھر ای کی طرف  
متوجہ ہو کر شائق سے پوچھنے لگی۔  
”ای! کوئی لوگ ہیں۔“

”میں جتنا کہ سکتی تھی وہ کہل۔“ وہ اپنے لیے  
بانٹوں کو سسے ٹھپ لہلیں سے سجاری تھیں نور ان کی  
گوری خڑکی کی چھل پورے پتہ چٹا مٹی سے تھا۔  
”اب تم ہی! اپنا مقدمہ ڈھنگ سے نہیں لڑ سکتیں تو  
میری طور کا تو کہہ؟“ بھئی وہ زمین وار بندہ ہے۔ کون  
ہاں اس کا مستقبل لہل لہا ہے۔ کل کہاں لوگاؤں لے  
جا کر تمہیں گھر میں بھجائے تو تم تو کس کام سے۔“  
اپنی تل پاش کا جانا بیٹھتے ہوئے انھوں نے کچھ اور  
ڈرایا۔

”میں بولنے میرے بارے میں کچھ بھی نہیں سوچا  
بس پو پونل کی طرح! آگارتہ ہے۔ میں کیا کہنی ان بڑھ  
جانا لڑکی تھی جو اپنے بارے میں فیصلہ نہیں  
کر سکتی۔“  
”افوہ! کیا ہو گیا ہے آپ لوگوں کو؟“ شاہو کب  
سے ہمہ گرتن ہی رہی تھی۔  
”کیوں گرتی رہی لہنی ٹیب۔ وہ کچھ باتیں سائی  
کیا انھوں نے وہی ہے تمہارے ساتھ سب کی شہادیاں  
ہوئی ہیں۔“  
”تمہاری ہوگی تو پو پونل کی۔“ عینا چڑ کر بول۔  
”تمہاری طرح اور کیا نہیں کرناں گی۔ آرام سے  
انگوٹھی میں گرتے سے شادی کی تیاریاں کر لوں گی!  
اور اس بات پر بک کا شکر اور کرناں کی کہ مناسب کام  
مرا سب وقت سے ہوئے جا رہا ہے۔“ عینا کو پہلی بار برتا  
پاراشاکے خیالات مرشدہ سے بالکل الٹ ہیں۔





رہنے کے بعد مہارت سے اس کے

چہرے کے نقوش سنوارنے لگے وہ اسے زیور پہنا

دہی تھیں جب انہیں سے کرنے میں بھانگا۔

”واؤ، میرا بھی کیا آپ تو گل سے بھی زیادہ پاری لگ

رہی ہیں۔“ وہ اس کے قریب آ کر سبے اختیار گویا

ہوئی۔

”اور تم اس ڈولرس میں پائلنگ کرنا ہی لگ رہی

ہو۔“ عینا نے جواباً اس کی تعریف کی تو وہ کھکھلا

اٹھی۔

”اور رہیں بھائی کہتے ہیں میں ہی ڈولرس پس کر

پائلنگ پینٹ بھینھنے لگ رہی ہوں۔“ اس نے مزے

سے بتایا تو عینا ہنسنے لگی۔ اگر ایسی حرفیں سواس

کی کرتا تو وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرتی۔

”ہاں ہی پوچھ رہی ہیں۔ کہ آپ تیار ہو گئی ہوں تو

بائٹنگ لگا دوں؟“ رہیں بھائی تو بہت جلدی بائٹنگ

کر بیٹھیں۔

عینا نے چونک کر اس کی شکل دیکھی۔

رہنے کے اوکے کا شکل دیتے ہوئے وہ بیٹھ

کرنا شروع کر دیا۔

”آہا، قہار سے کمرے میں جھل بیٹھ ہو گی بس پر انواع

واقف کی بی بیوں کو لوانا تاج کے۔“ وہ حواس بائٹنگ

ہوئی۔

”رہنے آئی ہیں، مجھے بائٹنگ نہیں کرنا۔“

”ہاں مہیبت سے تمہیں۔“ وہ دانت چن کر کہ

گئی۔ ”تیا تو شادی نہیں کرنا تھی کر لی ہے تو اب

بھینھتے۔“

”آئی ایلین۔“ وہ وہاں ہی ہوئی۔

”وہ تمہیں کھائیں جانے گا۔“

”آپ ہمارے ساتھ بائٹنگ کر لیں۔“ عینا نے گویا منت

دیکھی۔

”اور پیچھو دوسرے کرے میں کرنے جارہے

ہیں۔“ عینا نے بے مروتی سے کہہ کر میک اپ کی

چیزیں سینٹا شروع کیں۔ عینا بھی انہیں چنگائی

رہی۔

”ریڈیکس ہو کر تھوڑا کھینچا لیا۔“ اس نے سگلی سے اس

کا ہاتھ پھینکتا کر دہرا ہرنگل کیں۔ کہنے میں کٹھی

ماننا نہ سچی فوراً“ تائب ہو گئیں۔ وہ بچہ اضطراری

انداز میں کٹھی ہوئی پھر صوفے سے اٹارے پر نکل

تشر کوئی آہٹ نہیں اور اس خاموشی جھانکی تھی کئی

دھرتے کی گویا تاز صاف من سکتی تھی۔

”چائیں سب کے ساتھ یہی چوہن ہو گئی ہے یا

میں ہی کچھ زیادہ بیل ہو رہی ہوں۔“ کہی کہی

سائیں پھینچتے ہوئے اس نے خود کو مارل کرنے کی

کو کوشش کی۔

تب ہی بیڑھوں پر قدموں کی چاپ اٹھی۔ کوئی

بہت تیزی اور من سے انداز میں بیڑھیاں چہہ رہا

تھا۔

عینا ناکل اچھل کر حلق میں گرنا۔

وہ اس تیزی اور من سے انداز میں دروازہ کھول کر

اُتر آیا تھا۔

”اسلام علیکم۔“ شائش بیٹاش تو تازہ تھیر۔

”جواب دے عینا نے بھی اچھا کرنا تو اس حلق میں

گت کر رہی تھی۔

”وہ اس کی انداز میں صوفے کے دوسرے کنارے پر

بیڑھ۔“

”طبیعت کیسی ہے اب؟“

عینا نے زارما کھٹکا کر کہا صاف کیا۔

”تھک ہے۔“

”اچھی بات ہے۔ ویسے آپ نے ہمارے ساتھ

پورا گھومنا نہیں کیا۔“ پرتیم نے کھینکے کھینکے سا شکوہ

دھا کو تھوڑا سا حرمندہ کر لیا۔ اس نے چور نظروں

سے اسے دیکھا وہ اس میں بے ذوال رہا تھا۔

”رات کیسی تڑکی؟“

”تھک ہے۔“ وہ زیادہ اپنی چوڑیوں سے کھینکتے تھی

گئی۔

”تھک یا۔“ سنی خیر سب سے کہنے کہنے ہوئے وہ

گرہن موڈ کر اسے دیکھنے لگا۔ یوں پر اک کہی سی

”میں ناٹنگ بھنڈا ہوا ہے۔“ وہ ناٹنگ کی طرف

متوجہ ہو گیا۔ ”کیا میں کی آپ؟“

”میں لیں نہیں تھیں ہوں۔“

”جملہ بولا تھا۔ وہ کسی کی کھراہٹ کیا تھا سونٹے

سے انصاف کرنے لگا۔ وقتاً فوقتاً ”کھٹ پھرتیں اسے

یہی آکر آ رہا تھا۔“ وہ بس فریانی انداز میں ڈالے

کاٹنے سے گولی رہی۔ ”مجھے یہ اس نے ہاتھ پھینچنا“

عینا نے کھینکتے کھینکتے کہی۔

”آپ نے تو کچھ اپنی ہی نہیں۔“ اس کی بیٹنگ میں



# پاک سوسائٹی ٹاٹ کام کی پیشکش یہ عمدہ پاک سوسائٹی ٹاٹ کام نے پیش کیا ہے مہنگا س کیوں نہیں :-

- ✦ پاپی واٹس ایپ پی ڈی ایف فائلز
- ✦ ہر ایپ ٹاٹ لائن پر پیش
- ✦ کی سہولت
- ✦ مہاٹ ڈائجسٹ کی تین مختلف
- ✦ سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✦ ہر مہاٹ پی ڈی ایف فائلز کی سہولت
- ✦ پاپی واٹس ایپ پر براؤزر پر مہیا اور
- ✦ ایپ کی اصل رینج
- ✦ ایڈ فوری لنکس کو بھیج سکتے
- ✦ کے لئے شریک نہیں کیا جاتا
- ✦ ہر ایپ ٹاٹ لائن پر پیش
- ✦ ڈاؤن لوڈنگ سے پہلے ایپ ٹاٹ کا پرنٹ پر ایپ
- ✦ ہر ایپ سٹ کے ساتھ
- ✦ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے
- ✦ ساتھ تبدیلی
- ✦ مشورہ منصفہ کی سب کی عمل رینج
- ✦ ہر ٹاٹ کالک
- ✦ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لاپرواہی نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

ماہانہ ویب سائٹ جہاں ہر کتاب فروخت سے بھی ڈاؤن لوڈ کیا جاسکتی ہے

✦ ڈاؤن لوڈنگ کے بعد ایپ سٹ پر تبصرہ ضرور کریں

✦ ڈاؤن لوڈنگ کے لئے نہیں اور جاننے کی ضرورت نہیں ہر روزی سائٹ پر آئیں اور ایک ٹکٹ سے کتاب

✦ ڈاؤن لوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مستعارف کرائیں

## WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan

Like us on Facebook [fb.com/paksociety](https://www.facebook.com/paksociety)  [@twitter.com/paksociety](https://twitter.com/paksociety)

بول رہا تھا۔ عین اس کی اچانک خاموشی سے خائف  
 ی ہوئی تو تبھی آکر پوچھنے لگی۔  
 ”آپ بول نہیں رہے؟“  
 ”جب سامنے سے کوئی ریسائٹ نہ مل رہا ہو تو  
 خاموشی ذوقی بہتر ہے۔“ اس کے بعد میں تجویزی  
 در آئی۔  
 ”میں بات نہیں سے میں آپ کو سن رہی تھی۔“  
 ”مجھے صرف ایک ایجنڈے سامنے کی ضرورت نہیں  
 ہے۔ اسی لئے میں نے تم سے بھی سبک نہیں چھوڑا۔“  
 ”آپ کو قصور نہیں آتا۔“ سمجھنے سے  
 لیے میں نے بعد معصومیت سے سوال کیا۔  
 ”رہیں سے یہ مشکل اپنی سکرابٹ کا کھلا کھولا اور  
 تجویزی سے کیا ہوا۔“  
 ”تبت آتا ہے۔“  
 ”میں۔“ عینا نے سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر پوچھنے  
 لگی۔ ”تجربہ پر بھی قصہ ہو گا؟“  
 ”میں اس کی بات ہی مت کرنا کہ مجھے غصہ آتا ہے۔“  
 سہولت سے آہستہ تمہرا لیا تھا۔  
 ”گھر گیا ہی حضوری کر لی ہوگی۔ اس نے خاصی مایوسی  
 سے سوجا۔ لیکن سوجی بیویوں سے ہر بات سونالے  
 والی۔“  
 ”رہیں لے کر رخصتوں کو بھی معاف نہیں کرنا اور  
 دوستوں سے بھی زیادتی نہیں کرنا۔ یہ اصول کی بات  
 ہے۔“  
 ”نہ ان کے دوستوں سے میں بچ چکی ہوں۔“  
 ”اصولوں پر کوئی ٹک نہیں۔“  
 ”اصول انسانوں کے لیے ہوتے ہیں، انسان  
 اصولوں کے لیے نہیں۔“ وہ بڑھاپہ کرنا کہہ ہوئی۔  
 ”معاف کرنا اچھی بات ہے۔“  
 ”ہر بات معاف نہیں کی جاسکتی۔“ رہیں کا دل  
 بے لگ اور ٹھوس تھا۔  
 ”تمہیں کاہنہ رویہ ہر کسی کے ساتھ ایسا ہوتا ہے؟“  
 ”اچھا نہیں کی۔“  
 ”میں نے کہا تو دوستوں کے ساتھ بالکل نہیں۔“

”اور میں کہاں آئی ہوں؟“ رہیں کا قہقہہ سر پر  
 تھا۔  
 ”میں کا تین تین خود کرو گی۔ ویسے کیا دانش کارانہ  
 ہے؟“  
 ”میں خاصی معصوم لڑکی ہوں۔ اے کام مجھے نہیں  
 آتا۔“ وہ تھوڑا اٹھا ہوئی۔  
 ”مزید ہم شکل سے اتنی بھی معصوم نہیں لگتیں۔“  
 ”آپ۔“ وہ تھوڑا لہجے کا اپنے جاری کی۔ رہیں  
 نے اپنے اٹھا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر جب  
 سے لپٹ کر اپنے کانوں میں اس کے سے لگ نکلا۔  
 ”لڑنے کے لیے کوئی سامری عمر دی ہے۔ یہ ایک  
 چھوٹا سا تحیر سا تحفہ ہے۔ تمہارے ہند بھی آئے گا  
 نہیں لگاؤ۔“ رہیں نے ہاتھ بڑھایا۔ عینا  
 نے سمجھتے ہوئے اپنا ہاتھ سامنے کیا تھا۔ رہیں  
 نے اسے ہٹائی سے قہم لیا۔  
 ”عینا ایسا نہیں سے کہ میں سے تمہیں دیکھتی ہی  
 تمہارے ساتھ کی خواہش کی ہو سکتی ہے۔ تمہاری  
 تصویر میرے سامنے آئی تو مجھے کا تمہری قسمت میں  
 لکھ دی گئی ہے۔ مجھے نہیں ہے کہ ہر ایک ایسی زندگی  
 گزاراں سکتی ہے۔ میری طرف سے تم کوئی پیمانہ ہی نہیں  
 ہوگی۔ جس طرح رہنا چاہو وہاں جانا چاہو۔ جس  
 اعتبار سے رہنے کی اس میں اعتبار کرنا ہے کہ نہیں  
 مجھ پر اور مجھے تم پر۔“ اس کا ہم دوستانہ لہجہ تھا  
 ”سکون کرنا۔ یہ رنگ پر نا کر وہاں کا ہاتھ لیں سکتے  
 کیا عینا کے لیے بہ اختیار ہاتھ پہنچ گیا۔“  
 ”وہ نہ دیا۔“  
 ”تمہیکے کے گھبراہٹ مانی اسٹیب۔ پیپے پلٹیں۔“  
 اس سے قبل کہ وہ وہاں پہنچی دوڑانے پر پہنچی  
 دستک ہوئی۔  
 ”میں نے کہا تو ایسا اندر آئی۔“  
 ”آپ کا فون سے رہیں نکالی۔“  
 ”میں اپنی بھانجی کو کہتی دو۔“ وہ انیسہ کے سر پر  
 چپٹنگ ہاتھوں پر رکھ گیا۔  
 ”بھائی نے کیا؟“ انیسہ قریب آکر اشتیاق

سے پیچھے لگی عینا نے ہاتھ آگے کر لیا۔  
"فہمت خوبصورت ہے، آپ کو ہمارے بھائی کیسے لگے؟"

"اسی جلدی کیارائے قانم کی جاسکتی ہے۔"  
عینا صبر سے بولی مگر اس کے چہرے پر بھیجائی  
شرکیں ہی مسکائی تھی مگر اس کی رائے اسے بھی  
پری نہیں شام کو لوگر قتال ہی مسجد اور فوراً سے  
آئے تھے۔ رہیں نے معذرت کر لی۔ کسی کام  
کے سلسلے میں کراچی جانا تھا اور چارون کے لیے آنا تھا۔  
عینا مہتمن کی گھروالوں کے ساتھ واپس آئی تھی۔

\*\*\*

چارون کے بعد چھ مہینوں اور ماہ کی سی لپٹے آئے  
تھے۔ فوراً اور مسجد جو رہیں بھائی نے تفصیلی مباحثات  
کے خواہش مند تھے۔ خانے میں ہوسے ہوئے کہ وہ لوگ  
بہت کوفت کے لیے آئے تھے۔ کھانے کے فوراً  
بعد انھوں نے اجازت چاہی۔

"مجھے کیا پاپیو پر رہیں بھائی خود کو کہیں کے پرانم  
مغز لگے ہیں کیا۔" نور کمر سے آکر پوچھنے لگی۔  
"یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم کہ مصروف خود کو کیا  
سمجھتے ہیں۔" نور بھینٹے ہوئے وہ سخت بھنجھلاہٹ کا  
شکار ہو رہی تھی پھر گڑھے سے ٹیک بک کروالوں ہاتھوں میں  
چڑھ چکا بیٹھ گئی۔

"جیسے کیا ہوا؟" وہ ہانپتا لنگھو بھول گئی۔  
"جیسے نہیں ہو پایا سب۔"  
وہ چلائی۔ ٹیبل پائش لگاتے ہوئے ہاتھ کانہ رہے  
تھے۔ آئی لانٹنی لائن ٹھیک نہیں تھی۔ زبردگی  
بارہاتھ سے بھونٹا تھا۔

"عینا،" نور اس کے پاس آئی تو اس نے نور کے  
ہاتھ روک لیے۔  
"مجھے سخت گھبرات ہو رہی ہے نور مجھے نہیں  
چاہتا۔"

نور اس سے زبان گھرا گئی۔  
"میں اس کو ملاتی ہوں۔"

"عینا! اپنی کیا ہوا۔" ای اندر آئیں تو وہ ان سے  
لپٹ کر روئی تو پھر روئی چلی گئی۔ اس کی اپنی آنکھیں بھر  
آئیں۔

"میں اپنی سے نہیں چاہتا۔"  
"مگر انھوں نے بولی وہ۔ وہ بیٹنگا بیٹنگا ہی نہیں  
وہیں۔" شخص عینا کی وجہ سے خود کو بیٹنگا ہی نہیں  
"بھینوں کو اسے لکھ رہا تھا تو ہوسے اور شوگر کر۔ تمہیں  
اسنے اچھے لوگ لے ہیں۔"  
"اسی آدو چارون اور دوک ملیں۔ میں نے کہا  
بھی تھا کہ میں نے شادی نہیں کر لی۔"  
آخری جملہ سے خود بھنجھلا کر کہا تھا۔

"اسی نے بھنجھکے سے خود سے الگ کیا  
اور بعد خود تنگی سے لگا ہوا ہیں۔" زبردگار جو ایک لفظ  
بھی مزے سے نکالتا۔ نور اس کا کام پ ٹھیک کر  
باہر لڑا۔ ان لوگوں کو جلدی ہے۔

اسی کے باہر چاہے ہی نہیں سوں کرتی نور اس سے  
لپٹ گئی اور وہی کسی کمرہ کی کوری میں ہی نے  
اس کا دینا دینا دیکھ دیکھا تو گھسے لگا کر چارون کرتے  
ہوئے ہوئے۔

"کوئی دور تھوڑی جاری ہو؛ جب دل چاہے ملنے  
چلی آتا۔"  
مسجد مسلسل رہیں کے ساتھ جو بھنگتو قتال ہی  
نے بیٹھے ہوئے نور کی شکایت رہیں تک۔ چنچلی زوہ  
اس کا صرف پتہ پتہ ہے تو شہقت۔ بھرے سے جسے کویا  
ہوا۔

"پھر آئیں کے تو میں نشست رہے گی کنگلہ تم  
لوگ آتا۔"

نور اور اس کے بچہ پر ہی ہمال ہوئی تھی۔  
گھر پیچھے تو رات ہو چکی تھی۔ قریب و نزدیک کے  
تمام مسلمان چائے تھے۔ لی زنبان کا انتظار گھری  
تھیں۔ کویا لوگ کراچی آئے تھے۔  
"لی لی چاہئے کا ایک کپ میرے کمرے میں بھجوا  
دیتے ہیں۔"

رہیں کمرہ کراؤ چلا گیا تو عینا کورے سے ریٹیکس

ہو کر بیٹھ گئی۔ سلائی اس سے اور اوھر کی باتیں کرنے  
لگیں۔  
"نہیں! کہاں سے آئی۔"  
"آئی۔ رہیں کی طرح تم بھی بھنگتو کی کوئی تو  
مجھے بہت چاہتے لگتے۔" انہوں نے شفقت سے ٹوکا۔  
"کی۔"

"جیسے کہ تو بچے تھے۔ بھنگتو دو دن ہی نکل  
رہی تھی۔ وہ سوں واپس ہوئے۔ لی لی اس نے نہ رہیں  
گھر پر ہوسے اور نہ انہیں۔ یہ دو بڑھی جائیں اور  
نوکر کپ تم بھی تو میرے گھر کی وقت۔ تمہارے  
بہانے رہیں بھی آجیا کرے گا۔ روز اس کا بدل  
میں نہیں لنگھ سکتے ہیں۔ میں ہوا کرتی کھی مراب  
میں کی طبیعت کا بچہ بھروسہ نہیں کب بھرا جائے۔ یہاں  
سے ڈاکو لٹا لٹا یا اسپتال بنا آسان ہو آئے۔" انہوں  
نے تفصیل سے بتایا۔ لی لی زنب جانے لے کر آئی  
تھیں۔ چائے کے بعد ہی وہ اسے رہیں اور انہیں

کے کچھ ہی باتیں سنائی دہیں۔ تب ہی گھری نے گیارہ  
بجائے تو وہ کھینک۔  
"آئی رات ہو گی۔ زنب جلا بیو کو اس کے  
کمرے میں چھوڑو۔ ٹوک فریج میں دووہ اور فوٹو بھی  
رکھو۔"

"کوئی برائی۔"  
وہی برائی باہل خواہت! اچھی تھی۔ یہیں عیال عبور  
کرے اور کئی ڈوکرے کلاہوا نہ کلاہوا تھا۔ وہ کچھ  
نہ درازائی وہی دیکھنے میں مصروف تھا۔ اسے دیکھ کر  
چاکا پھلکا ہما کر لیا۔

"میں اپنی اپنی حالت میں ہوا۔" لی لی زنب نے کہا  
اور فریج میں چڑھ گئے۔ گھنٹیں۔ کپ سے سب سب کچھ  
دے کاویا تھا۔ گھنٹاں میں دوہے کھانے کب سا رہے  
تھے۔ لی لی اسے ہانٹے ہوئے چلی گئی۔  
کمرے میں وہی پتال ہاتھ۔

"کوئی تھانہ میں سے کسی کی دعوت قبول  
وہ خوشی میں دے کویا۔" بی بارو سے  
زندگی بن گئے ہو تم۔

"بیٹھ جاؤ عینا! تمہارا بیٹا بڑھ رہا ہے۔"  
وہ سنگل ہوسنے کے کانہے پر کھنگی۔  
رہیں بھنگتو لگے۔  
"میں نے یہ کبھی نہ سنا۔"  
عینا نے ہوسنے سے کہے

گھنے کے بول اور رہیں کے لیوں پر بھنگتو بھی  
شخص مگر سہرا سے بڑھ کر گھری تھی۔ وہ وہیں بھی  
انگلیاں بچھائی رہی۔ تجاہتے کتاوت گزرا تھا۔ وہ  
اس نے بی بی آف گھر سے ہوسے اس کی طرف سے کھل  
بھر پور مگر سہرا اس کے لیوں کا احاطہ کیے ہوئے  
تھی کلاوا جو۔ یہی چیز تھا۔

"ہاں ہی گھارائے تھی گوارائی ہے۔"  
عینا کی باتیں سننے میں ایک گھر کی تھی اور دل  
دھڑکنا کھل گیا تھا۔

\*\*\*

عینا علاقہ جات سے واپس آئے تو گوا وہ اپنے  
سارے خدشے تمہارے واسطے وہیں کسی پھاڑی کے  
داغ میں سوں کر آئی تھی۔ اس کا کھلا کھلا شاپ چو  
اندرونی خوشی کا کھلاں تھا۔ رہیں باہل بھی بیٹا نہیں  
تھا۔ جیسا صبح سویرے کچھ پریشان ہوئی تھی۔ بظاہر  
خت اور تجبیہ نظر آئے۔ لالہ اور سے انعام نور اور  
محبت کرنے والا تھا اور وہ اس کی بیٹیوں کی ایسے ہوئی  
گی۔ ہر بات کا تھماڑ رہیں کے نام سے ہونا تھا تو  
انتظام ہی اس کے پاس ہے۔

"نور رات میں کھنچ گئی۔" عینا دھند رہیں کا ڈوکرہ کر  
انہی ہی باروہ کتی۔  
"اسے پکار کر بھونٹے گا۔"

عینا دو کس جاتی تھی وہ آئے کیسے بہاں گئی ہے۔  
یہ سب اس کی بیٹیوں کا اچھا تھا۔ وہاں سے آتے ہی  
دیکھوں گا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اسے حیرت ہوئی جب  
ہاں میں سے اپنے تھانہ میں سے کسی کی دعوت قبول  
تھیں کی جگہ عینا کے تھانہ کی تمام دیکھوں کو بخوشی  
قبول کیا تھا۔ اس نے رہیں سے پوچھا تو وہ آرام سے



یولا۔

”یہ لہجہ کا فائبرٹ ہے، خیر اس سے کوئی تعلق نہیں۔“

”آپ نے نیر گاؤں میں یہیں نہیں کیا؟“

”کیوں؟“

”دیکھیں ہی اسی برائے میں گاؤں دیکھ آئی وہاں بھی تو آپ کے رشتے دار رہتے ہیں۔“ وہ اپنی

چوڑیوں سے لہکتے ہوئے سرسری سا پوچھ رہی تھی۔

”کچھ خاص نہیں لیکن عینا نے نہیں ہائے کیا ضرورت ہے۔ وہ یہ ہی دن ہے تمہیں کے

گاؤں۔“ ریش نے گماوہ مسکرایا۔

”دیکھیں لائف شروع ہوئی تو ریش گاؤں جانے لگا۔ ہر روز کمر کرنا ہوا تو نند احمد کا اور ہر روز جانا

پھر بھولا کر لیتا۔“

”کیا جو وہ سمجھتا ہے۔“

”وہ کھنگھلا کر اس بڑی۔“



”ریش لہجے آج آیا جان کی طرف جانا ہے۔“

جانے گا کہ سلازہ بھلی پر رکھتے ہوئے عینا نے

کہل عینا کو اس کی ایک ہی عادت بری لگتی تھی کہ وہ

جانے بہت جتن چاہتا۔ ہر روز منٹ بعد اسے جانے کی

طلب ہوتی تھی اور عینا اپنے کے بلوچہ جیوہ کو یہ

فرائض کرتا اس کے لیے خود اپنے بناتی تھی۔

”گاڑی تو مودو ہوئی کئی جانا۔“ وہ ڈریسنگ ٹیبل

کے سامنے تھا۔ پلچوم اسپرے کرتا وہ اس کی طرف

پلٹا۔

”اب رات کو آئیں گے؟“

”نہیں تو دن دن لگ جائیں گے۔“ اس نے

تقریب کرکے اٹھا لیا۔

”تو دن میں لانا۔“ عینا نے آنکھیں پھیلا کر۔

”جانتے ہیں یا نہیں گرتے ہیں۔“

”جاننا ہوں جاننا، مگر چوہری ہے۔ کام ہے

تھوڑا۔“ وہ پیار سے اس کا کالہ پتھپتھاتے ہوئے

صوبے پر بیچ گیا۔ عینا نے کچھ سے سوچا پھر اشتیاق سے فوراً ریش کی گنج کر سامنے بیٹھے ہوئے پوچھنے لگی۔

”میں جانوں آپ کے ساتھ؟“ ریش نے ٹک

”نظر سے مٹانا اسے رکھا۔“

”تم کب آکر گئی؟“

”آپ کے ساتھ نہیں ہوں گی۔“

”میں گاؤں میں نہیں ہوں گا ڈیرے پر جاؤں گا۔“ اس نے تلا۔

”تو میں ڈیرے پر ہوں گی۔“

”تو ڈیرے پر لکھی سوئیں نہیں کہ میں تمہیں

ساتھ لے جاؤں گی۔“ ریش کے ہنسنے میں ہلکی سی

ناگواری ہور آئی تھی۔

”کچھ خودی تو تھیں ہیں کہ نرس کے کنارے بہت

خوبصورت جگہ ہے۔“ عینا نے ہت میں ہاری۔

”دیکھیں وہاں سناپ ہوتے ہیں بہت زیادہ اور تم تو

چھراچے کے ساتھ کے بچے سے بڑی جانی ہو۔“

”آپ لے جانا نہیں چاہتے۔“

”پائل خود نہیں کرتے۔“ وہ گدگد کر اٹھ کھڑا

ہوا اور اپنی پتلیں جھٹکتا۔

”یہ لے لیا ہے۔“ عینا وارنٹ کے ساتھ گولوں کا

بیڈنگ لیکر کمری طرح کر گئی۔

”گراہیاں ہیں۔“ ریش نے ساموہ مارل انڈر اڈیشن

بتلایا۔

”ریش ایسے کیوں رکھتے ہیں اسپیناس۔“

”جو بھی ریش کے لیے گاؤں میں رکھنا پڑا ہے۔“

”جو ٹھوڑی ہی ریش ریش ہے۔“ اس کی

ناک کھینچتا ہوا بچا۔ ”جو بھی رکھتے ہیں اسپیناس کوئی

فکر کی بات نہیں۔ گاؤں میں سب ایسے جن ہیں۔

اب ایسا ہے کہ تم اپنا خیال رکھنا، نایا کی طرف تیلی

جیانا چاہو تو دونوں رک جانا سکن ٹھوڑا زور اور وہ دوسے

چاہو۔“ آخر میں دن لگنے لگے۔

آخر میں اس کا بچہ اور ناندو لڑیل ملنے گئے تھے۔

میں نے آک خواب دیکھا ہے شرمی سب سے اونچی کھڑی کے پیچھے سے

ایک نیا سورج نکلا ہے

رائیہ نکل آؤاں میں ڈیک چلا کر الماری ٹھیک

کردی تھی۔“ ریش کی انگریزی ناول میں مکن مکن

رہنا دیکھ کر سب کا دل سے نکل گیا۔ ایک سی

شرش ہوئے کی بنا پر عینا کو یہ سمجھ تو سکی کہ جب

ایسی ہوا ہوتی ان کی طرف آتی ہے اس وقت ہی وہ

بڑی زاری لگتی تھی کہ عینا کو وہاں لے کر ریش نے

اس کے اس فیصلے کا خاصا مارا تھا۔

”نئی جان لھانا پڑی تھیں۔ ان کے منہ کرنے کے

باوجود اس نے کئی سال ہی ڈال کر چوسے پر رکھ دی وہ

اسے بھولی بھولی کر کہاں سبتا تے لگتے۔

”نئی جان اٹھنے کی مسئلہ نہیں ہے سب کاموں

کے لیے ملازم مودو ہیں۔ جن کی لی ڈسٹ کے

دالے سے ہیں تو مارا دن فارغ ہی ہوتی ہوں۔“

”بولی نہ سبب ہوں ہے؟“

”کوئی دوسرے کی عزیز ہے۔ شوہر فوت ہو گیا“

ادوار تھی نہیں بہت عرصے سے، اس کی کے ساتھ ہی

ہیں۔“

”چلو اچھا ہے تمہاری ماں کو بھی دو ماہ بہت

دیر تھی۔ کوئی لہ لہ کر ہے تمہیں سرسرا ل اچھی مل

تھی۔“

”کتنے ہوئے جو انڈران کے لیے میں ابھر اٹھا عینا

لے اسے پوری طرح محسوس کیا۔ وہ دل سے چاہتی

تھیں کہ رشتہ چھڑی ہو جائے مگر رشتہ کی ضد؟

اور وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ بعض عینا نہیں جتے

پڑھتی تھی مٹایا جائے اب تو وہ بیچیدگی سے سوچ رہی

تھیں کہ ریش کی کس جانے لے کر ہیں۔

”اوں ہوں، لیکن چاہے کی تو خود تونہ کو چڑھ رہی

ہے۔“ عینا یکدم ناک پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگی۔ ”نئی

پہاں آپ چاہے چھان ڈیرے۔ میں ریش کو سمجھتی

ہوں۔“

”نئی سے ابھر نکل گی۔ نئی نے ذرا تھوڑی سے

اسے دیکھا پھر خود ہی جانے نکال کر کھینچے علی آئیں وہ

بیڑہ لہتی تھی بلکہ ریش اس کے پاس پہنچی تھی۔

”دیکھا ہوا؟“

”جو بھی کوئی ہی محسوس ہو رہی ہے ڈرا سا کچر

آ گیا تھا۔“ وہ ان کی اس کے لیے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

”وہ بھی ایسا ہوا ہے؟“

”نہیں پہلے پہل ہوا ہے۔“

”نہیں نئی کو لاک کئی لگلا تھی ہو گئی۔“ ریش ان

ڈی کے عینا نے چونک کر نئی کو دیکھا تو ریشا لگوئی تھی

تھیں۔

”تم میرے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چلا۔“ آخر میں

انہوں نے عینا سے کہا تھا۔

”ارے نہیں نئی جان اب تو ہیں۔“

”چپ کر رکھو گے زیادہ نہیں بتا تمہیں۔“ انہوں

نے بڑبڑ کر کہا۔ ”وہ صرف نئی جان کی وجہ سے ڈاکٹر

کے پاس گئی تھی جس کی رپورٹ سے بتایا کہ نئی جان کا

خیال خالص تھا۔“ وہ اس پر مہربان ہو گیا تھا۔ اس کی

لہجے خبر تھی تو بہت دیر سے سوز اٹھایا تھا۔

”ریش نہیں ہوتے تھے تو اسے نہیں خبر آتی

تھی۔ سہی لئی وہی کے تھیں ہوتے بدلے تو بھی رات

گزار دیتی تھی پھر وہ پڑھتی ہیں کراہیں بیچ

کرنا ہوتی تو اسے آرام کرنے کا کدھر اٹھ جاتیں۔

”جو بھی انہوں نے اسے ہی اسے ڈانٹ پلائی تھی۔

”نئی! اتنی بار کہا ہے ایسی حالت میں بی شیطان کا

ڈر زیادہ مت دیکھا کرو۔ سورہ یوسف کی تلاوت کیا

تھی۔“

ان کے ڈانٹ میں اتنا جا رہا اور دن تھا کہ اس نے

چل کر اسے بغیر بیوقوف اٹھا کر لی بیڑہ کر لیا۔ وہ اس

سلاوت سے بند پر نکل ہو کر کھڑے بیڑے لگتے۔

”نہیں کا فون نہیں کیا آل تھی؟“ عینا نے

پھینکے ہوئے پوچھا تھا۔

”نہیں خود میں نے بھی نہیں کیا۔ وہ آنے گا تو

خوشخبری سناؤں لگے۔

عینائے ان چار دنوں میں ہی محسوس کیا تھا۔ وہ جتنی زیادہ خوش محسوس آتی ہی ڈوری ہوتی۔ جیسے بہت ہی انمول خوشی بڑی ارتقا سے بعد ہاتھ کھانے والی ہو۔ حتیٰ کہ ملی نعت کے سوا کسی اور گھوٹلا مزہ کو اس خوش خبری کی ہوا گن گنتی گنتی محسوس کیا۔

شردت سے ان دنوں اس نے ریش کے کاغذ کا تھا عینائے خیال میں اسے یہی آجائے چاہیے تھا۔ "یاد رہے میں بچے میں جاہت آپ کو کوئی رات کو بھی پہنچا لائی تھی۔ اسب سبھی چلا چلن کی شدت میں تو کوئی ہی نہیں آئی پھر آپ کہاں رک گئے ہیں۔"

اس کی تصویر سے ہاتس کرتے کرتے مجھے ایک نیند کی مہلک نیند میں لے آئی آنکوش میں لے لیا۔ بہت کم اور پر سکون نیند اور پھر نیند سے خواب تک سا سفر۔ وہی جو ملی تھی وہی کامی "شور بچکے۔ جشن خوشی ہر جودوش جھنگا ہوا اور وہ خوشیوں کی آنکوش کے ساتھ ساتھ کچھ بھیجی کی اس کے سامنے خطائیوں کے قہار بھر آ رہے ہیں اور وہ ہاتھ بھر بھر تقسیم کرتی ہے۔

"پھر تم سو جاؤ گی۔"

"وہ بھی مجھے نیند نہیں آ رہی۔" وہ بچوں کی طرح ہنسنے کو ہوتی تھی۔ اس کا بارادریک کر نعت سے کچھ فریخ میں رکھ دیا مگر صحت کرنے سے باز نہ آئی۔ "پوری نیند لیا کر مجھے اور تمھیکے سے مل گیا کر کہ تو کیا جانے کتنے برسوں کے بعد یہ خوشی اس قدر جوں کی مانند فریخ ہے۔ کیا خواب ملے، ہم سب کے دلوں میں لہنے لہنے ساتھ فریخت کے ناز کے گئے آئے۔ دلا زنگ اور صحت پانے تو جوں کی مانند جاگ جائے۔"

"کتنے برس ہی ملی نعت نیند ہماری شادی کو تو ابھی سال ہی نہیں ہوا۔" عینائے ہی۔ اسنے خیالوں میں بھڑائی نعت جو کئی پھر سکر دی۔ "ابھی سے کامر تھتہ کرتی رہی۔" "مگر کرتے ہیں یہ لوگ۔" سیدے سارے مسئلے کو براسرارہ داتے ہیں۔ وہ بڑے جیت نیت کی پھر گدن تھا کہ سائیز پر رکھی ریش کی تصویر کو دیکھنے لگی۔ "کہاں ہیں ریش! اب اتنی جا میرے۔" جتنی

مجھے لے وہ عینائے ہی کے ساتھ بڑی رہی۔ پھر اس کے جودوش میں جنس ہوئی اور اس نے کروت باں لے۔ وال کا کہ نظر پڑے ہی ایمان ہوا اس کی نیند کا دورانیہ زیادہ طویل نہیں۔ کوئی گن پندرہ میں صفت اور ساتھ ہی سے یاد کیا کہ اس نے یہ خواب دیکھا کہ میں دیکھا۔ میں سب کے لیے ایک دیکھنے کے کسبے۔ شاید شادی سے چند روز قبل یا شادی کی رات مگر وہ خواب سب کے لیے ایک دیکھنے تھی۔

عینائے گھر گئی۔ جو ملی کسکس متعجب میں وہ ہاتھ کس کے تھے؟

جس انداز میں اس نے ریش کو یہ خوش خبری سنی تھی وہ انداز میں ہی تھا۔ ایک نظر عینائے ڈال کر وہ اس کی کاچو کھٹنے لگا تھا اور عینائے دنوں کو اس کے کلاہن میں ابھی تک نور اور مدد کی آوازیں نہیں۔

جس انداز میں اس کی پیش کو محسوس کیا۔ اس کا راس دیکھا اور سکرایا کر وہ دلوں کی ہوئی تھی۔ ریش سے جس گرم خوشی کی توقع ہو کر رہی تھی وہ تھوڑا تھوڑا اٹھ کر اور گوی۔ جو سب مل گیا تھا۔ باہر باہل گھر کر آ رہے تھے۔ رنگ سے پہلی سفید نیت میں سنی اور کی تھی۔ شاید دور میں باہل کھل کر آتے تھے۔ گوی می موسم اسے روانہ کر دیا کہ تھا۔ اب وہ رنگ پر دو دنوں آئیناں لگائے زما سرا اس کا کہ اہل کو دیکھتے ہوئے ہی اور ریش کے لہنے کے اس میں سوچ رہی تھی۔ جب عینائے اس نے اسے اپنے دھار میں پڑا لیا۔

عینائے پلٹ کر دیکھا چاہا مگر اس نے پلٹنے نہیں دیا۔

"کہاں رہیں۔"

"میں ریش آ رہی ہوں۔" آج اس کی شدتوں سے ابھرنے ہو رہی تھی۔ "کہاں ہیں۔" "خوش خبری۔" "آپ خوش ہیں؟"

"ہاں ہاں ہوں۔" وہ اس سے پوچھنے لگا۔ "مجھے آپ کا خوش نہیں خوف زدہ ہو گئے ہیں۔" ریش کی گرفت نور بڑی تھی تو وہ ابھی سے پلٹ کر آئے دیکھنے لگی۔

"کیا ہیں؟" "آپ۔" "میں ریش آ رہی ہوں۔" وہ اسے ہنسنے لگا۔ "میں ریش آ رہی ہوں۔" وہ اسے ہنسنے لگا۔ "میں ریش آ رہی ہوں۔"

"میں ریش آ رہی ہوں۔" وہ اسے ہنسنے لگا۔ "میں ریش آ رہی ہوں۔" وہ اسے ہنسنے لگا۔ "میں ریش آ رہی ہوں۔"



دیکھا۔ ہائل برس پر نے تو اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔  
 ”میں نہیں لہارتا۔“  
 اس کے چہرے پر قوس قزح کے رنگوں کی طرح کھنٹی کھنکھرائٹ لگے۔ سموت سا گروہ۔ یہ اس خوش خبری کا اثر تھا یا اجالک خوبصورت ہوجانے والے موسم کا آواز۔ وہ اتنی خوبصورت لگے جسے نہیں گھٹی تھی تب ہی عینا لٹے لگا تھے تھا لیا۔  
 ”جیل میں بارش نہیں ماتے ہیں۔“  
 ”تیار ہو جاؤ گا۔“ نے سموت حساسات سے ہاتھ چتر کر اس نے سر اڑھ کر کہا۔  
 ”میں یہاں کی بارش میں کون تیار ہوتا ہے۔“ وہ کھکھلا کر کہا۔  
 ”اندر نہیں ہی عینا۔“  
 ”اس موسم میں اندر نہیں سمجھتے؟“ وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر پیچھے ہٹی اور دونوں بازو پھیلا کر چواہو پر اٹھا لیا۔  
 ”آہیں تا بارش میں نہیں شاد ہو جاتی، خوب بلا گا کر رہے۔“ بارش اسے پیش ہی بے گلاب اور پائل کرتی گی۔  
 ”عینا اندر چلو۔“ ر نہیں نے آگے بڑھ کر اس کا بازو تھام لیا اور دستے کرنے کے بازو چھوٹا ہٹا اور دستے ٹھیک عینا نے کمرے کے دروازے کے قریب جا کر اپنا بازو چتر لیا ہر پوہوں کوئی ہو کر بارش دیکھنے کی۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی غلٹی جھلکتی تھی۔ کھنکھن کا سبز رنگ چہرہ اور گھر کا خالص سبز شاخوں میں جھپے پیچید چھلے کچھ اور آواز نہ ہونے تھے۔ آہیں پر ایک بیباک پنہ چھپنے کے لیے۔ تب قلم بارش اس کے بولوں کو سہاں کر رہی تھی۔ ر میں خاموش سا جا کر کوچ پر بیٹھ گیا۔ عینا کو اجالک اس داخل پر اداس اور خرابوئی چھائی محسوس ہوئی۔ بس تیزو کوئی بارش کی کوڑھی جو اس خاموشی کو توڑ رہی تھی۔  
 چھٹی۔ چھٹی۔  
 پائیل بے چیننے آواز ہی ہوتی لگی۔

سعد کی شہ و شرر آواز بارش کے ساتھ مل ملانے لگی۔  
 ”کیا کر رہے ہوں گے۔“ عینا کے اندر ایک دم اس ماحول کا حصہ بننے کی خواہش ابھری تو وہ ر میں کی طرف بڑھی۔  
 بارش اب اس کے عقب میں شور مچا رہی تھی۔ ر میں اچھے کھڑا ہے۔“ ر میں نے چونک کر اسے دیکھا تو وہ چہرے پلٹ گیا ہر جھانکنے لگی ہر چہرے خود کھانے کے انداز میں لگا ہوئی۔  
 ”تیار ہو جاؤ گا۔“ نے سموت حساسات سے ہاتھ چتر کر اس نے سر اڑھ کر کہا۔  
 ”میں یہاں کی بارش میں کون تیار ہوتا ہے۔“ وہ کھکھلا کر کہا۔  
 ”اندر نہیں ہی عینا۔“  
 ”اس موسم میں اندر نہیں سمجھتے؟“ وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر پیچھے ہٹی اور دونوں بازو پھیلا کر چواہو پر اٹھا لیا۔  
 ”آہیں تا بارش میں نہیں شاد ہو جاتی، خوب بلا گا کر رہے۔“ بارش اسے پیش ہی بے گلاب اور پائل کرتی گی۔  
 ”عینا اندر چلو۔“ ر نہیں نے آگے بڑھ کر اس کا بازو تھام لیا اور دستے کرنے کے بازو چھوٹا ہٹا اور دستے ٹھیک عینا نے کمرے کے دروازے کے قریب جا کر اپنا بازو چتر لیا ہر پوہوں کوئی ہو کر بارش دیکھنے کی۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی غلٹی جھلکتی تھی۔ کھنکھن کا سبز رنگ چہرہ اور گھر کا خالص سبز شاخوں میں جھپے پیچید چھلے کچھ اور آواز نہ ہونے تھے۔ آہیں پر ایک بیباک پنہ چھپنے کے لیے۔ تب قلم بارش اس کے بولوں کو سہاں کر رہی تھی۔ ر میں خاموش سا جا کر کوچ پر بیٹھ گیا۔ عینا کو اجالک اس داخل پر اداس اور خرابوئی چھائی محسوس ہوئی۔ بس تیزو کوئی بارش کی کوڑھی جو اس خاموشی کو توڑ رہی تھی۔  
 چھٹی۔ چھٹی۔  
 پائیل بے چیننے آواز ہی ہوتی لگی۔

کے گرد کے ایک ہی ڈانڈے پر پلٹی تھی۔ ابھی چند منٹ قبل ہی اسے اٹھانے آئے۔ عینا نے چکر لگا کر اہیں بھی بٹھالیا۔ چٹھی خاموشی کے پڑی تھی اتنی تھوڑے دنوں میں سچ و شام مل ہی اور ر میں کے فون آ رہے تھے۔  
 ای رینگ کر تم۔ عینا چتر چلائی۔  
 ”مجھے تو لگتا ہے۔ یہ چھوڑنا کا اٹو کچھ ہے یا میں دنیا کی پہلی ہوتوں تو وہاں نہیں رہنے چاہی ہوں۔“  
 ”گھر کو عینا اور وہ خود ر میں میں جن کے سرسرا والے آہیں اس حال میں پھینچتے تھک نہیں۔“ ای رینگ کر تم۔  
 ”ہی آواز دیکھنا ہی بھی کچھ زہر ہوتا ہے۔“  
 ”میں ہٹا کر ہوں۔“ عینا نے صاف کہیں۔  
 ”عینا ابھی جاؤ۔“ سعد شرر چہرہ چا تھا وہ دہکتے ہوئے کھڑا کیا رہ گئی۔  
 ”تم بہت مت ہوئی جا رہی ہو عینا۔“ سعد نے دیکھتے ہی گھٹو کیا۔ سب شیل پر اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اور کھانگا رہی تھی۔  
 ”میری ٹیوٹ ڈش۔“ وہ مینو دو کچھ کر خوش ہو گئی۔ اس نے سب سے پہلے مسالا بھری چھلکی کی طرف ہاتھ بھرا تھا۔  
 ”ر میں کا فون آیا تھا۔“ وہ کل جمیں لینے آ رہا ہے۔“ ای نے بتایا تو اس کا ہاتھ در میان میں ہی رک گیا۔  
 ”ہی آپ نے بتایا نہیں۔“  
 ”ہیں۔“ ای نے کہا کہ تمہیں خود سے فون ڈانڈے سے بھی آگے آگے ہارے ہلا پھینچے ہیں۔ ہو نا ہے تم کو لوگ تمہیں اتنے اب خود بتاؤں میں اور کتنا اصرار کروں۔“ وہ بے چارگی سے گویا ہو گیا۔  
 عینا کا گلہ ہے۔ ہی اول اجاوت ہو گیا ہے کہ من ای بارشوں میں جلنے کے خیال نے اسے پریشان کر دیا تھا۔ کتا اور شہر کی کچھ اجاوتوں اور بے ایہوں سے بھی ٹھیک نہیں ہوتی تھی۔ یوں لگتا ہے ساری اجاوتیں

حیرت ہی تھا۔ حالانکہ عہنا کے اپنے گھر والے وہیں موجود تھے۔  
 وہ اٹھ کر رئیس کے قریب آئی تھی۔  
 رئیس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ مسکرایا اور پھر سے بچے پر جھک گیا۔  
 ”آپ کو تو اب بچے کے سوا کچھ اور سوچنا ہی نہیں ہے۔“ وہ خفا سی ہو کر اٹھنے کو تھی جب رئیس نے اس کی کلائی پکڑ کر بھیج لیا۔  
 ”یہی تو کوئی بات نہیں جاناں!“  
 ”یہی ہی بات ہے۔“  
 ”بس یا راجھے یقین نہیں ہوتا یہ جیتا جاگتا وجود میرا ہے۔“ رئیس کے بچے میں بے یقینی سی تھی۔  
 ”حد ہے دیوانگی کی رہیں یا اس میں بے یقینی کی کیا بات ہے۔ آپ کے سامنے ہی تو ہے اب دیں اسے مجھے فیڈ کروانا ہے۔“  
 عہنا نے بچے کو گود میں بھر لیا تو رئیس نے سیدھے ہو کر دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھ لیے۔ وہ عین اس کی نگاہوں کے سامنے تھی۔ سیاہ بال بڑھ کر کندھوں سے نیچے آگئے تھے۔ میک اب سے میرا شفاف چہرہ بتا نہیں وہ مزید خوبصورت ہو گئی تھی یا اسے نکلنے لگی تھی یا یہ حسنا کا نور تھا جو اس کے فریبی مائل وجود کو بھی ایک الونسی روپ دے رہا تھا۔  
 وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے بکھرے بال ہاتھ سے سمیٹتے ہوئے بولا۔  
 ”تمہارا بدن نکھر رہی جا رہی ہو۔“  
 ”مصلیٰ ہو گئی ہوں، بیچ سی نکلنے لگی ہوں۔ آپ مجھے بتائیں مت۔“ وہ برجستگی سے گویا ہوئی۔  
 رئیس کا اقبالہ بے ساختہ تھا۔  
 ”یا گل۔۔۔ کبھی خود کو میری نظر سے دیکھو۔“  
 ”آپ کو مجھے دیکھنے کی فرصت سے ساری محبتیں تو یہ لے گیا ہے۔“ وہ شکوہ کنناں بچے میں گویا ہوئی۔  
 ”بٹھے سے رقاہت۔“  
 ”جی نہیں۔“  
 ”پاک گل! یہ تحفہ بھی تو تم ہی نے مجھے دیا ہے۔“



اس نے اٹھ کر کھڑکیاں کھول دیں۔ دوسرے کے جھانسی  
 بیٹے تھے۔ گن پورے کا اورادھویپ سے پھر اکیسواں  
 کی اور بی بی زینب درختوں کی چھایا میں آ بیٹھی تھیں۔  
 بی بی زینب کی گود میں اچھ تھانہ جیسے وہ تواتر سے چٹھی  
 بزل رہی تھیں۔ دوسری پکھی اوراں کے ہاتھ میں  
 جو تپا پتھیں پر ان کی گل میں گویا ہوا ہے وہی گمراہ  
 میں چھٹی تھانہ۔ اُس کے درخت پورے پھرے تھے جن  
 میں چھٹی چھائی کوئل میں بھی کبھی ہی کوئی گمراہ  
 اس سستان اور کم دھیر میں چڑیاؤں کی چھٹیا میں ہلکے  
 ہلکے ڈھنگ سے ڈال رہی تھیں۔  
 عینا کی نگاہ اس چھوٹے سے گمراہ پر جاسی کی  
 ایک دن وار کے ساتھ گلیوں کا چھنڈ چھل کر دور تک چلا  
 گیا تھا جس پر اپنی سفید گلیاں کھلتی تھیں کہ اس کا سبز  
 رنگ بار پڑ چا تھا۔ یہ کہ نظر آواں گمراہ کا گھر معلوم  
 ہو اور اٹھا کر یہ کسی کی نظر آواں گمراہ کا گھر اس کے چکا کا  
 برس قبل انتقال ہو چکا تھا۔ بی بی کوئی تھا نہیں اس میں وہ  
 چڑیاں نہیں۔ وہ دنوں شادی شہدے چلی آئی اس سے مننے  
 آئی تھیں۔ ساڑھے چارٹ کے سختی سے وجود کو  
 دیکھتی تھیں اس میں جو گمراہ اس نے ساری عمر گمراہ کی اصل  
 کی آئی ہے۔ اتنی پہنکی سے بدلتی تھیں گمراہ کو کھانگی  
 کا کوئی پھلہ۔ چھٹیں میں آٹا تھا۔ وہ بی بی کی املاں  
 تھیں۔ بیٹھنا پانچ وقت تھیں۔ اچھ کو ہزار دہائیہ  
 دا۔ دعادی اور پھلی تھیں۔ ان کے جانتے ہی میں نے  
 بہت گمراہ کی تھی ہی تھی۔ وہ ڈوٹ پھینچا تھا۔  
 عینا پکا کا کوئی۔  
 لاش آئی تھی۔ وہ گولیاں بھڑکے کے ہٹ گئی۔  
 بہاں دھیر پڑ چھ زیادہ ہی طویل ہوئی تھیں۔ کسی  
 طرف لڑنے میں نہ آئیں۔ تب ہی ارواہ کھلا بی بی  
 اہنبا اچھ کو لے لیا۔  
 "اسے ہواک لگی ہے۔"  
 عینا نے اچھ کو کوشش کی۔  
 زینب دایبیں چلی گئی تھیں۔ وہ اچھ کو فیدہ کروا تے  
 اس سے اس سے ہائیں کرتی رہی۔ وہ سو گیا تو اسے کٹ

اسے گاؤں آئے تھے اور ان تھاں میں بہت پریشان  
 ہو تھیں۔ انہوں نے عینا اور دوسریوں کو روکنے کی بہت  
 کوشش بھی کی تھی۔ یہ میں نے انہیں لگا کہ کہہ کر  
 خاموش کر دیا۔ عینا میں جاتی تھی۔ بہر حال وہ لوگ  
 گولیاں چکا کر گئے۔ دوسری پکھی اوراں کے پتے بہ دوبارہ  
 دیکھیں چکا کر تقسیم کر دیاں تھیں۔ بے طوائی بی بی زینب  
 میں اسے سمان بہت آہستہ تھانہ۔ تین دن طغلیاں تھیں  
 رہی تھی۔ وہ بھی اچھ کو بی بی بی زینب کے پاس  
 آ بیٹھی۔ آئے دایبے مزاج میں غور و خوض اور بیچوں میں  
 طغلیاں پانچا کر تھی اور بہت تھیں۔ انہیں بدلتی گمراہ  
 بی بی زینب سے زیادہ دوہاں بیٹھے میں نہیں دیکھیں۔  
 فوراً کسی کسی ہلکے آٹھادوشیں۔ ہلکی میں کے پاس  
 اور توں کا ہاتھ بڑھا رہا۔ وہاں بی بی میں اپنی فوراً اچھ کو  
 اس کی گود میں لے کر گیا۔ حکم دیتیں "ہاتھ" عینا  
 سارا۔۔۔ جیسے اس سے ہانا جاتی ہوں۔ عینا  
 نے محسوس کیا کہ وہ اس کا غور و خوض زیادہ تھا۔ تینا زینب  
 میں کر تھی اور اچھ کو کسی کا سایہ بھی نہیں بڑے رونا  
 جاتی تھیں۔ شام کو باقعدگی سے ان کی نظر  
 اتر آئی۔ وہ یہاں بھی بس اپنے کمرے میں محسوس  
 ہو کر کہتی تھی۔ کہ میں اس سارا دن اپنے کماؤں میں  
 مصروف ہوتے تھے۔  
 "مجھ کو اسے مانگوں اگر فارغ نہیں ہوتے۔"  
 اس کے اعتراض کے جواب میں دوسری نے اپنی  
 مجھ کو بیان کی۔ عینا کی سمجھ میں نہ آتا وہ یہاں  
 کیوں آئی کیا چیز تھی جو اس کی طرف چھینچ  
 تھی۔ ان کے مننے لگے گولیاں ہل کر آؤں اور بے حد  
 وسیع و عریض محسوس میں بہت پھیلے ہوئے آدم اور  
 جاسن کے درخت تھی چھایا کے رہتے تھے۔ وہاں  
 چھٹی چھٹیاں ان کے درمیان پڑا تھ۔ گمراہ نے ان کا  
 تھوڑے تھوڑے مشام اور گولیاں لٹکے تھ۔ جانے  
 تھی۔ یہاں آتے جاتے لوگ، حوتی کا گولی کا بادیا  
 گیت پورا دن لکھا رہتا۔ چھٹی تو ایسا نہ تھا جو اسے  
 اپنی طرف چھینچتا۔  
 "پھر میں سمان آئی ہیں؟" لاش چلی گئی تھی۔

وہ تنگ کر کے کوشش کیے۔ سمان کی تھی تھیں کہ  
 پچھ ہو ہو سوری میں تصور ہے۔  
 "سمنہ پھر کہا کٹ لگی؟"  
 "میں نے کیا کیا ہے۔"  
 "پھر گئی۔"  
 "تب پھر تو بی بی سمان میں اٹھا اچھ اسراں محبت  
 کرنے لگا اور اور اور اور اب اور کھٹے لگا چاہیے۔"  
 اس کے لیے میں سکون ہی سکون تھا۔  
 "پھر چھٹی پھر تھا کوئی اور سمنہ بی بی۔"  
 عینا کے ذہن میں پھر کا سوا سا ہونے لگے گولیاں  
 موڈ کر تھی کو کھلا۔  
 "ہو گیا کوئی کی نہیں ہے؟"  
 "میں میں ہوا تو ضرور۔"  
 "تو کس کے پس منہ سے پھلے وہ کہ کریں جو مانگوں  
 گی ہیں گے۔"  
 "یہ میں کی زبان ہے کہ جاباب۔" وہ اپنے  
 مخصوص لیے میں گویا ہو اور اس کے بعد وہ جاتی تھی  
 وہ اپنی ہی بات سے ایک اچھ میں بے گناہ تب ہی  
 آہستگی سے گویا۔  
 "تھے گاؤں کے جائز۔"  
 ساتھ ہی اس کے چہرے کے ساڑتھ مانچنے  
 وہاں جلد جلد تھی چھائی کی۔ ایک لوگ سمان لے  
 کر وہاں آچھے کہہ گاؤں پر لڑکوں سے تنگ کر اسے  
 دیکھنے لگے۔ عینا کو اس کی نگاہوں سے اچھ ہونے لگی  
 "کیوں پھر چھٹے ہو؟"  
 "آپ کیوں نہیں لے جانا چاہتے؟" وہ اپنا پوتھے  
 لگی۔  
 "عینا"  
 "آپ سمنہ کر رہیں۔" وہ تیزی سے گویا ہوئی۔  
 "میں اب سمنہ کر کے دیکھنے کا پھر ایک لوگ  
 سمان لے کر رہ گیا۔"  
 "تنگ ہے۔ تیار ہی کر لیا پھر گاؤں جائیں گے۔"

یہاں تک گئے۔  
 "کیوں میرا گھونسا آتا ہے؟" "ہنا ہنی۔"  
 "گھونسا کیسا ہے؟" "تور کے جس میں اشتیاق دو آیا۔"  
 "جیسے سارے گھونسا ہوتے ہیں۔"  
 "ہاں ہم نے تو جیسے سارے گھونسا کیسے ہیں۔"  
 "گھونسا کی جو ہے سے الغر اور خوبصورت نیارے اسے میرا سلام کہتے۔" "رہیو اور سہ کے ہاتھ میں تھا۔"  
 "یہ سید نور کی قلموں کا گھونسا نہیں ہے۔" "یو پی بھول بیٹھتی باتوں میں کل بس ہوئی تھی۔"  
 "یہاں بیٹھی۔" "تور اس پر اسراں میں اسی آئی تھی۔"  
 "کیا ہے؟" "اسے یوں پریشان دیکھ کر اس نے رہیو پر ہاتھ رکھا۔"  
 "اس کا کرے میں نہیں ہے۔"  
 "کیا مطلب کرے میں نہیں ہے۔" "ہنا نے ابھی کر پچھا۔"  
 "میں آپ کو کئی فون کا بتانے آئی تھی۔" "واپس مٹی تو کاغذ کاٹ میں نہیں تھا۔" "وہ ہارز میں تھی۔"  
 "ہاں جی کیا اس دیکھو بی بی نازب نے مٹی ہوں کی۔"  
 "اور ہر جی میں ہے۔" "بہی بی بی تو میری کھل اور جیڑا دین کی۔" "وہ دینے لگی۔"  
 "تور میں تمہیں بعد میں فون کرتی ہوں۔"  
 "رہیو اور رکھ کر وہ بیوقوف قرار سے کرے میں آئی۔"  
 "کہہ رہا تھا۔" "آن واحد میں پورے کرے میں گیا تھا۔"  
 "ہنا عینا کی حالت برسی تھی کہ وہ خود کو سنبھال رہی تھی۔"  
 "کہہ کرے انور سے اتنی جلدی کون لے جا سکتا ہے۔" "میں نے کہا تھا تمہیں کیا اس جلاوٹ تمہاراں نہیں رہی تھی۔" "وہ انور سے لڑت پڑی۔"  
 "میں تو اس کو بھڑکی کر کے۔" "وہ منہ مار رہی تھی۔"  
 "ارے کون تو میں کو خبر کر۔" "ہاں میں نے ہائی۔"  
 "بی بی نازب کی آواز بکھ اور دیکھی ہوئی۔"  
 "ہاں میں نے چونک کر نازب کی طرف دیکھا تو اس نے لہجہ میں سر ہلایا۔"  
 "تو جلدی کوئی حویلی سے باہر نہیں جا سکتا مگر حویلی کے اندر تو۔"  
 "خود حویلی۔" "ہاں میں نے کہا تھا۔"  
 "ہنا بھڑکی کر لوں گا چھوڑ دیتے گی۔"  
 "اس سے قبل کہ نازب ہنر لکھی۔" "چاہی اندر آئیں اور ان کے بارے میں اس امر تھا۔" "ہنا نے سمجھ کر احمد کو ان سے کہا۔"  
 "چاہی آپ کیا کیا۔"  
 "وہ نہ بھڑکی۔" "چاہی تے خرم خرم شرمہ دی نگاہاں جی۔" "وہ سبھیک ہے شام کو رہیں آئے گا تو بات کر سیں گے۔"  
 "ہاں میں نے بے حد رکھائی ہے کہا۔"  
 "چاہی سڑھ کا ہاں رکھ لگی تھی۔"  
 "ہاں جی احمد چاہی کے پاس کیوں تھا اور خدیجہ۔" "ہنا نے پوچھا جاہا۔" "کہہ دو میان میں ہی بول آئیں۔"  
 "احمد کو میرے پاس چھوڑ جاؤ اور تم اپنے کرے میں جاؤ۔"  
 "ہنا کو بڑبڑ کچھ پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی تھی۔" "مگر رات کو وہ میں سے ڈر کے بنا نہ رہ سکی۔" "وہ خاصی دیر سے لوٹا تھا۔" "اس کے پاس خاصی دیر سے آیا تھا۔" "ملا کہ وہ جا چکی تھی کہ رہیں کئی دیر پہلے ہی واپس آ چکا تھا۔"  
 "میں تیری سے کہاں تھے آپ؟"  
 "ہاں میں کے پاس تھا۔" "اس نے لیٹ کر آنکھیں موند لیں۔"

ہنا نے جواب نہیں دیا۔ ابھی کہہ کر وہ اسے تک لگا اور باہر نکلتے گی۔ حویلی کوئی گھنٹہ۔  
 "کون تھا مجھی۔" "وہ ملازمہ سر۔" "وہ میں اس کے پیچھے چلا آیا۔"  
 "ملازمہ نہیں تو نہیں تھی۔"  
 "اس بھری دیکھیں اور کون ہوں پتلا ہے؟" "وہ سر سر ایسا اور ملازمہ سر سر نہیں تھے۔"  
 "رات کو سونے کے لئے کچھ تو پاس کی لگا ہوں گے سارے تھا۔ اگرچہ اس نے ایک ہی کوئی دیکھا تھا کہ وہ اسے ہی وضاحت سے سوچ گئی تھی۔" "جیسے حد گوری رنگت۔" "ہنا نے نظر نٹوش اور ان سے چمکتا دکھ رہی تھی۔" "کلیف اور کچھ اور ہیں۔" "بھگہ ایسا ہنا خوش تو رہی تھی مگر کچھ نہیں یاد رہی تھی۔"  
 "اس نے ہاتھ میں ہاتھ میں لہائی سے بھی پوچھا تھا کہ وہ میں کوئی ان سے لئے آیا تھا مگر انہوں نے یہی کہا۔"  
 "تو وہ دیکھیں کون آئے گا۔"  
 "تو وہ کون کی اور اتنی جاگک یہی کیوں آئی؟"



وہ خود میں دوڑا لگتے کے عمل کو بے حد دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔ سہاں کی ہاتھوں زہد ہاتھ دینی کوئی کئی مل دے جا کر ہے۔ حویلی دینی کئی ہو اور جب وہ دینی لگانے کو بھینتی تو ہنا کا دل دھک سے رو جا رہا ہے۔ لگائی لگا ہواں سہاں اور خود پورے کا پورہ تھوڑے تو میں جا کر ہے۔ کہہ رہی ہے۔ ہوتے سے دینی کا سر ہونے کی ہونا۔" "فضا میں کرم دینی کی سونہرھی سونہرھی منک بھلی ہوئی تھی۔"  
 "ہاں عینا آپ کا ٹیلی فون ہے۔" "تور ان بھائی آئی تھی۔"  
 "تمہاراں کیا؟"  
 "میں۔"  
 "تم اس کے پاس جاؤ۔" "وہ لے کہہ کر اندر چلی گئی۔" "فون توڑ تھا۔"  
 "یہ تمہیں گھونسا جا کر کہاں بیٹھ گئی ہو؟" "وہ چھوٹے





# پاک سوسائٹی فلٹ کام کی عکس پہلے پاک سوسائٹی فلٹ کام نے فلٹ کیا ہے مجم خاص کیوں نہیں :-

- ✦ ہائی ٹیکنی ہائی ڈی ایف فلٹر
- ✦ ہر ای ایک آن لائن پڑھنے
- ✦ کی سہولت
- ✦ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف
- ✦ سائزوں میں ایڈوٹنگ
- ✦ بے کم از حدی حدوں والی قیمتیں
- ✦ نگران سیریز اور مظہر کلیم اور
- ✦ این جی کی تھم ریش
- ✦ ایڈیٹری ٹکس، ٹکس کو پیسے کمانے
- ✦ کے لئے شریک نہیں کیا جاتا
- ✦ ہر ای ایک کلاڈرکٹ اور رڈیو م ایبل لنک
- ✦ ڈاؤن لوڈنگ سے پہلے ہی ایک کاپی پر یو
- ✦ پری سنٹ کے ساتھ
- ✦ پبلک سے موجود مواد کی پیٹنگ اور اچھے پرنٹ کے
- ✦ ساتھ جدید
- ✦ مشہور مصنفین کی شیب کی تھم ریش
- ✦ ہر کتاب کالم کیلین
- ✦ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیٹے نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

مادہ ویب سائٹ جہاں ہر کتاب فوراً دے دی جاوے گی اور غلطی کا جتن ہے

✦ ڈاؤن لوڈنگ کے بعد پوسٹ پر ہنر و ضرور کریں

✦ ڈاؤن لوڈنگ کے لئے ہمیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤن لوڈ کریں [www.paksociety.com](http://www.paksociety.com)

اپنے دوست اہباب کو ویب سائٹ کا لنک ویڈیو متعارف کرائیں

## WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan

Like us on Facebook [fb.com/paksociety](https://fb.com/paksociety)

 [twitter.com/paksociety1](https://twitter.com/paksociety1)

کچھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے پاس جا کر دوں۔ کیا  
 جی کے پاس جنہوں نے کہا تھا، ہم نے تمہارے لیے  
 بہترین شخص کا انتخاب کیا ہے۔ یا اپنی اہلیہ کے پاس  
 جنہوں نے ڈھنگ سے چھان بین کی ضرورت ہی  
 محسوس نہیں کی اور یہ۔ اس نے سر اٹھا کر ریش کو  
 دیکھا۔  
 "کتنے چہرے ہیں لوگوں کے"  
 اس نے دُکھ سے سوچا۔  
 "میں تمہیں بتانا چاہتا تھا مگر"  
 "نہیں آپ بھی مجھے بتانا نہیں چاہتے تھے۔  
 آپ صرف دُکھ کاوانا چاہتے تھے مجھے اور خدیجہ کو  
 بھی۔ اور میں نہیں نے آپ کو کتنا اور چھتا ہلائے سوچا  
 تھا کہ یہ وہ شخص ہے جو اپنی اہلیہ سے نہیں بچتا سوچا  
 اسے ملازم کے بننے کے لیے بھی فکر مند رہتا ہے۔ وہ  
 کبھی کسی کے ساتھ برا نہیں کر سکتا۔ اور آپ کیا آپ  
 ٹھکے"  
 ریش اس سے بچنے کا کہہ گیا، جو کچھ بھی کہہ رہی  
 تھی وہ سب سننے میں تین جناب بھی۔  
 "عینا سب مصلحت کا قاضی تھا۔"  
 "دُکھ کو مصلحت مت کہیں۔"  
 ریش نے کچھ کہہ کر اپنا اگرو پھرا لیا بھی۔  
 "بات تو سنیں ریش جو کچھ خدیجہ کے ساتھ ہوا وہ  
 قسمت کی تسمیر تھی جی کا تقدیر بگوانا۔ وہ تو وہ لوگوں کو  
 تھا بلکہ خدیجہ کو دیکھ آپ سے زیادہ بڑا تھا۔ لیکن آپ  
 نے کیا کیا اس عورت کو پاگل ہونے کے لئے بالکل  
 اکیلا چھوڑ دیا۔ اسے ہی احمقوں میں لیا ہوا۔ میرے  
 ساتھ تو دُکھ کا کیا تھا۔" آخر میں اس کا بیٹا بلا سا مضر  
 لہے ہوئے قتلہ ریش خاموشی سے برا تھا۔ بالکل  
 خاموش شاید اب اس کے پاس کتنے کچھ تھا ہی نہیں  
 اور عینا سوچنے لگی تھی۔  
 "کاش وہ لے لیتی عینا ہوتی سب کچھ چھوڑ چھاؤ  
 یہاں سے بھاگ جاتی۔  
 "عینا! چلو شہر چھوڑیں ہاں ہاں۔ ہماری زندگی تو ہیں  
 سے شروع ہوئی تھی۔ یہاں سے تمہارا۔"



”میں تو بھی شرم نہیں جا رہی۔“ وہ دو ٹوک نہیں ہے گویا ہوئی۔ رہیں تو چیک کر اسے دیکھا۔

”کے لیک سوچ رکھا ہے؟“  
”ابھی تو کچھ بھی نہیں سوچا لیکن یہ بے طے ہے میں ابھی کرنا چاہتی تھی۔“

ماں بی بی نے کسی منذرت کی تھی کہ وہ جانا تو چاہتی تھیں عمر بھر کی محبت اور سہل کو بھرانے کے خیال نے زبان روک لی تھی۔ عینا نے کچھ نہیں کہا خود کوئی سے سنی رہی۔ اس معاملے میں مختار سوچا اور نہیں سمجھے اس سے نہیں زیادہ ملتی تھیں۔ انہیں کالوں کا عقاب وہ آجاتی تھی مگر چٹیاں نہیں مل رہی تھیں۔ امجد کی پیدائش وہ صرف ایک ہفتے کے لیے تھی مگر عینا نے اس سے نارل انداز میں بات کی تھی۔ وہ خود اپنے دماغ کے کچھ نہیں یاد رہی تھی۔



”بھائی صاحب کے ہاں شادی کے دس سال گزرنے کے بعد بھی اولاد نہ ہوئی گی اور میں بچوں کی باہن بنی گی۔ جب رہیں ہرگز ہوا تو شاید بچے باہل کی بھی تبتھی اسے رہیں کے ساتھ منسوب کر دیا تھا۔ خدیجہ کے پرائیوٹ ایف۔ بی۔ سی کے ساتھ۔ اس نے تو ہمیں محل کی کینٹین واری شادیوں کو توڑی کی شادی کر دی۔ رہیں مزاج کا چھپا ہے خدیجہ کو خوش رکھا تھا اس نے۔ ہاتھوں کی طرح راج کرتی تھی مگر۔“

”کیسے کیسے صدمہ بھی آواز کرے گی خاموشی انھیں ابرنا تھا۔ پورا کر رہی تھی۔ وہ خاموش ہو گئیں تو کورے کے کوئے کوئے نے شائے کا راج ہو گیا۔ عینا نے بے چینی سے پہلو باندھے ہوئے خدیجہ کو دکھا۔ وہ چاچا پائی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ بے چال پلوم پر ڈال رکھا تھا۔“

وہ جب ان کے گھر کی تو چینی نے بے حد حد سے ت اسے دیکھا تھا۔  
”م۔“

وہ شرم سے ہی ہوئی۔ شاید اسے یہاں نہیں آتا تھا جسے تھا مگر بی بی نے اسے اندر لے کر اسے دیا تھا۔ باہر سے اگر اس نیم نازک گھر میں کچھ بھی بچھائی۔ یہ تھا خدیجہ کی آواز اور بھی۔

”ہی ہاں سے یہاں سے چل جائے۔“  
تبتھی عینا نے دیکھا اور کچھ نہیں چلی تھی۔  
”خدیجہ۔“  
عینا بی بی نے کچھ دیکھ کر خدیجہ کے وہ بیٹے مندر ڈال لیا تھا اور تبتھی اس کا سہا پہن پڑی تھی۔

”بہت علاج کروا لے۔ رہیں بوسے بوسے ڈاکٹروں کے پاس لے کر گیا۔ بظاہر تو سب ٹھیک ہو نا تھا مگر ہیرا۔ منے ہاں تبتھی نے ذمہ سلامت پورا کرنے کے چند مہینے بعد بھی ختم ہو گئے۔ رہیں کی کیا کرنا تھی اور کئی شادیوں کو گوری ہو گئیں۔ خدیجہ سلامت سے ہمیں خوشی ہے بات کی۔ رہیں بھی کبھی یہ دیکھی تھی وہ جانی ہے۔ جب سے سا کہ تم کوئی ہو تبتھی میں حال ہے۔ لیکن کچھ اٹھالی۔ تبتھی تھی اگر یہ رہیں کا ہے تو میرا بھی تو ہوا۔ اب کتنے دنوں سے مختار میں پڑی ہے۔ انہوں نے ایک سزا وہ بھری اور تبتھی سے بیخبر کے وانے کرانے لگیں۔ خدیجہ نے وہ بیٹے بنا کر عینا کو دکھا۔“

”تم امجد کو ساتھ لے آئیں۔ میں تو صرف اسے دیکھا تھا۔ تم کو اپنا راز کرنا چاہتی ہوں۔“

”وہ ان کی شادی کا تھا۔“  
”میں تم سے منذرت کرنا چاہتی تھی۔ وہ خدیجہ کے چہرے پر۔ اس دن مجھے لپے لپا ہوا تھا۔“ وہ اس وقت باکل نارمل تھی۔ وہ بھولتی تھی کہ ابھی کچھ لمحے اس نے اس قدر مختصر سے اسے یہاں سے چلنے کو کہا تھا۔

”اس کی ضرورت نہیں خدیجہ! میں تماری کیفیت سمجھ سکتی ہوں۔“ عینا نے ثابت سے جواب دیا۔ وہ اس عورت کے لیے اسے مل میں کچھ خاص جذبات محسوس کرتی تھی اسے ایک گیارہ مہینے محسوس نہیں ہوا تھا۔ اس کا عورت کے ساتھ رشتہ کیا ہے۔

خدیجہ خاموش رہ کر وہ نے کی کناری اوپر بیٹھے گئی پھر اس نے سر اٹھا کر عینا کو دیکھا۔  
”تم نے کبھی ملنے کی اذیت سے ہی عینا میں ہر روز ملتی ہوں۔ میرا جو ہر وقت اکساں اور کبھی اک میں جلا رہتا ہے۔ کبھی سے جس میں دن سے رات کرتی ہوں۔ مجھے لگتا ہے کہ میرے دھوڑے قدر و قدر و قدر صحیح جا رہے ہوں۔ پورے نو گھنٹے۔“

عینا بی بی نے کچھ دیکھ کر خدیجہ کے وہ بیٹے مندر ڈال لیا تھا اور تبتھی اس کا سہا پہن پڑی تھی۔  
”بہت علاج کروا لے۔ رہیں بوسے بوسے ڈاکٹروں کے پاس لے کر گیا۔ بظاہر تو سب ٹھیک ہو نا تھا مگر ہیرا۔ منے ہاں تبتھی نے ذمہ سلامت پورا کرنے کے چند مہینے بعد بھی ختم ہو گئے۔ رہیں کی کیا کرنا تھی اور کئی شادیوں کو گوری ہو گئیں۔ خدیجہ سلامت سے ہمیں خوشی ہے بات کی۔ رہیں بھی کبھی یہ دیکھی تھی وہ جانی ہے۔ جب سے سا کہ تم کوئی ہو تبتھی میں حال ہے۔ لیکن کچھ اٹھالی۔ تبتھی تھی اگر یہ رہیں کا ہے تو میرا بھی تو ہوا۔ اب کتنے دنوں سے مختار میں پڑی ہے۔ انہوں نے ایک سزا وہ بھری اور تبتھی سے بیخبر کے وانے کرانے لگیں۔ خدیجہ نے وہ بیٹے بنا کر عینا کو دکھا۔“

”میں تم سے منذرت کرنا چاہتی تھی۔ وہ خدیجہ کے چہرے پر۔ اس دن مجھے لپے لپا ہوا تھا۔“ وہ اس وقت باکل نارمل تھی۔ وہ بھولتی تھی کہ ابھی کچھ لمحے اس نے اس قدر مختصر سے اسے یہاں سے چلنے کو کہا تھا۔

”اس کی ضرورت نہیں خدیجہ! میں تماری کیفیت سمجھ سکتی ہوں۔“ عینا نے ثابت سے جواب دیا۔ وہ اس عورت کے لیے اسے مل میں کچھ خاص جذبات محسوس کرتی تھی اسے ایک گیارہ مہینے محسوس نہیں ہوا تھا۔ اس کا عورت کے ساتھ رشتہ کیا ہے۔

”میں تم سے منذرت کرنا چاہتی تھی۔ وہ خدیجہ کے چہرے پر۔ اس دن مجھے لپے لپا ہوا تھا۔“ وہ اس وقت باکل نارمل تھی۔ وہ بھولتی تھی کہ ابھی کچھ لمحے اس نے اس قدر مختصر سے اسے یہاں سے چلنے کو کہا تھا۔

”اس کی ضرورت نہیں خدیجہ! میں تماری کیفیت سمجھ سکتی ہوں۔“ عینا نے ثابت سے جواب دیا۔ وہ اس عورت کے لیے اسے مل میں کچھ خاص جذبات محسوس کرتی تھی اسے ایک گیارہ مہینے محسوس نہیں ہوا تھا۔ اس کا عورت کے ساتھ رشتہ کیا ہے۔

”میں تم سے منذرت کرنا چاہتی تھی۔ وہ خدیجہ کے چہرے پر۔ اس دن مجھے لپے لپا ہوا تھا۔“ وہ اس وقت باکل نارمل تھی۔ وہ بھولتی تھی کہ ابھی کچھ لمحے اس نے اس قدر مختصر سے اسے یہاں سے چلنے کو کہا تھا۔



”میں تم سے منذرت کرنا چاہتی تھی۔ وہ خدیجہ کے چہرے پر۔ اس دن مجھے لپے لپا ہوا تھا۔“ وہ اس وقت باکل نارمل تھی۔ وہ بھولتی تھی کہ ابھی کچھ لمحے اس نے اس قدر مختصر سے اسے یہاں سے چلنے کو کہا تھا۔





# بھوکہ

”بھوکہ“ اس چار حرفی لفظ کی مفہومیت آج بھر بروز اولیٰ کی طرح روشن کی نظر ہرے چاند کی سے بھر کر نظر آنے والا ہے لفظ اندر اس قدر اہمیت سمیٹے ہوئے ہے میں آج پوری طرح محسوس کر سکتا تھا۔

بھوکہ پر تال کارا لہ کر کے ہونے بھوکے اس کی بیگنی کا قافیہ اپنا دہ نہ تھا۔ میرے پیسے ”مسلمان“ کے لیے جو مضامین میں بھی صرف جحد کے بعد روزہ رکھتا ہوں اور اس کے لیے اپنی بھاری ذمہ داری اخصاً اس قدر جانگھل اور روشاہرہ کو گناہ میں پھیلے ہی جان جاتا تھا شاید اپنی ضد منوانے کے لیے کوئی اور جائز طریقہ اپنا۔

آج دن میں انہوں نے ہونے سے پہلے ہی ایک بوہڑ اور انجان کا ایک دالہ تک پیٹ میں نہیں لیا تھا اور اس وقت میں بیستر پر ہانپتی ہے آپ بلکہ مرغ میل کی طرح خواب میں قتال لیں نہ صرف میری کیفیت سے واقف نہیں بلکہ گھر میں گئے والے کھانوں کی اشتہا اکثر غیر خوشیوں جیسے کسی طرح تریا ہی نہیں اس کا بھی انہیں بخوبی اندازہ تھا۔ جب ہی آج انوار کا دن ہونے کے باوجود انہوں نے بریلی اور پورا نفل کے بجائے محض ماہاش کی بھی ہوئی وال بنائی کسی کرا اسیں کیا معلوم کہ بھاری یہ خوشبو اس وقت ذکی بہترین سے بہترین ڈش کی خوشبو سے بھی زیادہ صلی معلوم ہو رہی تھی۔

تین دنوں سے میری خفاہ سے تمام قسم کے دالوں کو انوارہ تھا کہ میں ذرا بھی بھوکا ہوں۔ باہر جاتا تو ”باہر سے کچھ کھاتا ہوں“ کہہ کر انہیں معلوم ہی ہو جاتیں، لیکن میں نے بھی کہا پورا اپنا تھا۔ دن میں رہتی اور کھاتی اس بار کھانے میں سچا کھانا لیں گھر

لیکن جیسے میں نے کسی بے مثل لڑکی کا نام لے ڈالا ہو اور اس روز مجھے ماں کے بے چلک مودے کی سنجی کا احساس ہوا۔

اس کے باوجود میں نے انہیں سامنے نہیں کوئی کرنا چھوڑی۔ میرے ارادے کی پختگی اہل برہمنی واضح ہو چکی تھی مگر انہوں نے بھی ہار نہ مانے کا عزم کر لیا تھا۔ ایسے میں صرف ”بھوکہ بریک“ ہی ایسا آخری ہتھیار تھا جو ان کے لیے جاہد کو فکرت سے سلا تھا۔ سو میں تیار ہو کر اب کی بار کے بغیر بلا بھی گیا۔ اور واقعی اس ہتھیار کی طاقت کا مجھے اس وقت صحیح مفہوم نہیں آیا جب جوتے میں دن بھر نہال ہوتے ہوئے میں نے خود کو عالم خلی میں جانا محسوس کیا۔ اسی لیے ماں کا سونہرہ چومری دھندلانی ڈھکوں کے سامنے آئی تھا۔

”تھما کھلو میرے چاند! مجھے تمہاری خوشی لیں“۔ ”ماں کے الفاظ تھے یا آپ حیات میں نے بے آزاری سے اٹھنا چاہا مگر تیرا کہ نہ تیری اسی کے درمیان باغوں نے میرے من میں بریلی کا ناولہ ڈالا تو جان میں پھان پئی۔

اور پھر آگے کے سارے مراحل بڑی آسانی سے طے ہو گئے۔ ماں کے کہ والے مجھے بچپن سے جانتے تھے سو کوئی نکتہ اعتراض نہ اٹھا اور یوں وہ محبوب سستی مہری بنا دی گئی۔

وہ روز جسے میں نے برسوں سوچا تھا ”آج تک انگوٹھی کے عوض میرے نام لالہ ہو جا تھا“ اس کی نشہ کرنے سے خور کر گیا تھا اور اس شمار میں نے ماں کا بچھا بچھا بلکہ اچھی خاصی مانگوری سے ہر روز بھی نظر نہ کیا۔ حتیٰ کہ ماہین میری خواب گاہ میں مل گئی۔

وہ سو کر کے پھولوں جیسا اور جو میری خواہش پر سرنگ کے بجائے شریفی تک کے عویں جوڑے میں اہمات توبہ رکھن لگا ہوا تھا۔ میں نے اس لمحے میں اصرار۔

”ماں کی توبہ حسین چہو ہے جو میرے آئینہ دل پر نقش ہے۔“  
ایمینا سے سوچتے ہوئے میں نے اس کا ہاتھ تھام کر لیں سے اگایا۔

شادی کے بعد بھی اسی دن تک میں اس شمار میں







تذکرت سیمپا

# پیرا پیرا اور کی کہانی

ناولٹ

”پھریوں ہو گا کہ عید اعلیٰ کی آنکھیں آنسوؤں سے  
 بھر گئیں۔  
 ”فرات دودھ لہو کے اشکوں سے بھر گئے ہیں  
 وہ جن کے سینوں میں  
 الف لیلٰی کی سحر انگیز داستانیں دھڑک رہی تھیں  
 ان ہی کی روحوں میں  
 خوف کے عمد ہزار رنگ اتر گئے ہیں۔  
 ”مارا جلا سیک عید اعلیٰ،“ محبوب اللہ نے اس کے  
 کندھے پر ہاتھ رکھا۔  
 ”اسی جذباتیت اچھی نہیں ہے۔ قوموں اور ملکوں



کی زندگی میں ایسے مقام آجای کرتے ہیں۔  
 "یار! میری بیٹی مجھے میں نہیں آتا کہ میرا ہر طرز میں کیوں آگے ہو تمہیں تو اویسب ہونا چاہیے تھا۔"  
 چوہدری عظمت اللہ نے تیزی سے گلے ہوئے سرے اٹھا کر اسے دو گھنٹا اور ناک کی پینٹنگ پر آئی میک کو دبا دبا درد سے ناک کی پینٹنگ پر بنایا۔  
 "یہ بیڑ صاحب نے تمہیں عراق کے موجودہ حالات سے بھی بتانا سیکھ لیتے تو کیا ہے۔"  
 "کاش میری اولاد ہر باہن۔"  
 "یہ کام ہے یا نو۔" چوہدری عظمت اللہ کے ہونٹوں پر کلمہ ہی متکراہت ابھری۔  
 "درد لگتا اس وقت کہ ہے۔"  
 کہہ کر وہ بیٹائی منڈھی پر دوڑی ہے۔  
 محب اللہ نے نو عبدالمعلیٰ کی کرسی کے پیچھے کمرہ تھا جبکہ کمرہ تھا۔  
 "یار عبدالمعلیٰ! امیر خیال ہے اس وقت تم بیٹائی ہو رہے ہو، ہاتھ دوڑا لکھ لیتا ہے مجھ کو خود بخود ایڈیٹر صاحب پکارا چہ جائے گا۔" کہہ کر "میں تو اسے چھوڑا ہوں تاکہ محب اللہ خان! عبدالمعلیٰ نے کمرہ پیچھے کر کے محب اللہ کو دیکھا۔  
 "مگر کیا تاریخ کے چہرے سے درد لگتی وہ سفالی کے بیڑ نما اور بھی ماسکو گئے؟ نہیں محب اللہ! آؤ آؤ کی طرح تاریخ کے صفحات پر تم کہے گا جس طرح چاہا تو اور پچھلے زمان کی سفالی کو رقم کیا گیا ہے۔"  
 "لیکن اس سے کیا ہو گا عبدالمعلیٰ! اگر تاریخ کے صفحات پر یہ خبر تیزی سے پھیل گئی تو کیا یہ ہو ہر روز سفالیوں کو لگا، اسے چارے ہیں۔ وہ عورتوں کی خدمت و عصمت میں لگتی چاری ہیں۔" مصمم چوہدری کو بول کر کاشانہ بنایا جا رہا ہے کہ مصمم نے بار بار زندگی سیکھنے کے کمالی بولی جھٹکتیں واپس لو، سیکھ لی کیا ان خون لیتے نوجوان سینوں میں زندگی پھر مدعو کر کے گی

عبدالمعلیٰ بیاتو۔  
 محب اللہ کا ہاتھ پھراس کے کندھوں پر آگیا تھا اور عبدالمعلیٰ کو اس کی انگلیاں اپنے کندھوں میں کستی ہوئی محسوس ہوئی۔  
 "ہاں تم شایع کر سکتے ہو محب اللہ! عبدالمعلیٰ کی نواز دہ دہتی ہے۔  
 "جب ہم خود ہو گئے نہیں کر سکتے تو ہم تاریخ کے کندھوں پر سارا بار ڈال کر خود کو ہر طرح کے جوہر سے آزار کر لیتے ہیں کہ چلو ہم نے ان فرض ادا کر دیا اور باقی کام آؤ دلی سلیوں کا ہے کہ وہ اس خون تیزی پر فوسے لکھے اور مریٹھ کے اور پھیلی اسل کی ہے کسی کا تو کسے خاندان پر اراکہ کے زوال پر نئے نوے لکھے گئے ستونہ غریب! عقوبت اللہ اور پھر ستونہ ڈھاکا ہے کہ کچھ نہیں لکھا گیا نہیں۔"  
 "ستونہ ڈھاکا! چوہدری عظمت اللہ نے پھر لکھے لکھتے رہا کر انیس سو ستونہ اور محب طرح سے ہنسا۔  
 "تو تو یہی کل پر سوں کی بات ہے جب ہمارا دل بکلو سے ہوا تھا۔ لیکن میرا بیٹا نہیں جانتا کہ مشرق پاکستان میں کون سا ملک ہے اسے یہ تک خبر نہیں کہ کتنی دھن بھی کسی پاکستان کا ایک ساؤ تھا جو کاشا کو دیا گیا۔"  
 اس سے رگ کر یاد ہی باری دونوں پر ایک مغزینہ نظر آئی۔  
 "تو عزیز! میں! تاریخ سے کچھ نہ کر سکتے تھے آئے والی سوں کو آگاہی تو پڑی ہے ایک اہم اور توڑ سے کہ شاید یہ جیوں کی تقاضاں لگنے نہ وہ ہر اس میں شانہ کی سبق سیکھ لیں۔ تاریخ ہمارے ان آج کے نام والوں کو کبھی معاف نہیں کرے گی جنہوں نے نام کے صفحات سے تاریخ پاکستان کا نام ہی منایا۔ میرا میرا آخر مجھ سے پوچھتا ہے ہاں یا نہیں ملک کا نام ہے ہیں اور کیا اب بھی کسی بیلا کے ساتھ اس ملک سے گئے تھے۔ میں کہتا ہوں زیادہ ہمارا ہی ملک تھا تو جرنلی سے مجھے دیکھا ہے ہمارا ہی تجربہ تو کبھی نہیں

اس نام کو کوئی ملک نہیں ہے۔" میں شرمندہ ہو کر سر نہکا تاکہ میں اسے کچھ نہیں کہہ سکیا تو پاپیلا سے اچھا ہوں کہ وہ کہیں نہیں بول جاتے مشرقی پاکستان کو دیکھیں بنے کو اچھا ہے۔ لیکن میں ہا با کے ذہن و دل سے مشرقی پاکستان کو نہیں بھل سکتا۔ ملک تاریخ کو سحر کر "وہ۔"  
 اس نے بیڑ پر رکھا ہوا علم اٹھایا اور پھر جھک کر یوں انسا کہ لکھتے لکھتے وہ بہت دیر سے کوئی بیٹھا لکھ رہا ہو۔  
 "اور یہ کتابتا ہا میرے محب اللہ خان! عبدالمعلیٰ نے ایک کمری ماسٹی ٹی "ہم اپنی تاریخ کو سحر کرنے کے جرم ہیں۔"  
 "ہماری تاریخ صرف ایوں سے ہی مرتب ہوئی اور ایک میں کی ایک "محب اللہ کے لیے میں وہ کہہ رہا تھا۔  
 "اور ابھی مزید کی ایک جتم میں گئے۔" وہ ہنسا۔  
 "یہ چوہدری عظمت اللہ کس آج بات پر غصہ کیا تھا ہے کہ کہ ان کا بیٹا نہیں جانتا کہ مشرقی پاکستان بھی پاکستان کا ہی حصہ تھا۔ کل آج بات پر رونے کا اگر اس کا بیٹا اور بھتیگی اولاد یہ تک نہیں کہہ جائے کہ ایک کیوں حاصل کیا تھا۔ اس لیے کہ آئین کے آئین نصاب میں سب باور لایا ہے کہ پاکستان کوئی اسلامی مملکت نہیں۔ یہ تو کسی اسلامی نظریہ کے تحت وجود میں آئے۔ بلکہ یہ تو وہاں میں کی مانی ہے وہ ایک سو سے لگ بھگ ہوا کر رہا تھا ہے۔"  
 "یہ تم کیا کہہ رہے محب اللہ؟" عبدالمعلیٰ نے اس میں یکدم اضطراب کو میں نے لکھ لکھ کر سچ کر رہا۔ ہونے میری جان! محب اللہ محوم کر اس کے سامنے دلی کر رہی ہے پوچھنا۔  
 "میرا بیٹا وہ بیٹائی کی تہمت ہے لگنے پر دور ہے ہیں اور ابھی تو آج وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے تہمت و تہمت لگنے پر آئے ہو جاتیں۔ کہ ہم نے اسے تہمت میں لکھا ہے کہ اگر پاکستان اسلامی نظریہ کی بنیاد پر

وجود میں آتا تو مشرقی پاکستان کے بجائے افغانستان اس میں شامل ہوتا۔ ارے! عقول! افغانستان تو ایک انگ ملک تھا۔ مصر کی تقسیم سے پہلے آڑوں پر کھانا تقسیم تو یہ مسفر کی ہوئی۔  
 "وہ وہی گاؤ! عبدالمعلیٰ نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔  
 "تو یہ ہی السلام علیکم کا زور لگو گئے ہوئے سید مجاہد حسین اندر داخل ہوئے اور ہاتھ میں چمڑا لٹافہ تھیلوں پر رکھا۔  
 "یہ کیا ہے مجاہد صاحب! ان کے سلام کا جواب دیتے ہوئے محب اللہ نے پوچھا۔  
 "تصاویر ہیں۔" اسی اعلیٰ صاحب نے وہی ہے۔"  
 مدنی صاحب اور مجاہد صاحب دونوں ہی اخبار کے ڈیوٹی راز فرستے۔  
 "کون کون اخبار فرستائیں۔"  
 "چند عربی جرنل کی خون میں تہمت نہیں سڑک پر پڑی ہیں اور قریب ہی چند امریکی فوجی کھڑے تھے گھارے تھے۔  
 رات ہی انہوں نے وہی وہی خبر سنی تھی کہ چند عربی نے اسکل سے کل کر اس پانڈہ امریکن کاڑھی کو دیکھ رہے تھے جو ایک خود شے میں پتہ ہوئی تھی کہ ایک مہاجر کر رہی جس میں امریکی فوجی سوار تھے انہوں نے انہیں تہمت لکھوائے تھے۔ بچوں پر کھول دیا۔ ان کے بچے ان کے گلوں میں لگے اور مصمم گھائی ہوئے ہونٹوں پر مسکراہٹ محمد ہوئی تھی۔  
 "یہ۔۔۔ یہ دیکھو عبدالمعلیٰ! محب اللہ نے تصاویر اس کی طرف بڑھا جس تو وہ تو ابھی تک سر پکڑے بیٹھا تھا اس نے سر اٹھا کر تصاویر کو دیکھا اور اس کے اندر سے ایک جہنمی خود کو دیکھ کر اندر ہی گیس گونج کر خاموش ہو گئی۔ وہ نم آگھوں سے تصاویر دیکھتا ہوا۔  
 اور یہ صرف آج کی بات نہ تھی۔





شروع سے ہی دورہ ایک شخص مخصوص ماحول میں رہنے کے ماحول میں ہیں۔ ہر ایک انڈیو نے آپنا کیریئر کے لیکن کر کے اپنا کارنے ان کی بات پر زیادہ غور نہیں کیا تھا۔ جہاں آرا کی بہت ساری باتیں مان لینے کے باوجود وہ بھی کھارنا پنی بات ہی مانتا ہیئے۔

”صرف چاروں۔“  
”اسے سمجھوئے دن۔“ بے اختیار اس کے لبوں سے نکلا۔  
”کو تو زیادہ دن رک جاؤں بلکہ حکم کرو تو وہاں ہی نہ جاؤں۔“  
”کیسی باتیں کرتے ہو احمد؟“ عزیزہ کے رخساروں پر رنگ سا منظر اٹھے۔ ”مجھے نے بعد بھوکے پیئے تھے۔“  
”کوشش کیا کرو یا رہیں! ان باتوں میں بڑے معنی ہوتے ہیں۔“ اس کی آنکھوں میں شہادت تھی۔ اس نے ہاتھ بھرنا کسی وی عزیزہ کے ہاتھوں سے لیا۔

”جنتا کہاں عزیزہ یادو عبداللہ بھی تھیں؟“  
”موجودہ اولیٰ عزیزہ کے سلسلے میں میرا بھی فرض بنتا تھا کہ ان کا ساتھ دینا کوئی اور بہتر نہیں تھا۔ انہیں عابد بھائی اور لڑکی کا بہت بھگتے تھے ان کے پاس سکن۔“  
”تو تو رہتے تھے ہم۔“  
”مجھے اچھا لگتا کہ دورہ داروں انہیں سبیلے میں بڑا فرق ہو ماسے جہاں آرا بیگم۔“

”عادلہ چدروری۔“ اس نے پڑھا۔  
”وہ تو کبھی یاد نہیں لاتی نا؟“  
”جی! عزیزہ نے خوش ہو کر کہا۔ ”عادلہ بہت لائق ہے۔ شروع سے ہی ہر جماعت میں اہل لائق ہے۔“

اور پھر انہیں خاموش ہونا پڑا تھا۔ گھر جانا تو لگا رہتا تھا۔ بہت شروع میں بھی جب عزیزہ کے والدین کے حوالے سے کوئی خبر ہو چھا تو اس نے سید کر کے لیے لڑو میں وہ کبھی کسی اور اس وقت حال کر کے لیے سب کو اٹھنے رہنے کا موقع ملا تھا۔ لیکن پھر بھی اپنی بے تکلفی نہ تھی۔ چنتی جان دو سالوں میں ہو چکی تھی۔ اس کی پوسٹنگ چند ماہ پہلے ہی کوئی ہوئی تھی اور وہ پورے تین ماہ بعد آ گیا تھا۔ اس کے پہلے کہاں سے تو آئے تھے ایک ایئر جلا آ گیا تھا۔ کس پانڈا کیس میں بیارہ دن بعد چکر لگاتے تھے۔ جہاں آرا ابھی جیجسٹ ہو گئی تھی۔ بیگم کرل بدایت اللہ کے ساتھ مل کر انہوں نے کئی این کی اوڈی کر کیتھت حاصل کر لی تھی۔

”پہلے تو تم نے کبھی ان کی ان خوبیوں سے متعارف نہیں کیا۔“  
”ایک بات تو یاد م دونوں کیا کیا علی جاب کے لیے انہوں نے جاری ہو۔ اگر ایسا ہے تو پھر تم کو کس نام سے۔“  
”میں نے سب تو مجھے عادلہ کے ساتھ جانا تھا وہیے۔“  
عادلہ نے بھی جاب کر رہی ہے۔ ایک پبلک سیکٹر چھٹی ہے وہاں ہر جنوں کی ایڈیٹنگ ویڈیو کرتی ہے لیکن وہ مطمئن نہیں ہے اپنی جاب سے۔ ”دراصل وہ کوئی تخلیقی کام کرنا چاہتی ہے اس سے بہتر۔“  
”دورہ۔“  
”میں نے آئس ورک ڈیو کرنا مشکل لگتا ہے میرا اور یہ کی کون جاب میں کرنے کا ہے۔“  
”یونے ایک اور جاب بھی ہے مگر کرنا چاہو تو۔“  
”کون سی۔“ عزیزہ کی آنکھیں پلکنے لگیں۔  
”میاں اور بچوں کی جاب۔“  
”مجھے تم۔“ اس کے رخساروں سے جھلکتی مسرتی

گئی ہو مئی اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ نہ کہتا عادلہ السلام علیکم کہتے ہوئے دروازہ کھلا ہوئی۔  
”مڈل کیری میاں آتے آتے۔“ اسے ہنسی چلا۔  
”میاں ہوتی رہو سے لوگ انتظار کر رہے تھے۔“  
اس سے عزیزہ کی طرف اشارہ کیا۔  
”دوری نہیں! انہیں انتظار کرنا زیادہ دورا اصل یہاں بھی کو عالمی کے ساتھ اسپتال جانا تھا تو میں پہلے ان کے ساتھ چلی۔“ نہیں تو بتا ہے کہ کیا کیا جاتے تھے وہ کھانہ کھاتی ہیں۔  
”کلی برا تھا تو کیا۔“  
”وہ تھے میں کچھ نہ کھاتی اور پھر پڑھی۔“ اس کو مل کھلی بیچیں کھا لیتا ہے اور سے ٹھنڈا پانی اور پھر یہ پڑھا اور میں سے کلام خوب صورت پیکٹوں میں بند ہو چھڑل کرنا ہے جانا تھا میں بچا ہوا اس نے بچوں کو مسلسل پتلا کر دیا ہے۔ کبھی عیالی کا ٹکا ٹھیک رہتا ہوتا۔ اس نے تفصیل سے بتاتے ہوئے اس کی طرف دیکھا وہ لکھ لگا رہا۔

”عادلہ نے کیا کی۔“  
”تم دونوں باتیں کرو میں تمہارے لیے پانی لے آؤں۔“  
”کونسا پتی بی بی لانا۔“  
”مجھے بتائے میں اسکو اٹھانا کر لاتی ہوں۔“  
”کیوں کیا بی بی کٹ کر رکھا ہے؟“  
”نہیں۔“ اس کے منہ میں پر افرہ سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

”کس کس چیز کا بی بی کٹ کریں گے سیدہ تو ہماری رگوں میں اتر گئے ہیں اور ہمارے کون کوڑھ لڑا کر دیا ہے۔ انہوں نے۔“ اسے اپنے بی بی کٹ جان کی یاد آ گئی تھی۔  
”ہاں تو ہے۔“ سیدہ بھی سیدہ ہو گیا تھا۔  
”مجھے ویسے ہی پسند نہیں ہے یہ بی بی کٹ اور اس طرح کے کلام سے شہادت دراصل بی بی کٹ کو کھلنے سے کارایاں دیکھتے ہیں ہوتے ہیں۔ یہ شخص فیشن سے دور تھا کچھ نہ دیکھتے ہیں۔“  
”میں کسی پسند ہو گی۔“ سیدہ نے بے حد سنجیدگی سے پوچھا۔  
”ہاں۔“  
عادلہ نے اپنی کسی وی ڈیو کر رہی تھی۔  
”زیادہ نہیں سکن۔“ اس کی بی بی لیتے ہیں گریوں میں کہتے ہیں کہ آہ کو تو کسی ضرورت پتی چاہیے۔ وہی اور دودھ کو لگا رہتی تھی۔“

”بات بھائی جانے تو اپنا حسن کو ہوتی ہے۔“  
”بہن کو سائی کی بہن۔“ کھڑکرنے کے بہتر سے اشارہ۔  
”یعنی خود کو رکھنا تو تم سے بھی لگا بات کی جانتی ہے۔“  
”ہاں۔“

”میں ہاں اپنے عبداللہ بھی تھی۔“ سیدہ نے کان کھینچا۔  
”یونے آج کل ان کے کاموں کی وجہ سے کیا ہے لاک تبس کو کہتے ہیں۔ بلکہ لوگ شیخ صاحب کا اخبار صرف ان کے اور جب اللہ کے کاموں کی وجہ سے خریدتے ہیں۔“  
”ہاں بھائی جان! میں بتا رہا ہے تھے مگر لوٹیں کافی بڑھ گئی ہے۔ دورہ درمیان میں تو وہ ہونے کے برابر نہ تھی کہ شیخ صاحب سے بند کرنے کا سوچتے گئے تھے۔“

عادلہ نے کیا کی۔  
”تم دونوں باتیں کرو میں تمہارے لیے پانی لے آؤں۔“  
”کونسا پتی بی بی لانا۔“  
”مجھے بتائے میں اسکو اٹھانا کر لاتی ہوں۔“  
”کیوں کیا بی بی کٹ کر رکھا ہے؟“  
”نہیں۔“ اس کے منہ میں پر افرہ سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

”کس کس چیز کا بی بی کٹ کریں گے سیدہ تو ہماری رگوں میں اتر گئے ہیں اور ہمارے کون کوڑھ لڑا کر دیا ہے۔ انہوں نے۔“ اسے اپنے بی بی کٹ جان کی یاد آ گئی تھی۔  
”ہاں تو ہے۔“ سیدہ بھی سیدہ ہو گیا تھا۔  
”مجھے ویسے ہی پسند نہیں ہے یہ بی بی کٹ اور اس طرح کے کلام سے شہادت دراصل بی بی کٹ کو کھلنے سے کارایاں دیکھتے ہیں ہوتے ہیں۔ یہ شخص فیشن سے دور تھا کچھ نہ دیکھتے ہیں۔“  
”میں کسی پسند ہو گی۔“ سیدہ نے بے حد سنجیدگی سے پوچھا۔  
”ہاں۔“  
عادلہ نے اپنی کسی وی ڈیو کر رہی تھی۔  
”زیادہ نہیں سکن۔“ اس کی بی بی لیتے ہیں گریوں میں کہتے ہیں کہ آہ کو تو کسی ضرورت پتی چاہیے۔ وہی اور دودھ کو لگا رہتی تھی۔“

”بات بھائی جانے تو اپنا حسن کو ہوتی ہے۔“  
”بہن کو سائی کی بہن۔“ کھڑکرنے کے بہتر سے اشارہ۔  
”یعنی خود کو رکھنا تو تم سے بھی لگا بات کی جانتی ہے۔“  
”ہاں۔“





علاوے حسب معمول تفصیل سے بات کی۔  
 اس پر سادہ سی عادلانہی لگتی تھی۔ عام لوگوں سے  
 بالکل مختلف کنڈی رنگت، بڑی بڑی چلتی ہوئی سیاہ  
 آنکھیں گلاباقد اور سیدھی آنکھ نکال کر مٹانے جوئے  
 یال۔ بڑی ہی چادر لیٹ کر اس شخص عینوہ کے پاس  
 آئے۔ اس نے پارے سے دیکھا تھا اس سے نہیں کسی  
 عینوہ۔ حتیٰ سادگی کے باوجود عینوہ کی خود اعتمادی بھی اس  
 میں اور اس نے کسی کو عینوہ سے پارہ کی اس خلی کی  
 تعریف کی تھی اور وہ عینوہ کی یہ خواہش بھی جانتا تھا کہ  
 عینوہ اسے عید اعلیٰ کے لیے بہت پسند کرتی ہے اور  
 اس کی شہیدہ خواہش ہے کہ عادل اس کی بھالی بنے  
 لیکن عید اعلیٰ کی اللہ اس میں ضرور یہ بات کرنے کے  
 لیے تیار نہ ہو تا تھا۔

یہ سب سوچ کر اس کے ہوتوں پر بھگری  
 مسکراہٹ کر رہی تھی۔  
 اس نے سوجا کہ آج ضرور وہ عید اعلیٰ کو اس  
 حوالے سے کیرے کے گا کہ موصوف کے دل میں کیا  
 ہے۔  
 عینوہ اسکو اٹھنے لے لئی تھی۔  
 اس کی ہانگ لگم۔  
 اس کے ہاتھ سے اسکو اٹھ لینے ہوئے اس پر  
 پوچھا۔  
 ”تمیں نا تو ابھی سو رہی ہیں۔“  
 ”تھکا اور تم دونوں جیسے جاگتی۔“  
 ”کڑھ لے گئے۔“  
 ”میں چھوڑ دوں گا کیوں بھی مجھے احمد سے ملنے جانا  
 ہے۔ ایک ہی ماس میں گلاس خلی کر کے نیکل پر  
 رکھ کر وہ کھڑا ہو گیا۔  
 ”میں گاڑی کی بھالی لے کر آتا ہوں۔“  
 ”یہ اسید۔“ عادل نے اس کے جانے کے بعد  
 ایک گہری نظر عینوہ پر ڈالی۔  
 ”تہ نہیں۔“ عینوہ نے تم میں بہت ماضی ملے ہے۔  
 ایک جگہ دار فکریوں کو سمجھ رہی تھی لیکن اسے جہاں

اور اس خوف آتا تھا۔ ان کے مزاج کے رنگ دل میں  
 بدلتے تھے۔ وہ یہاں نہ تو ترقی کیں لیکن ان کی  
 رہائش اسے ہی پرورش میں بھی جوں کے آنے پر نا تو  
 نے کھلوایا تھا۔ پتا نہیں ایک تھا جہاں خاندان اور  
 دوست ملازم تھے۔ عینوہ ناٹو کے کمرے میں رات ہی  
 بھی شروع سے ہی اور ناٹو کے کمرے کے ساتھ ہی  
 عید اعلیٰ کا کمرہ تھا لیکن عینوہ نے بہت ہی رستے تھے  
 ہاں بڑا رنگ بہرہ دار تھا۔ لیکن جب کمرل نامیاد  
 نے اور ہر ماسی کی پروری کر ماسیانا تو اور پارے کے پرورش  
 میں آئی تھی۔ یہاں بھی وہ ناٹو کے کمرے میں  
 رہتی تھی اور ساتھ والا کمرے سے عید اعلیٰ کے لیے  
 سید کر دیا تھا۔ سائے ہی کی طرف تھا۔ ساتھ شگ  
 اور ویلا کی اور کچھ کے ساتھ ہی بنن تھا۔  
 ناٹو کی پرانی ملاز اور کاسٹ مگر جاتی تھی۔ البتہ  
 جب وہ وہ بخود ہی سے فارغ ہوئی تھی عینوہ مگر  
 میں ناٹو کا ہتھ پٹنے کی سہی کلمہ اس نے ایک طرح  
 سے ناٹو کو فارغ ہی کر دیا تھا اور چرن کی ماسی کی پروری  
 سنبھال لی تھی۔ جہاں آ کر اسے مزاج میں بھی اور وہ  
 عید اعلیٰ اور عینوہ سے کبھی مخاطب ہوئی تھی۔  
 البتہ نئے چھند ہی دونوں میں دل لگنے لگے۔ علیحدہ  
 اور اس پر کمر ہوئے تو زیادہ تو پور ہی گزارنے۔  
 شروع سے وہ اور ہفتہ ہونے پر سب پتہ ہوئی تھی تو  
 ناٹو سے پیار سے سمجھا رہا تھا۔  
 ”جہاں آ کر اور مزاج کی ہے“ شروع سے انک سہی  
 سے اپنے حیاں کے ساتھ حالاکہ شروع میں نامیاد  
 نے آئی تھی۔ ان کے ہاں ایک نامیاد آ رہی تھی۔  
 ”کیا اس کیوں میں نہ کما۔ نہ پتر سے کسے آپ  
 بیلا ہے نہ کہ اپنے لیے۔ تو میں بیٹا میں نہیں چاہتی کہ  
 کوئی بات ہو۔“ مزاج کی تتر ہے مل۔  
 اور وہی ان کو ہوا سا دل میں کوئی بات نہ ہوئی تھی۔  
 ناٹو کی چاہتا تو چچے جا کر تھی رستے اس سے بھی لے  
 جاتیں یعنی آرات سے کبھی کبھی لیکن عینوہ نے  
 ہمیشہ محسوس کیا تھا کہ جہاں آ رہا ہی ہونے تلف سے  
 بات کرتی تھی۔ اس کی بات کا جواب دیتیں تو یوں جیسے

بہالت مجبور ہی وہ رہی ہوں۔ اس لیے اس عید کی واضح  
 پسندیدگی کے باوجودہ نظر انداز ہی کرتی تھی۔  
 ”مثلاً تم نے کسی اپنی طرف سے اس کی نظر پر  
 غور نہیں کیا۔“ عادل نے خلی گلاس نیل پر کلمہ  
 ”مثلاً یہ۔“ لیکن میرا خیال ہے تمہیں وہم ہوا ہے  
 ایسی کوئی بات نہیں۔“ عینوہ کھڑکی ہوئی۔  
 ”چلو۔“  
 ”ہاں چلو۔“ عادل کی اٹھ کھڑی ہوئی۔  
 ”میں ناٹو کو بتاؤں۔“ اس نے چادر اوڑھتی ہوئی  
 عادل کو دکھایا۔  
 ”میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں ناٹو کو سلام کر  
 لوں۔“ اور وہ دونوں آگے پیچھے چلتی ہوئی کمرے سے  
 باہر نکل آ گئے۔

○ ○ ○

”غفلت ہے ہم پر۔ مجھے تو اپنے آپ سے شرم  
 رہی ہے۔“ عید اعلیٰ نے چیلے چیلے کوئی  
 پچاسویں بار کہا۔  
 ”کیوں۔ کیا کیا ہے۔ ہم نے ایسا کیا ہو گیا ہے جس  
 پر ہمیں شرم آ رہی ہے۔“  
 چھوڑی تکلف اللہ نے چیلے چیلے زبانی پر اور کور  
 کر کے دکھایا۔  
 ”ہاں ہم نے کام اور وقت سے پہلے فخر کیا ہے  
 اور وقت سے پہلے کھڑے ہیں اور کوئی، اپنی بیٹی  
 بڑیا کی پر کر نہیں ہے۔ ارے جہاں کوئی اتنی بڑی  
 بڑیا نہیں کرتے ہوں تو اب اس نے ذرا ہی بدو جاتی ہے  
 شہرنا بالکل نہیں چاہیے جبکہ ہمارا کام ہو چکا ہے۔  
 ”عید اعلیٰ نے ایک کلمہ سانس لے کر اسے دیکھا اور  
 پھر اس کے قدم پر قدم لگا لگا۔  
 دراصل شیخ صاحب آج آتش میں آئے تھے اور  
 اخبار تیار تھا۔ یہ ایک نعت روزانہ میں شیخ صاحب  
 صاحب نے کچھ عرصہ پہلے سے شروع کیا تو ان کا خیال  
 تھا کہ یہ شخص اخبار کی اور نہ ہی ایڈیٹر ہوگا۔  
 ”نمازے اسلام۔“ کے نام سے اس بھڑا دار اخبار

کی سرکولیشن بہت کم تھی۔ پھر ہونے ہونے اس میں  
 سیاسی مضامین اور حالات حاضرہ پر مبنی لکھیے گا ایک  
 صفحہ خواتین کے لیے مختص کر دیا گیا اور ایک صفحہ بچوں  
 کے لیے۔ اس کی وی پروگرامز پر بھی تبصرے ہونے  
 لگے۔ شیخ صاحب کو اس کا سلسلہ چل پڑا تھا۔  
 شیخ صاحب نے جوانی میں ہی۔ اخبار نکالنے کا  
 خواب دیکھا تھا لیکن ایک طے طے کا شخص جس کی  
 توجہ سے نیکل کسم و حال کی ضرورت پوری ہوئی  
 ہوں وہ کھلا اسے خواب اسکا اور کڑھ کر سنا ہے۔ شیخ  
 صاحب ملازمت کرتے رہے اور یہ خواب ان کے اندر  
 جڑ پکڑا رہا۔ پھر اخبار نے کتب کے بعد انہوں نے ساری جمع  
 پونجی اس پر خرچ کر دی تھی۔  
 انہوں نے محسوس کیا تھا کہ معاشرے میں دن  
 سے متعلق علم کی بہت سی بے بہت ہی غلط باتیں  
 رائج ہو چکی ہیں۔ جس سے جو سنا سی پر نہیں کر لیا اور  
 وہ حوا کی روزانے کے خواب دیکھتے تھے جو ایک روز  
 ملک کا سب سے بڑا روزنامہ ہو گا انہوں نے اس وقت  
 وہ دن سے کوئی خواب کی تعبیر مان لیا۔ اسے میں پہلے  
 اس میں چھوڑی حکمت اللہ جیسا سمجھا جو ایک بڑے  
 اخبار میں کر کے تھا اور کسی ریشمی کی بنا پر مستحق  
 دس کروڑ کی خلی اس کا خیال کیا۔ اور پھر محمد  
 اللہ اور عید اعلیٰ بھی تھے۔ کلمہ کی سیر آگے کیوں  
 اس اخبار کی بددینی تترنے ہی تھی۔  
 عید اعلیٰ اور محمد اللہ ان دونوں اس اخبار سے  
 شک کے لیے تھے جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا  
 تھا اور یوں اسے ان کے کانوں اور تجربے سے محسوس  
 ہوئی تھی اور اخبار کی سرکولیشن ایک دم بڑھ گئی تھی۔  
 شیخ صاحب نے ایک پرانی ہی بقول عظمت اللہ کے  
 موہن جو دوسرے کے نام سے سوڑی خرید لی تھی اور  
 کٹر کٹر کو بھی مناسب خطا میں مل رہی تھی۔ شیخ  
 صاحب کا اصول تھا کہ نام بدلے ہو جانے کیون چاہیے  
 سے پہلے کوئی دفتر سے بغیر ضروری کام کے نہیں اٹھ  
 سکتا تھا۔  
 وہ تو کیا چاہے قاری ہو گئے تھے۔ کتب اخبار





نے کان سمجھاتے ہوئے عینک ٹاک کی چھٹنگ پر رکھی اور سر جھکا لیا۔

دراصل چوہدری عظمت اللہ نے تیس سال کی عمر میں ہی زندگی کو بہت قریب سے دیکھ لیا تھا۔ جر تلزم میں فرسٹ پوزیشن لے کر گولڈ میڈل جیت کر جب وہ ایک اخبار سے منسلک ہوا تو بہت جلد اس نے جان لیا کہ اس ملک میں جینے کے لیے ضروری ہے کہ سچ کوچ نہ کہا جائے بلکہ وہ کہا جائے جو مصلحت کا تقاضا ہو۔

لیکن اتنی سی بات جاننے اور سمجھنے کے لیے اسے تین اخباروں سے لکھنا پڑا تھا اور اب جا کر اس نے حقیقت جانی تھی۔

وہ دن لوگوں میں سے تھا جو سچ کی حقیقت جانتے تھے جو برائی کو برائی سمجھتے تھے لیکن سمجھنے کے باوجود وہ کھل کر اسے برا کہنے کا حوصلہ نہیں رکھتے تھے وہ جانتا تھا کہ عبدالعلی کا قلم بھی ایک دن ہار جائے گا اگر سچ صاحب اس کے لکھے مضمون میں اتنی قہر و برید نہ کرتے تو اب تک ضرور اس کی چھٹی ہو گئی ہوتی۔

جب آخری بار اس کی جاب ختم ہوئی تھی تو اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب وہ اپنے قلم کو اتنا آزاد نہیں چھوڑے گا۔ اس کا ایک بیٹا تھا ایک چھ ماہ کی بیٹی تھی اور اس نے ان کے لیے بہت سے خواب دیکھ رکھے تھے اور ان خوابوں کو تعبیر دینے کے لیے ضروری تھا کہ وہ اپنے قلم کو مصلحت کا ملبوس پہنلو۔ بابا کو اس کا نیا انداز پسند نہ تھا۔ وہ اسے بزدل سمجھتے تھے لیکن وہ نہیں جانتے تھے جو وہ جانتا تھا۔

اس ملک میں سب کچھ آزاد ہوتے ہوئے بھی کچھ بھی آزاد نہ تھا۔

نہ قلم نہ زمین نہ ہاتھ سب کچھ گروی رکھا ہوا تھا ان کے پاس جو خود کو سپر پاور کہتے تھے اور نہیں جانتے تھے کہ سپر پاور تو صرف اللہ کی ذات ہے۔

”آپ کیا دیکھ رہے تھے بابا؟“ عبدالعلی ان کی بات نظر انداز کرتے ہوئے ان کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

”کیا دیکھتا تھا۔“ ان کے لیے جس میں دکھ سا آتا تھا۔

”میں عراق سے متعلق خبریں دکھا رہے تھے وہی

چائے کا مطلب جانتی ہوں۔ ہم نے دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا۔ ہم بابا کے کمرے میں ہیں۔ آؤ یا!“ وہ عبدالعلی کو اشارہ کرتے ہوئے بڑے کمرے کی طرف بڑھا۔

صحن کو طے کرنے کے بعد برآمدہ آتا تھا۔ برآمدے کے آگے گرل تھی اور سامنے ہی دو کمرے تھے ایک کمرہ بائیں طرف تھا۔ دائیں طرف بچپن تھا اور صحن کے ایک طرف کچھ کیماریاں بنی ہوئی تھیں جن میں گلاب اور موتیا کے پھول کھلے ہوئے تھے اور ابھی دو کمرے تھے یہ کمرے چوہدری عظمت اللہ کی شادی کے بعد بنوائے گئے تھے۔ عبدالعلی نے ایک سرسری نظر صحن اور پھر برآمدے پر ڈالی۔ یہ ایک ایسا ہی گھر تھا جیسے عام متوسط گھرانوں کے ہوتے ہیں۔

”آپ جب بھی آتے ہیں ضرور یہاں رک کر پورے گھر کو ایک نظر دیکھتے ہیں۔“ عادلہ کی نظر بڑی گہری تھی۔ عبدالعلی بے اختیار مسکرایا۔

”میں یہاں اس گھر کے صحن میں رک کر اس اپنائیت کو کھو جاتا اور محسوس کرتا ہوں جو یہاں آکر ہوتی ہے۔“ عادلہ کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ آگئی۔

”اس گھر میں آپ کو ہمیشہ اپنائیت ہی ملے گی۔ بھلے اور کچھسے“

”تختینکس“ عبدالعلی اس پر ایک نظر ڈالتا چوہدری عظمت اللہ کے پیچھے صحن اور برآمدہ پار کر کے بڑے کمرے میں داخل ہو گیا۔

”مرے میرا بیٹا آیا ہے۔“ ریموٹ سے ٹی وی آف کر کے بابا یکدم اٹھے اور اسے گلے سے لگایا۔

”بہت دنوں بعد آئے ہو۔“

”بس بابا! مصروفیت ہی رہی۔“

”بہت اچھا لکھ رہے ہو لیکن یہ عظمت اللہ۔“ انہوں نے بیٹھے ہوئے عظمت اللہ کی طرف اشارہ کیا۔

”بزدل ہے۔ سچ کہتے ہوئے ڈرتا ہے۔ سچ اس طرح ڈر ڈر کر لوٹتا ہے جیسے جھوٹ بول رہا ہو اور سچ کو مصلحت کے ملبوس میں چھپا دیتا ہے۔“ عظمت اللہ

عبدالصلی نے ذہن کو ریڈیکس کرنے کی کوشش کی۔  
 ”جانب کی تلاش“۔ علامہ عقلمت اللہ کے پاس  
 پڑی کہ وہ اسے لکھ کر دیا۔  
 ”اگرے لکھا تمہارے انشورہ کا کیا بنا۔“ لیا کہ  
 اچھا کیا یاد آئے۔  
 ”جہاں تھی“۔ علامہ نے کندھے پر اچکا۔  
 ”وہ دیا تھا لیکن امید کم ہے۔ انہوں نے کچھ  
 خاص سوال نہیں کیے تھے۔ لیکن پہلے ہی ہو چکی  
 ہے۔“  
 ”خیر خیر ہے مجھ جیسی۔ جاہز تو لکھی ہی رہتی ہیں  
 کماشات بھرتے ہوئے ہیں اور استخبارات سے“۔  
 علامہ نے  
 ”تھی تو امید۔“  
 وہ چھڑائی کھل کرنے کے بعد تقریباً بیسیوں جگہ  
 انشورہ دے چکی تھی۔ عارضی جاہز وہ جو کبھی کسی  
 یہ بھی عقلمت اللہ نے کسی سے کہہ کر لوائی تھی۔  
 ”جہاں جسے گل حاصل تھی تمہیں بھی۔“  
 بیابانے جانے کا آپ اٹھتے ہوئے اسے لے لے لے لے  
 وہ بیٹھ رہا اور پڑھتے تھے۔ چھٹیس سال تک انہوں  
 نے ایک اسکول میں پڑھایا تھا اور بیوی صاف تھمی  
 زندگی گزار لی تھی۔ جسب پاکستان بناؤ وہ تین چار سال  
 کے تھے انہیں پاکستان اور قائد اعظم سے عشق تھا۔  
 ان کے والدین کو ترکہ ڈھالی کے پر جوڑا تھے جس سوال  
 کے کو میں بھی شال قلاب چھوڑی عقلمت اللہ اور  
 علامہ ان کی وہی اولاد ہیں۔ علامہ عقلمت اللہ  
 سے سات سال چھوٹی تھی۔ انکی بیڑک میں تھی  
 جب والدہ کا انتقال ہو گیا تھا اور چھوڑی بدایت اور  
 عقلمت دونوں نے اس کی لڑا اٹھائے تھے اس لیے  
 اس میں خود اعتمادی بہت تھی۔  
 ”علامہ“  
 عبدالصلی اچھا کمال خیال ناکر شیخ صاحب خواتین  
 کے صفحے کے لیے خاتون انعام رکھنا چاہتے تھے۔  
 علامہ کے دل کی دھڑکنیں حکم مرحوں ہوئیں۔  
 عبدالصلی کا اس طرح نام کے رکھنا اسے بہت اچھا

”ابھی تک تو یہ فیصلہ نہیں ہو سکا کہ یہ خوشی ہے  
 یا شہادت۔“  
 ”تمہیں تو فیصلہ نہیں کرنا ہے۔“ ان کے لیے میں  
 ناراضی برد آئی۔  
 ”بہنوں نے فیصلہ کرنا ہے، وہ فیصلہ کر کے اپنے  
 سینے سے باندھتے ہیں۔“  
 ”تھکراں کا فائدہ پلایا۔“ چھوڑی عقلمت اللہ نے  
 بے شک کی۔ وہ بیوی ایک دن کے لئے میں ہلاک ہوئے  
 ہیں اور دوس فلسطینی بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ بندہ عراقی  
 مرے ہیں اور ایک دو تاحوی یا امریکی مر جاتے ہیں تو کیا  
 فائدہ نقصان کا کیا ہوا ہے۔“  
 ”نفع و نقصان سمجھو زبان کی بات نہیں ہے۔ یہ  
 جذبہ و ایمان کی بات ہے۔ یہ عزت ہے اور آزادی  
 ہے یعنی کی بات ہے۔ لڑکی کو رسالہ زندگی سے شیر  
 کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے۔ والی بات ہے۔ پتیری  
 کچھ نہیں آئے گی۔ کیوں عبدالصلی پتیرا؟“  
 انہوں نے عبدالصلی کی طرف دیکھا وہ ابھی تک  
 اپنی بیوی کی کیفیت کے زرا رتھتے۔  
 ”جب یہ علامہ نے اٹھائے اندر داخل ہوئی۔  
 چھوڑی عقلمت اللہ نے کاپی جو خود سے فائل پر  
 پڑی تھی اٹھا کر سامنے رکھی علامہ نے فرے میز پر رکھ  
 دی۔ چائے کے ساتھ کھٹ کھٹ ہنکارا موسے تھے۔  
 ایک ڈن میں چائیں کھائیں۔  
 ”یار لاکھ۔“ عقلمت اللہ نے ڈال اس کی طرف  
 بڑھایا۔  
 ”علامہ بیگمیں ہرگز سے کہنا ہے۔“  
 ”میں عقلمی نہیں صرف جانے لگا۔“  
 ”تو میں دن میں میں اس نے کچھ نہیں کہلا کچھ تو لے  
 لویہ سموسہ۔“  
 ”نہیں ایک بسکٹ لے لیتا ہوں کچھ بھی جی نہیں  
 چاہ رہا۔“ علامہ جو ابھی تک کھٹ کھٹ تھی اس نے چائے  
 والے سے چائے کے پین ڈالی اور اس کی طرف بڑھائی۔  
 ”تھکس۔“  
 ”آج کل کیا ہوا ہے؟۔“

”اٹھتے۔ تم کہیں نہیں کہتے عبدالصلی اللہ نے نہیں  
 تھا۔ دیا ہے۔“ عقلمت کی ملاقات عطا کی ہے پتیرا عقلمت دے  
 ہیں مجرم کہیں نہیں کہتے کہ یہ سب اسلامی ملک متحد  
 ہو کر ایک طاقت بن جائیں۔“  
 ”پلای۔“  
 عبدالصلی نے یہ سب سے انہیں دیکھا ان کی سلائی  
 پر اسے چار بھی کیا اور وہ تھکی۔  
 ”سب کو کیا ہے ہمارے لیے لفظ کو کھلے ہیں اور ہمارے  
 قلم چھوڑی کسی دل میں کوئی جذبہ نہیں چکا کہتے ہم  
 سب نے جس ہو چکے ہیں یہ اسالی ملک اگر متحد  
 ہوتے تو مسلمانوں اپنی جتنی سہیل تامل ہو گیا۔  
 ہم نے اسے اڑے امریکوں کو لے گا وہ یہاں  
 سے ستلان بزار آتھ سولے اٹھانے ہی کر سڑھیں کر  
 لے۔ ہم نے چھ سو سے زائد افراد کو کیا بھجوا دیا محض  
 اس نے میں کہ ان کا تعلق القاعدہ سے ہے ان میں  
 سے بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے القاعدہ کا نام تک  
 نہ تھا تو نہیں۔  
 ”ہم دسوں کے سروں سے چادر کھینچ کر بچتے ہیں  
 کہ ہم محفوظ ہیں۔“  
 ”وہ کیلیم بیڈیالی ہو گیا تو پلایا ہے ہولے سے اس کا  
 ہاتھ تھمتی۔  
 ”نہ پتیرا۔“  
 ”جہاں جہاں ہیں۔“ جی تو جہاں کے دل میں جہاں کا ورد  
 جانے لگا کہ ایسا نہیں سوچتے یہ تو ابھی سے۔ نام امیدی  
 ”دھڑکن کوئی تو آس ہو گیا تمہیں سے کوئی روشنی کی  
 کرن پتیرا۔“  
 ”جہلانہ ہو۔“ پلایا پتیرا سے ہفتے۔  
 ”روشنی ہے تو۔ کیا تمہیں سے فدا نہیں کیا عراق  
 میں ہونے والے اکا کا فدا نہیں لے۔ روشنی کی وہ کرن  
 نہیں ہیں جن سے میرے صبر چاہیں گے جو عبرت و  
 حیات پیدا کریں گے۔“  
 ”نہا نہیں پلای۔“ چھوڑی عقلمت اللہ نے بیزارگی  
 سے کہ لے۔

دیکھ رہا تھا۔ نصف اور کو ذہ کے دفاع کے لیے منتہی  
 اللہ نے بعد کے جذبہ کے بعد تقریباً اور اس کے  
 بعد فکوریہ پر حملہ کے بارے میں خبر چوکھانی کے کہ  
 اٹھانوں نے طور پر پہلی کا پتیرا سے مکرانے کی عراقی  
 عہد ہو گئے۔ ”یہ پہلی کاٹل بھی دکھ سے بھری۔  
 ”پہلی پلای عراق میں اس وقت اٹھانوں کا وہاں تک  
 نہیں رہا۔ امریکی جارحیت اور اس کی غلامی نے کاروائیوں  
 کے خلاف حیرت پسند مسلمانوں کے رد عمل میں  
 شدت آ رہی ہے۔“  
 ”اور ابھی یہ شدت اور بڑھے گی۔ فدائی حملوں کا  
 جو سلسلہ شروع ہوا ہے وہ مدت طول کھینچے گا۔“  
 ”بہت کامیاب متاثر ہوئے۔“  
 ”یہ سب سے کامیاب بات نہ دیکھا کہیں یہ سب سب  
 رو بھی آپ کا لی بی خبرنگار تک لو کہ کیا تھا۔“  
 چھوڑی عقلمت اللہ نے جھکا ہوا سر اٹھایا۔  
 حالانکہ جب بعد اور حملہ ہو اٹھا تو بد وقت حالات  
 سے باخبر رہنے کے لیے اس نے خودی کھیل لگوا لیا  
 تھا حالانکہ وہ اس کے تحت خلاف تھا اور نہیں کے  
 اثرات سے متعلق اس نے ذی کالہ بھی لکھے تھے۔  
 یہ حال کھیل کا زیادہ استعمال صرف نہ تو نہیں کے لیے  
 ہو اٹھا اور وہ بھی ذی دے کر سے تھا جہاں پلای  
 کا مستقل ٹھکانہ تھا۔ اس لیے بچوں کے سہیل سے  
 متاثر ہوئے گا کہ ان کا تم تھا اور ابھی صرف چار چ  
 سال کا تھا۔ علامہ کوئی وی سے کوئی خاص ڈیجیٹی  
 تھی۔ یوں وہ خود کو کھیل لیتے تھا کہ جہاں جب حملہ  
 پڑا ہو گا وہ کشش ختم ہو جائے گی۔ لیکن حالات  
 سے باخبر رہنے کے لیے یہ ضروری تھا۔  
 ”تمہارے مشورے اسے اس بار رکھا کہ۔“  
 چھوڑی بدایت اللہ نے ناراضی سے اسے دیکھا تو  
 عبدالصلی کے لیے یہ رائے اقتدار سکر ابھی تھی۔  
 ”کیا جہاں اتنا بھی فرض نہیں بنا کہ ہم ان کے  
 حالات سے باخبر ہیں۔ ہم کچھ نہیں کر رہے ان کے  
 لیے تو رو نہیں جی۔ نہ۔ کیوں عبدالصلی پلای اسلامی  
 ملک آخر کیوں متحد نہیں ہوتے یہ آواز کیوں نہیں



پتے ہوئے اس نے پوچھا۔  
 ”سچ تو ان کی چوٹی ہے ہمہ تن۔“ ہلبا کے پاس  
 کچھ پتے نون پڑے آتے تھے۔  
 ”اور چاہئے ہمیں سے آپ؟“ عادلہ نے اٹھے  
 ہوئے پوچھا۔  
 ”میں شہریہ۔“  
 اس کی نظریں عادلہ کی نظروں سے جا ملیں۔ چستی  
 سیاہ آنکھیں کسی بے سراہی میں اور ان آنکھوں میں وہ  
 رنگ دکھ رہے تھے وہ ان رنگوں کے معنی سمجھتا تھا  
 لیکن اس نے ان سے نظر نہیں اٹھایا اور رکھتا اٹھا  
 کر وہی کی طرف متوجہ ہو گیا۔  
 ”میں ہلبا یا کر لیا اخبار کی جانب؟“  
 ”اور وہ۔“

ہلبا نے کبھی کسی بات پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ پھر  
 یہاں یہ تعلقت تھا عبدالعلی تھا۔  
 ”ٹھیک ہے میں بات کروں گا شیخ صاحب سے۔“  
 عبدالعلی نے خالی کپ مہر پر رکھا۔  
 ”اب چلو۔“  
 ”اگرے کہاں ہے ایسا لکھا تھا کہ جاگ۔“ عظمت اللہ  
 نے جو بوسے دھیان سے گردن میں ہے خبر سمجھا  
 پلٹتے میں کہ کہا تھا تو تک کر سر اٹھایا۔  
 ”میں یا رہا تھا کہ ہر کسی لکھا تو انہوں نے انتظار  
 کرتی ہیں۔“  
 ”خون کرو۔“ ایک ایک رہا ہے عادلہ؟“  
 وہ غلابا بیٹ پر رکھ کر عادلہ سے مخاطب ہوا۔  
 ”بھلا کی رہی ہیں۔“ قیہہ کر رہے ہیں۔ ساتھ میں آلو  
 کی بیچا بھی ہے۔“  
 ”کھڑی رہی یا تو عبدالعلی کو بند ہے۔“  
 ”سین۔“  
 عبدالعلی نے کچھ کہا چلا لیکن عظمت اللہ نے  
 ٹوک دیا۔  
 ”حب بیچھے رو رو اور مجھے جانے وال کر دو۔ میں  
 چاہئے آئی کروں کر دو تاہوں تمہارے گھر۔“  
 ”میکہ میں مواں ہے۔“ عبدالعلی نے جیسے ہار  
 مان لیا اور اس کے لئے جانے والے لگا۔  
 ”ہلبا! آپ اب کے شاعر نہیں آئے؟“ چاہئے

شاعر کا خیال ہیٹھا کسی مصور کا نقش۔“  
 ”اسیر۔“ یعنی بے شکل نظریں انھاں میں اور تیزی  
 سے دھڑکتے دل کو سمجھانے کی کوشش کی۔  
 ”اور شاد۔“ دایاں ہاتھ دل پر رکھ کر وہ تھوڑا سا  
 جھکا۔  
 ”مفضل باقیں مت کرو۔“ وہ جھنبے گئی۔  
 ”ہائے! سارے روز میس کا قیڑا کر دیا کرتے تھے۔“  
 وہ جھلا گیا۔  
 ”کسی قدر اڑی ہو تم یعنی اڑ گئیں کسی اور  
 لڑکی سے یہ سب کہتا وہ آہٹوں پر اڑنے لگی۔“ وہ  
 بے راہو کر بیٹھا۔  
 ”اور میں؟“ وہی اور لڑکی؟ ”میں ہوں۔“  
 عینہ کی دیر کھین احوال پر اپنی محسن اور وہ اسجد  
 کے کمرے پر نظریں پڑتی تھیں۔  
 ”اسی بات نے تو ہار گیا ہے۔“ اسجد نے زیر اب  
 کہا عینہ نے کھڑ کر اسے دیکھا۔  
 ”تم عجیبہ نہیں ہو سکتے اسیر۔“  
 ”ہائے گاؤ انہی بدبین میں تم سے بات کر رہا تھا اتنا  
 سنجیدہ تھا جتنا زہری میں ہوں۔“ عینی یکدم  
 پلٹ کر اسجد کی نظروں کی حدت ناقابل برداشت ہو گئی  
 اس۔

جیسی سے فراخ دل۔ سلامان محبت کرنے کوئی۔“  
 ”پہنچا نہیں ہم سے تو محبت نہیں کرتیں۔“ اسجد  
 نے معنی تو نظروں سے اسے دیکھا۔  
 ”بہ۔“  
 ”اور یا تو تم سناؤ کہ تک وہاں ہے؟“ عبدالعلی  
 اس کے روبرو ہی کر سی بیچ کر بیٹھا گیا۔  
 ”کل بیچ کر کھولیں گے۔“  
 ”پہنچا نہیں اب سو رہے ہوں گے۔“  
 ”ہاں کیا ہر کچھ پلٹے کر لئے اٹھنا ہے اور ہم  
 گھسے گھسے زخمی ہونے سے لڑنے میں بیٹھا ہی ہے  
 دل بہلا ہوا تھا کہ آئیٹ اور ہر انھوں کی خوشبو اوپر بیچ  
 لائی۔“  
 ”اگرے پتے! باتوں میں ناشتہ اٹھا اور ہا ہے شروع  
 کرو۔“  
 نانو نے دو لوں کی پلٹت میں پر اٹھے رکھے  
 ”اور یعنی بیٹا انہی آہٹوں کا مل جل گئیں۔“  
 ”نانو چاہئے کو جو ہے کر آئی ہوں۔“  
 ”ایک روز کی بات بتاؤں نانو۔“ قولہ منہ میں رکھتے  
 ہوئے اسجد نے اگلا۔  
 ”یعنی جیسے پر اٹھے اور چاہئے کوئی نہیں بنا سکتا۔  
 سکتی ہار پتے پلٹت میں سے لاکہ کچ ٹانے پر اٹھے  
 اور آئیٹ ہی کھلا۔“ مگر یہ والا ہمیں آہٹ اور نہ ہی  
 بازار سے خریدے ہوئے ہمار میں خوشبو ملی۔“  
 ”یہ اپار تو میں خود اتنی ہوں پرا۔“  
 ”یعنی کو بھی سٹھلوس۔ سرسل میں کلم آئے گا۔“  
 اس نے بڑی معصومیت سے اندر آئی یعنی کو دیکھا  
 جو اسے کھڑے ہوئے ہاتھ کہا ہی کر سی حدیث  
 کر بیٹھا کی گئی اور عبدالعلی کو گھری رہی گئی۔  
 ”بھائی! آپ کو کون جانا ہے۔ آپ کی چوٹی نہیں  
 ہے کیا۔“  
 ”ہاں چوٹی تو ہے لیکن مجھے جانا ہے۔“  
 ”کوئی علی! یا یہی اخبار کی جانب کچھ اور نہیں  
 ہے۔“

پہلوں کی ایک لٹ پٹیا سے گل کر وہی رخسار پر  
 لہرا رہی تھی۔ گلانی رخسار پر چمک تھی۔ اس نے  
 دایاں ہاتھ سے لٹ کو کھانے پیچھے کیا اور اسجد کی بات  
 نظر اہرا کرتے ہوئے پوچھا۔  
 ”تمہارے میں سلاں لوگے۔“  
 ”کیوں بیچھے۔“ رائے کا تے ہیں کیا۔“  
 اس کا ہوا تھا اڑ لکھا۔ وہ الا تھا اسے اپنی نظر  
 اہرا کرتے جانے بہت غصہ تھا۔ عینہ نے بے اعتبار  
 سر کھرا کر اپنی سٹرک سٹھ چھائی لیکن انھوں نے اس سے  
 ہونٹوں پر بھری مسکراہٹ کو دیکھا اور یکدم نرم مہجے  
 میں ڈالا۔  
 ”یعنی! اجب تم مسکرائی تو بہت اچھی لگتی ہو۔“  
 عینہ نے پٹیا۔  
 ”یعنی! میں کی آواز بھاری ہو گئی۔“  
 ”یعنی! اتم بہت خوب صورت ہو۔ اتنی جتنا کہ کسی  
 ”نہ نہیں یعنی ایسی نہیں ہے۔ بالکل پانی میں

پہلوں کی ایک لٹ پٹیا سے گل کر وہی رخسار پر  
 لہرا رہی تھی۔ گلانی رخسار پر چمک تھی۔ اس نے  
 دایاں ہاتھ سے لٹ کو کھانے پیچھے کیا اور اسجد کی بات  
 نظر اہرا کرتے ہوئے پوچھا۔  
 ”تمہارے میں سلاں لوگے۔“  
 ”کیوں بیچھے۔“ رائے کا تے ہیں کیا۔“  
 اس کا ہوا تھا اڑ لکھا۔ وہ الا تھا اسے اپنی نظر  
 اہرا کرتے جانے بہت غصہ تھا۔ عینہ نے بے اعتبار  
 سر کھرا کر اپنی سٹرک سٹھ چھائی لیکن انھوں نے اس سے  
 ہونٹوں پر بھری مسکراہٹ کو دیکھا اور یکدم نرم مہجے  
 میں ڈالا۔  
 ”یعنی! اجب تم مسکرائی تو بہت اچھی لگتی ہو۔“  
 عینہ نے پٹیا۔  
 ”یعنی! میں کی آواز بھاری ہو گئی۔“  
 ”یعنی! اتم بہت خوب صورت ہو۔ اتنی جتنا کہ کسی  
 ”نہ نہیں یعنی ایسی نہیں ہے۔ بالکل پانی میں

بسن اور میں کے لیے خریدی تھیں۔ وہ دو نئی پینٹوں میں بترہہ کس اور اسے شاید کچھ دیکھا تھا۔ لیکن اسے تیار اور لگہ انگلی معصوم اور انجمن تھامنے کے تمہیں۔ لیکن ہم نے۔ وہ نئی سے شہلہ ہم نے تمہا کہہ رکھی ہے کہ ہم نے اس کی بیوی ملاقات کو خوش رکھنا ہے خود ہم اپنے ہاتھوں سے اپنے لیے کٹ کر اپنے سر اس کے پاس رکھتے ہیں۔

وہ سب باتیں سمجھتے اسے سن رہے تھے وہ خاموش ہوا تو کسی نے کوئی بیجوتہ کیا ہاتھ پونے جانے کا کافی کیمیز پر ذکر کرتے ہوئے عبدالمعلیٰ کی طرف بہت محبت و شفقت سے دیکھا اور درود مندی سے پڑھا۔

”جئے اللہ! تاحسنا سنہن، تمہیں تو زندگی مشکل ہو جائے گی۔“

”اور زندگی اب کون سا آسمان ہے۔“ عبدالمعلیٰ نے سچی سے سوچا۔ ہر لمحہ وہی اور اہت وہی اور وہ چوہدری شہخت انڈر کھتا تھا۔

”عبدالمعلیٰ! تیرے لیے تو زندگی بہت آسان ہے اور خوب صورت۔ تمہارے پاپ کا تھپہ ہے تیرے ان کاؤنٹ میں تو چاہے تو زندگی بہت خوب صورت ہو جائے گی تیرے لیے لیکن خود خوق سے زندگی کو مشکل بنانے کے تو تویں اور میں کے ہم میں لپکھنا ہوتا ہے۔ پہلے تمھے افغانستان اور پھر تھپہ پڑھتے میٹھوں اہمل کا کسی کے لیے لفظ واد رہا۔ پھر تھپہ پندو اور تیرے لفظوں سے بین کیا۔ اور اب تمھے اہل عراق کا تم سے تونے عبدالمقبر خان کے لیے لفظوں کو لودر لانا ہے۔ یار عبدالمعلیٰ! زندگی کو سونکا کر کے اور ان سارے

نہیں بہا تھا۔ چلتے ہو اسجد! ان سچ سو لوگوں میں ایک عزیز لڑکی بھی تھا۔ یہ لڑکی پوندی میں میرے ساتھ رہتا تھا۔ اسے ننگ سے دور وہاں فرس کی تعلیم حاصل کرنے آیا تھا۔ لیکن اس کا جرم یہ تھا کہ وہ سیوان سے ڈھکا رکھتا تھا۔ اس کا ایک چھوٹی سی بسن تھی ایک ڈھکا جانا چاہتا تھا ایک چھوڑا بیانی تھا اور ایک مٹی کی بسن کی پائیں کر تھوہ بھی نہ تھکتا تھا۔ ایک پوندی سنی شہخت سن فری میں اس سے ملاقات ہوئی تھی اور میں ہمارے دو مہانہ دوستی کا تعلق اور دوستی بہت کمزور کیا تھا۔ اسے سیاست سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ اسامہ بن لادن کو انکی جاننا تھا۔ تاہم اور میں جانتے تھے۔ وہ اسکالر شپ پر مہیاں آیا تھا۔ اس کے نام تھیں بلند تھے۔ وہ ماسٹر دیان بنانا چاہتا تھا۔ لیکن اس کا جرم یہ تھا کہ سیوان میں اس کے پورے بیٹھنا بیابان پر الزام لگایا گیا کہ اس نے اسامہ بن لادن کو پتہ دیا تھی اور اسے گرفتار کر لیا گیا اس کے خاندان پر شدید کیا گیا اور اس روز وہ سوتے بیٹھیں تھا چھوٹی بسن ہلاکت فون پر روئے ہوئے بتایا تھا۔

”دیکھا کہ پڑ کر لے گئے ہیں اور مہلی کو بھی ساں کو انوں نے خود ہمارے ہیں۔ اللہ کے مرے جاتے ہیں۔“

”ہاں! تمہیں جانتے تھے کہ ہم نے انہوں کو خود اپنے ہاتھوں زخمیں ہمارا امریکہ کو سونپ دیا وہ جو جوان ہو گیا بیچھے کے لیے انہارے اپنے نئے لگائی تھی اپنے جتنے خفیہ ڈیسکس تھے کہ رہنے والے ہیں۔“

”لیکن اہل دیو تو میری شکل تھے ان کا تعلق القاعدہ سے تھا۔“

”کیا انہارے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے اسجد۔ اگر کیا تھا مجھی تو عدالتوں میں اس کا فیصلہ ہونا لیکن کیا ہماری عدالتیں اس کی ہی بائیں ہیں کہ انہارے انہوں کا فیصلہ دوسرے کریں۔ لوگ تو اپنے جرموں کو بھی دوسرے ممالک کے حوالے نہیں کرتے اور ہم نے ان انہوں کو دوسرے کے آگے ڈالنا جن کا جرم انکی ثابت بھی

لکھتے ہو۔ یہ سب کیا تمہیں یقین ہے کہ ایسا ہی سب کچھ ہو رہا ہے۔ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے اس کا تم تو عراق سے ہزاروں میل دور یہاں بیٹھے ہو لیکن تمہارے کام لڑیہ کر لگتا ہے جیسے عراق میں بیٹھ کر لگھ رہے ہو اور پھر آٹا تاڑ کے آجاتا ہے۔“

”ثبوت اسامی لکن! ثبوت میں ہی دلچسپی نہیں جو سب دکھارے ہیں۔ تاہم یہ ہیں اور اخبارات میں جو لکھ رہے ہیں۔ ساری دنیا کے اخبارات میں سب چھپ رہا ہے۔ یہ سب ماریٹھ میں ہیں جو لکھ لکھی میں ہیں۔ تو انہوں نے اور پھر میرا دل اور سب کو لگھ کر خون کے انسو رواں ہے اور جب میں خون دل میں اپنا ظلم دیکھتا ہوں تو ہاتھ خود خوبیا ہو جاتا ہے اور وہ خیر نہیں ہیں۔ اسجد وہ ہمارے اپنے ہیں۔ ہم لکھتے ہیں کہ رسول ایک کتاب کے اپنے والے ہیں اسجد پھر انکاراں کے لیے لگے کہ نہ ریزے نہ پچھیں کیوں نہ

”میں بن سکتا تھا۔“

”ہاں! ایسا کہہ رہے تھے عبدالمعلیٰ کہ تمہارا اخبار بھی بس ایوں ساری ہے۔ خود انہوں کچھ خاص نہیں۔“

”کیا انہارے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے اسجد۔ اگر کیا تھا مجھی تو عدالتوں میں اس کا فیصلہ ہونا لیکن کیا ہماری عدالتیں اس کی ہی بائیں ہیں کہ انہارے انہوں کا فیصلہ دوسرے کریں۔ لوگ تو اپنے جرموں کو بھی دوسرے ممالک کے حوالے نہیں کرتے اور ہم نے ان انہوں کو دوسرے کے آگے ڈالنا جن کا جرم انکی ثابت بھی

”میں ساری بات دلچسپی کی ہوتی ہے۔ چہاں دلچسپی ہو وہاں کچھ بھی ہو نہیں ہوگا۔“ عبدالمعلیٰ نے نشوونے اپنے مناصف کیے۔

”جھپٹی اور میں تا تک نے تو بالکل ذرا سالیانے پھر سارا دن بھوکے رہیں گے۔“

”میں نے آج جلد آجاولاں کا باقی باقی کا سارا دن اسجد کے پاس۔“

”میں نے آج جلد آجاولاں کا باقی باقی کا سارا دن اسجد کے پاس۔“

”میں نے آج جلد آجاولاں کا باقی باقی کا سارا دن اسجد کے پاس۔“



"اور ہٹو میں بھی۔" اسجد نے خلیل کو عزیز کی طرف بڑھایا۔  
 "پلے ایک کپ اور بنا دو۔ ہر دو تان جا کر اسحاق خان کے گھروں کا بناؤ شانہ ہی بنایا ہے۔"  
 "لوگے اسجد۔" عبد اعلیٰ جو ابھی تک اپنی شدید جذباتی کیفیت کے زیر اثر خاموش کھڑا تھا میرے سے بولا۔  
 "وہ شہداء اللہ ہیں جسے لگا نہیں گے۔"  
 "بھائی انجی ضرور ہی کرنا۔ مہلوں بھی ہوں گے۔"  
 "اور میری بھی سبکی۔" اسجد نے لقمہ ڈالا۔  
 "جاؤں گا۔"  
 عبد اعلیٰ نے ہلنے سے پہلے پیش کی طرح عزیز کے قریب جا کر اس کے سر پر یا کر اور پیش کی طرح اس کی آنکھیں میچ لگائیں۔ ہٹو کے ساتھ ہی عبد اعلیٰ بھی سائیڈ میبل سے اچھی گاڑی کی چھاپا اٹھا تاہم رکش لیا۔  
 عزیز نے جانے جا کر اس کے سامنے رکھی اور اچھی ناک فریزر سے گوشت نکال کے کرا اسجد نے بے اختیار اس کا ہاتھ پکڑ کر بڑھایا۔  
 "تو میری جیسے بھائی کیوں ہو۔"  
 اسجد نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا وہ بالکل غیر ارادی طور پر چھوڑ پھیل گیا تھا لیکن عزیز کو گنگ بھا تھا۔  
 "جیسے اس کا ہاتھ چل رہا ہو۔"  
 "مجھے کام کے کچے جانا جا سوں سے ملنے۔"  
 "پاپا نہیں ہمارے نہیں جا رہے ہیں اور وہ کل صبح جا میں گئے۔ اس نے ناراضی سے اسے دکھایا۔  
 "تو تم کیا کیا پاتے ہو اسجد۔"  
 "تم نہیں چاہتا ہوں۔" اسجد شرر ہو گیا۔

"تم بھی بیچو نہیں ہو سکتے اسجد۔"  
 "میں جی جی بیچو نہیں ہوں۔ تم اپنی سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں نے تم سے سوچا ہے۔ خود گورنڈی کے ہر راستے پر مجھے تم کو نظر آئی ہو۔ تم سارے بغیر ذمہ داری کا سہارا نہیں بے سبق ہے۔"  
 "اور وہ بجز خنزوی جینوں کو دکھائی نہیں۔"  
 "میرے اہت بیچو اس پر۔" اسجد نے اس امر کو سے کام کہ عزیز نے اعتبار اس پر ہی۔  
 "میں یا کیا تم مجھ کو سمجھتی ہو؟"  
 "ہاں اور میں کامتاؤں اور انسانوں میں پر ہی اور دیکھی ہے۔"  
 "وہ نہیں ہوتا ہے لیکن میں جی جی کی محبت کی بات کر رہا ہوں۔ لگنے لگنے سے مجھے تم ساری محبت میں ڈوب چکا ہوں۔ اور پاپا انجی کی طرح سے اظہار کرنا بھی نہیں آتا مجھے۔" وہ ہنسیا۔  
 "تو اس نے اظہار کرنے کو۔" عزیز مسکرائی وہ اس کی کیفیت کو انجی کے رویے ہی اور دل کے اندر خوشامرد مزاجوں کا رقص جاری تھا۔ محبت سے بھلا کون کھرو ہو سکتا ہے اور وہ کس سے اسجد سے بھاگ رہی تھی لیکن کب تک بھاگ سکتی تھی۔ دل نے اتنے کے انداز میں بے حذر کر اس کی محبت کا اعتراف کر لیا تھا۔  
 "جیسا تھیں! میں کیا کروں؟" اسجد نے بے بسی سے اسے دیکھا۔  
 "تم نہیں کیا کرنا چاہیے؟۔" یعنی ٹرے میں خالی کرا رہیں اور کھینکے ہوئے اسے دیکھا۔  
 "مجھے پاپا اور تم سے بات کرنا چاہیے ہے۔ نا۔" اس نے ہنسیا۔  
 "پاپا لگے۔" یعنی بے خیالی میں سر ہلایا۔  
 "نہ کیا واقعی؟۔" اسجد نے چونک کر اس کے رخساروں پر پھیلتے غم کو دیکھا۔  
 "تم ساری باری لگ رہی ہو میں لڈرا پھر سے کون ابھی کیا کیا تھا۔"  
 "تم سارا سہ۔" عزیز نے ٹرے اٹھائی۔  
 "ارے یہ کبھی نہیں جانتا۔"  
 "رکھ دو تمہارا۔" اس نے ٹرے میں جاتے ہوئے کہا۔  
 "انٹھالوں گے۔" اسجد کے سامنے مزہ نہ رہتا اسے مشکل لگ رہا تھا اور وہ بے حد خوش سا بیٹھا تھا۔

"اسجد نے اسے دیکھا۔"  
 "اس نے ٹرے میں جاتے ہوئے کہا۔"  
 "انٹھالوں گے۔" اسجد کے سامنے مزہ نہ رہتا اسے مشکل لگ رہا تھا اور وہ بے حد خوش سا بیٹھا تھا۔

انٹھالوں کا یہ تو کھانا اور ڈول کو دست بھایا تھا۔  
 "بڑے اہت بیچو اس پر۔" اسجد نے اس امر کو سے کام کہ عزیز نے اعتبار اس پر ہی۔  
 "میں یا کیا تم مجھ کو سمجھتی ہو؟"  
 "ہاں اور میں کامتاؤں اور انسانوں میں پر ہی اور دیکھی ہے۔"  
 "وہ نہیں ہوتا ہے لیکن میں جی جی کی محبت کی بات کر رہا ہوں۔ لگنے لگنے سے مجھے تم ساری محبت میں ڈوب چکا ہوں۔ اور پاپا انجی کی طرح سے اظہار کرنا بھی نہیں آتا مجھے۔" وہ ہنسیا۔  
 "تو اس نے اظہار کرنے کو۔" عزیز مسکرائی وہ اس کی کیفیت کو انجی کے رویے ہی اور دل کے اندر خوشامرد مزاجوں کا رقص جاری تھا۔ محبت سے بھلا کون کھرو ہو سکتا ہے اور وہ کس سے اسجد سے بھاگ رہی تھی لیکن کب تک بھاگ سکتی تھی۔ دل نے اتنے کے انداز میں بے حذر کر اس کی محبت کا اعتراف کر لیا تھا۔  
 "جیسا تھیں! میں کیا کروں؟" اسجد نے بے بسی سے اسے دیکھا۔  
 "تم نہیں کیا کرنا چاہیے؟۔" یعنی ٹرے میں خالی کرا رہیں اور کھینکے ہوئے اسے دیکھا۔  
 "مجھے پاپا اور تم سے بات کرنا چاہیے ہے۔ نا۔" اس نے ہنسیا۔  
 "پاپا لگے۔" یعنی بے خیالی میں سر ہلایا۔  
 "نہ کیا واقعی؟۔" اسجد نے چونک کر اس کے رخساروں پر پھیلتے غم کو دیکھا۔  
 "تم ساری باری لگ رہی ہو میں لڈرا پھر سے کون ابھی کیا کیا تھا۔"  
 "تم سارا سہ۔" عزیز نے ٹرے اٹھائی۔  
 "ارے یہ کبھی نہیں جانتا۔"  
 "رکھ دو تمہارا۔" اس نے ٹرے میں جاتے ہوئے کہا۔  
 "انٹھالوں گے۔" اسجد کے سامنے مزہ نہ رہتا اسے مشکل لگ رہا تھا اور وہ بے حد خوش سا بیٹھا تھا۔

تک آجاملے والے آنسوؤں پر اسے اعتبار نہ تھا۔  
 "تو فرح ہاشمی ہیں۔" شیخ صاحب نے عبد اعلیٰ کی طرف ہنسیا۔  
 "ہم نے جو لیڈی رپورٹرز کے لیے اشتہار دیا تھا اس کے لیے آپ کی۔"  
 "عبد اعلیٰ نے جو کسی کام سے شیخ صاحب کے کمرے میں آنا تھا کیا اس کی نظر اس پر ڈال۔"  
 "شیخ صاحب میں۔"  
 "تو شیخ عبد اعلیٰ۔" انہوں نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔  
 "پہلے ان سے بات ہو جائے پھر تم ساری بات بھی سنتا ہوں۔"  
 "تو میں فرح آجیل پر ایک بات واضح کروں کہ اپنی اہلیا بہت زیادہ سخی نہیں رہ سکتے۔ بخواتین ہزار ہوگی۔"  
 "تو کس سے لے کر دیکھ چکا ہے۔"  
 "اس سے پہلے آپ نے کسی اخبار میں کام کیا ہے؟"  
 "کسی طرف کرسی پر سر جھکا کر بیٹھا تھا۔  
 "میں سر میں نے کسی اخبار میں کام نہیں کیا اور میں آپ پر ایک بات واضح کروں کہ لے کر تو خرچ میں سر جھکا کر ہے اور نہ ہی میں اشتہار کے متعلق کچھ زیادہ جانتی ہوں۔ میں نے انکوائری میں سر جھکا کر بیٹھا تھا۔  
 "پاپا۔" اسجد نے کہا۔  
 "تو فرح ہاشمی آپ اس جاہ کے لیے آئی ہیں۔"  
 "شیخ صاحب کو جرات ہوئی۔  
 "دراصل۔" انہوں نے سر جھکا کر بیٹھا تھا۔  
 "آنے والے پاپا کو پیچھے کیا۔  
 "میں اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتی ہوں۔ میں جو سوچتی اور خوش کرتی ہوں۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ اس کے لیے کسی اخبار سے شلک ہو جائے تو۔"  
 "لیکن ہم نے لیڈی رپورٹرز کے لیے اشتہار دیا

تک آجاملے والے آنسوؤں پر اسے اعتبار نہ تھا۔  
 "تو فرح ہاشمی ہیں۔" شیخ صاحب نے عبد اعلیٰ کی طرف ہنسیا۔  
 "ہم نے جو لیڈی رپورٹرز کے لیے اشتہار دیا تھا اس کے لیے آپ کی۔"  
 "عبد اعلیٰ نے جو کسی کام سے شیخ صاحب کے کمرے میں آنا تھا کیا اس کی نظر اس پر ڈال۔"  
 "شیخ صاحب میں۔"  
 "تو شیخ عبد اعلیٰ۔" انہوں نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔  
 "پہلے ان سے بات ہو جائے پھر تم ساری بات بھی سنتا ہوں۔"  
 "تو میں فرح آجیل پر ایک بات واضح کروں کہ اپنی اہلیا بہت زیادہ سخی نہیں رہ سکتے۔ بخواتین ہزار ہوگی۔"  
 "تو کس سے لے کر دیکھ چکا ہے۔"  
 "اس سے پہلے آپ نے کسی اخبار میں کام کیا ہے؟"  
 "کسی طرف کرسی پر سر جھکا کر بیٹھا تھا۔  
 "میں سر میں نے کسی اخبار میں کام نہیں کیا اور میں آپ پر ایک بات واضح کروں کہ لے کر تو خرچ میں سر جھکا کر ہے اور نہ ہی میں اشتہار کے متعلق کچھ زیادہ جانتی ہوں۔ میں نے انکوائری میں سر جھکا کر بیٹھا تھا۔  
 "پاپا۔" اسجد نے کہا۔  
 "تو فرح ہاشمی آپ اس جاہ کے لیے آئی ہیں۔"  
 "شیخ صاحب کو جرات ہوئی۔  
 "دراصل۔" انہوں نے سر جھکا کر بیٹھا تھا۔  
 "آنے والے پاپا کو پیچھے کیا۔  
 "میں اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتی ہوں۔ میں جو سوچتی اور خوش کرتی ہوں۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ اس کے لیے کسی اخبار سے شلک ہو جائے تو۔"  
 "لیکن ہم نے لیڈی رپورٹرز کے لیے اشتہار دیا

تھا۔ شیخ صاحب نے لہجہ کرا سے دیکھا۔  
”تو میں اگر ضرورت پڑی تو پورے تنگ بھی کر لوں گی۔“  
”آپ نے اشتہار پڑھا تھا؟“ شیخ صاحب نے حیرت سے اسے دیکھا۔  
”ہاں! سراسر نفرت سے دیکھا تھا لیکن جب اشتہار دیکھا تھا تو ذہن میں جب ایک کراٹھی اورادہ میں تھا۔ اس نے لاپرواہی سے کہا۔

”اور اصل ہمارے گھر میں اردو اخبار نہیں آتا سبھی ایک دوست کے راجہ کے گھر دیکھا تھا تب اخبار اور مجھے ایک اخبار کی بات بہت پسند آئی کہ اس میں بے لاک تھیرو ہوا ہے۔ حالات حاضرہ پر۔ اور میں بھی لکھتا چاہتی ہوں۔“

”ہمارے اخبار میں ایک صفحہ خواتین کے لیے بھی ہونا ہے اسے بھی ترتیب دے اور دیکھنا ہو گا۔“

”سر آئی تنگ کس میں کر لوں گی۔“  
”آپ نے اردو اخبار بھی نہیں پڑھا۔ آپ نے انگلش میں ماسٹرز کیا ہے تو ایک اردو اخبار میں کیسے پلا کر کریں گی؟“

شیخ صاحب سوال پر سوال کر رہے تھے اور عبدالحی صوبج پڑھا تھا یہ آواز آئی تو میں ہی یوں لگ رہی تھی جیسے کسی کی آواز سن رہی ہو جو مجھ پر آشنا سا لگ رہا تھا۔ اسی جاب چھانن کی سب خواتین کے مختلف اس نے صوبج اپنا تھا۔ پتی تھی تو ہی لڑکی۔ ”سر وہی شکر ہے بھی انگریزی میں ماسٹرز کیا تھا لیکن وہ اردو کی ایک اچھی شاعرہ تھیں۔“ لڑکی مسکرائی۔

”جیسے کسی اور نیک لکھا ہو تو اگر ساتھ لائی ہیں تو کھالیں۔“  
”سراسر میں نے یہ ایک اور نیک لکھا تھا ڈاکٹر عبد القدر بھرخان کے متعلق یہ سارے الزامات جو ان پر لگائے گئے ہیں ان پر مزید و سمجھو۔ میری فریضہ راجہ کستی ہے کہ۔“

اور عبدالحی کے ذہن میں بھی کھاسا سا ہول بول گیا کچھلی سٹہ پر بھی تھی تیرہ تو لڑکی کی راجہ میرا دل چاہتا ہے کہ کسی طرح میں ڈاکٹر قدر سے مل سکوں۔ ان سے پوچھ سکوں اصل حقیقت کیا ہے؟“  
اور بھی کسی لڑکی کو دیکھنے کی خواہش اپنی شہرت سے عبدالحی کے دل میں پیدا نہیں ہوئی تھی۔ شیخ جیسے اپنے بھی اس لڑکی کو دیکھنے سے بولنا انرازش اپنے خیالات کا اظہار کر رہی تھی یہ سوچے بغیر کہ وہ یوں مشہور تھی ہے۔

راجہ فریح۔  
یکدم ہی عبدالحی نے سراٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ خود بھی ایک سے بیچہ نہ نکال رہی تھی۔ سارا رخت شلوار کٹ بلن چھمٹی سی ناک جو اس سے چہرے کے نقش پر بھی ہوئی تھی۔ چھوٹا سا مایا نہ ایک

اب سے اپنے باز پر ہے پر ایک چمک سی تھی وہ دریا سی تھی انکھیں نہ بہت بڑی نہ چھوٹی۔ لیکن جلیں سمجھتی تھی اور اور کو مڑتی ہوئی۔ سلا سے شلوار سوٹ میں ہلوس جس کا وہ بیٹے گلے میں راز میں تو چھوڑا تھا۔ اسے تو فون کے ساتھ بھی اس میں ایک چھاتی ہت کوش تھی۔ عبدالحی کو لگتا ہے اس ایک بھر پور

نہے دل میں نہیں بلقی سی چٹائی چلی ہو جیسے لڑکی میں کھڑے ہو کر دیکھ رہی ہو جانی معلوم ہوتا ہے ”سر۔۔۔“ اس نے آڑھیں نکال کر میز پر رکھا۔ ایک نظر عبدالحی نے ڈالی۔ شاہو اس نے اس کی تصویر چھوس کر لی تھی۔ عبدالحی نے سچہ کر کہ ”جسکا۔۔۔“ شیخ صاحب نے سراسر نفرت سے صفحہ دیکھا۔

”کسی اردو تو بہت اچھی ہے جبکہ آپ کے آپ نے اردو اخبارات اور اردو لٹریچر بہت کم ہے۔“  
”یہ ایسا ہے۔“ وہ ایک کے اندر کچھ نٹل رہی اور عبدالحی کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ

گئی۔ دیکھن میں سرگز نے ڈالی کا دعویٰ تھا کہ اس کے گھر اردو اخبارات نہیں آتے تھے صرف انگریزی اور پتا نہیں لوگ لے سکتے تھے اور مجھو لے کیوں ہوتے ہیں۔ بلاوجہ جھوٹ محض اپنا کچھ بھلا لا کر یہ لڑکی اور وہ کسی اعلا طائفے کا ٹاپا ہر نہ تھی کہ جب بھی اس سے چند سچے کلمے جوں جوں میں لہو بھر کر اترتاں سا پیدا ہوا تھا وہ شاہد بل کا چور کا تھا۔

”سر ایسا یہ شخصوں چھپ سکتا ہے۔“ جبکہ کی زب نہ کہو کہ اسبہ شخص صاحب کی زب نہ رہی تھی۔ ”میں نے تو اب یہ اپنی بات ہو چکا۔“  
”تو یہ اپنی سررا میں کے ہونٹوں پر ایک طنز سی مسکراہٹ مسکرا کر رہی۔“

”یازدہ فون اسے سنھوں کو اتنی ہی جلدی بھلا دلی ہیں۔ کیا ہمیں بحیثیت فون حق نہیں ہے کہ ہم یہاں نہیں کہ ہالوے حسن کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔“ عبدالحی نے چونک کر سراٹھایا۔ اس کے ہاتھ رخشاہوں پر پڑی تھی۔

”سر ایہ آڑھیں کچھ دیکھ میں دیکھوں گا کہ میں اس کی تمناں ہے۔“  
”یہ عبدالحی صاحب ہیں جو ہارے اخبار میں ’ج‘ ہے۔“ حسن کے ہونٹوں سے کلمہ نکلتے ہیں۔ لڑکی کی آنکھیں بند کر کے لگیں۔ وہ عبدالحی کو دیکھنے لگی۔

”میں نے آپ کے سرافند دیکھا ہے۔“  
”کہہ دیں سب سرفند سب سرفند شوق سے تھے ہیں آپ کے وہ دونوں کلمہ زور سے تھے یوں کہہ رہا تھا جیسے آپ جو کچھ لکھ رہے ہیں سب اپنی امداد سے۔“ کچھ اور چھوس کر رہے ہیں۔  
”تینکس۔“ عبدالحی نے نگاہیں بچھائیں۔  
”سر ایسا ہیں یا نہیں دیکھ لیتے ہیں۔“  
”صاحب نے جیسے خود سے کہا۔ تین دن ہو گئے تھے انہار دے اور بے کنسول پہلی لڑکی تھی۔ ایک تو لاکھ زیادہ یہ کشت نہ تھی اور وہ سررا اسی اخبار کو

لگا تھا وہ مصر میں ہوا تھا۔ فون کی کوئی خاص نہ تھا جو کلمے بھولے تھے میں کمرے ایک میں شیخ صاحب تھے وہ دوسرے میں چھوڑی حکمت اللہ محمد اللہ خان اور عبدالحی بیٹھے تھے۔ تیسرے کمرے میں جلدی صاحب اور دوسرے دو تین کارکن تھے۔ جب سال کو لگا کر ایک شہزادہ عبدالحی والا کارکن تھی پڑا اور کتا تھا اسی میں عادل کی پہلی لڑکی لگا دی تھی اسی شہزادہ نے سررا میں کر دی تھی۔ عادل کو چند دن پہلے ایک پر کشت لگا کر ساتھ راجہ صاحب لگ گئی تھی۔ اس نے یہاں صرف وہی جاب کی تھی۔

”تھک ہے فریح آج آجے کلمے۔“  
”میں عادل جو آپ سے پہلے خواتین کا دفتر پر تھی وہی تھی انہوں نے دیکھا کیا ہے کہ وہ چار بجے سے پانچ بجے تک اخبار کو دت دیا اس کی نوڈ کی آپ کو کھینچ کر دین کی پڑھی کچھ پر اہم ہو تو عبدالحی صاحب ہیں محفلت ہیں مجب میں سب ہمت نکھیں ہیں آپ کی رہتی لڑکیوں میں۔“

”تھک ہے مصر۔“ اس کے چہرے کی چمک بڑھ گئی تھی۔ کمرے ہوتے ہوئے اس نے شلوار یک کدھرے پر لٹکایا۔ زینن پر لٹکتا اور دست کیا۔ چھپائی تک آجاتے تو ہالوں کے سر تک پر جیمے اور عبدالحی نے چھوس کیا کہ وہ بہت تنگ ہے۔ کمر بہت خوب صورت تھی بالک تھی اس کے انداز میں ایک بے پناہی اور اپنی ہی تھی جو کم از کم متوسط طبقے کی لڑکیوں میں اس نے بھی نہیں دیکھی تھی۔  
”کہو کہ انٹر فافو اس میں کل انٹار انڈیا ایسٹ کی لیکن سر۔“ وہ کچھ جھجکی۔  
”میں دس بجے تک آیاؤں گی۔“ شیخ صاحب چند لمے خارج رہے۔

”کونے تو اب آٹھ بجے تک آجاتے ہیں لیکن جیسے آپ کہہ سوتے ہو۔“ اور وہ شہرہ اور کتے ہوئے باہر نکل گئی۔  
”ہاں تو عبدالحی ام تم کیوں آتے تھے؟“



”سرتاپ سے میرا کالم مسترد کر دیا تھا کیوں؟“

عبدالعلی نے ہنسنے لگیں اور کہیں نہ کھلا۔

”ابھی آجھی کچھ اور کھلو۔ ہر کالم میں ایک ہی بات

عراقی ناخوشگوار، ذرا سی میٹری جان ہے۔ سلسلہ تو اب چلتا

ہی رہے گا۔ اب کیا ہر روز میرا ایک ہی بات لکھتے ہیں

کہ آج ذرا ملی لکھتے ہیں اتنے عراقی خمید ہوئے آج

استے پور ہو گیا ہوں بار۔“ عبدالعلی نے سانس سے

انہیں دیکھا۔

”سرتاپ سے اب تو برا آرتیکل میں دھا میں

نے لکھا تھا کہ یہ بوزدانی کھلون میں جبری آگ ہے تو

امریکہ کو سوچنا چاہیے کہ اب حکومت بنائی جائے

عراقیوں کو ان کا ٹکٹ دیا جائے۔“

”تو تمہارا کیا خیال ہے عبدالعلی! کہ امریکن

حکومت سوئچ کر خفا ہوئے اسے متصدم حاصل

کے بغیر عراق سے نکل جائیں گے؟ پگل ان کے

یورگام بہت لمبے اور طویل ہیں انہوں نے پوری

خصوصی بندی کر رکھی ہے کہ کب کیا کرنا ہے اور کیا

نہیں۔“

عبدالعلی نے جواب دیا۔

”میرے تو ایک سیدھا سادہ لوگ کہتے ہیں۔“

”پوری قوم اگر اس غلط اور پھل مری ہے تو کیا

بھی اس پر غصہ نہیں کرتے؟“ عبدالعلی نے

کہا کہ تو کچھ عجیب بحث پر آتا تو شیخ صاحب کا قلم

چلتے تھے۔

”تمہارا ہنسا ٹھیک ہے گلابو۔“ عبدالعلی نے

تصویر دیکھ کر لانا لگا۔

”سب سے اوپر راولپنڈی کے شیخ کی جھلکی

تھیں۔ ہنزہا ڈھانے نمایاں پتے لوگ۔ ایک لڑکی

گاگر سر لگائے کوٹلی کا نشان بنانے کوئی تھی۔

”اور سراس میں پتہ اور تصویر بھی تھی جو

صاحب نے اپنے ایک دوست سے حاصل کی ہیں

ایک بڑے دوڑنے والے گاؤں کا پور پور پور پور پور

کل رونا میں ہے اسے ابھی دیکھ لیجئے۔“

”بڑھ کر سر۔“

عجب اللہ خان کے ہونٹوں پر ایک افسردہ سی

مکرات ابھر کر مدمم ہو گئی۔

”جس وقت پوری قوم انہماک سے راولپنڈی تیار

ہوئے والا دیکھ لو۔ کئی تھی۔ گیندے کے پھول اور

ہولی کے رنگ جانے لڑکے لڑکیاں دھس کر رہے

تھے۔ سیدھے جاکر فرسے لگا کر نمایاں بیٹ بیٹ

کھلاڑیوں کو داؤدی جاری تھی۔ عین اسی وقت ایک

اور جی جی ارض پاک کے قومی علاقے میں ہو گیا

جسہر جہول اور گولہ پورید کا شیخ مسنائی گیلیوں اور

برساتے ہوں کا شیخ۔ شیخ صاحب نے برساتے ہوں

پر اپنا قلم کھول کر حشر کو نمایاں ان سب

بڑی دلچسپی سے پوری قوم خوش سے ناخ رہے ہیں

رنگ ریلیاں منارے ہیں اور تم نے خوشیوں کے

کھلے ہاگرا ملائے۔“

”سرتاپ ہمارے ارد گرد جو جن ہم رہا ہو گولہ پور

چل رہی ہوں تو ہم ان سے بیسے نظریں چڑا کر

ہیں۔“ عبدالعلی نے جواب دیا۔

”میرے تو ایک سیدھا سادہ لوگ کہتے ہیں۔“

”پوری قوم اگر اس غلط اور پھل مری ہے تو کیا

بھی اس پر غصہ نہیں کرتے؟“ عبدالعلی نے

کہا کہ تو کچھ عجیب بحث پر آتا تو شیخ صاحب کا قلم

چلتے تھے۔

”تمہارا ہنسا ٹھیک ہے گلابو۔“ عبدالعلی نے

تصویر دیکھ کر لانا لگا۔

”سب سے اوپر راولپنڈی کے شیخ کی جھلکی

تھیں۔ ہنزہا ڈھانے نمایاں پتے لوگ۔ ایک لڑکی

گاگر سر لگائے کوٹلی کا نشان بنانے کوئی تھی۔

”اور سراس میں پتہ اور تصویر بھی تھی جو

صاحب نے اپنے ایک دوست سے حاصل کی ہیں

ایک بڑے دوڑنے والے گاؤں کا پور پور پور پور

کل رونا میں ہے اسے ابھی دیکھ لیجئے۔“

شاخ صاحب جانتے تھے کہ اس تصویر کا چاہد صاحب

کمال سے حاصل کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ ان کے

ماں مل استے زیادہ تھے اس لیے وہی فریاضد سے

اہم اجازت سے مدد لینے تھے کہ وہ اپنے پور پور پور

سے اختر کے فون پر رابطہ رکھے۔

انہوں نے تصاویر نکالیں۔ ”پہلی تصویر ایک

ڈانچے کی تھی جس کا کمال بیٹا ہوا تھا حشر کی

پلائی کھل کر ڈانچے کی شکل میں پور اور ڈانچے اس کے

پسے کے گروپ کی تھی۔ وہ لکھی تھا کہ سیدھا کار تھا

اور اس کے سینے سے خون کا فوارہ ابل رہا تھا۔

”شاخ صاحب نے اس کو دیکھ کر حشر کی سی۔“ دو سری

تصویر پھاڑوں کے دائرے میں بچے کھانوں کی تھی نالی

اور ان والے مکان۔ ایک بوڑھی عورت چڑو

ہاٹے ایک نولے مکان کے پاس کھنڈی چھوڑنے

کی تھی۔ اس گھر کے ساتھ ایک چھوٹا بچہ ہوا تھا خان

”تصویر بھی اس رقص کا پور پور کوٹلی کا نشان

ہاں لڑکی کی تصویر کے ساتھ ہی تھی۔“

عبدالعلی کھنڈی ہوا گیا۔ شیخ صاحب ”عبدالعلی سے

الفاظ نہیں کر سکتے تھے کہ ایک وقت پر جب وہ اندر

گئے کہ تھے اور ان کا گانا بوا اور بوا مارا مارا سا

ہوا۔ ”بازوب تھا تھا۔ بیوی ایک گھٹ پھانے بیٹھی تھی

اور شیخ صاحب نے صرف ذاتی طور پر دیکھی لے

لی۔ کھنڈی ہوا کر کے ان کو سارا ہوا تھا۔ حقیقت تو یہ

تھی کہ اب زیادہ سیریلے عبدالعلی کا گانا بوا بوا میں

ہاں عبدالعلی نے نہ بھی جانتا نہ ذکر کیا۔ بلکہ انہی

اور ان بیوی شادی میں شیخ عبدالعلی نے ہارٹ کا

اور ان بوا بوا کیا تھا۔

”سرداری کھلی کھلی رہی ہے عجب اللہ خان؟۔“

”ہاں ہے نہیں جیکس کھنڈی پور پور ہے ہمارا گاؤں“

عبدالعلی کے ساتھ ہی عجب اللہ بھی ہا ہا ہا ہا

”تم نے تمہارا کھنڈی۔“ عبدالعلی نے مرلا۔

شاخ صاحب نے پتے سے دونوں اپنے کمرے میں آ

گئے۔

”یابا جانے تو لپا جانے“

عبدالعلی نے اندر در فز پر بیٹھے ہا کمال والے سے

کہا تو وہ ایک دم اٹھ کھڑا ہوا۔

”کھلی لایا کمال والے۔“

اور عبدالعلی جھکا تھا کہ اس کا سہیل بڑے سامنے جا بیٹھا

۔۔۔ عجب اللہ کی کمری سوچ میں ڈوبا پانی بیڑی کو شریف

بڑھ گیا۔



”کھنڈی صاحب! اسے اٹھانے تو میں چاہتی ہوں

دونوں کی شہدائیاں ایک ساتھ رکھوں۔“

ڈانچے کی شکل کے سامنے بیٹھے جسے ہر کسی کو کمری کا

مساج کرتے ہوئے جہاں آرا نے ڈراما سن موڈ کر

کر لیا تھا۔ اسے اٹھانے کے بارے میں کچھ کہا ہے؟

”ابھی اسے اٹھانے کے بارے میں کچھ کہا ہے؟“

انہوں نے اخبار سے ڈرا کی ذرا نظریں ہا کر جعل

آرا کی طرف دیکھا۔

”ہاں سب کچھ داک بگمے تھے تو اس کا فون کیا تھا

کہہ رہا تھا گھٹ لے کر گینٹ کفرم کروانے کے بعد

تسے کی تھانے لے گئے۔“

”وہ تو گویا صاحبانہ سے کبھی خیال آیا تھا ہار۔“

”خیال کیوں نہیں آئے گا تے۔“ جہاں آرا کو بوا

لگا۔

”لیکن میرا کیا ہے۔ نہلا سے زیادہ دس پندرہ

بزار کی صاحب مل جاتی تے۔ ہر اس ایک ڈانچہ اور ایک

اسکل ہا شری خواہ ایک کھسی ہے۔“

”ابھی اسکل ہا شری کا ڈرا کر تھی حقیر سے مت

کریں جہاں آرا۔“ کھنڈی بوا بوا بوا بوا

”کھلی اسکل ہا شری میں جنوں نے آپ کے بیٹے کو

اس قتل بنا لیا کہ وہ ڈانچوں سکتے۔“

”عجب قوت چلا کھتے ہیں۔“ جہاں آرا نے کھک کر

جواب دیا۔

"میں آپ سے اسعد اور اسجد کی شادی کی بات کر رہی تھی۔ مگر پھر کو اخبار رکھ دیں۔"

"جی فرمائیے۔ وہ اخبار کھران کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"نہی کوئی لڑکی دیکھ لی ہے آپ نے اسعد کے لیے؟"

"اسعد کی بات تو بہت پہلے سے میں نے کیا جان سے کر رکھی ہے ان کی عیادت کے لیے۔"

"آپ نے اسعد سے بھی پوچھا یا خود ہی فیصلہ کر لیا۔"

"مگر اس عیادت پر مجبور ہونے گئے۔"

"تعمیر کا اور بات ہوئی ہے جہاں آ کر تیار اور عمر بھر کا سامنا بھی چھنا اور بات۔"

"نہی سے باتوں پر مساجد کر رہی تھیں۔"

"لیکن مجھے پتا ہے کہ وہ بہتری کی عیادت سے انکار نہیں کرے گا۔ لیکن وہی وہ کہہ رہا تھا کہ مستقبل ہمارے لئے اس لیے اس کی ترمیم کی بات نہیں ہے۔"

"اسجد کی شادی عنینہ سے ہوگی۔"

"مگر نہیں۔ جہاں آ کر آپ تھیں۔"

"مجھے وہ لڑکی عنینہ پر بند ہے اور نہ ہی علی۔ میں جانتی ہوں کہ آپ اس عیادت پر نہیں ہیں۔ لیکن یہ میں ہوں جا کر اس صاحبہ۔"

"علینہ کے لیے میں نے نہیں کہا میں صرف علی کی بات کر رہا ہوں۔" وہ ہے حد بچیدہ تھے۔

"مگر انہیں عبدالحی اور عنینہ وہ دونوں سے ہی بے چین کرنے ہونے کے نالے انیسیت اور محبت تھی لیکن عبدالحی سے وہ کچھ ناراض تھے کیونکہ ان کی خواہش کے برعکس عبدالحی نے طرز کم کو بطور شہر چنا تھا۔"

"ہاں اگر وہ انجینئر یا لکڑیوں کا جوہ اس کے متعلق ہاں نہیں لیکن میں۔ لیکن عنینہ کے متعلق سال پہلے ہی انہوں نے سوچ لیا تھا کہ وہ اسے اپنی بیوی بنائیں گے۔ عنینہ کی تربیت ان کی ماں نے کی تھی وہ جانتے تھے کہ وہ اسجد کی بہترین شریک حیات ثابت ہوگی۔"

"لیکن مجھے بھی ہرگز پتہ نہیں ہے۔" وہ ان کے سامنے ہی کسی چیز کو پیش نہیں گئیں۔

"صرف اس لیے کہ وہ میری بھانجی ہے۔ میری مرحوم بہن کی بیٹی ہیں۔ میں اس کی زندگی میں ہی کسی کی شادی نہیں تھی۔" جہاں آ کر اٹھلا کر کہہ گئیں۔

"آپ جو بھی تمہیں۔" ان کا بازو اڑا کر اساتذہ کو اگلے دن تک بھروسہ علی تھی۔

"آپ کے دل میں اس کی عزیزان جہاں بھانجی کی محبت بہت زیادہ ہے تو اس کی بات کو خارج اٹھا کر میں کسی شادی پر فخر سے رابطہ کر کے کسی کو بھی جاگڑ کر کی شادی کروا دیتی ہوں۔"

"انہوں نے اخبار سے نظر اٹھا کر اس کی دکھا دیے حد مطمئن اور پرسکون ہی بیٹھی تھیں تب ہی اردانے پڑا۔"

"آپ آج بھی۔"

"ان کا خیال تھا عنینہ ہوگی جو سولے سے پہلے انہیں شہر بخیر کے ضرور آتی تھی۔ لیکن اردانے پر گھبرائی ہوئی ہی عنینہ کمزری تھی۔"

"وہ کبھی آ کر تھے بیٹھے۔" وہ ہلکا ہوا کرتے تھے۔

"وہ ہلکا ہوا کرتے تھے۔" وہ ہلکا ہوا کرتے تھے۔

"انہوں نے اردانے سے سلیپر بننے جہاں آ کر مارکر عنینہ کی طرف دیکھ رہی تھی اور ان کی آنکھوں میں عنینہ کے لیے آنسو تھے تھی کہ کچھ کو وہ کھٹے اور پھر عنینہ کے پیچھے تیزی سے باہر نکل گئے۔ عنینہ تقریباً بھانجی ہوئی تیرھیاں چھ تھی اور جب وہ آکر پہنچے تو وہ تانے کے بیڑے کے پاس دو لڑکی بیٹھی ان کے ہاتھ سلا رہی تھی۔"

"میں جہاں جاں جان! آکر مل جائے اور ان کی بیٹی شہر پر ہاتھ رکھ کر آواز دی پھر نہیں دیکھی۔ ہاتھ بندھ کر تھی جی۔"

"بہت تھک رہے تھے۔"

"انہوں نے اپنے ہاتھ بٹائی عنینہ کی طرف تھک۔"

"انہوں نے انہوں سے اپنے ہاتھ بٹائی عنینہ کی طرف تھک۔"







مٹارے سجانے



”اور یہ ہو سکتے تھے کہ وہ بے گناہ تھی۔“  
 حیرت ہو رہی تھی کہ بہت دور بعد میرے منہ سے یہ  
 لہلہا کر رہی تھی۔  
 ”تقریباً دو مہینے ہونے کو آئے ہیں۔ آپ کے لیے  
 میں دیکھتا ہوں کہ آپ کو ہنس بے پرواہی سے بات  
 کرنے کا سوجھا تھا لیکن پھر ”وہ سوجھا کر کے“ میں پھر  
 ہنسنے زیادہ بہتر لگا کہ میں تم سے بات کر لوں۔ تم  
 معاملے کو زیادہ اچھی طرح دیکھنا چاہتا ہوں کہ آپ آیا  
 جان سکتے ہیں یا نہیں۔“  
 ”میری یہ دیکھ کر میں ہنس ہی نہیں آتا کہ یہ کس  
 طرح ہو سکتا ہے؟ میں تو گھر کے معاملات بہت زیادہ  
 دیکھتا ہوں۔“ میں اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر  
 مانگتی ہوں کہ کیا ہے؟ اسی جان کا کچھ خشک سارو تھے تو  
 میرے محسوس ہو رہا تھا لیکن اس کے لیے یہ درجہ ہو گیا  
 سوچا ہی نہیں کہ کیا تھا۔ مجھے واقعی اپنی یہ حیرت  
 ثابت تھی۔  
 ”لیکن اب جاننا آپ نے مجھے یہ سب شروع ہی میں  
 نہیں بتایا۔“ شایبہ اب اتنی نہ بولتی۔ ”میرے  
 دل میں اس بار سے میں خیال آیا اور میں نے فوراً  
 اہلیان سے پوچھ لیا۔  
 ”اصل میں شروع شروع میں میں یہ سمجھتا رہا کہ  
 تم ساری بات کو پوچھنا ہی ہو گی۔“ پھر مجھ میں نے  
 ان دونوں ماہیوں کو سونے میرے ساتھ ہی ہی کہا کہ ان  
 بات پر تحقیق کیا۔ پھر مجھے محسوس ہوا کہ شوہر کسی  
 بات پر ناراض ہے۔ تو اس وقت تم سے بات کرنے  
 چاہتا تھا لیکن تم اپنی بات تو چاہتے ہو تو سچی سے منع کر دیا  
 گامزن۔ اس پھر اس لیے بات کہیں ہی نہیں اس لیے  
 الہامیات سے کوئی اور شے کی ضرورت نہیں ہے۔“  
 اہلیان نے ایک گھبراہٹ سے کہا۔ ”حالا کہ وہ خود اچھی  
 طرح جانتی ہیں کہ اس طرح معاملہ زیادہ خراب ہو رہا  
 ہے۔“ میری معاملات انہوں کو بالکل کھینچ رہے تھے  
 ان میں زیادہ بہتر ہوتی ہے۔ لیکن یہ ملنا قابل

فرق ہے۔ عبدالعلی کو خواہش دیکھ کر کیا کرنا ملے گا۔  
 طرف متوجہ ہو گئی تھی۔ علاوہ سکھانے کی طرح  
 میںیں پری ڈیوڈنا میں نہیں لوہ لوہ اپنے گھر  
 تھی۔  
 ”کی جتنی فریالہ لہی۔“ کیا کرنا ملے گی یاد رکھو  
 جیسے چٹکا لگی۔  
 ”بچے تو نہیں ہوں۔“  
 ”زندگی بچے دے کہ مرے آئے۔ کس دل  
 دوسرے دن ہی اس (بھانجی) جی اپنے اس کے  
 کا ہوتے۔“  
 ”پھر اب کو دوسری شادی کر لے تا جاوے تھی۔“  
 بس اس کی فریالہ نہیں سے سوچا گیا تھی۔  
 آجائے تو میں شادی نہیں کی دوبارہ۔“ عبدالعلی  
 ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آئی جبکہ فرح  
 چپکلی سے اسے دوسری شادی کا مشورہ دے رہی  
 تھی۔ جاتی سب کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ فرح کی  
 کہہ لے اس آس میں زندگی کی لہری دوڑا  
 تھی۔ یہ چوری عفتلہ اندھ اور مجاہد حسین کا کھیل  
 خیال تھا۔ حالانکہ شروع شروع میں اس کے لیے سب  
 چاہتی تھیں۔ مگر وہ بہت جلد ہی ہوا تھا۔  
 ”دور رنگ اور اہلسانے میں فرق ہونا ہے کیا لہی؟“  
 سے بات آئے ہوئے تھا خواہ وہ ہی اس کا کچھ جوع ہوا  
 تھا شاید اس کے روز کی چھوٹی سی سے لہی لہی کی وجہ سے  
 دور تو فرح کی لہری اس سے بہت دور تھی۔  
 علاوہ سے ہر صاف کر کے پچھا پچھا سامان شاپ  
 ڈال کر کیا کرنا ملے گا۔  
 ”موت۔“

فرح نے تو صوبھی نظروں سے اسے دیکھا۔  
 ”مٹی صاحب اس ہتھی کی خبریں سننی کہیں  
 آپ نے۔“  
 ”فرح تو بچہ نکل گیا اور ابھی پورے چھ دن  
 اگلے پر ہے کی تازی کے لیے۔“ چوہدری عفتلہ  
 کو بیٹ بھرنے کے بعد اب تیز آ رہی تھی اور وہ  
 چلنے کا پروگرام بنا رہے تھے۔  
 ”اور یہ چھ دن مسلسل کاب۔“ آخری قسط آسنہ

کے بعد رہا ہے۔  
 ”میں ضرور فرح! آپ کیا کہہ سب ہم کی تاریخ  
 پیدائشی نوٹ کرو۔“ سہیل سہیل نے فرح کو کہا۔  
 ”نوٹ کرو اور بتا۔“  
 ”گھٹتے جتنے عبدالعلی کی برتھ ڈے ہے۔“  
 نے انکشاف کر اور یہ لڑکی میرے اس کی چھوٹی چھوٹی  
 باتوں کا رعبان رہ گئی تھی۔  
 عبدالعلی نے علاوہ نوٹ کر لیا نظر میں نے ہر بار  
 پلکیں جگمگائیں اور رخسار گل رنگ ہو گئے لیکن ہتا  
 نہیں لیں وہ اس کے لیے اپنے دل میں کوئی جذبہ نہیں  
 محسوس نہیں کر تھا۔ وہ عفتلہ کی سہیل میں بس اپنا  
 ہی خیال تھا۔ علاوہ کیا پھر جس کی دوست تھی۔  
 ”تو پھر جن۔“ عبدالعلی کی برتھ ڈے سہیل بیوٹ  
 کر رہی تھی۔  
 ”میں گھٹتے پسند نہیں ہے۔ دوسروں پر براہن  
 ڈالنا۔“ عبدالعلی نے چونک کر کہا۔ وہ سہیل اس کی  
 مایہ نشتہ جانتا تھا۔  
 ”تو تم کھکے مت ڈالیں براہن کسی پر اپنی جیب  
 سے سب کوچ کر لو۔“ اس نے فوراً ہی فیصلہ سنا  
 وا۔ وہ اپنی ہی سے لگھلاہٹ کر رہی تھی۔  
 ”بس میرا بار اور کچھ نہ کرنا۔“  
 محب اللہ نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولتے  
 عبدالعلی کو دیکھ کر اس کے کہنے پر ہاتھ رکھا تو وہ  
 خاموش ہو گیا۔  
 یہ لڑکی اپنے اہواز اپنی تنگنوں اور حد سے بڑھے  
 ہوئے اہواز سے بچ رہی نہیں گئی تھی کہ اس کا تعلق  
 کسی متوجہ کرنے سے ہو گا۔

”اور بچہ ہم اپنی پسند کے ہو گئے میں کریں گے۔“  
 سہیل نے نمایاں بنا کر اس کی تائیدی کی۔  
 عبدالعلی نے کچھ نہیں کہا جانے اس کا وہ بیان  
 کہاں تھا۔ علاوہ کے نہیں میں نے پوچھی تھی اس کے  
 وہ صبح سے ہی آگئی تھی۔ اسے لکھنے سے پہلے ہی اس  
 کوئی حلقی کام کرنا چاہتی تھی اس لیے اپنی مرضی سے  
 آئی تھی۔  
 ”ابا! تم نے شادی نہیں کی؟“

”اور بچہ ہم اپنی پسند کے ہو گئے میں کریں گے۔“  
 سہیل نے نمایاں بنا کر اس کی تائیدی کی۔  
 عبدالعلی نے کچھ نہیں کہا جانے اس کا وہ بیان  
 کہاں تھا۔ علاوہ کے نہیں میں نے پوچھی تھی اس کے  
 وہ صبح سے ہی آگئی تھی۔ اسے لکھنے سے پہلے ہی اس  
 کوئی حلقی کام کرنا چاہتی تھی اس لیے اپنی مرضی سے  
 آئی تھی۔  
 ”ابا! تم نے شادی نہیں کی؟“





پھر ایک طرف یہ رویہ تو ہی طرف جب ہمارے ساتھ ثابت ہوئی ہے تو کاشی میں کہ اس کے لیے یہ کیا ہے۔ میں اس میں چاہتا ہوں پتہ تو چلے کہ ہوا کیا ہے؟ اس جٹا آرا سے است کر۔

اباجانے تو آرا سے بات کرنے کی تلقین کر دی اور میں مشکل میں پڑ گیا۔ میں بھی اپنی اس عکلت کو کچھ میں لانا چاہتا تھا لیکن اللہ نے بطور ”قوام“ مجھے عطا کی۔ میں چاہتا تھا کہ مناسب طریقے سے مجھے اس مسئلے کا سب پتہ چل جائے۔ اور مجھے فوراً سے براہ راست اس مسئلے پر بات نہ کر پڑے۔ اور میں نے پتہ چل جانے کے فطرتی طور پر کہاں سے ہے؟ فوراً سے میں بات کرنا اس لیے نہیں چاہتا تھا کہ وہ بہت زیادہ حساس تھی۔ میری ناراضی اس سے ذرا بدروشت نہ ہوئی تھی۔ فوراً ہی ہونے کے واسطے اس سلسلہ شروع ہوا جانا اور پھر مٹانا ہی ظاہر ہے مجھے یہ زیادہ تھا۔ میں اسے بھی تکلیف نہیں پہنچانا چاہتا تھا کیونکہ میں نے اس سے بہت محبت کرنا تھا۔ اور دوسری طرف اپنی جان کا دکھ بھی میرے لیے ناقابل برداشت تھا۔

اس مسئلے پر پاپا نے کیلئے میں نے اللہ تعالیٰ سے بہت دعا میں کی۔ لیکن اونوقت دعا مانگنا ملتے میرے دل میں جو وہیبت و خراب خیالات آتے تھے سوچنا کہ کتنا ہوا اور اللہ تعالیٰ ہی آمنت کو بھی مسلم اللہ علیہ وسلم کی شایوں تک حیات رکھتا کہ ماں ہونے کے بہترین تعلقات، ماں اور بیوی کے درمیان توازن کی بہترین مثال، ہمارے سامنے ہوتی۔ شاید ہمیں اپنی پھولی پھولی باتوں پر اس قدر مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ پھر میں اللہ تعالیٰ سے ان سوچوں کے متعلق توبہ کرنا اور بار بار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر روز دعا کرتا ہوں کہ کاپیڑ میں کہ ہوتی چاہیے۔



”میں افس جانے کے لیے تیار ہوا ہر تھا جب توبہ ہر نیت بنانے کے بعد کرے میں کئی میں نے نیتیں میں اس کو رکھا۔ اس کا پورا میں ہوا تھا۔“

”جانتے ہو خدا جل میں نے حسد سے کہا کہ تمہارے بال بے خراب ہو سے ہیں۔ عجیب مجھے ہونے سے کرتے ہیں۔ جس سے بنا کر کیا کر اور آج بتا سے اس کے کیا کیا؟“ توبہ کا جو شرف تھا۔ میں نہ چاہتے ہونے بھی اس کی طرف ناقصہ متوجہ ہو گیا۔ اس نے اپنے سامنے بال کاٹ ڈالے ابھی ابھی آئی ہے اور آتے ہی مجھے اپنے کے ہونے بل رکھانے مجھے توہیڑ ہنسی ہوئی ہی تک رہی ہے۔ توبہ کے انداز میں اب نشوونما تھی۔

”کمال کر دوسری بار رکھ لو۔“ ایسے مشورے میں چلکی بجائے ہونے چش کر تھا۔ میری بات کا توبہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے جرت سے اس کو دکھا دیا۔ اس کی سوچ میں تم تھی۔ مجھے اور واقعی یہ حد بھی تھا۔ حسد کے خلاف توبہ ہونے کی اپنی میں نہیں سمجھتا تھا۔ حالانکہ خود اس کو بھی حسد سے کالی شکایتیں تھیں۔ ملا۔ ایک دفعہ رات کو کھانا کھانے کے ہونے اس نے بنا کر ”حسد“ کہ میں بد وقت ایسے بغیر ہونے کے پہلی سے جیسے یہ اس کا پاپا کہے اور وہ خود لگے۔ آج میں نے اس سے کہا کہ اپنا وہیڈ اور توہنوا خالوں نے شرح جو جواب دیا کہ ”تم میری توبہ پڑے گھر میں پہلی ہو۔ جیلے خود تورا و صوم“ میں نے یہ سن کر توبہ کا اچھا خاصا راز دیکھا تھا جس پر اس نے یا کو آواز دے تم کھائی تھی کہ وہ آج میں حسد کے متعلق کوئی مسئلہ مجھ سے نہیں کہیں گے۔

الوار کے دن میں دو دن لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ میں چاہتے تھے ہونے اخبار پڑھ کر نا تھا جبکہ توبہ کی وی وی دیکھ رہی تھی۔ حسد گھر کی ڈسٹنگ کر رہی تھی۔ جب لاؤنج میں اس عرض سے آئی توبہ نے اس سے کہا۔ زور پائی پارتا حسد۔ حسد صاحبہ سے سرا تھا کہ توبہ کو گھور اور پھر بھڑکنے والے انداز میں فرمایا۔

”میں کیوں پاپا کی؟ خود ہی لو اٹھ کر۔“ مجھے تو چاہئے تھے ہونے لہو لہو کیا اور توبہ چیتے ہونے اٹھ کر دوڑے کرے میں بل کی لیکن پھر بھی وی حسد کی چمتی کر کے پر راضی نہ تھی کہ حسد کا ایک مثبت پہلو

اس کی باقی تمام خاموشی پر بھاری تھا کہ وہ کام بہت اچھا اور تیزی سے آئی تھی۔ کم کرنا ہوا ہے حسد صاحبہ کی انتہی ہوئی تو کر لیکم صاف۔ فرین میں یہ قسم تو ہوجانے کے لیے دے اور پھر کئی گھر میں۔ یہ سب معاملات مجھے توبہ نے ہی میں میں نے اپنی آنکھوں سے اس کو حد سے تیزی سے کام کرنے دیکھا تھا۔ اس سامنے میں منظر کے لحاظ سے توبہ کی خاموشی باعث تعجب نہیں تھی۔



”آپس سے واپسی پر میں نے اگلے ہفتے کراچی کی سٹیٹس بک کر دیا۔“ مجھے کراچی کا تھا کہ اس کی زندگی جیسے اس بات سے کہ زیادہ جانتی ہیں کہ پچھلے دنوں میں بہت زیادہ مصروف رہا۔ کو بھی کئی توجہ نہ دے سکا۔ اور کراچی کے ہونے کے لیے سب سے ہونے کو آئے تھے ورنہ میں ہر تین تین کے بعد ایک ہفتے کے لیے کراچی ضرور چلا جاتا تھا۔ اس سے زیادہ اچھی تبدیلی ہوا یا میں کو بھی اطمینان ہوا جانا اور توبہ کی اپنے کو واپس لے کر خوش ہو جاتی اور اس کی یہ خوش آگے میں لینے کہ کمال کو خوشگوار کرتے ہیں۔ بہت سادہ اور ثابت ہوئی تھی۔

میں جو توبہ پر چاہا اس وقت شام کے سات بجے رہے تھے اور توبہ گھر میں نہیں تھی۔ شاید بیڈوں میں کہیں تھی۔ میں لاؤنج میں شادقت کر رہی کے لیے میزوں پر دیکھ رہا تھا۔ یہ بیڈوں میں تھی۔

”اسے آج اب آتی جا رہی ہے آگے؟“ توبہ کے انداز میں خوش تھی مجھے حسد میں کے مکر کیا۔

”بس ویسے ہی ایک خوشخبری بھی ہے میرے پاس۔“ میں نے بے کار سانس پیداکر کے کی خوشخبری۔

”مجھے معلوم ہے تم کراچی جا رہے ہیں۔“ میں نے تجب سے توبہ کو دکھا۔ اس نے میری جرت محسوس کر کے فخر کا لہجہ تھا۔

”ہر اسے آج سر مڑھانے مجھ سے گئے ہیں؟“ توبہ خود راہی۔ ”کیا آپ کے شوہر کی جانب محرم ہوئی ہے؟ مجھے تو اپنی جرت ہوئی میں نے اس سے کہا کہ میں کس کو تو لیا بات نہیں سے تو چپ ہو کر۔ مجھے لگا کہ وہ بخوبی اور بات بھی کرنا چاہ رہی ہیں لیکن چنگاری ہیں۔“ توبہ نے کہا کہ کرا موش ہو گئی۔ ”توبہ کو یہ ہو گئی ہے؟“ مجھے بھی خود راہی محسوس ہوا۔ ”ہاں نہیں۔“ توبہ نے کہا کہ میں کہ آج رات کو کیا کیا؟ اس نے مضمون بدل دیا۔



”لگنے دن آفس سے میری چمتی تھی لہذا میں کرے میں سونا بل اللہ توبہ نے مجھے رات کو بتایا تھا کہ اس کو لکھی کی خواتین کی پہلی گئی ابجمن کی مشنگ لٹینڈ کرنا ہے جس وقت میری آنکھ کھلی گیارہ سچ کہے تھے کہ میں اور مرآقا۔ توبہ جانگی تھی لیکن اس سے میرے خیال سے بڑے نہیں ہٹائے تھے اس سے کہ مرآقا کی کا پتھر چیش کرنا تھا۔ معلوم تھا کہ حسد اس وقت گھر کا کام کر رہی تھی اور توبہ اسے میرے متعلق بتائی ہوگی۔ لہذا میں نے کرے سے باہر لٹھا۔ توبہ نے ہاتھ لگایا کہ میرے ہاتھ میں چھو کر اس کی وقت شام کے سات بجے پڑھا۔ میں چاہتا تھا کہ توبہ دلپس آجائے تھی میں باہر نکلوں۔ مجھے ہنسنے کی بھی محسوس ہو رہی تھی۔ اسے میں فون کی تہل ہوئی۔ لاؤنج کے فون کا ایک کنکشن ہمارے بیڈوں میں تھا۔ وہ کنکشن کے بعد جب فون کی تہل ہوئی تو میں نے اسے ہی رشتہ اور اٹھا کر رکھا۔ میں خراب حال میں کہ لائن کٹ گئی ہوگی۔ لیکن وہ طرف خاصی تھی۔ میں نے تیلے کما تو وہ طرف کی تھا یہ اور تے۔

”یارا یہ کیا بات ہے؟ تمہارے آفس فون کو تو کئی اٹھا نہیں ہے۔ تم فون کو تو لکھی اٹھا کر سنا پڑ رہا تھا ہے۔“ آخر مسئلہ کیا ہے؟ ”طی گئی جھیلانی ہوئی اور سنا پڑی۔“



”بھائی سے جھگڑا ہوا ہے کیا؟“  
 ”نہ فرماؤں گا، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم سے ایسا ہی ہو گا۔“  
 کی آواز میں آہری ہوتی ہوئی۔ ”ابا جان کی آواز میرے کانوں میں گونجتی۔“

علی کی جھگڑا ہٹنے سے میری الجھن کو سلجھا ہوا تھا۔ میں نے جلدی جلدی علی سے بات کر کے فون رکھا اور سلجھتا ہواں میں ڈال گیا یہ کہنے کو تھا اب اسے فوراً کسی کو اطلاع دینی۔ میں تیزی سے باہر نکلا تو فون کے فوریہ دست پر بیچ رہی کسی نے کہا ہے مجھے جس کی صحیح سلفت سے ہی اس سے ادا نہیں ہو رہے تھے اور کوئی بھی بات میری مجھے سن نہیں آ رہی تھی۔

”خوش ہو جاؤ، خدا کے لیے کیا مسئلہ ہو گیا ہے؟“  
 کیوں اسنے زور زور سے چارپائی ہونے میں نے اس کو کھنکھانے لگا کر کہا۔

”ایک لمحے کے لیے لاؤش میں خاموشی چھا گئی اور اب اگلے ہی لمحے تو یہ نہ تھی سے حند کا ہنسا پکارا اور ہار کی طرف دھکیلا۔“

”نگھڑی ہاں سے۔ میں کبھی ہوا نگھڑی ہاں سے۔“  
 تو یہ حصے میں چلائی حند نے جھٹکے سے ہلا کر چھڑایا اور تیزی سے باہر نکل گئی۔

”آخر ہوا کیا ہے؟“ میں نے مری سے پوچھا۔  
 صوفیہ نے بھائی۔

”کیا ہوا ہے؟“ میں نے آپ سے کہا تھا ہاں اس دن جب اس نے یہاں گاٹ بنے تھے کہ مجھے یہ مسئلہ لگ رہی ہے۔ اس مجھے ہی سمجھ دیر سے آگے وہاں میٹنگ میں سب مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ آخر میرے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟ میں نے کہاں سب کے ہاں سے پوچھ کر چھٹوٹا کر دینی ہوئی؟ میں تو آئی حیران ہوتی کہ کچھ مجھ میں کس آ رہا تھا۔ ”تو یہ کہہ کے میں مسکھن بھی۔ پھر اچھا حدیث ہے بتایا کہ تمہاری مادی ہر ایک کے ہاں جا کر بھی انہیں کبھی تک بھی نہیں بدل رہی روزانہ ہی مجھ نہ پوچھتے تھے کچھ جاتی ہے۔ اور ہر ایک سے کبھی کبھی سے کہ تو یہاں ہی بنا ہو گیا ہے۔“  
 اگرچہ وہ اپنے فون کی بات نہ ہوتی تھی تو میں تو یہی کہتا

یہ باتیں کر رہا تھا۔ لیکن اب تو مجھے اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا۔ تو یہی بات سننے میں میں فون والی بات پر حند کی خیریتا بھول گیا تھا۔ اور وہ موقع پاسے ہی نکل گیا۔

”آئی ہے مری کوئی بات ہے۔ مجھ سے تو اسنے بیچے لے کر جانی تھی کہ میرے ختم ہونے اور میری بچھ اور۔ اور وہ نہیں ڈرا مارے ہیے خود گروہوں کے ہاں سے سامان لائی رہی۔ میں نے کہا کہ تو لوگوں نے پہلے مجھ سے کیوں نہیں پوچھا تو کہنے لگیں کہ ہم نے اشتراک میں بات کرنے کی اتنی کوشش کی لیکن تم سمجھ ہی نہیں سکتی ہیں اے صاف بات کرنے کے لیے کھیلو۔ ہوا۔ اتنی افسانہ لگائی میری کہ آپ انہاں بھی نہیں لگ سکتے۔“ تو یہی کہ آٹھوں میں آسو چک رہے تھے۔

”بھائی، سہمی۔ مجھ میں ہوا۔ تانہ میں فون بات سب کو۔“ میں نے تو یہ کہہ نہیں کر سکی کہ کوشش کی۔ ”سب میں تو کہہ نہ سکتا تھا ایک اور کارنامہ سنا ہوں۔“ تو یہ نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ میں نے اس کو پوری گمانی لائی وہ دن سناوی اور وہ حیرت سے منہ کھولے تھی نہ ہی۔

”اف اللہ۔ یہ حند تانہ تو ہر جگہ مجھے بنام کر کے۔“ تو یہ نے دات کا پچا سے نہیں میں کہوں کہ سب مجھ سے مجھے نہیں کہوں ہیں؟ اتنی جان بھی جب بات کرتی تو اس طرف بات کر میں کہ مجھے یہ زندگی دیکھ رہا تھا۔ پھر میں بھی خودی پیچھے ہٹ گیا۔“  
 اسی وقت یہاں سے اپنے دونوں ہاتھ مسل رہی تھی۔

”کیا تو آپ کو پتہ ہے کہ زیادہ تر بات تو میری فون کرتی رہی۔ جانی کسی سے میری فون پر زیادہ بات ہوتی ہی نہیں۔“ اتنا پوچھ کر میں حموں کیا اور مجھے بتایا بھی نہیں۔ ”میں نے کبھی کبھی کا اظہار ضروری سمجھا۔“  
 ”ہاں آجیے آپ کو فوراً“ میری بات پر تعجب کر کے ایک لفظ تو ابھی ہی کے خلاف سن نہیں سکتے۔ ”میں نے ہی تو بیدار کیا۔“

”ہاں اظہار بات نہیں سن سکتا۔“ میں نے اس کی بات کاٹی۔ ”لیکن یہ بات تو آپ نے ہی کی تھی۔ اور ان میں سے باقی کچھ نہیں لگا رہا۔“  
 اشارہ سے وہ تین توش خودی تونہ ہوا جانے۔

”مجھے نہیں آتا بلکہ کھیلنے لگا تو اس میں بات کر لیتے تھے۔ وہ اتنی ناہنوں کی توقع نہ رکھا کہ۔“ میں نے جس حوالے سے پھر خراب ہو رہی تھی مجھے علی طرح یاد ہوا تھا۔ اصل میں شادی کے بعد شروع شروع میں تو یہ نہ لانی ہی کچھ کرنا اور وہ تونہ کی باتوں میں آ کر ان کی جان کے متعلق مجھ سے کچھ فطوری شکایتیں لگتی تھیں۔ میں اپنی جان کو ابھی طرح جان تھا کہ وہ اپنی طلبت میں کر سکتی یا اس بات سے بچھ نہیں کا یہ مطلب پھر نہ کرنا۔ میں نے جواب میں تو یہ کہ زبردست بھلا ہوا لانی جس کے نتیجے میں وہ آگے تھی تاکہ میں نے منہ چھپا کر روٹی رہا۔ میں چاہتا تھا کہ سب اپنی جان مجھ سے پیڑھی کوئی شکایت بنا رہی نہیں کرتی۔ چاہے تو وہ بھی کام نہ کرے۔ اور پھر میں تو یہ کہ بھی کافی حد تک مجھے کیا تھا۔ وہ مدت میں ہی اور اس طرح کی باتیں وہ خود سے نہیں کر سکتی تھی۔ اس رات پہلی مرتبہ میں اس پر اپنی طرح جیلا تھا اور اب وہ سراسر عجب آتے نہ رہا تھا۔

”مجھ کو کیا ہے۔“ مجھے غلے کی تیز ہو گیا اور تو یہ میرا جملہ مرل ہونے سے پہلے ہی تھری طرح میں کی طرف لپک۔ حند کا چڑھایا ہوا سامان جل کر کونسل ہو گیا تھا۔ میں اسے جھگڑے میں بائیں احساس نہیں آوا کہ کچھ نہیں ہوا۔ چل رہا ہے۔

”میں سمجھا تمہارا دل جل رہا حند کی شاندار کارکردگی کی دیکھ کہ۔“ میں نے مائل کو تھوڑا جھکھار ہانے کی کوشش کی۔

”رواں دوا ایک ماہی سے سب کو کچھ کانا چھوٹا۔“  
 آج ہم رات کا کھانا پھر کھا کر حند کی کارکردگی کو خراج کیا۔ ”میں نے بااواز بیان اعلان کیا۔“  
 ”اور اور وہ کے طور پر اس کا زائفر آپ کی ہی جان

مکمل ناول

ہوا تھا اس نے حد بھی دکھا وہیں لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنی سیموں سے اکٹھا ہم نے فوری میں اٹھے اور وہ اسانہ انداز میں تھاپیں پٹتے پایا۔ ان سب کے ہمے خوشی و مسرت کے جذبات سے ہنسنے لگے۔ یہ جذبات صرف سٹوڈنٹس تک ہی محدود نہ تھے، آگے آگے نیشنل پر براہمن نام پر ویسٹ سٹریٹ کے انداز سے ظاہر تھا کہ وہ بھی کم و بیش ایسی ہی مسرت اپنے دلوں میں محسوس کر رہے ہیں۔ ہل میں تھاپوں کا اتنا شور تھا کہ ایک اسٹوڈنٹ کو اپنی بات پاس کھڑے اسٹوڈنٹ تک پہنچانے کے لیے باقاعدہ چلا کر دیا تھا۔ کسی ایک مقرر کی پھر منٹ کی تقریر کے لیے اپنی زبردستی بذرائعی سہ اس کی آنکھوں میں بے جا حیرت چکھنے کے لیے یہی تھی۔ اس نے گردن سیدھی کر کے ایک بار پھر اسٹیج کی میز صیماں اتر کر بیٹھے

مکمل ناول

تھپوڑا دیا تھا اس نے چونک کر اپنے ارد گرد کی تالیوں کے بھر پور طوفان نے جہاں پورے ہال کو سرگھٹایا تھا، وہیں اس کی محبت کو بھی بری طرح دوڑائی اور اہل طلبہ و طالبات اور ویسٹ سٹریٹ سے کھینچ کر





آئے اور اسے اس مقرر کی طرف منکھلا  
تھک لوگوں کے لیے بھاگا جاتا ہے۔  
”وہ کیا ہے اس نے دکھایا اس نے کچھ لیا۔“

اس مقرر کو دیکھ کر اس کے دماغ میں بھی تپیل  
فترے کوٹنے تھے۔ وہ چھوٹے چھوٹے یادگار قدم  
اٹھاتے ہوئے اپنی نشست کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اس  
کی چال میں ایسی سنگت اور سہرا تھا جو کسی نالغ کی  
چال میں خود بخود آجاتا ہے۔ جب وہ میز پر اس کی  
اپنی نشست والی روش میں بڑبڑے کے لیے سہرا کے اسی  
نشیوں کے سامنے سے گزرا تو اس نے کسی کی فرسکو  
اپنی نشستیں چھوڑ کر اٹھنے اور تقریبی انداز میں اس کا  
گنہگار تھا۔

وہ سب تیز اور رشک کے طے بلے ناٹشٹ  
کے ساتھ دوڑ رہی تھی۔



”سمعان طلوی۔“ شاید یہی نام تھا اس ڈھنکو کلوہ  
ہے بیچرے سے بڑا روڈ رلی ہوئی تقریر کو پھر سنے میں  
مصروف تھی جب یہ نام پکارا گیا تھا تو وہ مختلف سا  
تھا اور کچھ کمپز کے پکارنے میں ایسی خاص بات تھی  
کہ اس نے چند لمحوں کے لیے اپنے بیچرے سے نگاہ اٹھا  
کر اس کی طرف جاتے اس مقرر کو دکھا۔  
اس کے اور گرد ناہیوں کے سماعیل سے زیادہ ہونے  
والے شروع سے اسے احساس دلا دیا تھا کہ مذکورہ مقرر  
کوئی عام مقرر نہیں۔

سمعان طلوی کا نام پکارے جانے کے بعد تالیوں  
کا انداز اور پھر حاضرین کا اپنی نشستوں پر سنبھل کر  
بیٹھنا ایک تبدیلی کی روشنی لگایا گیا تھا۔ یہ اس کی  
نشست سے آگے روش میں بھی لڑکھان لڑکھان کر اس کی  
پورے پر گرام کے دوران نہ جانے کس کی سنبھلے کو آستے  
قدور و شوہر سے مل کر سنے میں مصروف تھا کہ سپیڈ  
اور اتنا غلامی کی بار بار خاموش رہنے کی استدعا کیا کہ ان  
تسلیم نہ توڑ سکی تھی۔ یہ نام سنے کے بعد ان کے

اہل میں بڑے ہوئے مرتبہ سے علیحدہ ہونے تھے  
گھبراہٹ میں کھلی پڑی روڈ کی ہو اور اب وہ ہاتھ کے  
اشارے سے اور در بھی دوسری طالبات کو خاموش  
کروانے کی پوشش کر رہی تھیں۔

اس نے اپنے اہل میں بکڑے ہوئے چار پانچ  
صحافت کو بے چینی سے اٹھائیا تھا شروع کر دیا تھا۔  
”وہ تقریر جو اس کی اپنی کہی ہوئی کسی اور نے  
آئیے کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے لا تعداد دفعہ  
نہاں دیکھا تھا اس وقت اس تقریر کا پر لفظ اور ہر جملہ  
اسے اتنی کومانی ہوتی رہا تھا۔“

ایک دو تین اور جو تھے جملے تک تقریر ہونے کے  
بعد وہ پھر سے روک جانا چاہتا لیکن خود کو کھٹک کے اسے  
کوئی لفظ نہ کہی اور آ رہا تھا۔  
”بھئی نہیں کر سکوں گی۔“ یہ زخیاں بے میں بھی  
بھی نہیں کر سکوں گی۔“

وہ اس وقت کو کوس رہی تھی جب اس نے اسے  
”تقریری مقابلے“ میں حصہ لینے کا تہہ کیا تھا۔  
”یہ ناکھ کھلے نہ حال ہی میں کر سکتی تھیں کرنے کے  
بعد یونیورسٹی میں اپنی پیش کیا تھا۔ وہ انگلش لٹریچر میں  
باز کرنا چاہتی تھی۔ یہ یونیورسٹی میں اس کا سیلا سا  
تھا جب اس نے یونیورسٹی میں ہونے والے اردو  
سامنے ٹانگے۔ تقریروں سے اسے بچپن سے ہی لگنا  
آتا ہے۔ اس نے قافلیاتی کی کتابوں میں حصہ بھی لیا  
تھا اور انعامات بھی جیتے تھے مگر یہ صرف اسکول کے  
نہایت کی بات تھی۔ پانچ میں یہ دوسری صرف دو روزوں  
کی خیالات اور تقاریر سننے تک محدود ہوئی۔ مگر  
یونیورسٹی میں ملنے کا سن کر یہ شوق ایک بار پھر  
شروع سے جاگھا۔

جب اس نے اس خواہش کا اظہار عطیہ اور سملی  
سے کیا تو سملی نے ایک ایسا فیڈ بک مٹی تھی۔ عطیہ اور  
سملی دونوں انگلش ڈیپارٹمنٹ سے ہی تھیں اور  
پورے ڈیپارٹمنٹ میں صرف یہی دو لڑکیاں تھیں  
واہن کو عادت ہو چکی تھی۔ وہ جو سامعین کی دھن  
جن سے اس کی ہم نوا تھی مروتی ضرور تھی۔

”تم ضرور اپنی حصہ Participate کرو۔ اس  
ناپک سے متعلقہ اس ڈھنکو نے ہم شہرہ یار ہند  
کریں گے۔ کچھ لگاتے کہ تم تھوڑی سی کوشش کرو  
تو عدان شہزادہ جیت سکتی ہو۔“ سملی ان کھٹوں میں  
بلی کی ٹپک لے کر اس سے مخاطب تھی۔

”کیا صرف عدان شہزادہ ہی اس مہلتے میں حصہ  
لیتا ہے۔“ اس نے بعد جرت سے دریافت کیا تھا۔  
”نہیں۔ عدان شہزادہ تو ہم سے ڈیپارٹمنٹ سے  
ہے۔ یہاں ہر ڈیپارٹمنٹ سے لا تعداد طالبات کے  
Participate کیا ہو گا مگر عدان شہزادہ سملی نے  
ہونے کو بھٹے لگائی تھی جبکہ عطیہ نے سگراتے  
ہو کر اس کی بات عمل کی۔“

”عدان شہزادہ لیڈ سمعان طلوی ایور ونک  
”مگر تم پوشش تو کرو۔ ہمیں تم سے اچھی توقعات  
ہیں۔“ عطیہ نے اس کی سلی کے دوران ہی اس کا ذہن  
تقریر اور اس کے عنوان کے تجربے میں مصروف ہو  
کر لیا تھا۔ اس لیے وہ ان دو ناموں یا ان پر دیے گئے  
کٹس پر حیران نہ دے سکی۔ وہ دنہ ضرور استفادہ  
کرتی اور ان دونوں کی تھوڑی سی واقفیت بھی حاصل  
کرنے کے بعد حالات مختلف ہوئے۔ وہ بھی سلی اس  
مہلتے میں شرکت نہ کرتی۔ وہ جاتی تھی کہ یہاں  
Mob Psychology کا رواج ہے۔ کسی ایک  
فرض کا فیصلہ سب کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ پھر کسی نتیجے  
اور تجربے کے لینا سے ہوا تو سامعین کے میں غلط  
روایات اور غلط اقتدار نہیں نہ لیتیں۔ کچھ روز وہ  
انتخابات جیتنے والی تھی۔ وہ بھی ضرور جیتتا ہے خواہ  
لوگ چاہیں یا نہ چاہیں۔“ مرہ بیگم۔“

پتا چھو کہ وہ غلط ہے۔ جو وہ تین بار جیت جائیں تو  
بیتے کی سامعین کو بھڑکانے پر جانی ہے اگر تجربہ دی  
رہیں۔ کوئی ویسی وہ تو ان کا جیتنا لازمی ہے ہوتا ہے۔  
سمعان طلوی اور عدان شہزادہ کی جیت کی یونیورسٹی  
واہن کو عادت ہو چکی تھی۔ وہ جو سامعین کی دھن

رگوں۔ یوں ہاتھ رکھتے تھے کہ ترے اور تارے کا فن  
بھول جانا تھا۔ جو جانتے تھے کہ ان کی سامع ایک  
جہانیاں قوم ہے جس کا ہر فیصلہ دماغ کے بجائے دل سے  
ہوتا ہے۔

عاطفہ کمال ہے سب جاتی تھی گمران دو ناموں سے  
واقف نہ حاصل کر سکی۔ جب عطیہ اسے ان کے  
بارے میں بتا رہی تھی تو وہ اپنی سوجنوں میں گم تھی۔  
چنانچہ جب وہ بول لگی تو اس کی  
”آپ کی ہمہ کس کی لیاں پانچسٹن جیج کرنے  
میں۔“

”اے وہاں نہات۔“ شیور۔ ”دونوں نے خوش حال  
سے اپنی تھی تھی۔“  
اور آج آگے کوسل کے اس وسیع و عریض ہل  
میں وہ اپنے فیصلے کا تہہ پکڑی تھی۔ وہ کوئی دو مہلوں  
دھار کھڑے تھے۔ وہ سب ساجھ رہتے تھے والی دو جیسے  
مضامین کی اصل مقررہ تھی۔ ایسی مقررہ جو مسائل کو  
اچھڑنے کی بجائے ان کا حل پزیر کرنے پر زیادہ توجہ  
رکھتی تھی۔ مگر اس وقت سلی اس کی تقریروں کا زیادہ  
ترویجی حال ہو تھا۔ اس سامعین میں کسی بھی نشست  
سوچ کے اٹھنا کھڑا ہو گیا ہے۔

اپنی تھی جو کسی ہنگامے کے دوران کہتا ہے کہ  
”بھائیو! یہ امر ایسٹ جانتے ہی امر ایسٹ میں  
ڈھیل کو پھیلے۔“ جیسے ”جاؤ جسے سامعین کے جیسے  
میں ہونے والے ہر جملے کے بارے میں کچھ نہیں  
پڑھیں تھی اپنی چاہیے۔“ یوں نہ آج ہم دو گنا کلام  
کرتی اور لگاتار دکھار ہونے والی لوگوں کی مدد کریں  
گئے۔ لوگوں کے حصے میں اگر کچھ نہ آتے تو کم از کم ایک  
طنز مہارت ضرور آتی ہے۔ اور یہی تھی  
مسکراہٹ نہایت کمال کے حصے میں بھی آگے کرتی تھی  
جب وہ اپنے ساتھ اور پورے حصے میں مسائل کا حل  
پزیر کرتی تو اکثر سامعین کے لیوں پر استہزائیہ  
تقریریں کرتی اور عدان اور سمعان کو جاتی اور اس کی تقریر  
کے دوران تجربہ کا یہ حال ہوا تو انہوں نے سنبھل

اپنی تمام ایل روک رکھی ہوں۔

لے اپنی نشست۔ اچھا تھا۔ اب اس کے ارد گرد موجود اسٹوڈنٹس اس کا اندھا دھند تھے۔ اسے جوش کا اہتمام کر رہے تھے۔ لوگ اپنی نشستوں سے ایک ایک کر کے اتر دیکھے اور جوش کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ عظیم اور سلمیٰ جو تقریر کے اہتمام پر میکانیک انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں، اب مائیل پیسٹ کر بیٹھ چکی تھیں۔

”میں سینور مجرود۔ سال میں کسی نے بہت سی تیزی سے اس کا نام لیا ایک ایک تھا۔“  
 ”وہ تو سوسے کھیل ہو!“  
 ”وطن کے روزنامے“  
 ”اس لیے ہزار ہا تھرتھرت“

”الٹنگ سٹاک۔“ اسے یاد آ گیا کہ اس کی بیچر نے الٹنگ سٹاک کا مطلب ہی بتایا تھا کہ وہ شخص یا چیز جس پر سب نہیں اور اسے تھماؤ نہیں۔“ سب نے اس کا مطلب سمجھ کر ہنسنا شروع کر دیا۔  
 ”ہمیں ان کے گھر گئے گھر گئے کسی نے ہمارے خزانے کو توڑا۔“  
 ”ہمیں ہمارے خزانے کو توڑا۔“  
 ”ہمیں ہمارے خزانے کو توڑا۔“

”یہ تو تھے تم سب کے براہِ عمر“ ”سمعان علی“ جو اپنے زیرِ خیانت کا اظہار کر رہے تھے اب میں دعوت خیال رہتا ہوں ”عاشق کمل“ ”وہ جن کا تعلق انکسٹریٹڈ ہائیڈرو کاربن سے تھا۔“  
 ”وہ انہی اس تقریر کے حرحرے سے نکلی تھی کہ کبھی کسی تو اڑنے اس کے سوسے اور اسی جی خطا کر لے۔“  
 ”عظیم نے اسے ہلکی سی ہانک کر تجرور کیا۔“

”وہ ڈاؤن ڈاؤن لڑی۔“ ”تجزیلات میں کھو ادا لے۔“  
 ”وہ نے کہا۔“ ”میں نے کہا۔“  
 ”اب سمعان علی کی نشست کے قریب سے گزری تھی۔“  
 ”سمعان کی طرف سے آئی تھی۔“  
 ”مفتاب اورین۔“  
 ”آواز پر ساندھ میں سر اٹھا کر مکمل سمعان کے لپٹے سے مسکرا رہی تھی۔“  
 ”میں نے دیکھا ہاتھ اس کی کھینچ کر اس کی جانب میں دیکھ رہا تھا۔ اس کی مسکراتی نظر گزری تھی کہ وہ اس صورت حال سے خوب لطف اندوز ہو رہا ہے۔“

”ہنی کا ڈیڑھٹ اینڈ پریو۔“ ”مہربان تمہارے ساتھ ہیں۔“  
 ”اپنی سیٹ سے اٹھتے ہوئے اس نے سلمیٰ کی آواز سنی تھی۔ اس نے اپنی سیٹ پر دیکھتے تھے اور ساتھ میں شاید اپنا اچھوٹا کچھوٹا بیچل بھی سنی تھی۔  
 ”وہ اس کے غیر معروف نام کے لیے زبردستی چینی جانے والی لڑکیوں میں جوش نہ تھا۔ وہ ہی اس کی چال میں احتیاط کی کوئی جھلک تھی۔ وہ وہ اس تک پہنچی تو مائیل محرم بھی تھیں۔“

”اسے اس جگہ پر لے کر آئے۔“  
 ”اسے اس جگہ پر لے کر آئے۔“  
 ”اسے اس جگہ پر لے کر آئے۔“  
 ”اسے اس جگہ پر لے کر آئے۔“  
 ”اسے اس جگہ پر لے کر آئے۔“  
 ”اسے اس جگہ پر لے کر آئے۔“

”سایہ باریک فریم والے گلہ سزے سے چھاتی اس کی ڈیزین آگھیں اور سب سے پہلے اس کی غابت۔ وہ اس باڑی کی طرح تھا جو اپنے لفظوں کی بنا ہی سے ہر بار ایک نیا آئینہ پیش کر رہا تھا۔ اس نے مذکورہ موضوع کے تو لیا کسی بھی فوج کے خواب و خیال سے نہ گزرتے تھے۔ ہر صفحہ کی تقریر پلک پلک پیچھے میں آتی تھی اور پھر لڑکیوں کے طوفان نے اسے اس طعنے سے نکالا تھا۔“

”تقریر شروع کرنے سے پہلے اس نے ایک نظر سائے موجود تھا۔ زمین پر ڈالے ان سب کا جوش ابھی بھی ان کے چہروں سے ظاہر تھا۔  
 ”تقریر شروع کرتے ہوئے اس نے اپنی آواز میں لڑائی و ادھار محسوس کی، وہ اپنی بہترین الفاظ سے مرتب تقریروں پر بڑھ رہی تھی۔ اسے بوجھ آ رہی ہو۔“  
 ”اس کی اس انداز پر چونے سے ہرگز اس کے بعد باقاعدہ ہونگے شروع ہوئی۔“  
 ”فریب اور بار بار طعنے کے حقوق کو پال کر کے قائم کی جانے والی خوشحالی ہماری طلب نہیں ہماری مانگ

”اسے اس جگہ پر لے کر آئے۔“  
 ”اسے اس جگہ پر لے کر آئے۔“  
 ”اسے اس جگہ پر لے کر آئے۔“  
 ”اسے اس جگہ پر لے کر آئے۔“  
 ”اسے اس جگہ پر لے کر آئے۔“  
 ”اسے اس جگہ پر لے کر آئے۔“



سے پھسل رہے تھے اور گلا گزرنے کے لیے آہستہ آہستہ جھانکتی اس کی بڑی بڑی براؤن آنکھیں شرارت سے جھلک رہی تھیں۔ ان آنکھوں میں تجدد کی سزا دہری کی کسی لوشی میں آئی تھی۔ اس وقت بھی جبکہ وہ نمائش سنجیدی سے بیٹھے رہا ہاتھ بندھے کرپ کے افراد کو "ہیل اراڈ" کے لیے راضی کر رہا تھا ان کی آنکھیں اس کی شرارت کا بیج بنانے رہی تھیں۔ اس کی بات میں اس خوش باطن کرپ کے قصوں اور بیک کی سنگ کی

سے بیوقوفی کا وہ واحد کرپ تھا جسے ریویژن سے لے کر اپنی اور تمام پروگرام تک جاننے سے ہی کرپ اگر ذہنی زبانیت اور لیاقت کی وجہ سے ریویژن اور اسٹوڈنٹس میں مشہور تھا تو شرارتوں اور ذہنی لالی وجہ سے یہ ان کا دوسرا حال تھا۔

کوئی اصلٹی سرگرمی ہو یا غیر اصلٹی سیاسی مسئلہ ہو یا علی اسٹوڈنٹس کا اجتماعی معاملہ ہو یا وہ پشور سے لے کر چیکرا تک کا انفرادی معاملہ یہ کرپ ہر مسئلے کو ڈسکس کر کے حقائق سامنے لا کر نامہ بر پھر پور طریقے سے حق کا ساتھ دیتا۔ اس وجہ سے بیوقوفی میں جہاں ان کی کسی خواہش کی ایک یا کئی خردوار موجود تھی وہیں ان سے حد کرنے والے لوگ بھی موجود تھے۔

اس کرپ میں ہیڈ کی حیثیت مسلمان علوی اور عدنان خٹرا کی تھی۔ ہائی سات افراد جن میں تین ڈیڑھ لاکھ اور چار لاکھ تھے، کسی نہ کسی طریقے سے ان دونوں شخصیات سے متاثر تھے ان دونوں کی رضامندی کرپ کی رضامندی ساتھ ہوتی ہے کہ اس دور میں مسلمان علوی اور عدنان خٹرا سے ان کی بے لوث محبت کوئی زیادہ اچھے کی بات نہ تھی۔ بار بار محبت ظلم اور قبائلی کی روایت اور بنیادوں کے لیے ان دونوں نے پہل کی تھی۔ بات حیرت کی تھی مگر حقیقت اس کرپ کی بنیاد ہی محبت پر بنی تھی۔ فیصل آنی ضرور کرپ کی محبت کا شیرازہ انہیں سمجھنے میں مدد تھا۔

عدنان خٹرا سے ایک کامیاب اور ذہنی بیٹی تھی۔ اس

کا شمار انہیں سمجھنے سے لوگوں میں ہونا تھا۔ نقد پر کامیابوں میں ان کے کیریا ہوتے ہیں۔ جو پیشہ سب سے بہترین چیزوں کی طرف ہاتھ بڑھائے ہیں اور انہیں یہ بھی لینے ہیں۔ عدنان خٹرا پانچ آٹھ لاکھ لگنے لگنے رخصت اور بیٹھے نفرت کے ساتھ دو چیزیں لیکتی تھیں جو اسے اندر سے بے باک ظلم کدہ رکھتی تھیں اس کی آنکھیں اور بال تھے۔ سیاہ ہی لنگھار ٹیکوں کے نیچے لمبی سیاہ آنکھیں جن میں موموں کی سی جھلکات تھیں اور کمر سے جاتے سیاہ رنگی بال اپنے والدین کی اگلی نسل کی تھی۔ اس کی تربیت نہایت شاندار بلکہ شہانہ انداز میں ہوئی تھی۔ عدنان جیسے لوگوں کو اگر تین الفاظ میں بیان کیا جائے تو یہ تین الفاظ ٹیکو، ڈیڑھ لاکھ اور ایشی جٹ ہی ہو سکتے ہیں۔

عدنان کی صرف ایک ہی دوست تھی تانیہ۔ ہائی کلاس سے تعلق رکھنے والی خوب صورت سی تانیہ ذہین تھی تھی اور دیکھ کر ہاتھوں لال بھی۔ مسلمان علوی کی دو تھی ہری اچھترنگ کے دوستوں میں "مسعد خان اور

سارہ" سے ہوئی تھی۔ ایڈیشن کے پہلے دن سے لے کر خری لاکھ تک مسلمان نے ان دونوں کو اپنے ہی دیکھا تھا۔ وہ اچھے آتے ساتھ بچ کرتے "اچھے" والیں جھلنے ایک دوسرے کے سوا ان میں سے کوئی نہ تھا۔ مسلمان کی خوب صورت برساتی نے ان دونوں کو امیر پس لایا تھا۔ مسلمان کو بھی سرگرم سفر اور مشہور مسعد اور نازک بالکل لیاقتی سارہ اچھے تھے۔ رتیز رتیز ان میں دوستی ہوئی تھی۔ مسعد نے مسلمان کو بتایا تھا کہ سارہ اس کی خالہ زاد سارہ کے والدین کا ایک بیٹہ میں منتقل ہو گیا تھا۔ اس کے بعد سے سارہ ان کے ساتھ رہتی تھی۔ اس کے ابو ڈاکٹر تھے۔ مسعد اور سارہ کا بچپن ایک ساتھ گزر رہا تھا۔

تھوڑا تیریں مسلمان "عدنان" تانیہ "مسعد اور سارہ" بہترین دوست تصور کیے جانے لگے۔ اس عرصے میں

میں ہم آتی جلدی کیکلو لیرہ۔ کیکلو لیرت میں کر سکتے جلدی یہ ذہن میں کیکلو لیرت لیتا ہے۔ "کیاب" ہم سے کئی کریں گے؟ "گئے دن یہ پانچوں کرپ عبداللہ کے سامنے کھڑے اس سے پوچھ رہے تھے۔ عبداللہ کے چہرے اور آنکھوں میں حیرت کی شہید لہرا تھی تھی۔ "ہمارا مطلب ہے کہ ہمارے پانچ فریڈز کا ایک کرپ ہے" "کیاب اس کرپ کے گہر میں گئے؟" "مسلمان نے وضاحت کی تھی۔

"ہو ہوا" اس کے کب بھیج کر اشراف میں سر ملانے رہے اور مسلمان نے خوشی سے نگو لگا تھا۔ اس خوشی میں انہوں نے ایک پارٹی کی جس میں سب

**خواتین ڈائجسٹ کا**  
**نیا ناول**  
**آرزو نکھر آئی**  
 (آسیہ سلیم قریشی)  
 قیمت = /400 روپے  
 بذریعہ جہتی منگوانے کے لیے  
 = /430 روپے روانہ کریں۔  
 مکتبہ عمران ڈائجسٹ  
 37 درو بازار کراچی

نے ایک دوسرے کو گھٹ اور فریب زد کارڈ دیے۔  
 تمہارا بیڑے کے اختتام سے زرا بعد خان اور مارہ نے  
 ان سب کو اپنی جنگ کی خوش خبری سنائی۔  
 جنگ کی فتح ان سب کی یادوں کا گنگ خوب  
 صورت اٹھائی تھی۔ سمعان نے پہلی دفعہ عدنان کو  
 بیچارہ کے علاوہ تھا تھا اس کے آقا عبدالموت  
 پر بہت ہلکے سیون کا نام لیا ہوا تھا۔ یہ حدیثیں  
 سمعان نے سفید کلن کا موت پس رکھا تھا اور عدنان  
 اپنی پند پر خوش گردی تھی۔ سعد اور مارہ نے تو  
 اچھا لگنا ہی تھا، چاہے اور عبدالصمد بھی تفریب میں  
 شریک تھے۔ یہی خوشیوں نے ان سب کو بہت خوب  
 صورت بنا دیا تھا۔ لیکن خوشیوں اور مسرتوں کے بل  
 غصہ سے نہیں ہیں۔

تو تعلق نہ توڑنا چاہتی تھی۔ جو پورے ہی اسی بیوہ سردی  
 میں تھا اور۔ سے ایک سال بیشتر تھا۔ جب ان  
 سب نے بیوہ سردی میں اپنی پیش کیا تو ان سے سمعان  
 وغیرہ کی ہر ممکن مدد کی چاہی چند اہل بیت لہا کے بیہ پناہ  
 کو خوش اور بے سارنتہ طور سے سمعان اور عدنان  
 کو بچھو کر دیا کہ وہ نایاب خان اور بیوہ سردی کو بھی کہنے  
 گروپ میں شامل کریں۔ گروپ کا سربراہ کریزین بن  
 زین، اس گروپ سے ایک سال جو تیر تھا۔ سمعان  
 وغیرہ کا بیوہ سردی میں دو سراہاں تھا جب تین بیوہ سردی  
 تو آیا تھا۔ ان کے گروپ کی شمولیت سن کر وہ بے  
 اختیاران کی طرف تپتا ہوا آیا تھا اور اپنی ذات کہنے  
 زبردست تیس آقا اور بیوہ سردی کی شجری کو سے  
 وہ ان کی ضرورت اور رعایت نہ مانا گیا۔

عبداللہ سے اور سے اوکے کے جواب ان کی  
 سربراہی میں سمعان کے گروپ کے خوشیوں کر کے  
 چاہتے تھے اپنی اور عدنان کی مخالفت کو تقریباً "ختم کر دیا اور  
 آگے۔  
 آج کی گریزین اپنی دو ہاتھوں کی خوشی میں تھی۔۔۔  
 سمعان اور عدنان کی بیعت میں کامیابی کی خوشی میں  
 بھی اور چاہتے اور احد کا رشتے ہوئے کی خوشی میں  
 تھی۔  
 "میں ایسا کیا مادہ دور کم تھم رہی ہے۔" زین کے  
 مزید رقم کے مطالبے پر عدنان نے حیرت سے چلیں  
 جھک کر۔  
 "دوے بار ام تھکانے کے لئے کیا لارہ ہو۔"  
 پورا ہی بے ہوش اور سرگردان جو تیس مزدور تھم رہا  
 ہے۔" اب کی با جینے کے اختصار پر زین سے صبر نہ  
 ہوا۔

"خدا کونف کر دھا اونہو پر تم تو لوگوں نے دی ہے  
 وہ کئی بھی اعلیٰ ہے کہ ہوش میں دو انسانوں کے  
 فرست کا اس نے کر کے بھی باکل ہے اور تو لوگ تو  
 خیر سے اماء اللہ دینے تھانیں لی۔ آج کل اب  
 ہی تھم کر مر گریں۔ احد صاحب تو عامر طائی کی بیوہ کو  
 لیا ہوتا ہے۔ میں نے تو اپنی لڑکیاں دیکھی  
 ہیں جو اپنی پانچ سوتے رشتہ ہو جانے پر دیکھیں چلائی ہیں  
 اور۔۔۔"

"اور ختم کر دیا ہی پھر دفاتر ہی میں اور ہاں، باجلم  
 ضرور کر دیا ہے۔" زین کی تقریر کو جینے نے ایک بار  
 پھر اور میان سے ایک ایک لیا۔ گریزین کی توجہ سمعان  
 عدنان اور چاہنے کی طرف تھی جو اپنے لئے والٹ اور  
 برس میں سے تڑکڑاے ٹوٹ نکال رہے تھے۔  
 "یہ ہوئی بات، ابویسے کسی گم رہی ہے۔" زین  
 نے رقم بیچ کرنے کے بعد سرخ رنگ کی گلاب کی  
 ہانڈک تھی کی طرف اشارہ کیا جو اس نے سمعان کے  
 قریب بڑے بوکے سے نکل کر اپنی حشر کی جیب میں  
 لگائی تھی۔ سمعان کی جو تھی نظر پڑی اس نے ایک کر  
 تھی اس کی جیب سے نکال لی۔

سمعان اور عدنان نے حقیقت جاننے کے بعد جب  
 آخر کو سارے گروپ کے سامنے کر کا تھا اور عدنان نے اپنا  
 دل کھول کر رکھ دیا تھا چاہتے ہی پر شہدہ نکالیں احد کو  
 دیکھنے اور سوتے ہوئے کئی بار بھینک چکی تھیں۔  
 "اُحد! اُحد! تو بہت نہیں اور ایک دفعہ کو کوشش  
 کر۔ یہ سب تمہارے ساتھ ہیں۔ اپنے لئے نہیں تو  
 چاہتے کہ لے ہی۔" ابویس نے ہار کر گروپ کی مدد کر کے  
 اور اشارہ اللہ حیرت ہار دیا "وہ۔"

سب نے اُحد اور چاہتے کو بچھو اور حوصلہ اور احتیاج  
 تھا۔ لیکن جب پوچھ لیا تو چاہتے کی جی نے  
 عبداللہ کے رشتے سے ایک مدد انکار کر دیا تھا۔ ان کا  
 روپ بالکل بے لچک تھا۔ سمعان اور عدنان نے ہر ممکن  
 کوشش کی۔ سارا گروپ چاہتے کے گھر جا کر اس کی جی  
 سے ملا اس کے بڑے بھائی سے ملاقات کی اور اس  
 جھاننے کی بہت کوشش کی۔ لیکن بے سود چھانچ  
 ماہ گزرنے پر بیوہ سردی کے سرے میں سمعان نے  
 اور عدنان نے پورا کوشش کی۔ لیکن اس  
 نے توجہ سے پورا معاملہ بنا اور تسلی دی کہ وہ خود  
 باستان آکر یہ معاملہ سلجھائیں گے وہاں ہستان آئے۔

مترن آخری فرد ہو جاؤں کو بھلے اپنا گروپ ممبر  
 بنایا ہے جس کے بعد کوئی ہمارے گروپ میں نہیں  
 آئے گا۔ کیونکہ اگر ہم سب لوگوں کو شامل کریں گے تو  
 ایک بڑے گروپ کو پھیل کر نا مشکل ہو جائے گا اور  
 ہمارے پرانی فریب زد اور بہت ذہور گزرتے ہیں۔  
 نئے لوگوں کے آنے کے بعد ان کی پوزیشن میں کریزینو  
 جائے گی۔" عدنان نے حتیٰ انوارا میں کہا تھا اور سب  
 نے اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ بیوہ سردی میں بھی لگتا  
 تھا کہ قدر پر دونوں باجھوں سے خوشیوں اور کامیابیوں  
 کے تقابل پھر ہرگز آج نہیں تھم رہی ہے۔

بیوہ سردی کے بے سارے چاہتے نے انہیں بتایا تھا کہ  
 اس کے ہوا لئے اس کا رشتہ نہیں ہے گریزین۔  
 یہ خوشی کی بات تھی گریزین کا دل کوشش کچھ ٹھیک سا  
 تھا۔ اس رشتے کی اطلاع اس نے کسی ماٹھ کے بیوہ سردی  
 تھی۔ اس کے والد امریکہ میں برس چلارے تھے اور  
 ماٹھ کی کاغذ کی پوسٹ ہونے کے ساتھ سوٹھی ورک  
 میں بھی حصہ لیتی تھی۔ عدنان نے اپنی پٹیل میں اس  
 کا رشتہ بھی اس کے گھرانے میں تین تین سے لیا گیا  
 تھا۔ گریزین کا رویہ کسی کی سمجھ میں نہ آیا تھا۔ رفتہ  
 رفتہ سمعان کا خیال اسے دل سے نکال دیا۔ گریزین



”اور اورے سے کیا۔“ زین نے جیٹ کرکلی پکڑنے کی کوشش کی گریے سو رہا۔

”جناب اس کی آپ کا حق نہیں۔ یہ بے وقار عدل نہ دیکھے اور ہے۔“ سمعان نے آگ دکھ کر سہراٹک بچھیرے ہوئے کہا۔ عدلی مسکرا رہی تھی ساک آسودہ کی فخری مسکراہٹ۔

”اور وہ اسی لیے۔“ فخری بھی پھول دینے والی ہوئی کوئی۔ ”زین نے مصدوقی آپس بھر کر۔

”کیوں؟ کہاں نہیں تمہاری وہ فائزہ مسدوقہ وغیرہ۔“ سمعد نے پوچھا۔

”ہاں بچی۔ وہ فائزہ مسدوقہ، شازیہ، بیگی اور آسیہ وغیرہ وغیرہ۔ سارے یہ قاتلہ انگلیوں پر کئی کئی زین حیرت سے سارے نام سن رہا۔ پھر چہرے پر سنجیدگی کی تیار ہو۔

”میں نے جتنے اتنا فطرت سمجھ رکھا ہے؟“ پھر مصدوقی مت سے بولا۔ ”آپ کوئی نام تو کہو۔“

”آپھا کہا اس نے کہ۔“ سمجھے شہرہ بیگم کہتے اور گھر سے بھی ہلوک لیٹ ہو رہے ہیں۔“ آپ بیاباب کے صبر کا بیان لہریز ہو چکا تھا۔ زین سہرائے ہوئے چل گیا۔

”تو ایسے سمعان! تم نے تقریر نہ سنی کی۔ عدل نے بھی بہترین نکات اٹھائے تھے۔ تم سے پہلے کچھ نیو کر رہی! اچھا بولے تھے جیسے وہ تھا میں اس بار باڑی وہ نہ لے جائیں گے سمعان! تمہیں بات دینا آسان کام نہیں۔“ بیاباب بزم پر جوش انداز میں سمعان کی تعریف کر رہی تھی۔ کھانے کے دوران بھی کسی موضوع پر بحث رہا۔ زین عدم دلچسپی سے ان سب کی تجویز دیکھتے سن رہا تھا۔

”بھی! آپ بیاباب سے ملنے والو۔“ سمجھے تو اس ڈونڈو نے امیر پریس کیا ہے کہ کیا تھا۔ کئی خطبات میں گھوڑا دوپے دوڑے ہے۔“ زین کی اس بات پر سب کا مشترکہ قہقہہ اچھا اس کے بعد عاشق کمال کی تقریر اور اس کے انداز کے زین نے وہ دیکھے اور جیسے کہ سب نہیں ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔ زین کا شاہد اور کا تیر تھا وہ۔

پاکل عاشق کمال ہی کے انداز میں تقریر کر رہا تھا۔ ”یہ سب ٹھیک ہے۔“ مگر میں نہیں بتاؤں کہ وہ واحد فہم جو کسی جس کے دل میں بزم اور زین تھے۔ اس نے صرف استغاری کی کی اور بزم مار کھائی ہے“ مگر بزم بصورت دیگر کئی اہم شیور کے ظاہر بات میں فرسٹ پرائز اس کو مل سکتا تھا۔ ”اعدے نے ہلکے ہلکے ہتھکڑی جن حد لیا تھا۔ اس کی یہ بات سن کر عدل نے چہرے کے اثرات میں نمایاں فرق کیا تھا۔

”ہوں۔“ سمجھے بھی میری کھانسی اور اٹھ۔“ بیاباب نے ہنسی کاسب لینے ہوئے زین میں گردن ہلائی۔

”تو ایسے نہیں آپ کو ایک بات بتاؤں۔“ وہ ہاری پیونڈر کی کی خوب صورت زین کوئی ہے۔ تو تیر نہیں اور میٹرو زین میں اس نے اس کے مقابلے کی کوئی لڑی نہیں کی تھی۔“ بیاباب کی یہ بات سن کر سب کے لبوں پر مسکراہٹ رنگ گئی۔ وہ سب اس کی حسن پرست فخرت سے واقف تھے۔

جیسے شہزادے کے کھانا تھا مراب کی بار زین نے بھی بیاباب کا ساتھ دیا۔

”بیاباب باکل ٹھیک کہتی ہے۔ وہ میری کلاس ٹیلو ہے اور میں نے کئی لوگوں سے اس کی خوب صورتی کے بارے میں سنا ہے۔“ زین کی تائید پر بیاباب اور بھی پر جوش ہوئی۔

”واقعہ میں نے جب اسے پہلی مرتبہ دیکھا تھا تو سمجھے کسی بہت خوب صورت پہلی ٹینٹ کا کامان ہوا تھا۔ اسے زیادہ سرخ و سفید پر کش چہرے سے مولیٰ جھول جھول براؤں پر چمک رہا تھا۔ اس کے ہونٹ اور بال بھی بیل بل براؤں ہیں۔ سوٹ کرتے ہیں۔ اس پر سب تکیاں زین۔“ بیاباب اپنے تعور میں اس کا پیرو ہوا رہی کی۔

”ہاں! آج بھی وہ بہت ڈسٹنٹ لہری رہی تھی۔“ اب جیسے نے بھی بیاباب کا ساتھ دیا۔ بیاباب دلچسپی سے ان کی بات میں نہ رہتے تھے۔

ایک عدلی ہی تھی۔ جو عدم دلچسپی سے اپنی بوش کے استرا سے ہمیل رہی تھی۔ اب اسات ہم وہ تھا کہ ان

کے گرد میں اس کے اور سمعان کے علاوہ کسی اور کی اتنی تعریف ہوئی ہو۔ یہ یہ بات اس سے زیادہ شہت نہیں ہوئی تھی۔ فقاہد کے لئے گراہنہ لڑی ہوئی۔

”میرا خیال ہے اب ہمیں چلنا چاہیے۔“ اسے اٹھنا دیکھ کر اپنی سب کو بھی اٹھنے کا خیال آیا۔ سب نے اپنے اٹھنا اس کی انگلیوں میں سمو تھی موزر بائیکس کی چابی لگا کر اتر رہا۔ کابو چاوستے۔

”میری موزر بائیکس کی چابی تمہیں کہاں سے ملی؟“

”تمہاری بیب سے۔ تمہارے پاس بیٹھے گا کوئی ناکہ تو ہونا چاہیے تھا۔ تمہارا کیا خیال تھا تمہاری اپنی انٹل کی تعریف لہریز کرنے کے بعد میں بول کر واپس جا گیا۔“ سمجھے کئی شادی میں عبداللہ نے کاشی نہیں دے دی تھی۔ میں سنا ہوا تھا ہے کہ میرے کبھی جینس لوگ ناکہ دیکھ کر کئی کئی گھنٹیں کرتے۔ آخر آگ اناماس فرمہ جیتے۔“ وہ سب اپنی حیرت سے بیٹھے اس کے زین خیالات پر غور فرما رہے تھے کہ وہ جانتے جانتے ہوا۔

”ہاں سمعان! کھل یاد سے کہتے ہو۔“ اسے پچا کو بے منت کر کے اپنا کئی ڈی کر ڈوائس لے لینا۔ تم لوگوں کے بے ہوشی سے میں اس کو دے دیتا ہوں۔“ ان کا کھ دیکھ کر یاد آ گیا کہ سمجھے تو فائزہ مسدوقہ اور بیگی وغیرہ کو ڈر دوانا ہے۔ سو میں نے زین کو فرسٹ پرائز کا کامان لے کے سمعان کو آئی۔ ڈی کر ڈوائز کو روایا اچھا لگتا۔

سمعان کو تیزی سے اپنی جگہ چھوڑنے دیکھ کر زین نے جھلاٹک لگائی تھی اور سمعان کے جھپٹنے سے نکل کر گیسٹ پارک پر کھڑا تھا۔ سمعان اس وقت کو کوس رہا تھا۔ اس نے زین کو فرسٹ پرائز کا کامان لے کے لے کر قہقہے لگائے تھے۔ زین کی ہانچا ہادی بھی اسے اب اس کی سمجھ میں آئی تھی۔

اسے عقب سے اس نے ملے قہقہوں کی گواہ آ رہی تھی۔ اس کا کئی ڈی کر ڈوائز تک سے پچھا ہے کہ کبھی مشکل نہ تھا۔ عدل کے پاس بیٹھے سے نکل زین اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور اسے اپنے پیچھے کانامعہ بوش اٹھایا کرتا تھا۔

”تو وہ سب قریب تھا۔“ میٹرو پریس سے آنے کے بعد سے لے کر اب تک شازیہ سمجھے گراہنے تھے مگر یہ کی وہ جملہ قاتلہ سر پر ہیرا اس کے آنسو رکتے تھے۔ وہ یہ جملہ سوچے ہوئے آنسو پونچھ دیتی تھی مگر کوئی سوچ آگے بڑھتی؟ آنسو پھر لے گا کہ ہو چاوستے۔

”تو جھپٹے دو ڈھل سال سے میں جس عین کی گرفت میں تھی وہ محض ایلوین تھا۔ آنسو پھر اس کے گالوں پر بیٹھے گئے۔“ وہ بیڑ سے اٹھ کر اپنی رانگنک بیٹھے گئی۔

”میرا خیال تھا۔ میں بے کافٹنڈت ہو گئی ہوں۔“ اس نے رانگنک بھلی بکھرے سے بیٹار صحافت کو دکھایا۔ یہ صحافت کس پر اس کی تقریر نے ہے۔ تاہم اشکال تبدیل کی تھیں۔

”سمجھے تھے ہو کیا تھا کہ میں ایک مضبوط برستانی ڈوب کر کھلی ہوں۔ اب میرے اعتماد کو کوئی بھی محفل نہیں کر سکتا۔“ اس کے آنسو ختم تھے تھے بیٹھے پرتھ پرتھ ہائے، وہ حرف رانگنک بھلی بکھرے سے اپنے ڈیڑھ سارے تقریر کے صحافت بکھر رہی تھی۔

”سمجھے دو ساراں میں سمجھے نہیں ہو کیا تھا کہ میں ”تقدیر“ اور ”صمیمت“ میں عفریتی سے نجات حاصل کر چکی ہوں۔“ تقدیر میں اس حقیقت سے اور سب کے لیے ہوتی ہے اور ”صمیمت“ جس کا رد ہونا سب کے لیے آسین کا کام رہتا ہے۔ مگر یہ دونوں چیزیں میرے لیے اس قدر کڑی تھیں کہ اب وہی نہیں آتی تھی پوچھنے۔“ اس سوچ کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں آنکھ سے سارے لہوئے تھے۔ اس کی آنکھوں میں کھل بار پھر آس کو کسل کا سطر پوری شدت سے جاگا تھا۔

اس کی کیا باتی ہے اعتماد کی گواہ اس کے اٹیچ سے اترنے لگا کھلے قدم سے اس پر ہونے والی ہونک“ اس کی ویلے جانے والے کے پاس ”سائمن کے لبوں پہ سٹراٹن جیم“ طنز برسانی لگا دیا اور پھر میری ساری

# پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش بہ خدمت پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے غنم کیا ہے

## بہ خاص کیوں نہیں :-

- ✦ ہائی وائی بی ڈی ایف فائلز
- ✦ ہر ای بک آن لائن پڑھنے
- ✦ ڈاؤن لوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو
- ✦ ہر ای بک کے ساتھ
- ✦ پبلک سے موجود مواد کی ڈیٹا اور آڈیو فائلز کے ساتھ تبدیلی
- ✦ مضامین کی کاپی لیننگ
- ✦ ہر کتاب کا ایک سٹیٹس
- ✦ وہب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ✦ ہائی وائی بی ڈی ایف فائلز
- ✦ ڈاؤن لوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو
- ✦ ہر ای بک کے ساتھ
- ✦ پبلک سے موجود مواد کی ڈیٹا اور آڈیو فائلز کے ساتھ تبدیلی
- ✦ مضامین کی کاپی لیننگ
- ✦ ہر کتاب کا ایک سٹیٹس
- ✦ وہب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

ماہرہ بہ سائٹ جہاں ہر کتاب فوراً ملے گی، ہر نیا ٹولہ یا کتابھی ہے

➔ ڈاؤن لوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

➔ ڈاؤن لوڈنگ کے لیے نہیں اور جانے کی ضرورت نہیں، ہری سائٹ پر ایس اور ایک جگہ سے کتاب

ڈاؤن لوڈ کریں [www.paksociety.com](http://www.paksociety.com)

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک ویڈیو متعارف کرائیں

**WWW.PAKSOCIETY.COM**

Online Library for Pakistan



Like us on Facebook



fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

کو انٹرنس سمارے منظور ملاحظہ تھے۔  
اب اس کی آنکھوں کے سامنے صرف اس کی  
قدر چرخی۔  
وہ سن رہی تھی گویا کہ رہی ہو۔  
”میرے لئے ہونے کو ماننا ممکن ہی نہیں۔ کیوں  
اس کو کوشش میں اپنا تراشا گوانی ہو۔“  
اس کی آنکھوں میں ایک بار پھر سے آنسو اڑا  
چھپکے ڈھالی سال سے اس نے جس سٹیٹس کے سامنے  
لپٹنے کا نفس کی بلند و بالا شاندار سی عمارت تعمیر  
تھی ”آج اس کے وہڑا سے زمین پر گرنے والے  
پتے چلا کر اس سٹیٹس کی توجہ داری ہی میں نہیں۔  
اس کے اعداد کی عمارت نہیں کیس Base less  
ہی تھی جو گرنے پر توجہ کیا انفسوں کی بات اور تھی۔  
پراس چیز کے گرنے ہونے پر انفسوں کو تھے جس پر  
آپسے بے تحاشہ منت کی ہو مگر اس کا اقتاب ہم نے عمر  
ہو۔



عالم کو کمال، نامور بڑوں میں ”امیر کمال“ کی انکوئی  
ولادت نہیں اس کی مار سپورٹہ کمال اس وقت ولادت پنا  
گئی تھی جب وہ صرف سو سال کی تھی۔ سپورٹہ پر  
کلی کلاس سے تعلق رکھتی تھی۔ مگر چار بھائیوں کی  
انکوئی میں ہونے کے باعث ان کی پرورش نہایت ناز  
و دھم کے ساتھ ہوئی تھی۔ ان کی بیٹی ایشیٹ کی اوٹس  
بہاوش پڑتی تھی۔ سپورٹہ ایک ایسے اللہ لہجہ کرنے  
کے بعد فارغ کیں کہ ان دنوں ”امینہ بیگم“ کی بیٹی کی  
شادی کا طلاق اٹھا۔ ”امینہ بیگم“ شہتے میں سپورٹہ کی  
دو دیاری کی خالہ ہوتی تھیں اور بیاہ کر کر رہی تھی  
تھیں۔ سننے میں آیا تھا کہ ان کے نورانیہ میں گریڈ کے  
بڑور و سٹ تھے لہذا وہ لاسٹ کی رول پیل تھی۔ سپورٹہ  
کے ماموں زادوں سے امینہ بیگم کی بیٹی منضرب کاوشتہ  
لے، باع اوقاف۔

امینہ بیگم اور ان کے شوہر کی متاثر کن پرستانہ  
ان کا چچا بیٹی کو دیا جانے والا چیز ڈالو کو تھے جس دی

جانے والی شاندار سی گویا اور بیٹی کے نام کی جانے والی  
ہی کو تھی۔ ان فرض پر تھے ان کے ایشیٹس کو  
عیاں کر رہی تھی۔ سپورٹہ کی بیٹی تو یقیناً ان کے  
ایشیٹس سے ہی امپریٹس ہوئی تھی مگر سپورٹہ خود  
”امینہ بیگم“ کے بیٹے اپنے کمال کی شاندار شخصیت  
پر ہی طرح متاثر ہوئی تھی۔ امینہ بیگم کے دو بیٹے  
ہوئے تھے منضرب ہوئی تھی اور اس سے چھوٹا ”امینہ  
کمال“ اور اچھے کمال کے لیے انہوں نے منضرب  
کی شہادی کی سپورٹہ کو پونہ کر لیا تھا سپورٹہ کی ولادت  
اور شخصیت میں کوئی ایسی بات تھی کہ اسے نظر انداز  
کیا ہی نہیں جا سکتا تھا۔ چنانچہ وہ کوئی بیٹی نہ تھی  
یا۔ اور وہ ”سپورٹہ کمال“ بن کر گرائی تھی جس کی اس کی  
کوئی بیٹی نہ تھی اس لیے اس کے سسر نے ایک کمال  
آباد کیا اس کو تھی کی وسعت اور خوب صورتی کے  
چرچے تھے۔

سپورٹہ کمال کو لگا تھا دنیا میں اس سے بڑھ کر خوش  
قسمت کوئی نہیں۔ سارے خاندان اس کی خوش  
کے چرچے تھے۔ اس کے والدین بھی بہت خوش  
مگر یہ خوشی اس وقت دھندلا گئی جب انہوں نے  
محسوس کیا کہ احمد کمال اور ان کے والدین کا وہیں  
کے ساتھ انتہائی سزا ہے۔ جب ”امینہ بیگم“ کے  
والدین کو لگا تھا کہ ان کی بیٹی اس سے ملے جانے والی  
اندر انہی کے مائیلی کا احساس شدت سے ابھرا۔  
سپورٹہ کے لیے اسے بیٹی قیمت تھے لہذا  
استقامت سے رکھتے تھے جو احمد کمال کے لیے کشش  
باعث تھے۔  
سپورٹہ کمال نے بھی جب تک تصور نہ کیا کہ ان  
دیکھا تھا۔ وہ خوش تھی، مگر وہ سزا میں تھی ہی اسے  
اس اس ہوا کہ وہ اب تک خرابوں میں بیٹی رہی ہے۔  
جبکہ حقیقت خرابوں کے بائبل پر نہیں ہے۔ وہ لڑ  
جنڈیت تھے، والی احساس ہی لڑکی تھی جس کی سہ  
سے بیٹی طلسمی بہ تھی کہ اس نے احمد کمال تھے  
حس انسان کو چھپا تھا، جس کے نزدیک محبت یا محسوس



کہہ اہمیت نہ رکھتے تھے۔ کم از کم سمیونڈز مکمل کی محبت یا اس کے احسانات تو سبھی طرح سے کوئی اہمیت نہ رکھتے تھے۔ اس کی تمام مصروفیات اور تمام تر توجہ اول روز سے اپنے بڑے اور سنیہ سوشل سرکل کی طرف تھی۔ سمیونڈز نے محبت تو کیا ہے اس سے اتنی اعزازات تک نہ دی تھی کہ وہ اس جیسے انہماک سے محض کوچے اس نے اپنی ذات کے گرد اپنی فضیلتیں کھڑی کر رکھی تھیں کہ تمام عمر سمیونڈز میں جھانک نہ سکی۔ وہ پہلے تو اپنے کمال اور ان کی عظمت سے متاثر تھی۔ پھر رفتہ رفتہ اس کی ذہانت اور ذہنی ڈائمینشنل (Multidimensional) قسم کی ذات نے اسے احساس کئی مٹی میں جھکا کر دیا۔ وہ خوب صورت تھی، تعلیم یافتہ تھی مگر یہ سب اس نے بھی اس کی اصل صلاحیت کو اہمیت نہ دی تھی۔ اس کی تمام عمر اپنی کھینچ اور ہائی سوسائٹی میں مومگر کے گرد جالنے میں لڑ رہی تھی۔ اس نے پورے چیز ترک کر دی پورا عمر کمال یا اس کی عقل کو اپنانے لگی۔

مگر حالات پھر بھی ٹھیک نہ ہوئے۔ اسے کمال پھر تھا؟ پتھری رہا۔ شادی کے بعد مگر برس اعاشہ سمیونڈز کی گود میں لگی اور تیسرے برس سمیونڈز بیکہ اندر آئی۔ شو پر لاہور سے کراچی واپسی پر ایک حادثے کا شکار ہو گئے۔ اسے ایک بڑے سی ماری کی دوا اور ایک کمال پر بھی۔ ان کی شہید کی مصروفیات اور سمیونڈز سے لاشعقی بیڑہ تھی۔ سمیونڈز نے سب کچھ مکمل خرید لیا۔ پھر بروٹس کر دی تھی۔ خود صرف اپنے کمال کی محبت کی۔ اولاد تو ایسا برکت ہو تا ہے کہ بڑے سے بڑا ہے جس انسان بھی اس رشتے کی قربانیت سے بچھل جاتا ہے مگر اسے کمال کی طرف سے سروسامو یہ ایسی بات کا کھاس ہے کہ یہ سروسامو کی کئی فطرت میں ہے اور نہ فطرت بنانا تو انسان کے بس میں ہے اور نہ اس کو بردہا۔ سمیونڈز کا دل بڑا کڑیے والا ہے۔ اس سے وہ اتنا جتا تھا۔

مگر قیامت اس دن ان کی دنیا سے سمیونڈز نے اپنے کمال کی مدد سے شادی کی اطلاع دی۔

”خدا ہے احمد مدد سے شادی کر رہے ہیں۔“ اس دن

اسنے یہی بل بکنے کے لئے کاربٹ بریڈنگ تھی۔ ”دوسری میں سمیونڈز نے کہا کہ تمہاری ”خیر“ ہے یہ تو کھا سوا تھا۔ یہ تمہاری فطرت ہے۔“ یا دل پر اس کی گرفت خود تھی۔

”تیرے کیا کر دیا تمہارے احمد کمال! یہ کیوں کیا تم نے؟“ یہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

”کتنی اذیت نامہ ہو گئے کہ نہ کافر جب اپنے کسی ذہن کے ہونے کا فائدہ بھی نہ ہو۔“

روئے دئے اس کی اپنی اولاد اور دنیا ہوئی تو اسے محسوس ہوا وہ اپنی مٹی میں رو رہی کوئی اور بھی ہے جو اس کے قدموں میں سر مگرے گیا۔ اپنے ننھے ننھے انہوں نے اس کے قدموں میں اپنی اپنی ہاتھ سے زار و قتلہ دیا ہے۔ اس کے اوسٹھ سمیونڈز سے بہت سے ڈار ہو کر اس نے ٹیک کر اس کا گھانا۔ وہ رو رو کر اتنا ٹھک پٹی تھی کہ چند منٹوں میں سمیونڈز کی یا مومنوں میں لگا۔ وہ جانتی تھی کہ عاشرہ کی حساسیت سے یہ بیہول ہزاروں ہائی پری ڈی انہوں کو اپنا عاشرہ سمیونڈز سمیونڈز کے ساتھ ساتھ رہتی۔ سمیونڈز انکڑے سے بیکہ کے سوچا کرتی کہ احمد اور اس کی شخصیت کا ایک بڑے دست کیونسی نہیں ہے۔ اس کی صورت یا کمال احمد کمال جیسی نہیں۔ نہ کسی ہی ایجنڈے پر لوگوں میں بولی چلا کر آتے تھیں۔ اس کی بائبل دینا ہی اس کی سوسائٹی اور لوگوں سے بڑے بڑے ہوشیاروں کو چھوٹے تھیں اس کا چہرہ اور اس کے ادب بائبل سمیونڈز والی کی۔

سمیونڈز جانتی تھی وہ سچی ”کوئی الحیص“ ہے۔ اپنی توجہ اور شفقت سے توجہ محروم تھی، اس زمانے کے یہ سمیونڈز کو پہلی بار احساس ہوا کہ وہ دل کی آواز سے بھی محروم ہوئی جارہی ہے۔ سو جب احمد لعل نے اسے اپنی دوسری شادی کی اطلاع دی تو اس نے دل بھری نہ کہ اپنی کوئی اولاد نہ کیا۔ احمد کمال نے کہا تھا کہ اولاد کے ساتھ دوسرے عمر کھریں رہے کہ اس کا دل بڑا کڑی ایسی ایک بیہوشی اور عاشرہ کے تحفظ کے لیے پڑ گیا۔ اور اولاد کو تو کھوں کی توجہ دیا۔ یہی لہجہ بیکہ والی کو بھی سے رحمت خالہ کو بھی اور یہی

سمیونڈز کے والدین کو چاہا تو وہ بہت پریم ہوئے، انہوں نے سمیونڈز کو اپنے ساتھ ایبٹ آباد واپس چلنے کو کہا مگر اس نے انکار کر دیا۔ طرح طرح کی دیکھیں دے کر انہیں کما کر کیا کہ مدد سے شادی کی اجازت اس نے ذات خود اپنے کمال کو دی ہے۔

”خدا ہے احمد! اپنی اپنی جگہ میں اس نے ہی احمد کو اپنی بھائی بنا لیا۔ پھر اسے کون سنبھالے گا۔ کہ اس کے لیے اسے اپنی محنت کرے ہے۔ یہ میں خود کھلی عرصے سے اس بارے میں سوچ رہی تھی اور احمد کو نے بہت سوچ سمجھ کر اجازت دی ہے۔ آپ سمجھتی ہیں نہیں میں بہت خوش ہوں۔“ سمیونڈز نے اپنی ہاتھ کے سامنے دس دھندے یا مٹن دہرائی تھیں۔ بلاخر سمیونڈز کی خند کے آنے سے سب بارہا نائی اور واپس چلے گئے۔ وہ شمالی مٹی کی پوروش کرتی آ رہی تھی خبر ہی نہ تھی کہ کب کب کبیر سے موزی مرضی نے اس کے اندر دوسرے زمانے پر اجازت سے بہت سے موزی مرضی کو بھی عاشرہ 6th میں سمیونڈز سے اسے روایا لگایا ہو سکے اس بار قافی سے منہ موڑتی۔

یونیورسٹی سے تیز جا رہے اسے تیسرا وقت۔ اس دوران عطیہ اور سٹوڈنٹوں سے اسے فنون کیا تھا مگر اس نے شادان سے اسے سٹوڈنٹوں کو کھڑے نہیں کیا۔ کوئی فنون کی شہکار سے انہوں کو دوسری نہیں۔ چند دنوں کے لیے ایبٹ آباد کو بھی ہوئی۔ اس نے شادان کو کیا کہی تھی پھر رحمت خالہ کی بیٹی تھی۔ اس وقت بھی عاشرہ نہیں لے سکی۔ لعل کی ان شادان کے تینوں بچوں کو یہ سننے پہلے ہوا کہ وہ بھی اس کی نکاح کا اظہار نہیں کرتی تھی۔ میں مگر یہاں ان کا نا کبیر سے یونیورسٹی میں چلا گیا تھا۔

”میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اب بھی یونیورسٹی واپس نہیں جاؤں گی۔ مگر تیرے بیٹی تو مجھے ہانا ہی پڑے گا۔“ اس نے خود گھائی کی تھی اور پاس کوئی قدرتی

”خدا ہے احمد مدد سے شادی کر رہے ہیں۔“

”ہاتھ عرصہ سے جانتے ہیں وہ روزہ علی کو دہلوں نے ہمارا نام ہی لیا ہے ایک ساتھ ہی کیا تھا۔“

”خدا ہے احمد مدد سے شادی کر رہے ہیں۔“

”ہاں! اب کمال صاحب ہی نہ رہے تو کیسے نمازات دینے اور پتھری بھی کر رہے تھے کہ انہیں اپنے وسیع و عریض کراہیدار کے لیے کوئی ”ڈارٹ“ چاہیے۔ اسے یہ سمیونڈز سے سادھو شادی کر رہے ہیں۔“

”سمیونڈز کی اولاد اس کی سادھو پر کوڑے لگا رہی تھی۔ اندر ایک شو بیا تھا۔ اس شو بیا کے عاشرہ کے چچا چچا روئے گی اور سبھی کا دلوں تک پتھر پاری رہی تھی۔“

”تو احمد کمال! یہ وجہ تھی تمہارے اس بے رحم سلوک کی۔ تمہارے دل پر اس کی اور کی محبت کی مرموگ ہوئی تھی۔ تم کسی اور سے وفا کے وعدے سے جھانکے تھے۔ تمہارے دل کے اور مگر فضیلتیں نہیں کوئی تھیں بلکہ کسی اور کا ”مخل“ ہو چکا تھا۔ تم کسی اور کو چاہتے تھے اس طرح کہ میں اور میری بیٹی تمہاری نظروں میں بائبل سے وقعت دیں۔“ اپنی کھٹی مٹی

”خدا ہے احمد مدد سے شادی کر رہے ہیں۔“

”ہاتھ عرصہ سے جانتے ہیں وہ روزہ علی کو دہلوں نے ہمارا نام ہی لیا ہے ایک ساتھ ہی کیا تھا۔“

”خدا ہے احمد مدد سے شادی کر رہے ہیں۔“

”ہاں! اب کمال صاحب ہی نہ رہے تو کیسے نمازات دینے اور پتھری بھی کر رہے تھے کہ انہیں اپنے وسیع و عریض کراہیدار کے لیے کوئی ”ڈارٹ“ چاہیے۔ اسے یہ سمیونڈز سے سادھو شادی کر رہے ہیں۔“

”سمیونڈز کی اولاد اس کی سادھو پر کوڑے لگا رہی تھی۔ اندر ایک شو بیا تھا۔ اس شو بیا کے عاشرہ کے چچا چچا روئے گی اور سبھی کا دلوں تک پتھر پاری رہی تھی۔“

”تو احمد کمال! یہ وجہ تھی تمہارے اس بے رحم سلوک کی۔ تمہارے دل پر اس کی اور کی محبت کی مرموگ ہوئی تھی۔ تم کسی اور سے وفا کے وعدے سے جھانکے تھے۔ تمہارے دل کے اور مگر فضیلتیں نہیں کوئی تھیں بلکہ کسی اور کا ”مخل“ ہو چکا تھا۔ تم کسی اور کو چاہتے تھے اس طرح کہ میں اور میری بیٹی تمہاری نظروں میں بائبل سے وقعت دیں۔“ اپنی کھٹی مٹی





آگے بڑھا کر مالگہ خان نے جیت سے اسے دیکھا۔  
 "بی بی، بی بی! گیس چنانچہ تو ام نے چلائے ہے آپ  
 کو۔" وہ جانا تھا وہ خیر چلنا چاہتی ہے مگر اسے کمال  
 سے ڈر تھا۔ اسے یقین تھا وہ اسے خفا ہوں گے۔  
 "خان میں دس بارہ ماہ تک کے بارے میں تمام ملازمتوں کو  
 ناپید کیا کرتے تھے۔"

"میں نے کہا تھا۔ مجھے گاڑی کی چابیوں میں دس کوئی  
 دور نہیں چاہی۔ سب ایک تک بائیک ہوں۔" محمودی دیر  
 میں واپس آتا تھا۔ لیکن اسے اسے پہلے سے اسے پہلے سے اسے  
 نے اپنے آخری الفاظ پر زور دیا کہ مگر وہ کل خان کی  
 بھگت کی وجہ چاہتی تھی۔ کل خان نے مجبوراً چالیس سال  
 کے حوالے سے۔ مگر گاڑی اشارت کے بارے میں  
 عاشر جس اسٹیج سے اسے گھٹ سے نکل کر اپنے  
 تھی۔ اس نے کل خان کو توشیح میں جکڑا کر دیا تھا۔



یارک کے نسبتاً "تھا کوٹے میں اس خفاں بیچہ پر  
 بیچہ گریں نے اطراف میں لگا دیا۔ وہ ہر جگہ زندگی  
 متحرک تھی۔ یارک کے اطراف چھین سڑکوں پر بھی  
 اور یارک کے اندر بھی لوگوں کے نظروں میں تھی اور  
 ان کی آنکھوں میں بھی مائش کی نظروں سامنے بیٹھے  
 اس جوڑے پر تک نہیں جو خوش باش بیٹھے تھے۔  
 رہتے تھے۔ اس میں ان کی بیاری سی "کیوٹ سی بی بی  
 کھیل رہی تھی۔ وہ دونوں اپنی باتوں میں ہونے کے  
 باوجود باہمی بی بی نظر رکھے ہوئے تھے۔ اس کی چھوٹی  
 چھوٹی مضمون شرارتوں پر ہنس رہے تھے۔ عاشر  
 وہاں میں اس کے نہیں۔ اسے احساس ہی نہ ہوا  
 کہ جس خیال اور اس میں سے بیچا چھڑا کر وہاں تک  
 تھی۔ اس باہمی کی نظر ایک بار پھر اس کے ذہن کے  
 پر سے پر دال وہاں ہو چکی تھی۔

اسے ایک بار پھر اپنے گویا یاد آئے۔ سنیو نے کل  
 اور احمد کمال "اسے وہ سب یاد آ گیا جو احمد کمال نے  
 سنیو نے کے ساتھ کیا پھر وہ سب بھی خود وہاں تھی  
 احمد کمال کے ساتھ کیا۔ وہ نے اپنی ازدواجی زندگی

ایک بڑے معتد کے لیے صرف کر سکی تھی۔ احمد  
 کمال کے باپ نے وہ وہاں علی کے باپ کے ساتھ مشترک  
 پر اس شریعہ کیا تھا۔ مگر انہوں نے وہ وہ کے باپ  
 کے شہزادہ کی قبضہ کر لیا تھا۔ وہ وہ اپنے باپ کا حق  
 واپس لینا تھا۔ احمد کمال کے والدین کے حیات رہنے  
 تک وہ ایسا نہ کر سکی تھی۔ مگر بعد میں اس نے احمد کمال  
 سے شادی کی۔ بعد احمد احمد اس کی کو اپنے نام  
 کر دیا اور پھر اس کی پوری فیکٹری پر اپنا اور عثمان کو  
 بھائیوں کا اقتدار سنبھال لیا۔ بعد احمد اور عثمان کو  
 امریکہ لایا۔ وہ لانے کے لیے بیٹھنے کے بعد اس نے احمد  
 کمال کو صرف دیکھ یا تھا۔ وہ وہ گلاخان دینے کے بعد  
 سے وہ عاشر کے ساتھ اپنے اس گھر میں رہتے تھے۔  
 چوں انہوں نے بہت عرصہ سنیو سنیو کو سیکھے۔ کار  
 چتر کی طرح پیٹیکہ یا تھا۔ عاشر کو ان کی سہولتیں  
 کوئی فرق نہ تھا۔ ان کی شخصیت تھی مرتبہ توڑ پھوڑ  
 کا شکار ہو چکی تھی۔ اس کے لیے خوشی اور دم کے  
 مفہوم سمجھ سکتے تھے۔

کلان کو صرف دیکھتے رہتے کے بعد اسے احساس ہوا  
 کہ اس کے دل کا بوجھ کم ہو گیا ہے۔ اپنی آنکھیں  
 پر پھینچنے کے بعد اس نے اسے اور وہ گلاخان کو سب اپنے  
 میں گن تھے۔ کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہ  
 تھا۔ وہ اپنی کے لیے گاڑی میں بیٹھ کر بے اختیار اس کو  
 ہی چاہا کہ وہ پھر اسے اور اس کی طرف میں رہے۔  
 اس نے گاڑی کا رخ میں یارک کی طرف کیا اور  
 یارک سے زیادہ قاصد پر نہ تھی۔ گاڑی آہستہ آہستہ  
 ڈراما کرتے ہوئے وہ غیر واقف ہی اسے اور گرد و لوگوں  
 کو اپنے معاملات میں مصروف جو حرکت دیکھ رہا  
 تھی۔ جب اس کی نظر ایک کمرلا کے قریب کمرلا  
 اس شخص پر پڑی۔ ایک لمحے کو اسے اس کا چوہا سامنا  
 تھا اور وہ سر سے ہی سے وہ ہے پچان چکی تھی۔

اس نے گردن موڑ کر "سمعان علوی" کا حوالہ لے  
 رہی تھی۔ ٹیک بیٹھ گیا۔ شکل کارڈ کوٹ پہن  
 وہ اپنے سنیو سے باہمی کر دیا تھا۔ اس کے ہاتھ  
 بال گلاسز سے بچھ اور اس کی کشادہ مفید بیٹھال

بھرے ہوئے تھے کہ عاشر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ  
 آپ سی آپ مسکرائی۔  
 سمعان علوی کو دیکھ کر اسے اپنی خوشی کیوں  
 رہی ہے؟ اس نے کہا جانے کی کو خوش نہیں کی۔ پھر  
 رہا نہیں کرے کے بعد وہ سے دوست کو خدا حافظ کہہ  
 کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ عاشر نے اب اپنی گردن  
 سیدھی کر لی تھی۔ اس کا خیال تھا ابھی سمعان کی  
 گاڑی اس کے قریب سے گزرے گی۔ عاشر نے  
 "مہیا نہ دیا تھا کہ بیٹھے کئی ایک کردا مسلسل باہن  
 "سیدھی ہے۔"

"تھک سکیوڑی مس! آپ نے غلط پارکنگ کر  
 کے راستہ بلاک کر دیا ہے کیا اپنی گاڑی وہاں نہیں  
 کر سکتی؟" اس نے الفاظ پر عاشر نے گردن موڑی تھی  
 اور پھر اسے کہہ کر گاڑی کی طرف اشارہ کیا۔  
 کہ پھر سرور شائستہ انداز میں یہ الفاظ دہرانے والا  
 سمعان ہی تھا۔ اپنی بات کہہ کر وہ لوٹ اپنی گاڑی کی  
 طرف بڑھ گیا۔

عاشر نے ہڑبڑا کر گاڑی اشارت کی، لیکن گھر کی  
 طرف واپس ڈرائیو کرتے ہوئے اسے اسے یوں لگ رہا تھا  
 گویا وہ کسی میں اس آچکی ہو۔ پھر اسے کا خیال تھا وہ  
 پندرہ رکنی میں ہونے والے اس سب کے واقعے سے  
 حائر رہی ہے۔ وہ اپنی ستر فریڈی کی ستر اس واقعے  
 سے نہیں بلکہ سمعان علوی سے۔ اس کی شخصیت  
 اس کی ذات سے اور اس کی زندگی کو بوجھاتے  
 اور فربہ صورتی کے عرصہ پڑی تھی۔



میں کس کام کرتی شاولی نے جیت سے سے ڈانٹنگ  
 لہلہ میں ڈانٹنگ بھلی بھلی والے پھولک کو سنا۔  
 وہ عاشر کے لیے عاشر نے میں رہتی تھی اور جانتی  
 گی کہ ڈانٹنگ ہل میں سوائے عاشر کمال کے کو کوئی  
 لہ لہا۔ اس نے بلدی سے اٹھالی اور ڈانٹنگ سب  
 لہ لہا۔ عاشر نے وہاں جا کر اسے جیت کا ایک اور  
 لہ لہا۔ عاشر نے صرف چھری کاٹنے سے تمہیل جیا

یہی تھی بلکہ لہ لہا کھاندا مسکراتے ہوئے کہ کھنگھان رہی تھی۔  
 اس کا یہ غمگین شادان کے تھیل پر بیٹھ رہتے  
 کے دوران بھی جاری رہا تھا۔ شاولی کی زندگی میں یہ  
 سدا موبص تھا۔ عاشر نے اس کے عاشر کو اس طرح خوش  
 دکھاتا تھا۔

اور پھر شکر کرتے ہوئے عاشر کو لگ رہا تھا۔ یہ وہ  
 ایک دم سے ہلکی پھلکی ہو گئی ہے۔ کل شادک پیدا  
 ہونے والی ماری فرسٹیشن اور ٹیشن "میں عاشر کو  
 بھلی تھی۔

"مج اتنی خوش کیوں ہوں۔" اور "جو اس کا  
 گلاس لیوں سے لگتے ہوئے اس نے بے اختیار  
 سوچا۔  
 "پہلے میرا ہی کہا جا رہا ہے۔ میں بے اختیار اونچے  
 اپنے پیچھے لگاؤں خوب ہوں اور میرا۔" سوچتے  
 ہونے لگا۔ عاشر کے ساتھ اسے اپنا رات کا  
 خواب یاد آیا۔ اسے اپنے بیٹے اور خوش ہونے کی وجہ  
 سمجھ سکتی تھی۔

اس نے خواب میں سمعان علوی کو دیکھا تھا۔  
 اس نے پتھور میں اس کی گفتگو ڈیپارٹمنٹ کے  
 سامنے موجود لان دیکھا تھا۔ مگر وہ لان "میں  
 خوب صورت تھا۔ عاشر نے خوب صورت و سرسبز اس  
 خواب میں دیکھا تھا۔  
 اس نے دیکھا اور سمعان اس لان میں بیٹھے یوں  
 نے گفتگو کر رہے ہیں گویا جیسے ایک  
 دوسرے کو جانتے ہیں! اس بھلی پھلکی ماری کی گفتگو  
 ہی وہ یوں سمعان کی بات پر بے حاشا تھی  
 تھی۔ اس وقت بھی وہ خواب یاد کرنے مسکرائی۔

"شاہد میں نے کل سمعان سے ہونے والے اس  
 عجیب سے قصہ کے بعد اسے بہت زیادہ سوچا تھا۔"  
 وہ مسکراتے ہوئے سوچ رہی تھی۔  
 "تھک کریں؟" اب وہ سمجھنے سے تجزیہ کر رہی  
 تھی۔  
 "وہیں وہ تمہیں اچھا تو نہیں لگتے۔" اس خیال  
 سے اس کی مسکراہٹ چھین لہ گئی۔ ایک دم سے ہی

اس کا ہم کو لگا تھا۔  
 "میں عاشق کمال! جس میں کسی انسان سے  
 محبت نہیں کرنا۔ کیا تم اپنے پچھلے تمام تجربات  
 فراموش کر گئی ہو؟  
 اسے اپنی ہامی میں ہونے والی تمام محبتیں یاد آنے  
 لگیں اور ان کے ذہن تک انجام بھی۔  
 اس وقت یہ بندھن جس کی وجہ ظاہر ہو آتی اسے  
 چھوڑ دینا چاہیے۔" الفاظ ان کی عاشق کی سامنا  
 میں گونجنے لگے۔

"عاشق! میرا خیال ہے اب تم اسے اب تک پیچھ  
 ہو چکی ہو کہ نہ صرف اپنا خیال بلکہ وہ بھی بھلائے  
 حالات و معاملات کو بھی سمجھ سکتی ہو۔" میں نہیں کر  
 سکتا ہوں۔ دیکھو! آپ کو ہر چیز کا بہتر انداز ہے۔ مثالہ  
 کرنا ہے۔ سب سے اچھا ہو گا وہ ہے جسے بھی ہوتے ہیں  
 جن کے والدین میں سے کوئی بھی حیات نہیں ہو گا۔  
 ان کے پاس قانونی پیشگی سپورٹ بھی نہیں ہوتی کیون  
 وہ اپنے باپ یا نانا کے لیے بہت کچھ کرتے ہیں۔ آپ تو  
 اس معاملے میں بہت کی ہیں۔ اس کے فائدہ زندگی  
 آپ کو کسی بلل مشکلات کا سامنا نہیں۔ سو اب مجھ  
 سے وعدہ کریں کہ آپ خوبیاں بھی چھوڑ دیں گی۔"  
 عاشق کو یوں نہیں اس نے وعدہ کیا تھا کہ میں تم پر  
 آتی کے کچھ نئے الفاظ اسے اچھی طرح سن رہے۔  
 "مجھے عرصے پہلے سمجھنے اور میری تلمیح کو اپنی طور پر  
 کرنا نہیں کا سامنا تھا۔ مراد خدا کا کلمہ سے حالات  
 بہت بہتر ہیں۔ اب میرے بچوں کو اور میرے گھر کو  
 میری ضرورت ہے۔ میرا دل اور وہاں جانا اب ناگزیر  
 ہے۔" وہ دلیلاً لہو لہو علی گئی اور عاشق انہیں  
 روک بھی نہ سکی۔ اس کے دھستے اس وقت کی  
 اس دور کی بہت سے عروسی کے بعد اس کے اندر  
 تشفی ہی رہتی تھی۔ اسے محبت ہوتی تھی بلکہ یہ بھی کسی  
 بہتر ذہن اور فطرت کی چیز ہے۔ جس کی مثال یہ اعتماد اور  
 کامیاب اسٹوڈنٹ ہے جس طرح ایک بیٹا ماں کی  
 تلاش میں ہر اس جگہ کی طرف لپکتا ہے جو کوئی بھی  
 طرح نہ سمجھتا ہو یا باقی اس طرح وہ محبت اور غلو میں

کی ہر جگہ پر پہنچتی ہے مگر سوائے تالیلی کے اس  
 کا ہاتھ کچھ نہ آیا۔ ہم تمام باتوں سے بے خبری میں  
 کراچ میں اس کے متعلق مشہور ہو چکی تھیں۔ اپنی  
 میڈیا ڈراما کی غیر معمولی صلاحیت میں اس کی ضرورت  
 سے زیادہ دیکھی و دیکھ کر اسے "سالی کو میں" جیسے  
 القابات دینے لگے۔  
 لیکن قرآن ایتیش میں اس نے اپنی شخصیت اور  
 عبادت کا جائزہ اپنا کر ڈرا بھی۔ کراچ میں اپنے متعلق  
 مشہور ہائیں اس کر اسے یوں لگا تھا گویا کسی نے اس  
 کے منہ پر لٹا پیرید کر دیا ہو۔  
 "یہ کیا کر رہی ہیں ہوں میں؟ اور کیا کر رہی ہیں اب  
 تک میں کیا؟"  
 "من کا جائزہ اپنا اور اعتماد لوگوں کو دیکھ کر میرے اندر  
 وہ کوئی سا مایہ نہ بننے لگا ہے جو مجھے ہوش و خرد سے بے  
 کر دیتا ہے؟ میری نانا میری خودداری اور میری عزت  
 نفس ہر بار اسی جہے کی ہیمنت چھ جاتی ہے اور  
 مجھے احساس ذوال تک بھی نہیں ہو گا کیا یہ محبت ہے

"شاید یہ میرے اندر کا ۲۲ قسم کا کلمہ ہے" کہ  
 میں کہنے سے بڑے ترے کو دیکھ کر اس سے متاثر ہو جا  
 ہوں۔ شاید اس طرح میں اپنی ذات کا ڈنڈا کھ  
 ہوں۔" عاشق اس معاملے میں جتنا سوچتی تھی اتنا وہ  
 اپنے جگہ اس نے نسلوں میں عمد کر لیا کہ وہ ک  
 لڑکی سے متاثر نہیں ہوئی۔ اپنی انا اور عزت نفس  
 چھ نہیں لگائے۔  
 چنانچہ اس نے بہت زیادہ ہو کر کراچ جانا شروع  
 کر دیا۔ ہر وہ کام کر دیا جس سے اسے کسی لڑکی  
 "میں پھنس کر رہا جا سکتا تھا۔ مگر دل سے اسے احساس  
 ہی تھا کہ اس کے اندر یہ چوٹی اور اضطراب بڑھ  
 تھا۔

کہ عاشق کی شخصیت بے شمار بچہ گیل کا شکار ہے  
 مگر اس کا اتنا متعلق اور دل گرفتہ انداز پہلے اس کے  
 لڑائی میں نہ آیا۔ قلب یوں لگا تھا گویا اندر ہی اندر کوئی  
 لگا لڑائی ہے مگر استغناء کر کے بچو جو مجھ عاشق نے  
 آ گیا بتایا تھا اس نے حقیقتاً اسے چھرا کے لگا رکھا  
 تھا۔

"میری بات کو مایہ نہیں کرنا عاشق! یہ محبت  
 میں ہے۔" پالا خریدا نے بہت سوچ سمجھ کر اسے  
 ثابت دیتا تھا کہ فیصلہ کیا تھا ہے راہ وہ ہے۔ "یہا  
 کی اس بات سے عاشق کو دم بخور گیا۔  
 "یہ حیران مآزبان ضرور ہے۔" وہ اسے بہت لگتی  
 مایہ لڑتے سے کھیلنے کو۔ "وہ اسے بہت عجیبہ  
 انداز میں مشورے دیتی تھی۔  
 "اور اگر میں نہیں کرنا چاہتا تو تمنا بڑھو۔ بہت  
 فائدہ سے نہ تم بھی کسی تو کی ہون گی میں ایک یاد نمازیں  
 ضرور ادا کر لیا کرو۔" میں سکلون لگے گا۔"

بیلا سے یہ جان کر کہ وہ راہ و دی کے راستے پر  
 بلا رہی ہے وہ اپنی نگاہوں میں خودی کر گئی تھی۔  
 تو زیادہ تر کے وہ دن اس کی زندگی کے انتہا تک  
 تھے۔ اس اپنی شخصیت کی اپنی ذات اور اپنی فطرت  
 سے شدید نفرت محسوس ہوتی۔ اسے اپنے باپ احمد  
 اہل سے بھی نفرت محسوس ہوتی جو "دوہ علی" کو  
 ملائے دینے کے بعد وہاں ہامی نہیں آئے تھے۔ اپنے

باپ کو دیکھ کر عاشق کا احساس غمزدی اور بڑھ چلا۔ ہر  
 اور دن عید گمان کے سامنے آئے تھے کہ زندگی میں  
 نہ جانے اس کی شخصیت اور سچی توڑ چھوڑ کا شکار  
 ہونے کی قدرت کو اس پر رحم آیا تھا۔  
 ایک دن مغرب سے وقت طبیعت رہے چوٹی نے  
 پر مل کر دیا تھا۔ وہ پورے گھر میں بولتی ہوئی پھر  
 ہی اس سامنے ہامی سے بیلا کے الفاظ یاد آئے۔

"بہت باقاعدگی سے تم بھی کسی تو کی ہون گی میں ایک  
 یاد نمازیں ضرور ادا کر لیا کرو۔" میں سکلون لگے گا۔"  
 سکلون کی طلب ہی تھی کہ وہ خود شوکرے جانے نماز ہے  
 لڑتی ہوئی۔

نماز دینے کے بعد وہ ہی انہوں اس کی آنکھوں سے  
 پھل پھل کر گلاں سے ہوتے ہوتے اس کے  
 اسکارف میں جذب ہوتے گئے۔ کالی ابرے محسوس  
 ہوا کہ رونے سے اس سکلون کو پوچھو بیٹے کے جانے  
 لگے۔ ہا بے غماز کہ تم اس کے بعد اس نے وہا کے  
 لیے اسے اتنا ہمت مانے پچھلا لے۔

"اللہ تعالیٰ ہے۔" اس کے لب کہا نے گئے تھے۔  
 "اللہ میں آپ سے سکلون قلب مانگتی ہوں۔  
 میرے دل کو سکلون بھلائیے۔" مجھے اس طرح انہوں  
 کی بات سے خود بخواب ہونے سے بچا۔ مجھے میں نے سنا ہے  
 اس انسان سے سزاؤں سے بڑھ کر محبت کرتے ہیں۔  
 کوئی آپ کی طرف ایک قدم آئے تو آپ دس قدم  
 آتے ہیں۔ کوئی نکل کر آپ کی طرف آئے تو آپ اس  
 کی طرف دوڑ کر جاتے ہیں۔"

"اللہ! میرا دل اور وہ اپنے عبادہ کی اور کے تابع  
 نہ کریں۔ میری خودی کو زندہ کرنا میری ذہنی توازن  
 نہیں ہیں۔" اس نے غلو سے دل سے کہا کی تھی جو  
 اور نہیں بہت عورت سے سنی کی تھی۔ چنانچہ آگے  
 وہ ادا کرنے کے لیے اس کے اضطراب کا اسے کسی بھی اور  
 شخصیت سے اعتماد کیا تھا۔ وہ اب اپنے گلوں جو کسی اور  
 کی مانگتی ہے شہ کرتی تھیں انہی کو اس نے خود اپنی  
 تعریفوں میں شرط لگانا نہ تھا۔

قرآن ایتیش فرماتا ہے اور پھر بیٹور کہ یہ عرصہ  
 اس تمام عرصے میں اس نے بہت نازل اور با اعتماد  
 زندگی گزارنے کے لئے اسے ہر آفات سے نکالا ہر  
 آسائش سے نوازا اور اور اب بے باکرام سے عطا کیا  
 جب بیٹور بھی میں اسے باخوبی ہاتھ لیا گیا تو اس  
 نے اسے صرف اپنی شخصیت ہی کا انحصار کر دیا تو اس  
 "ذات عالی" کو فراموش کر گیا۔ جس سے لگتے بے  
 مول سے من لگتی تھی۔

بیٹور شی کے اس اور مہلنے کی تیاری کے لیے  
 اس نے دن رات ایک کیے تھے۔ تمام نمازیں ترک  
 کر لی تھیں۔



اسے اپنی محنت پر اس قدر یقین تھا کہ اس نے ایک واقعہ بھی مدعا دل سے لفظ سے مدعی درخواست نہیں کی تھی۔ یہ ہے انسان کی حقیقت اور پھر اس سلسلے میں یہاں تک کہ بعد اس کے ایک بار پھر تقریر کو حضور اور غیر اہل حق (یہ انسان کی سرشت)

جب تک معاملہ اٹھنا اور اس کے بندے کا ہونے پر اصرار ہے تو یہ بھی نہ ہر ایک کو بھرنے کی کوئی شے ہی نہیں لفظ کے اس شرف قبولیت پر تقدیر کو دل لگتی ہے۔ مگر جب انسان اپنے معاملہ خود استحصال لے تو تقدیر کو کھل کر کھیلنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اس کے کھل کر کھیلنے میں یہ فیصلے پیش آتے ہیں کہ اپنی ماضی کی تمام کیفیتیں اور ان کے اعجاب اور کبھی تھے۔ لیکن وہ اس محبت کو فراموش کر بیٹھی جس نے اسے ان تمام چیزوں کے دام سے چھڑایا تھا۔ اس نے اپنے اعجاب کو مٹا سکا اور عطا کیا تھا۔ اور یہیں اس نے غلطی کر دی تھی اس غلطی نے کینڈا ایک بار پھر تقدیر کے کورٹ میں پیش کی ہوئی تھی۔

اب ڈانٹنگ ٹیبل کے اس طرف بیٹھی عاشرہ کمال اپنے آپ کو یاد کر رہی تھی کہ وہ کس کس سے پیوستہ تھی جانا شروع کرے۔ لیکن یاد رکھو ہمیں مسلمان سے یا کسی بھی شخص سے محبت نہیں کرنا۔ اس نے اپنے آپ کو مستند نہیں کیا۔ اور ڈانٹنگ ٹیبل کے اس طرف عاشرہ کمال کے باطن کی بیٹھی ہوئی تقدیر کے لبوں پر اک چٹھری اور مسکراہٹ تھی کسی دلچسپ کھیل سے قبل امڈنے والی بے ساختہ مسکراہٹ۔

اسے اپنی محنت پر اس قدر یقین تھا کہ اس نے ایک واقعہ بھی مدعا دل سے لفظ سے مدعی درخواست نہیں کی تھی۔ یہ ہے انسان کی حقیقت اور پھر اس سلسلے میں یہاں تک کہ بعد اس کے ایک بار پھر تقریر کو حضور اور غیر اہل حق (یہ انسان کی سرشت)

جب تک معاملہ اٹھنا اور اس کے بندے کا ہونے پر اصرار ہے تو یہ بھی نہ ہر ایک کو بھرنے کی کوئی شے ہی نہیں لفظ کے اس شرف قبولیت پر تقدیر کو دل لگتی ہے۔ مگر جب انسان اپنے معاملہ خود استحصال لے تو تقدیر کو کھل کر کھیلنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اس کے کھل کر کھیلنے میں یہ فیصلے پیش آتے ہیں کہ اپنی ماضی کی تمام کیفیتیں اور ان کے اعجاب اور کبھی تھے۔ لیکن وہ اس محبت کو فراموش کر بیٹھی جس نے اسے ان تمام چیزوں کے دام سے چھڑایا تھا۔ اس نے اپنے اعجاب کو مٹا سکا اور عطا کیا تھا۔ اور یہیں اس نے غلطی کر دی تھی اس غلطی نے کینڈا ایک بار پھر تقدیر کے کورٹ میں پیش کی ہوئی تھی۔

اب ڈانٹنگ ٹیبل کے اس طرف بیٹھی عاشرہ کمال اپنے آپ کو یاد کر رہی تھی کہ وہ کس کس سے پیوستہ تھی جانا شروع کرے۔ لیکن یاد رکھو ہمیں مسلمان سے یا کسی بھی شخص سے محبت نہیں کرنا۔ اس نے اپنے آپ کو مستند نہیں کیا۔ اور ڈانٹنگ ٹیبل کے اس طرف عاشرہ کمال کے باطن کی بیٹھی ہوئی تقدیر کے لبوں پر اک چٹھری اور مسکراہٹ تھی کسی دلچسپ کھیل سے قبل امڈنے والی بے ساختہ مسکراہٹ۔

”جیسے پیوستہ تھی تا اور پھر آران لوگوں کا سامنا کرنا کس قدر مشکل کام لگ رہا تھا“ میرا خیال تھا سب میری اندھی بے اختیار کر رہے ہوں گے اور مجھے دیکھتے ہی مجھ پر ایک بار پھر بے ہوشک شروع کریں گے۔ حالانکہ انہیں مجھ میں ہوسا ہے اسے پتہ نہیں ہے کہ میں

تھن میں میری فرحانری کا کسی نے بھی کوشش نہیں کیا۔ صرف سٹی اور عیسیٰ نے میری ہیجٹ کے بارے میں استفسار کیا لیکن انہوں نے بھی تقریر کے حوالے سے کوئی بات نہیں کی میں بھی اس خزا خواہی ہی۔

پوری امید کرنے کے بعد وہ بھی ہوشی کو ریڈر سے لڑا۔ کوریڈر عبور کر کے جا میں ہاتھ کی طرف مڑی۔ سامنے بیڑیاں تھیں۔ وہ اپنے ہی خیالوں میں سرخیاں اتار رہی تھی۔ نظریں سامنے تھیں جب وہ ایک تھکے ہوئے شخص کی تھی۔ جو شخص نے میری بیڑیوں سے اوپر کی جانب آ رہا تھا اس کے سامنے سے چپتے کے لیے وہ سج سے واپس لوٹ کر رہی تھی۔

”ہمیں اس شخص کے سامنے نہیں آنا تھا! پیر کو نہیں۔ اس خیال کے باوجود مجھے آتے ہی وہ برف رقداری سے بیڑیاں اتارنے لگی۔ مگر جب مسلمان اور اس کے درمیان صرف وہ بیڑیوں کا فاصلہ رہ گیا۔ تھوڑے عرصے سے جا کر رنگ سے گھرائی تھی۔ اس وقتوں میں ہونوفا ظراور کوش پھر رنگ سے بچنے جا کر گئے اور پھر اس کے اس طرف سے وہ بے جاں کی ہو کر اس بیڑی میں بیٹھی۔

”مگر تمھارے پاس اس عاشرہ جوت میں آئی ہو۔“ تمھارے تو اس تمام الفاظ عاشرہ کو اپنی مہارت پر دھوکا ہوا۔ اس نے سر اٹھا کر کہا اس کے قدموں سے ناپلے پر کھڑا وہ مسلمان ہی تھا۔ مسلمان علوی اور مخالف بھی اس سے ہی تھا۔ عاشرہ نے اپنا نام اس کے منہ سے سن کر لڑائی سے سر اٹھا دیا اور پھر جھکا ہوا دل تھی۔ اس کی آنکھیں مگر سے بیڑیاں اور بیڑیوں تک شرت میں بیڑیوں مسلمان تھی ہوئی تھی۔ وہ ایک لمحہ سے دیکھے جا رہی تھی۔ جب مسلمان نے وہاں اپنا سوال دہرایا تو اس نے چونک کر اپنا سر جھکا لیا۔

”میں اس شخص سے چپتے کی کوشش کر رہی تھی۔ اگر مگر میں اس کو شرت میں کامیاب ہو جاتی تو کیا نہیں

کتا بنا نقصان ہو جاتا یہاں مسلمان علوی چپتے لوگوں کو قریب سے دیکھا۔ اسے اعزاز ہوا۔ اسے کس نے دیکھی ہوں گی ایسی آنکھیں۔“ عاشرہ کی نظریں اس خون بہاے دامن ہاتھوں کے اٹھنے سے ہٹ کر اس کے پیڑے تک پہنچ گئیں۔ اس تک ہی شخص شاید اس کی ہلکی سی ہنس کی آنکھیں مگر میں ان کی چٹک اور شرت اس بے جاں پکڑے سے ہوسکتی تھی۔

اور ہونٹ اب اس کی نظریں اس کی شرت سے تھیں۔ بائیں نہیں ہونٹوں کی نسبت یہ شرت ذہنیت اور شرت ہے اس نے اپنے اختیار فی میں سر اٹھا دیا تھا۔ مسلمان جو اس سے اس کی وہاں اپنی بیڑیوں کے سامنے میں استفسار کر رہا تھا۔ اسے بائیں سے رکھ کر اس کے کوشش کرنے اس کے فی میں سر اٹھا پڑے یہ سدا ہوا۔

”ہیں اس نے اپنی بیب سے وہاں نکال کے دیتے ہوئے کہا۔“ اسے اٹھنے سے بچتی ہے ہاتھ میں ”خون بند ہو جائے گا۔“ عاشرہ کو وہاں پکڑنے کے بعد اس نے بیڑیوں میں بکھری اس کی ناک آ کر اٹھی کر کے اس کے قریب نہیں اور بیڑیاں چھڑ گیا۔

سیدہ کائن کا خوشیوں میں مکا وہاں جا تھیں۔ اس لیے عاشرہ ابھی تک اپنی حالت میں تھی۔ اس نے اپنے پاؤں کے اٹھنے کو دیکھا۔ اس کا سامرا جو ناخن سے بھر چکا تھا۔ اس پر سر ٹھولا اپنا ہاتھ نکال کر مسلمان کا وہاں نہایت احتیاط سے اس کے اندر رکھا اور پھر لڑنے اٹھنے کو وہاں سے ہاتھ نکالے۔ حیرت کی بات تھی کہ اسے بائیں بھی وہ نہیں ہو رہا تھا۔ اب وہ محسوس کر سکتی تھی کہ مرمی کورٹوں کے ساتھ کیا ہوا تھا؟ ”میں اپنی انکھیاں کاٹنے لے رہی تھی۔ اس کا سامرا کیوں نہ ہوا تھا۔ ہوا ہے آگ احساس ہو کر جس اس طرح قابض ہو گیا تھا۔“ اس کے بعد بیڑیوں تکلیف تکلیف میں رہتی گئی اور وہ وہ نہیں رہتا۔

”میں اس شخص سے چپتے کی کوشش کر رہی تھی۔ اگر مگر میں اس کو شرت میں کامیاب ہو جاتی تو کیا نہیں

”مسلمان! بیکلے تو مجھے صرف شرف تھا کہ تمہاری ہندسوں لوگوں کی ہی سے مگر جب سے تمہیں یہ سہم اور حضور وہاں نہ لانا چاہیے۔ تب سے میرا شرف یقین میں بدل گیا ہے۔“ عینہ نے اپنی ناک مسلمان کے سامنے بچھنے ہوئے کہا۔ عبداللہ اور چند انکھیاں ڈھیرا رشت کے دو بیچ درمیان لانا کو چھوڑ کر وہ اپنے لیے اس لائن میں آئے تھے جو خوب صورتی اور سب سے زیادہ خوب شکل نہ تھا۔

عداں تھی کہ اس کے عینہ کا اشارہ اس کی طرف سے اس کے لیے صرف مسکرا کر رہا البتہ اس کی اس بات سے مسلمان نے ہنسوں پر ہنکا سے دیکھا۔

”ہوئے اس کی شان کوئی اور ڈور کوئی کئی کہیں وغیرہ تو قریب میری ہندس کی صورتی کا اندازہ ہو۔“ مسلمان اپنی بات مکمل کر کے مسکرایا تھا۔ کئی ہندسوں کی آنکھیں خود بخود عدان کے چہرے سے جا چکی تھیں۔ سیاہ آنکھیں تنگ رہی تھیں۔ لیکن بائیں خان کی آنکھیں ابھی بھی مسلمان ہی کے چہرے سے نکلی ہوئی تھیں۔ اس کے آنکھوں کے نیچے شرمی چھوٹے پتوں کی سرخی اور دلکش ہونٹوں کی دلچسپی مسکراہٹ سے چاہتے ہوئے بھی انہیں نظر انداز کر سکتی تھی۔ چند عورتوں بعد اس نے سر ہونکا ایک لچھڑی اور خود بخود اس کے لبوں سے خارج ہو گئی تھی۔

”زین! عاشرہ کمال آج آئی ہوئی ہے۔“ نایاب خان نے اپنا ہاتھ زین سے پوچھا تھا۔ ”جیسے اپنی پاتھ میں نے تو اس کی صورت اس دن کے بعد سے نہیں دیکھی۔“ زین نے لاپرواہی سے کہا۔

”آئی ہوئی ہے۔ میں نے دیکھا تھا۔“ مسلمان کی اس بات پر سب نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ ”میں عدان کی طرف آ رہا تھا یہاں بیڑیوں پر میں نے دیکھا تھا اسے اس کی پاتھوں پر تھی تو کتنا شایہ۔“ مسلمان تسکین سے اس میں کے واقعہ کے متعلق

”وہ آہ تو بہت اچھا موقع ہے جان بچوان کا۔ ہم اس سے اس کے انگوٹھے کا حوالہ پا بیٹھے جا سیں گے اور اسی ہمارے سامنے دعا ہو جائے گی۔“ زین ساری بات میں کمر بستہ ہو بیٹھا تھا۔  
”میں کان پو زین باز آگاہ“ کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں ہے۔ وہ بہت ذریعہ اور پراؤٹ ہے۔ دیکھتے جتنا مضبوط اس کا ایک کٹاؤ ہے۔ اور جوشی خوب صورت اس کی کوشک لگے ہے۔“ اسے پراؤٹ ہونا بھی چاہیے۔“ نیلاب نے زین کے خیالات سن کر اسے کھرا کھا۔

”تو میں کب کہہ رہا ہوں کہ وہ ایسی ویسی لڑکی ہے۔ جیسی تم نے اس سے مل کر اسے تیار کیا۔ گاہ کہ اس کا تانا بڑا میں ہوں۔“ کتنا حائر ہوں میں اس کی ایک شرا آرزوی پڑھنے سے اور وہاں ایش اس سے کوٹوں کو دھکھوڑائے۔“ کی ترکیب ضرور پڑھوں گا۔“ سب بے سزاقتہ نہیں پڑے تھے۔

”زین! تم نے ڈرنک کے خوب کسی۔ واقعی میں اس کی ڈرنک لگنا کھانا خوب ہوتی ہے۔“ سارہ نے ہنسی بار نکلتی جھری لیا۔

”لوئی ایک دن کو میں برائے عاشر کمال ذریات وہ گئی ہیں۔“ چینی نے ہاتھ جھاڑے تھے۔  
”اس کا ڈرنک میں اور ویسٹ کا مکی نیشن ہوتا ہے۔ آگ خوب صورت کبھی نیشن پر پیر مناسب حد تک ضرور ہوتی ہے اور سکارف اس کے لباس کا لازمی جز ہے جویش اس کے سر دور تاپا ہے۔“ سارہ نے چینی سے پوچھی کہ قطع نظر اپنی جاری رہی۔  
”جی ہاں گئی ہے ایسی ڈرنک جو نہ ضرور ہو۔“  
”یہ بہت آگے۔“ مانیا نے بھی مائی کی تھی۔

”بس اتنی ٹریفوں کے بعد اب تو میرا اس سے ملنا ضروری ہو گیا ہے۔“ زین نے ہاتھ اٹھا کر تھکی لیجے  
”جو تم نہیں آگے!“ سارہ نے افسوس ناک لیے میں کمال۔

”ہاں ہو گا تمہاری باتوں،“ سارہ دہانہ اور ہنسی دیکھو گاہ تھی جلدی بدل جاتے ہو زین!“  
”بس آگیا کہ اس میں پل جانا ہوں۔“ زین نے اگلی اپنی طرف اٹھا کے بیٹھے سے پوچھا تھا۔  
”تو اور ایک دن تمہاری زبان پر سارہ کے تھے ہوتے ہیں تو سارے دن فائز کے بیٹھے دن دہانہ کی باتیں ہوتی ہیں اور اب عاشر کمال کی باری آگئی ہے۔“ سارہ نے اس لیے میں جواب ہاتھ۔  
”تو کچھ آگیا کہ میں لایا ہوں۔“ سارہ کے تھے ہوتے ہیں۔ یعنی اس کی باتیں ہوتی ہیں۔ دو سرے دن میں فائز کی باتیں کرتا ہوں۔“ بیٹھے دن رعنا کی زین آگھوں ہیں ہاتھ۔

”سارہ زین تمہاری بات غلط ثابت ہو گئی۔ میں نہیں بدلتا۔ ہم تو ہر روزی دہا ہوں۔“ زین کمال بدل جاتی ہیں۔“ اس وضاحت پر سب ہنس پڑے تھے سوائے عدن کے اس کا زین عاشر کمال کے متعلق ہونے والے جیسے کوہ پراہا تھا۔

زین نے کلاس میں داخل ہو کر بے اختیار ہی کسی کی تلاش میں نظریں دوڑا میں اور جلد ہی اسے وہ نظر آ گئی۔ زین نے دور ہی سے اسے جاننا لیا۔ لاشیٰ ڈارک براؤن کبھی نیشن کی کوٹ نما شرٹ کے نیچے اس نے نازق ڈورنگز پہن رکھا تھا۔ اسی کی نیشن کے اسکرافٹ نے اس کے آگے سے زیادہ سر اور شانوں کو کھل طور پر ڈھانپ رکھا تھا۔ لاشیٰ نے بے اختیار ہی اسے مل میں سراہا تھا۔ سارہ اور مانیا کے عاشر کے لباس کے بارے میں ویسے گئے کھنسن سے وہ سارے فصد متفق ہو گیا تھا۔ ایک دم ہی اس کی عزت اس کے دل میں بڑھ ہی گئی۔  
”بیلا سلام بیٹھے۔“ بیٹھے ایشیڈ کرنے کے بعد زین دانستہ طور پر عاشر کے متعلق چل ہاتھ ملے اسے سلام کرنے سے عاشر نے پلٹے پلٹے سے مزہ کنکھا اس کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

”بیمار زین سلطان سے اور آپ کا نام کیا عاشر کمال۔“ لیکن آ رہی تھی۔“ زین نے سکرٹے ہوئے کمال سے عاشر کے سوال پر اہت سہرا لیا۔  
”اسے زین“ چاہتا ہوں پتا لگاؤ۔“  
”آپ کو کوئی کام ہے مجھ سے؟“ اس نے سنجیدی سے پوچھا۔ زین اس کی بات سن کر ایک بار چمچا مکر لیا۔

”کام تو ہے۔“ انچھو لیا سن نے تاپے۔ آپ کے نوٹس بہت ذریعت ہیں میں نے سوچا آپ ہی سے لے لیاں کیونکہ ہمارے مسٹر تو نزدیک ہیں لیکن میرے پاس نوٹس کی اسے ہی کبھی موجود نہیں ہے۔ زین کی بات سن کر عاشر نے اپنے ہاتھ میں پلانے نوٹس کو نکھلا۔ پوچھا اس کے نوٹس اس کی کلاس میں بہت مشورے تھے وہ بہت محنت سے نوٹس لیا کرتی تھی بیلا الفانڈا دیکر اس کی واحد مصروفیت تھی۔  
”آپ کو کیا ہے۔ اس بار بعد انگریز امین میرے ٹیبل ہونے کے چاندنی خانوے فیصد ہیں۔“ اس کے کہنے میں بہت خوشی محسوس کر کے عاشر کے لیون پر خود بخوبی سکرابٹ چمک لگی۔

”آپ کو اپنے اس ہونے کا یقین صرف ایک فیصد ہے۔“ عاشر نے سکرٹے ہوئے سوال پوچھا۔  
”یہ وہ چیز ہیں ان کی یاد چار ہے تھے۔“  
”میں۔“ ایک فیصد تو دیکھے اس بات کا کہ میں اس میں ہوسکتا گا۔“ زین کی بات سن کر اسے اپنا فیصد قہر کرنا چھلکا۔ ہو گیا تھا لیکن سامنے لاشیٰ کی طرف نگاہ کرتے ہی وہ بھی کھول ہی گئی۔  
”لاشیٰ مل کوئی دھری سو اتنی کھو گئے کی تھی۔ خوشی کا اس اس اتنا شدید تھا کہ اسے سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا۔ زین نے اس کے قدموں کو رکتے ہوئے دیکھا تو ایک بے وقوف لاشیٰ اس کے پاس چلا آیا۔  
”آپ رگ کیوں نہیں۔“ آگے۔“ میں آپ کو اپنے گروپ سے ملاؤں۔ آپ میرے فریڈز سے مل کر خوش ہوں گی۔“ زین کے اصرار پر وہ آگے آئی۔ زین نے پلٹے ہوئے اس کے ساتھ لان کے اس میں سے آگئی جہاں

سات آٹھ اور کے لوگوں کا ایک بیڑا گروپ ہے گھری سے بیٹھا نہیں ہاگ ہاتھ۔ زین سے ان کے سر پر جا کھڑا ہوا۔  
”فریڈز۔“ ایک بہت نامور۔ بیٹھے سے طوٹا جاتا ہوں۔ آپ میں عاشر کمال اور عاشر ہی ہیں میرے فریڈز۔“ زین کے اس طرح نے تھے گھر کے ایک حوالے پر عاشر کا رنگ ایک دم ہی ہو گیا۔ اس کے گروپ کے تقریباً سارے گروپ کو ہونے چکے تھے سوائے عدن کے وہ سکرٹے ہوئے عاشر سے مل رہے تھے۔ زین نے تعارف کے حوالے کر کے میں ان کی بدد کردہ تھا۔ عاشر سامنے اس کے ہاتھ ان سب سے مل رہی تھی۔ اسے ایک حکم تھا کہ اس کے منڈے سے اس کے سر پر چلی گئے گئے گھول کے خواب میں بیلا الفانڈا نکل رہے ہیں۔  
”اور جناب! یہ دن ایذا دہی سمعان علوی۔“ زین نے عاشر کی پشت کی طرف کھڑے سمعان کی طرف اشارہ کیا۔ عاشر نے دانستہ اس کا طرف پشت کر رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اس کا سامنا کرنے پر وہ اپنی ذات سے انکار کھو دے گی۔ لیکن زین کی بات سن کر اسے اس طرف مڑنا پڑا۔ سمعان نے اپنی سب کی طرح اس سے خوش دلی سے پہلوانے کی تھی۔  
ان سب سے کچھ فاصلے پر چینی عدن کی سیاہ آنکھیں سب کچھ بہت غور سے دیکھ رہی تھیں اور دماغ ان کا تجزیہ کرنے میں مصروف تھا۔ اس نے عاشر کی آئینہ پر اپنے گروپ کمبز کو دیکھا مگر انڈیا میں کھڑا ہونے دیکھا تھا۔ وہ انکھیں عاشر کی شخصیت اور چہرے کو کھوٹی رہی تھیں۔ اس کی نظروں نے عاشر کے چہرے سے تمام اثرات نوٹ کے تھے۔  
”ایسا یاد دہی اس کی شخصیت اتنی یاد دل سے کہ وہ میرا وجود تک فراموش کر گئے ہیں۔“ اس کی نظروں سمعان کے چہرے سے چلی گئیں۔ زین نے عاشر کا تعارف سب سے کر لیا تھا۔ میری عدن کو کھول گیا





”میں تو میں تو یوں ہی چلے جاتی تھی۔“  
اس نے سکرانے کی کوشش کی مگر کھانا نہ کھا  
تھا کہ سکرانے کے بجائے اس کی آنکھوں میں نمی آ  
گئی تھی۔

”تھا جس سے لئے آئی وہ گھروہ تو یہاں نہیں بلکہ  
میرا خیال ہے کہ کچھ کیا ہی نہیں۔“ عدنان کی بات  
پر جاباب اور نایب دو ٹوکے چہرے تھے۔ یہی چیز سکرانے  
ابھری۔ عائشہ کے چہرے پر حیرت کے آثار  
ابھرنے لگے۔ اس پر چہرے میں ہوا کھاتا۔

”میرا خیال ہے میں چاہوں۔“ مجھے کچھ کلام یاد آیا  
”ہے۔“ ایک جھٹکے سے اٹھی اور اس سے جمل کوئی  
اسے نکلفا روکنے کی کوشش کرنا آ رہا ہے لے لے لے لے  
بھرتی ہوئی ہوئی تھی۔

”کیا ہے؟“ نایب نے حیرت سے اسے دیکھا  
دیکھا تھا۔  
”طبیعت ٹھیک نہیں تھی شاید۔“ اس کے چہرے  
سے تو ایسا ہی لگ رہا تھا۔ ”سارے دن کدھے اچکا کر  
تیار کیا تھا۔“

عدنان اسے جانتے ہوئے دیکھ رہی تھی لیکن بدل میں  
اسی سے مخاطب تھی۔

”تمہارا نام میرا Boom Period ہے تم ہو  
جکے سے عائشہ کمال ہے اور اور ڈیوڈ اور آرا نے لورڈ۔  
تم کھل با رہی ہو۔ تم تو اس وقت کا ہی نہ تھیں کہ میرا  
مقابلہ کر سکتیں مگر میرے فریڈنز ناواسنگی میں  
میرے حیرت سے مقابلے میں ملے آئے نام تم نے مجھے  
ہر ت فلف نام یاد ہے۔ جھپٹے چار مہینوں سے تم نے  
مجھے سب لذت میں رکھا ہے میں تمہیں تاسا نہیں  
سکتی۔“

”سمعان میری زندگی میں میری سب سے بڑی  
انہی وقت Achievement ہے سمعان آواز  
ہے جسے باور ڈھانڈا نہ رکھا مشکل نہ ہو مگر اسے ہر قرار رکھنا  
ہر ت مشکل ہو۔ میں جانتی ہوں کمال ہے کہ  
یونیورسٹی تک تھی کوئی ایسا اس کے مقابلے میں گرفتار

ہوتی ہیں۔ مگر میری ذات اور میرا اعلیٰ سماجی درجوں سے  
سمعان کو کوسوں دور رکھتا تھا۔ میرا یہ اعتراف کہ میں  
سمعان کو سنی لگتی تھی اس کے سارے حوصلے  
توڑ دیتا تھا۔ میں جانتی تھی کہ کوئی لڑکی شخصیت خوب  
صورتی اور دلکش میں میرا تھا۔ میں کر سکتی۔ میں نے  
بیشہ سب کی نظروں میں اپنے لیے رنگ دکھا کر  
میری ذاتی زندگی دیکھ کر سمعان بھی ہر رنگ کر  
تھا۔ یہاں پر میں نے سمعان کو اور کیا تھا کہ میں کئی ذات نے  
ابھری۔ عائشہ کے چہرے پر حیرت کے آثار  
ابھرنے لگے۔ اس پر چہرے میں ہوا کھاتا۔

اور پھر تمہاری آمد نے عائشہ کمال اسب کچھ الٹ  
پلٹ کر رکھ دیا۔ میرے وہ تمام فریڈنز جو ہر بات میں  
میری پسند پاپر کا خیال رکھتے تھے انہوں نے مجھے ہی  
فراموشی کرنا شروع کر دیا۔ تین دنوں کے بعد وہ  
کبھی نہیں بھول سکتے جب تم میرے کمرے میں آ  
پناہ چاہیں۔ جہاں تم موجود ہو میں وہیں میرے  
سارے فریڈنز بٹے جاتے۔ میری ذات نہیں ہر بات  
پیچھے رہ گئی تھی۔ اور پھر جب میں نے تمہاری آنکھوں  
میں سمعان کے لیے وہ جذبے دیکھے تو میں واقعی میں  
دل تھی۔

جو میری طرح کے لبرٹس لوگ ہوتے ہیں ان  
”تمہارا نام میرا Boom Period ہے تم ہو  
جکے سے عائشہ کمال ہے اور اور ڈیوڈ اور آرا نے لورڈ۔  
تم کھل با رہی ہو۔ تم تو اس وقت کا ہی نہ تھیں کہ میرا  
مقابلہ کر سکتیں مگر میرے فریڈنز ناواسنگی میں  
میرے حیرت سے مقابلے میں ملے آئے نام تم نے مجھے  
ہر ت فلف نام یاد ہے۔ جھپٹے چار مہینوں سے تم نے  
مجھے سب لذت میں رکھا ہے میں تمہیں تاسا نہیں  
سکتی۔“

اور مجھے تمہارے جذبات سمعان تک پہنچنے سے بھی  
بہاؤ تھا۔  
کوئی عام سی لڑکی ہوتی تو میرے یہ اچھے الفاظ ہی اس  
کو حوصلہ توڑ سکتے تھے۔ اسے ہر بات سکتے تھے کہ ”میں  
سمعان کی سیکرٹری ہوں۔“ لیکن تم کوئی عام لڑکی نہیں  
تھیں۔ یہ میرے یہ الفاظ سمعان کے لیے میرے مقابلہ لانا نہیں  
تھے اور اگر تم میرے مقابلہ آجائیں تو میں ہر بات  
زبانہ مشکل ہو نہ تھی۔ مجھے لوگوں کو صرف شفقت ہی  
میں رکھ کر برائیاں جاسکتے ہوئیں۔ تمہیں کبھی بھی  
”کی سے بھی بچا جاتے نہ دیا کہ سمعان اور میرے  
درمیان کئی فرق ہے۔ اسی لیے تمہارے بارے میں  
لاشکر عمل ترتیب ہی دے رہی تھی کہ سمعان کی باہی  
کی ذمہ داری تمہارے ذمہ داری کے لئے مجھے ششدر کر  
دیا۔“

سمعان کی باہی کی ذمہ داری قبول ہوتی تھی۔ انہیں  
مدد کے کانسٹرکٹو وقت شخصیں دے سکتے ہیں ان کی  
موت کا سبب بن گیا۔ یہ ایک بالکل اچھا تک اعلیٰ تھی۔  
ہر سب گروپ کمبوڈیائی یونیورسٹی پہنچے ہی تھے کہ  
میں اطلاع ملی۔ ہم سب وہیں سے ایک ساتھ  
سمعان کے کوئی طرف روانہ ہوئے تھے۔ میرا خیال  
تھا کہ سب کے لیے اطلاع ہمیں دلی تھی ہے لیکن  
سمعان کے گھر پہنچ کر ہی میرے خیال کی تردید ہو گئی  
تھی۔ مجھ سے بھی کیلے ہلاں تم موجود نہیں آؤں گے  
ماتحت۔ میں چاہنے سے اپنی ذمہ داری ایک آسٹریکٹ نہا  
تھی کہ میں نے کچھ کا دورہ کرنا میرا آسٹریکٹ نہیں  
میں ہو چکی تھی۔ اس لیے مجھے بھرے کیلے میں ہی  
تم غضب ابرہا دتی تھیں۔ مجھے کسی نے بتایا تھا کہ  
تمہاری والدہ کی ذمہ داری ہی اس طرح ہوتی تھی اس وجہ  
سے تم کو اتنی دلی ہو رہی ہو۔ میں دیکھ رہی تھی سب  
تمہیں تسلیاں دے رہے تھے مگر میں کہ سمعان بھی اور  
میرے دل پر سائب اونہر تھے۔

لگنے میں تین دن برس ہی کی ضرورت تھی  
جس میں اس طرح وہاں کے کرپاٹے کی اور زمین کے  
ناب نے میرے چہرے کے بچنے سے زمین چھینچی  
پہاؤ تھا۔  
کوئی عام سی لڑکی ہوتی تو میرے یہ اچھے الفاظ ہی اس  
کو حوصلہ توڑ سکتے تھے۔ اسے ہر بات سکتے تھے کہ ”میں  
سمعان کی سیکرٹری ہوں۔“ لیکن تم کوئی عام لڑکی نہیں  
تھیں۔ یہ میرے یہ الفاظ سمعان کے لیے میرے مقابلہ لانا نہیں  
تھے اور اگر تم میرے مقابلہ آجائیں تو میں ہر بات  
زبانہ مشکل ہو نہ تھی۔ مجھے لوگوں کو صرف شفقت ہی  
میں رکھ کر برائیاں جاسکتے ہوئیں۔ تمہیں کبھی بھی  
”کی سے بھی بچا جاتے نہ دیا کہ سمعان اور میرے  
درمیان کئی فرق ہے۔ اسی لیے تمہارے بارے میں  
لاشکر عمل ترتیب ہی دے رہی تھی کہ سمعان کی باہی  
کی ذمہ داری تمہارے ذمہ داری کے لئے مجھے ششدر کر  
دیا۔“

”میں اسے وہاں نہیں لے کر گیا بلکہ مجھے لے کر  
گئی تھی۔ کل صبح سویرے ہی ”جب میں سویا ہوا تھا“  
عائشہ نے مجھے فون کیا تھا۔ وہ دہری تھی اس نے مجھے  
بجایا کہ سمعان کی ریکارڈنگ ہوتی ہے اس نے مجھے  
سے ریکارڈنگ ہے۔ میں اسے سمعان کا ڈسک  
تجاہدوں میں لے ہی اسے اس کا تھا کہ میرے گھر آ  
کر تھکے کھانے کے لئے راستے میں میں نے پوچھا تھا  
اس نے اطلاع دی ”سمعان کی مدر کی ذمہ داری تو  
میں نے جواب دیا کہ میں نے خود مجھے اسے فون کیا  
تھا۔“

”کیا؟“ اس نے سمعان کو فون کیا تھا۔ سمعان کا  
فون نمبر ہے اس کے پاس۔“ میں نے بے یقینی سے  
پوچھا تھا۔  
”ہاں نہیں۔“ زمین نے کہہ کر مجھے اچکا لے  
”ہاں اس نے بھی اس کا تھا کہ میں میرا دل چاہتا تھا۔ مجھے  
لگ رہا تھا کہ سمعان کسی مصیبت میں ہیں تو میں نے  
انہیں فون کر لیا تو یہ خبر دیا کہ اس نے کہہ لے۔“  
میرے چہرے پر دل زمین نہیں رہی یہ سب  
کہہ کر سمعان کے کوئی طرف روانہ ہوئے تھے۔ میرا خیال  
تھا کہ سب کے لیے اطلاع ہمیں دلی تھی ہے لیکن  
میں نے سمعان کے گھر پہنچ کر ہی میرے خیال کی تردید ہو گئی  
تھی۔ مجھ سے بھی کیلے ہلاں تم موجود نہیں آؤں گے  
ماتحت۔ میں چاہنے سے اپنی ذمہ داری ایک آسٹریکٹ نہا  
تھی کہ میں نے کچھ کا دورہ کرنا میرا آسٹریکٹ نہیں  
میں ہو چکی تھی۔ اس لیے مجھے بھرے کیلے میں ہی  
تم غضب ابرہا دتی تھیں۔ مجھے کسی نے بتایا تھا کہ  
تمہاری والدہ کی ذمہ داری ہی اس طرح ہوتی تھی اس وجہ  
سے تم کو اتنی دلی ہو رہی ہو۔ میں دیکھ رہی تھی سب  
تمہیں تسلیاں دے رہے تھے مگر میں کہ سمعان بھی اور  
میرے دل پر سائب اونہر تھے۔

میں نے سمعان کی شخصیت کے پاس اور ویک  
بوائیوں سے ڈھونڈ نکالے۔ مجھے علم ہو گیا کہ تمہارے  
انڈر کوارڈس نہیں تمہیں اس سکرٹری میں جٹا ہو۔ میں  
نے تمہاری اسی ہی باہی کو پوچھا کہ تمہیں اپنے گروپ کے  
بے اچھے فنکار بنانا ہیں۔ میں تم پر آگ، ٹاک، ٹاک کر دیا  
کر تھی۔  
میری بات کا جواب دیتے ہوئے تمہاری آواز  
کچھ جاتی۔ میں اس چوہن کو بوجھ لے کر تھی اور  
تمہاری بے اچھے شخصیت کے لئے تمہاری غیر  
موجودگی میں بھی امیدوار کرتی۔ مجھے تمہارا تمہاری غیر



”میں تو شدت سے اس دن کا انتظار کر رہا ہوں جب ہم سب اسلام آباد کی طرف مچو سفر ہوں گے۔“ زین کے لہجے سے ہی اس کی بے آبی کا اندازہ ہو سکتا تھا۔

”ہاں یاد آیا یہ عائشہ کمال نظر نہیں آتی کئی دنوں سے کہاں ہیں موصوف۔“ زین کی اس بات پہ ثانیہ کھٹکاری تھی۔

”آئی تھیں ابھی موصوف تمہارا پوچھنے۔ تم نہیں تھے تو واپس چلی گئیں۔“ ثانیہ نے الفاظ پہ زور دے دے کر زین کو بتایا تھا۔

”میرا پوچھنے۔ حیرت ہے مجھ سے کیا کام پڑ گیا اسے۔“ ثانیہ کی بات سن کر زین کو کافی حیرت ہوئی تھی۔ ”ویسے تم لوگوں نے اسے اسلام آباد چلنے کو کہا ہے یا نہیں۔“ زین کی بات سن کر عدنان کی بھنوس کھینچ کر نکلی۔

”میں اور وہ ہماری گروپ ممبر نہیں ہے کہ ہم اسے اپنے ساتھ چلنے کو کہیں اگر اسے جانا ہو تو خود بخود پہنچ جائے گی ہمارے پہنچنے سے بھی پہلے اور ویسے بھی وہ اب کون سا ہمارے کہنے پہ کہیں آتی جاتی ہے۔“ زین کی بات کا جواب عدنان نے کافی رخ ہو کر دیا تھا۔ زین نے حیرت سے اسے دیکھا پھر کندھے اچکا کر بولا۔

”بھئی نہیں لے جانا تو نہ لے جاؤ مجھے کیوں کاٹ کھانے کو ڈرو ڈری ہو۔“ عدنان نے زین کے ری ایکشن سے محسوس کیا کہ عائشہ سے متاثر ہونے کا بھوت اس کے سر سے بھی اتر چکا ہے۔ وہ بے ساختہ ہی مسکرا دی۔



جمعرات کا دن تھا۔

عائشہ صبح چھ بجے سے ہی ٹی وی آن کر کے اس کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔ آج ٹی وی پر اس پروگرام نے کن ایئر ہونا تھا جس میں اس کی یونیورسٹی کی طرف سے سمعان، عبدالاحد اور عدنان نے شرکت کی تھی۔ وہ یہ

معمولی ڈورینگ تھیں بہت منفرد بناتی ہے موشوں نے جنہیں ماڈرن ڈریسنگ کی طرف راغب کیا۔ اس طرح کہ جنہیں احساس بھی نہ ہوا کہ تم سب کچھ میرے اشارے پر کر رہی ہو۔ میں سمعان کی پسند کے حوالے سے یہ سب چیزیں تمہارے کانوں میں اٹھایا کرتی اور تم اتنی بے وقوف تھیں کہ ہر وہ کام کرنے چل پڑتیں جس میں سمعان کی پسند کا ذکر آجاتا۔ تم نے مجھ سے سنا سمعان کو ماڈرن ڈریسنگ پسند ہے تو تم نے جینز، ٹراؤزر اور سلیمو لیس شرٹس پہننا شروع کر دیں۔

تم نے سنا کہ سمعان کو باب کٹ پسند ہے تم نے اسی طرز میں بال کٹوا لیے۔ لیکن میں نے دیکھا کہ اس طرح کے بال بھی تمہاری شخصیت کو سوٹ کرتے ہیں۔ تو میں نے تمہیں بتایا کہ سمعان کو گولڈن بال کٹس قدر پسند ہیں۔ اگلے ہی دن تمہارے بال گولڈن کٹر میں ڈالی ہو چکے تھے۔

الغرض میں نے تمہاری ذات سے ہر وہ چیز نکال پھینکی تھی جو سمعان سمیت میرے کسی بھی گروپ ممبر کو متاثر کر سکتی تھی۔ یہی نہیں سمعان کو تم سے بچانے کے لیے میں نے سمعان کے اور بالی سب کے ذہن میں یہ بات ڈال دی کہ تم اور زین ایک دوسرے میں انٹرنسٹ ہو اور بعد میں تمہارے اور زین کے اکٹھے نظر آنے اور زین کے اکثر تمہاری تائید کرنے پر تب نے میری اس بات کا برہانہ بن کر لیا تھا۔

اب عائشہ کمال! تم اسی جگہ پر کھڑی ہو جنہاں میں تمہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ میں ہر لحاظ سے کامیاب رہی ہوں اور ہاں! آج سے قبل میں تمہاری خوب صورتی سے بھی خائف تھی مگر آج تمہاری اندر کو دھنستی آنکھوں اور زور پڑنے چہرے نے میرے دل سے آخری کاٹنا بھی نکال دیا۔“

”بیلو بیگ لیزن! کیا ہو رہا ہے۔“ زین کی چمکتی آواز عدنان کو خدیا لول کی دنیا سے باہر لے آئی تھی۔ ”لوہ اچھا۔۔۔ اسلام آباد جانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔“ زین نے ان کے پاس گھری کتابیں دیکھ کر کہا۔

پر دو گرام جیت چکے تھے۔ اسے کسی بیخود شئی بیولے بتایا تھا۔ جس تاریخ کو اسلام آباد میں انہوں نے اس مقابلے میں شرکت کرنا تھی اس تاریخ کو اگلے دن سے ہی ہوا شہر کا تقاضا ہے بیخود شئی کی کمی۔ وہ ہر روز اس ہی پر جاتی تھی کہ شاید وہ لوٹ آئے ہوں مگر ہر روز اس کی آس کا شیشہ بھاری ضرب لگاتے لگتے توڑا تھا۔ ایک شہرہ دار اخبار کی سلیب پر کئی روزی اخبار کے ایسے کے کسی اسٹوڈنٹ نے اسے بتایا تھا۔

”سמעان! اور اس کا گروپ تو اتنی جلدی واپس نہیں آئے ہیں کہ اب لوٹا ہے۔ انہوں نے وہاں بھی نہیں سب سے زیادہ سکور کے ساتھ جیتا ہے۔ انہوں نے ہفتے پہلے بیخود شئی فون کر کے ڈن اور ریفریڈ کو اپنی کھالی کاپیاں تیار کیا وہ سب بہت خوش تھے۔ انہوں نے بتایا تھا کہ ان کا راز وہی ہے اس کی اور ایسی وہ شئی ہے کہ اگر راز فاشی میں لیا جاوے گا پھر انہیں بھی کالی دن لگیں گے۔ اسے نہیں۔“

یہ سن کر عاشر ڈھم سے کئی تھی۔ ”یہ تو صرف وہی جانتی تھی کہ اسے ان سے سمعان ملوی کو دینا ہے کسی انڈسٹ میں کالے پے۔ لیکن ابھی اسے انڈسٹ اور بھی پروا دیا کرتی تھی۔ ابھی اسے کچھ دن اور بھی سمعان دیکھنے جانا ہے۔ سمعان اسے اسٹوڈنٹ نے اسے پہنچایا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد اسے سمعان کے پروگرام کی وی سی سے فریوگام اور حضرت کو چھوڑنے سے ہی عاشر نے بی بی ان کر لیا تھا۔ پروگرام شروع ہوتے ہی وہ بی بی کے قریب ”پائل“ سامنے کھڑی رکھ کر بیٹھ گئی۔ پروگرام شروع ہو چکا تھا۔ کچھ عرصے میں سے تعارف کر دیا تھا۔

چار نہیں تھیں۔ چاروں مختلف پینڈر شیڈ سے تھیں، ہر شیڈ میں تین تین امیدوار تھے۔ پہلا راز ڈن شروع ہوا کہ سبز نایب کا اقتدار عدنان، بعد اور سمعان نے ہر سوال کا جواب بہت اکتھا اور بالکل درست بتایا تھا۔ راز ڈن کے اختتام پر ان کے اسکو ر سب سے زیادہ تھے۔

دو سرار اونڈ Visual clipping کا قیام ہے۔ بازی کا اور جو تھا۔ ہیرو اس کا تھا۔ ہر راز ڈن کے اختتام پر بازی ان ہی کے ہاتھ میں رہی تھی۔ آخری راز ڈن الیڈ ہر بقیہ راز ڈن کا تھا۔ باقی بیٹوں کے مفروضوں نے موضوع کے بعد ہر ماہ سے تھے۔

پھر ان کی ٹیم کی باری آئی تھی۔ جو موضوع انہوں نے منتخب کیا وہ تھے کچھ اہم مساتباتی بیوں نے اس کے چھوڑنے کی تقریر کی تھی۔ سمعان نے سکرانے ہوئے وہی موضوع اختیار کیا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد راز ڈن کے اس کے انتخاب پر حیرت کا اظہار کیا تھا اور پھر اسے واپس پر آئی کہ دعوت دی تھی۔ عاشر نے چین ہی ہو گئی۔ اسے لا تعداد دشمن نے گھیر لیا۔ اسے تو سمعان صحیح طرح فریوگام سمجھتے تھے۔

موضوع تقریر شروع کر چکا تھے۔ اسے مخصوص سارا نہ انداز میں اس کی تقریر سن کر عاشر کو لانا نہ ہو رہا تھا کہ موضوع لکھنا مفہوم اور کرے۔ سمعان نے سامعین کی دلچسپی راز ڈن پر پتھر کر دیا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد اس میں سکرانہ اور دھم سے دھم سے ہلکا ہوا اور اس بات کا غائب ہوا کہ سمعان کا ایک ایک لفظ اس طرح سے متاثر کر رہا ہے۔

”فریوگام میں سے تین منٹ میں بھی اس قدر جابج“ فریوگام اور سمعان تقریر نہیں کرتی۔ چین مانے اس فریوگام نے سمعان کے ہاتھ سے اپنے دل ڈن تک بھی لیا۔ ”تقریر کے اختتام پر جب بیوں کا طوفان قدرے کم ہوا تو کچھ عرصے کے بعد اسے سمعان کے قدموں کو پھینکنے ہوئے اسے بے حد سراہا تھا۔ تقریر ختم ہو گئی تھی مگر اس کا سحر ختم نہیں ہوا تھا۔ عدنان اور عدی اللہ بھی سمعان کا کتنا بڑا تحب کے اسے سراہ رہے تھے اور وہ سمعان کو سراہا تھا۔ پائل کا خلیج کی طرح عاشر کو اس کی بہت پسند کی تقریر کے مقابلے کی سکرانہ پار آئی تھی۔ پروگرام ختم ہو چکا تھا۔ انہوں نے یہ پروگرام راز ڈن سکور کے ساتھ جیتا تھا۔ اس کی وجہ سے انہیں پائل تعلیمات کے ساتھ ساتھ پرائز بھی دیا گیا تھے۔ عاشر کی گود میں دھرے

باعتوں کی پشت اس کے آنسوؤں سے جھلک چکی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ آنسوؤں سے اس کی آنکھوں میں آئے تھے۔ شاید سمعان نے پہلی تقریر سے ہی اور پھر اس کے بعد راز ڈن سے پہلی تقریر میں چار ماہ بعد اور یہ تین چار ماہ اس کے لیے بے حد خوب صورت تھے۔ اس کی زندگی کے خوب صورت ترین اور قابل فراموش دن۔ وہ ابھی خاصی خوش نہیں رہی تھی۔ جتنی خوش وہ ان دنوں میں ہوئی۔ کچھ دن کی رسالت سے سمعان اور اس کے گروپ سے ملاقات کے بعد اس کی زندگی سیریل کی گئی۔ انہوں نے بہت عزت اور محبت دی تھی۔ ”آئی کہ وہ وہاں رہے۔ وہ آئی۔ وہ آئی۔ نہ تو کئی بار اپنا دیا کرتے اور اس میں عاشر کو بھر اصرار شامل کرتے۔ ان دنوں راز ڈن کے انداز، بلکہ جھانکنا ناپک بچہ اسے بہت اچھا لگتا۔ رفتہ رفتہ وہ ان میں عمل لگ گئی۔ اس قدر کہ اس کے لیے کھیں وقت گزارنا بہت ہی مشکل ہو گیا۔ اسے پتہ نہیں چل گیا کہ ان سب سے اسے اس گروپ میں شامل کر لیا ہے۔ سمعان نے تو اسے متعلق تھا۔ کئی ماہ گزرے۔ پروگرام سے بھی اسے محبت ہو گئی۔ وہ ان سب کی شخصیت سے تو کھینچے ہی متاثر تھی۔ ان کے خلوص کو دیکھ کر ان کی گویا ہو گئی۔ وہ دنوں کی تقریر سے دلچسپی لگتا۔ بلکہ اسے تو شاید ان کے سوا کچھ بھی دکھانی نہ دیتا تھا۔

سارا دن اس کا سمعان کو محسوس کرتے کر تو نا اور رات اس کے خواب بھی سمعان کے خورد کے روزی سمجھتے۔ اس کے خواب سمعان کے لٹا فٹے کس قدر ہے ہوتے ہیں اس بات کا اندازہ اسے اس وقت اور تھا جب رات خواب میں اس نے سمعان کو افسرہ دیکھا تھا۔ وہ دو رہا تھا اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ صبح جاگی تو اس کا دل ہی طرح بھرا ہوا تھا۔ اس نے فوراً ہی سمعان کے کھڑوں کی تلاش کی۔ پائل اس کے فون پر نہ تھے۔ فون سمعان نے اس کے ریسیور کیا تھا۔ اس کے عاشر کو بتایا کہ فجر سے دیکھتے



گزاروں کی۔ میں سمعان کو اپنے دلن و دیکھوں کی نہیں لے کر توند کے زہوں کی ہی کیوں نہیں سمجھتے۔ وہ جانتی تھی کہ آپ گروپ میں اس کی گورنر اسے دانستہ لٹا کر لایا گیا جانتا ہے مگر پھر بھی وہ عزت نہیں اور ان کے لاشوں پر سے لڑ کر گروہ ان کے پاس آئی آپ سے چلتی رہی کہ شاید وہ اس کی طلب سمجھ کر اس پر رحم نہ کریں لیکن لگتا تھا قدر سے لے لیا اور کھیلنا شروع کر دیے تھے وہ سمعان کو کھینچنے کے لیے بڑا بیوقوف ہی جانی تھی۔ گروہ اسے نہیں دکھائی نہ دینا۔ پھر وہ سماں آباد چلے گئے تھے انہوں نے لنگھنا بھی اسے ساتھ ملنے کو نہ کہا تھا اب ان سب کو لینی ورتنا ہے پتہ نہیں آتا ہے کیونکہ کابل بلکہ سے پھر گیا تھا۔

”سب واپس آئیں تو میں پوچھوں گی ان سے کہ کیوں کر رہے ہیں میرے ساتھ ایسا اور اگر ایسا ہی کرنا تھا تو پھر مجھے اس عزت اور محبت سے روٹنا نہیں کرا گیا تھا۔ میری ہنسی کو اس حد تک بڑھا کر کہ میرے ترستے سے لطف لاندو زہور سے ہیں کیوں؟“ میں ان سے کہوں گی کہ خدا ہر میرے ساتھ آیا نہ کریں۔

میری زندگی میں آپ لوگوں کے ساتھ کچھ بھی نہیں ہوا۔ عدنان سے اہول اس کی آپ سے کچھ سمجھنے نہیں ہوا۔ اچھی فریڈ شپ ہے اس کے ساتھ۔ یہ ایک اس کا رویہ رہز اور اور ڈاکو ہے مگر اس نے کبھی بھی میری بدست دہی سے تمہاری پرستاشی کی تھی خدایاں اس نے ہرگز نہیں ہیں۔ شاید وہ سمعان سے متعلق کسی شینڈل بھی جانتی ہے۔ اسی لیے میرے سامنے اس کی شہرت سمعان کی باتیں کیا کرتی تھی۔ میں اس سے ریکورٹ کروں گی ان سب سے کہ پتہ میرے ساتھ اس طرح نہ کریں، مجھ میں ان کا یہ بیوقوفی واداشت کرنے کا پائل جو حاصل نہیں۔ بالکل بھی نہیں۔“ وہ ہنکھوں پہ سر رکھتے بلکہ گروہ پڑی تھی۔



”جی ہاں۔ عدنان نے یہی کہا تھا۔“

”اب وہ سب آتا مگر ڈیپارٹمنٹ کے لان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ تہذیبی عدلی کی خواہش پر لائی گئی تھی جس پر پائی سب نے گلہ نہ کراؤ آیا تھا سب کے ہر کرا پھر پھولوں سے لاشوں پر اٹھا تھا سب گلے جلے اس کی ہوا میں بکلا میں وہ بیٹھے گزار کر لوٹے تھے۔ تب ہی ان سب نے عاشق کو آنے کو ہونے لگا تھا۔ ایک جینز ریڈ شٹ بٹنک ہی شرت اور گنگے میں اسٹارک ہے“

”انہوں میں دو تین بوکے اٹھائے وہ انھی کی جانت رہی تھی۔ ان کا پورا سب بات کی پھر پھر کر رہا تھا وہ انہیں پوری بیوقوفی میں ڈھونڈنے میں لگی زبانہ خراب ہو چکی ہے۔ وہ سب سے مکر کر رہی تھی۔“

”سمعان، عدنان اور احد کو بوسے دیتے ہوئے اس نے انہیں کسا کیا بوسے ہوئے۔ پھر ماریا لاری۔“ احد نے اسے بوسے دیا۔ ”کہہ گیا۔“ وہ ہنسی سے بیٹھ گئی، اپنے مخصوص انداز میں ہنسنے لگا۔

عدنان نے فرت سے ہونٹ سکڑوئے، ”اسی سے بچنے کے لیے اس نے ڈیپارٹمنٹ کلان چھوڑ دیا تھا کہ وہاں اس کی عمل لگی تھی۔“

”عاشق، ایک بات یاد۔ تمہارے اس بیٹھ بارک میرا مطلب ہے اسٹارک کا تمہارے ہر لباس میں موجود ہونا ضروری ہے کیا۔“ میگلے اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں چھوا ہے۔ پھر تمہارے اپنی سب سے زیادہ سنا شروع کر دی۔ ”تم اس کی خفا نہیں کریں نہیں دیتیں۔“ عدنان نے تمہیں عرض کا شروع کیا۔ عادت عاشق کی طرف موڑ دیا تھا اسے نہیں تھا کہ اس سب کی نظیر مسکرا ہوا اس کا چہرہ صحن گروہ کی ہوا تھی کیا پائی گواڑ میں اپنا علاقہ نہ کرے گی اور پھر وہ یہ بعد اٹھ کے گلے پڑے گی مگر اس کی جرأت کی انتہا نہ رہی جب آیا تھا نہ ہوا۔

عاشق نے صرخ ہوئی نہ اس سے جواب میں کچھ بھی تھا۔ اس نے صرف نظر اٹھا کے عدنان کی طرف دیکھا تھا۔ ان نظروں میں الجھا تھی۔ اتنی دور تک کہ عدنان گھبراہٹ چرلے پھر جو ہو کر رہی تھی۔

”بھئی۔“ فصول ہاتھیں چھوڑو۔ یہ بتاؤ کہ سعد اور سارہ کے درمیان ڈانس کہاں سے خریدے جائیں۔ میں چاہتی ہوں یہ ڈومسڈ زائر فزٹ قسم کے ہوں۔“

”کہ روز انڈسٹ اور جی اے اے ماریاں۔“ عاتق نے ہنکھو کا موضوع ایک بار پھر سے سعد اور سارہ کی طرف موڑ دیا تھا۔

عاشق کچھ دیر خاموشی سے ساری گفتگو سنتی رہی۔ پھر بابت اس کی بحث میں اٹھا تو اس نے بے اختیار یادی سعد اور سارہ کو کھلا کر دکھائی۔

”آپ دونوں آپس میں ایک دوسرے سے اور مجھے کبھی نہ پائی نہ چلا۔“ وہ شرمندگی سے کہہ رہی تھی۔ سعد اس کی بات سن کر مسکرایا۔

”ہیں عیس کا عاشق ہی آپ کو واقعی غم نہیں تھا۔“

”زن کو کل جیت ہوئی تھی آپ کو کل اس نے تو یہ نہ کر کے ہوش بوجا لے گی یا نہیں کبھی گی۔“

”کیا یہاں تو تمہارے ہی بیٹھے ہیں تمہارے میرے کبھی سعد اور سارہ کی شادی سے ہو رہی ہے۔ کل کو عاتق نے اپنے کمر ساتھ کہہ کر سوار ہوئیں گی پھر عید اچھی حد تک غائب کر دھخت کر ادرم لیں گے اور اب سسر سمعان، آپ کتنا عرصہ لیں گے تم عدنان گھراؤ کو سسر عدنان سمعان کی تہذیب کر لیں گے؟

”ایسے تم لوگوں کی سمجھنی تو اچھا فیصلہ عرصہ گزار چکا ہے۔“ زین کی آواز عاشق کے کوسے سے کہنے لگی تھی۔ عدنان نے سب کی نظریں سمعان پہ لگی تھیں۔ عدنان عاشق کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے اپنی مرہ لوگوں سے پھر سے کچھ سے گھرانے چھوڑا ہے۔ اتنی بیوقوفی سے کبھی عاشق کے چہرے پہ کبھی تھی۔ البتہ اس نے کسی موڑے کی انیس زندگی نہیں۔ مگر نہ اسے عاشق کی آنکھوں سے لگتا ذوق محسوس نہ ہوا۔ اس کی آنکھیں بالکل خالی تھیں۔ بالکل ویران، ان میں سوائے عدنان کے کسی کے اور کچھ بھی نہ تھا اور وہ عکس اتنا کھرا تھا کہ اسے بے اختیار خود ہی اپنی نظروں کا راز ہی تبدیل کرنا پڑا تھا۔ جین اور سعد کو سمعان کے حوالے سے بیٹھ

رہے تھے۔ عاشق نے اسے مسکراتے دیکھا تھا اسے لگا تھا کہ اس کی مسکراہٹ نے انہوں کی طرح اسے جلا کر لے اور بے ہوش میں بیٹھ لکھ کر اپنی رکول میں اتارنے والے اس کا منہ اس کے ذہر کو محسوس کر رہی تھی۔



بیوقوفی میں جکھ ڈیپارٹمنٹس کے طلبہ نے انتظام سے اپنے صلاحات متبادل کے لیے بہتر کر رکھی تھی۔ ان کی عدنان کی ڈیوٹی اور ڈیوٹی مٹا ہوں گے۔ عک اس آکر عاتق نے پولیس فورس کو بلوایا تھا۔ پولیس کی جگہ چاہیں اور انہیں پولیس سے منتقل ہو کر کچھ طلبہ کے فائزنگ کی تھی۔ پولیس نے انہیں جرأت میں لے لیا تھا۔ اس خراب صورتحال کے بعد نظر انتظام نے زبانہ تر طلبہ خود خواہ صلاحات کو چھ عرصہ کے لیے بیوقوفی نہ آنے کی تاکید کی تھی۔ عاتق اس غم صورتحال سے واقف تھی لیکن اس نے پھر بھی سمعان کو فون کر کے بیوقوفی نہ آنے کو کہا تھا۔ سمعان اس کی بات سن کر بہت حیران ہوا تھا۔ جب ہی اس نے عاشق کو صورت حال کی نزاکت سمجھائی گی کوشش کی تھی۔

”عاشق! حالات بہت خراب ہیں۔ ایسے حالات میں تو کوئی لڑکا بھی بیوقوفی نہ جانے کی جرأت نہیں کر سکتا، دیکھیں! میری بات خود سے نہیں، اس حالات میں بیوقوفی اور اس کا راز کو کلاما تو ہر کوشش محفوظ نہیں ہے۔ کسی بھی وقت کسی بھی تجویزی کاروائی کا کھلا کر بن سکتے ہیں۔ جب پتہ میرے حالات کی نزاکت پر غور کریں“

عاشق ریموور کلاس سے لگائے کھڑی تھی۔ وہ سمعان کیسے سمجھائی کہ اس کے لیے حالات اس سے زیادہ نازک صورت اختیار نہیں کر سکتے تھے۔ وہ اسے بتانے کی اس کا اور عدنان کا متعلق جاننے کے لیے بیوقوفی نہ جانے سے وہ کسی حالت میں ہے۔ اسے لگتا تھا وہ عدنان میں ملحق ہے، انہیں غلامی جیک رہی ہے۔ خدایاں انسان بے وزن ہو جاتا ہے وہ بے حس

ہو گئی تھی، بالکل جسے جس اس نے سمعان کی ایک وفد پر ہمت کی تھی پونہوشی آنے کے لیے اور اس نے اپنی جہلی بھی لے لی۔

”آپ جانتی ہیں؟“ کہ میری کوششیں سے عدنان کے ساتھ؟“ اس نے سروے آثار آواز میں پوچھا تھا۔ وہ جاب میں صرف سر جھکا سکی تھی۔

”آپ جانتے ہیں کہ آپ کیا ہیں میرے لیے؟“ اس نے جواب دیا تھا۔ ”آواز میں احتجاج“ میں نے ہر اس رستے پر ابھرا ہوا عدنان سے مزکیا ہے جس کے بارے میں مجھے ذرا سا شبہی تھا۔ تاکہ اس کی منزل آپ ہیں۔ آپ کی خاطر صرف آپ کی خاطر میں اپنی ذات اپنی شخصیت اور اپنی صورت تک بدل کر رکھ دوں گی۔ میں وہ نہ تھی جو ہوش نہیں جس میں اندیشہ ہی ہوگی۔ اور آپ کی محبت میں اور اس مقام تک آج پہنچ رہا ہوں۔ وہاں سے واپسی کا کوئی رستہ ہی نہیں ہے۔ آپ ان کے منہ جھار کے بارے میں جانتے ہیں سمعان! آپ انہیں نہیں کر سکتے۔“ دکھی حدت سے اس کی آواز بھئی تھی۔

”وہ حد بھر لہو اس سے دور ہو جا پارا تھا۔ دور بہت دور اس کی دوسری سست سے تازہ دور۔ عاشر نے اپنی ہتھیاریاں پر تکیں۔ وہ بالکل خالی تھیں۔ اس کے پاس کچھ بھی باقی نہیں بچا تھا۔“

”آپ کیسے کے بعد آئے کی ناکہ کرتے ہوئے وہ بالکل پتھر کی جگہ پہنچا لیکن ایک دو دنوں سے آسمان پر چھائے ہوئے تھے مگر اس وقت تک ہلکی ہلکی بارش شروع ہو چکی تھی۔ اس نے کانوں کو ڈھانپنے کے لیے سر پہ موجود اور کٹارف درست کیا اور اندر داخل ہو گئی۔ وہ پونہوشی کو اپنے اسٹوڈیو میں سے پھرئی رات کی آج وہاں کا دکھ کا مظاہرہ ہی نظر آ رہے تھے۔ وہ بھی شاید اپنے کسی ضروری کام سے ہی آئے تھے۔“

”اب یقین کریں“ آپ کے لیے یہ فائدہ مند میرے دل میں پسند ہے۔“ سمعان! آپ یقین کریں“ آپ کے لیے یہ مجھے آپ کی محنت کے بارے میں بہت دیر سے ہوا ہے۔ اس وقت جب کچھ بھی میرے اختیار میں باقی نہیں بچا۔ اگر آپ کو پتہ چلے تو آپ کی آواز میں اپنے آپ کو روک لیں۔ کبھی آپ کے پاس نہ آئی۔ یہاں سے ہی چلی جاتی تھیں۔ کوئی نوٹ نہ آئے۔ نہ کراہا۔ نہ آواز میرے پاس بچھ نہیں بجا۔ یقین کریں سمعان! میں آپ کے بغیر جہاںوں کی۔“

”آپ کیسے کے بعد آئے کی ناکہ کرتے ہوئے وہ بالکل پتھر کی جگہ پہنچا لیکن ایک دو دنوں سے آسمان پر چھائے ہوئے تھے مگر اس وقت تک ہلکی ہلکی بارش شروع ہو چکی تھی۔ اس نے کانوں کو ڈھانپنے کے لیے سر پہ موجود اور کٹارف درست کیا اور اندر داخل ہو گئی۔ وہ پونہوشی کو اپنے اسٹوڈیو میں سے پھرئی رات کی آج وہاں کا دکھ کا مظاہرہ ہی نظر آ رہے تھے۔ وہ بھی شاید اپنے کسی ضروری کام سے ہی آئے تھے۔“

”وہ حد بھر لہو اس سے دور ہو جا پارا تھا۔ دور بہت دور اس کی دوسری سست سے تازہ دور۔ عاشر نے اپنی ہتھیاریاں پر تکیں۔ وہ بالکل خالی تھیں۔ اس کے پاس کچھ بھی باقی نہیں بچا تھا۔“

”اب یقین کریں“ آپ کے لیے یہ فائدہ مند میرے دل میں پسند ہے۔“ سمعان! آپ یقین کریں“ آپ کے لیے یہ مجھے آپ کی محنت کے بارے میں بہت دیر سے ہوا ہے۔ اس وقت جب کچھ بھی میرے اختیار میں باقی نہیں بچا۔ اگر آپ کو پتہ چلے تو آپ کی آواز میں اپنے آپ کو روک لیں۔ کبھی آپ کے پاس نہ آئی۔ یہاں سے ہی چلی جاتی تھیں۔ کوئی نوٹ نہ آئے۔ نہ کراہا۔ نہ آواز میرے پاس بچھ نہیں بجا۔ یقین کریں سمعان! میں آپ کے بغیر جہاںوں کی۔“

”آپ کیسے کے بعد آئے کی ناکہ کرتے ہوئے وہ بالکل پتھر کی جگہ پہنچا لیکن ایک دو دنوں سے آسمان پر چھائے ہوئے تھے مگر اس وقت تک ہلکی ہلکی بارش شروع ہو چکی تھی۔ اس نے کانوں کو ڈھانپنے کے لیے سر پہ موجود اور کٹارف درست کیا اور اندر داخل ہو گئی۔ وہ پونہوشی کو اپنے اسٹوڈیو میں سے پھرئی رات کی آج وہاں کا دکھ کا مظاہرہ ہی نظر آ رہے تھے۔ وہ بھی شاید اپنے کسی ضروری کام سے ہی آئے تھے۔“

”آپ کیسے کے بعد آئے کی ناکہ کرتے ہوئے وہ بالکل پتھر کی جگہ پہنچا لیکن ایک دو دنوں سے آسمان پر چھائے ہوئے تھے مگر اس وقت تک ہلکی ہلکی بارش شروع ہو چکی تھی۔ اس نے کانوں کو ڈھانپنے کے لیے سر پہ موجود اور کٹارف درست کیا اور اندر داخل ہو گئی۔ وہ پونہوشی کو اپنے اسٹوڈیو میں سے پھرئی رات کی آج وہاں کا دکھ کا مظاہرہ ہی نظر آ رہے تھے۔ وہ بھی شاید اپنے کسی ضروری کام سے ہی آئے تھے۔“

”آپ کیسے کے بعد آئے کی ناکہ کرتے ہوئے وہ بالکل پتھر کی جگہ پہنچا لیکن ایک دو دنوں سے آسمان پر چھائے ہوئے تھے مگر اس وقت تک ہلکی ہلکی بارش شروع ہو چکی تھی۔ اس نے کانوں کو ڈھانپنے کے لیے سر پہ موجود اور کٹارف درست کیا اور اندر داخل ہو گئی۔ وہ پونہوشی کو اپنے اسٹوڈیو میں سے پھرئی رات کی آج وہاں کا دکھ کا مظاہرہ ہی نظر آ رہے تھے۔ وہ بھی شاید اپنے کسی ضروری کام سے ہی آئے تھے۔“

”اب یقین کریں“ آپ کے لیے یہ فائدہ مند میرے دل میں پسند ہے۔“ سمعان! آپ یقین کریں“ آپ کے لیے یہ مجھے آپ کی محنت کے بارے میں بہت دیر سے ہوا ہے۔ اس وقت جب کچھ بھی میرے اختیار میں باقی نہیں بچا۔ اگر آپ کو پتہ چلے تو آپ کی آواز میں اپنے آپ کو روک لیں۔ کبھی آپ کے پاس نہ آئی۔ یہاں سے ہی چلی جاتی تھیں۔ کوئی نوٹ نہ آئے۔ نہ کراہا۔ نہ آواز میرے پاس بچھ نہیں بجا۔ یقین کریں سمعان! میں آپ کے بغیر جہاںوں کی۔“

”آپ کیسے کے بعد آئے کی ناکہ کرتے ہوئے وہ بالکل پتھر کی جگہ پہنچا لیکن ایک دو دنوں سے آسمان پر چھائے ہوئے تھے مگر اس وقت تک ہلکی ہلکی بارش شروع ہو چکی تھی۔ اس نے کانوں کو ڈھانپنے کے لیے سر پہ موجود اور کٹارف درست کیا اور اندر داخل ہو گئی۔ وہ پونہوشی کو اپنے اسٹوڈیو میں سے پھرئی رات کی آج وہاں کا دکھ کا مظاہرہ ہی نظر آ رہے تھے۔ وہ بھی شاید اپنے کسی ضروری کام سے ہی آئے تھے۔“

”آپ کیسے کے بعد آئے کی ناکہ کرتے ہوئے وہ بالکل پتھر کی جگہ پہنچا لیکن ایک دو دنوں سے آسمان پر چھائے ہوئے تھے مگر اس وقت تک ہلکی ہلکی بارش شروع ہو چکی تھی۔ اس نے کانوں کو ڈھانپنے کے لیے سر پہ موجود اور کٹارف درست کیا اور اندر داخل ہو گئی۔ وہ پونہوشی کو اپنے اسٹوڈیو میں سے پھرئی رات کی آج وہاں کا دکھ کا مظاہرہ ہی نظر آ رہے تھے۔ وہ بھی شاید اپنے کسی ضروری کام سے ہی آئے تھے۔“

”آپ کیسے کے بعد آئے کی ناکہ کرتے ہوئے وہ بالکل پتھر کی جگہ پہنچا لیکن ایک دو دنوں سے آسمان پر چھائے ہوئے تھے مگر اس وقت تک ہلکی ہلکی بارش شروع ہو چکی تھی۔ اس نے کانوں کو ڈھانپنے کے لیے سر پہ موجود اور کٹارف درست کیا اور اندر داخل ہو گئی۔ وہ پونہوشی کو اپنے اسٹوڈیو میں سے پھرئی رات کی آج وہاں کا دکھ کا مظاہرہ ہی نظر آ رہے تھے۔ وہ بھی شاید اپنے کسی ضروری کام سے ہی آئے تھے۔“

”اب یقین کریں“ آپ کے لیے یہ فائدہ مند میرے دل میں پسند ہے۔“ سمعان! آپ یقین کریں“ آپ کے لیے یہ مجھے آپ کی محنت کے بارے میں بہت دیر سے ہوا ہے۔ اس وقت جب کچھ بھی میرے اختیار میں باقی نہیں بچا۔ اگر آپ کو پتہ چلے تو آپ کی آواز میں اپنے آپ کو روک لیں۔ کبھی آپ کے پاس نہ آئی۔ یہاں سے ہی چلی جاتی تھیں۔ کوئی نوٹ نہ آئے۔ نہ کراہا۔ نہ آواز میرے پاس بچھ نہیں بجا۔ یقین کریں سمعان! میں آپ کے بغیر جہاںوں کی۔“

”آپ کیسے کے بعد آئے کی ناکہ کرتے ہوئے وہ بالکل پتھر کی جگہ پہنچا لیکن ایک دو دنوں سے آسمان پر چھائے ہوئے تھے مگر اس وقت تک ہلکی ہلکی بارش شروع ہو چکی تھی۔ اس نے کانوں کو ڈھانپنے کے لیے سر پہ موجود اور کٹارف درست کیا اور اندر داخل ہو گئی۔ وہ پونہوشی کو اپنے اسٹوڈیو میں سے پھرئی رات کی آج وہاں کا دکھ کا مظاہرہ ہی نظر آ رہے تھے۔ وہ بھی شاید اپنے کسی ضروری کام سے ہی آئے تھے۔“

”آپ کیسے کے بعد آئے کی ناکہ کرتے ہوئے وہ بالکل پتھر کی جگہ پہنچا لیکن ایک دو دنوں سے آسمان پر چھائے ہوئے تھے مگر اس وقت تک ہلکی ہلکی بارش شروع ہو چکی تھی۔ اس نے کانوں کو ڈھانپنے کے لیے سر پہ موجود اور کٹارف درست کیا اور اندر داخل ہو گئی۔ وہ پونہوشی کو اپنے اسٹوڈیو میں سے پھرئی رات کی آج وہاں کا دکھ کا مظاہرہ ہی نظر آ رہے تھے۔ وہ بھی شاید اپنے کسی ضروری کام سے ہی آئے تھے۔“

”آپ کیسے کے بعد آئے کی ناکہ کرتے ہوئے وہ بالکل پتھر کی جگہ پہنچا لیکن ایک دو دنوں سے آسمان پر چھائے ہوئے تھے مگر اس وقت تک ہلکی ہلکی بارش شروع ہو چکی تھی۔ اس نے کانوں کو ڈھانپنے کے لیے سر پہ موجود اور کٹارف درست کیا اور اندر داخل ہو گئی۔ وہ پونہوشی کو اپنے اسٹوڈیو میں سے پھرئی رات کی آج وہاں کا دکھ کا مظاہرہ ہی نظر آ رہے تھے۔ وہ بھی شاید اپنے کسی ضروری کام سے ہی آئے تھے۔“





رہی تھی۔

میں نے ہی اجازت سے اس کا ہاتھ کاٹا۔ عیاش کا بیٹا بڑا بڑا  
کراچی سے پشاور پورن شہر میں کراہے ہوئے تھے۔ وہ کسی  
صورت بھی کراچی نہیں دیکھا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ اب تو  
میں اس کی آجانی ماہی ہوئی کہ اس کے کراچی  
دلیں جانے کا خیال ہی نہیں ہے۔ بہت افسوس اور روتا ہے۔  
ان کے لیے میں بھی کسی افسوس بردہ رکھی تھی۔  
”ہاں! آپ نے ہر حال کو مان پر پورا رزق کے بارے  
میں جانا تھا جو عیاش کے لیے یہاں تک کے پاس  
آئے تھے۔“ عشق نے مشتاقی سے پوچھا۔  
”میں نے یہ سچ ہی فرما دیا ہے۔ ہر اجازت سے ہاتھ  
تھی۔ میں نے اسے اتنا تھا کہ یہاں اس کی بیٹی کے لیے کسی  
قدر کرنے آئے ہیں۔ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ عشق  
کی ماں تو عیاش کی بیوی ہی ہیں۔ انہوں نے اپنے  
دوسرے بیٹے کے لیے عیاش کا کام لیا ہے۔ لیکن وہ اتنا ہار  
ہیز ہوا کہ کراچی میں بھی عیاش کے لیے کسی کام کو ہار  
موجود ہیں۔ وہ اپنی فرم کے کامی کے لیے کبھی ہاتھ تیار  
تھا کہ بہت قابل تھا۔ مجھے عیاشوں کو ہاتھ کا امر کا  
انٹرنس سے اس پر پائل شد۔“  
”چھ!۔“ عشق نے حیرت کا اظہار کیا تھا۔ ”تپ  
نے عیاش سے ہاتھ کی ہے اس سلسلے میں؟“  
”ہیں۔ میں اس کوئی ایسا مناسب موقع نہیں ملا  
ہات کر کے۔“ انہوں نے بھی غصے سے فرمایا۔  
اسی وقت عیاش انہر داخل ہوئے۔ عشق کی نظروں  
پے اٹھیا رہی اس پر، جو کبھی نہیں۔ عیاش نے بھی کسی  
مسکراہٹ کے ساتھ خوش سلام کیا تھا۔

شخصیت کی بالکل تھی۔

وہ ایک اچھی ہوئی ہے ترتیب شخصیت والی لڑکی  
تھی، جس کی آنکھوں میں دیرانی اور افسوس کی تھی۔  
لیکن جھکے ہوئے عرصے سے جس عیاش سے دوستانہ  
ہوئی تھی۔ وہ بھی مختلف تھی۔ اس کی عیاش کی  
آنکھوں میں بہت محزون اور بہت زیادہ تپانہ تھا۔ اس کی  
زیادہ کہ عشق زیادہ روت تک اس کی آنکھوں میں دیکھ  
نہیں سکتی تھی۔ وہ وہ انگ کی حد سے زیادہ عبادت میں  
رہتی تھی کوئی چیز سے نہ دکھائی۔ خود قوت سے دل میں  
تین چار نمازیں پڑھتا تھی مشکل ترین کام محسوس ہوتا  
لیکن عیاش کا اپنی پندرہ تین قرآن کر کے سمجھ رہا ہے  
حیرت میں مبتلا کرتا۔  
”عبادت، قرآن مجید کی تعلیم اور لڑنے جیسے  
مضمون میں فرسٹ پوزیشن تھی۔ کامیابی سے یہ لڑکی  
روز اور دن کا کام کر کے رہتی تھی۔ یہ بہت کم ہونے  
پڑا۔ اس لیے کامیاب نوکر سمجھی گئی۔  
اس نے سوتے ہوئے سانسے بھی نہیں مصروف  
عیاش کو دیکھا۔ وہ کمزورہ دل بچی تھی۔ چہرے پر ہلکی  
ہلکی ہی غماہ کر رہی تھی کہ کچھ دور چل اس نے چہو  
دھوا ہے۔ عشق نے انکڑا اس کے چہرے پر دھکی  
دھکی مسکراہٹ دیکھی تھی۔ ہر سولوں سے چہرے پر  
مسکراہٹ اس کے چہرے کو نکلتا۔ شادمانی ہوتی ہے۔  
”عاشق! اس کی خواہش ہے کہ وہ تمہارے باطن  
کے بعد تمہاری شادی کر دے۔“ اوسر اوسر کی باتیں  
کرنے کے بعد عیاش کو اصل موضوع کی طرف  
لے کر آئیں۔ عشق نے دکھا کہ عیاش کے ہاتھ میں  
چوکی سلاخی بیٹھ رہی طرح دکھائی تھی۔  
”تمہارا کیا خیال ہے اس بارے میں۔“ انہوں نے  
اس کی مرضی پوچھی۔ عشق کی نظروں اچھی لگی اس پر  
بھی ہوئی تھیں۔ اس کے چہرے پر اچھے والے  
آزاد تھی۔ عشق نے جو حیرت میں مبتلا کر کے

فر محسوس طریقے سے اس موضوع پر بات شروع  
اوتے اپنی ہاتھ کھینچ کر اسے بات کرنے کے بعد وہ  
آگے سے کر رہی۔ حلیل کر گئی تھی۔  
اسے وہ تنگ دیکھ کر ہار جانا دیکھتے ہوئے عشق  
جرت سے سوچ رہی تھی کہ بتائیں یہ سچ بتایا صرف  
اس کا وہ کہہ کر بولے وقت عیاش کی صرف آواز  
سہی بلند۔ آنکھوں میں بھی کی گھٹی ہوئی تھی۔ اس کے  
چہرے پر اس طرح کے آزارت تھے کیا اس موضوع  
پات کرنا اس کے لیے یہ حدانہ تک ہو۔

اس کے فائل انگریز امروہے تھے۔ اب اسے کچھ  
ہی دلوں میں کراچی لوٹ جانا تھا۔ جس دن اس کا  
آزادی یہ تھا اس سے لکھنؤ منگرا بہت خوش  
نوش اس کے کرنے میں آئی تھیں۔  
”سارک جو عیاش اللہ سے تمہارے لیے ویسٹ بنا  
ہا۔“ انہوں نے بے اختیار عیاش کو گنگے لگا۔  
”میں تم کو کرنا چاہتی تھی۔ اب تمہاری جگہ  
مرے ادا کرنا۔ بلکہ اگر چاہو تو سچ لکھنا اس کے  
پے بناہ حیرت سے دیکھتے پر وہ خود ہی اسے بتانے لگی  
تھیں۔“  
”بہی احمد نے مجھے فن کر کے بتایا ہے کہ تمہارے  
لیے کسی ایسے لاکر کا پوزل آیا ہے۔ جو فی الحال تو ایک  
مافیہ فیصل فرم میں صرف بیچے۔ لیکن وہ عیاش ہا ہا  
اپنی بیٹی کی طرف سے دو سال کے لیے کسی کورس پر  
موجود چلا جائے گا۔ اس لڑکے کے زیارت خود ہی  
دراستی کر رہی ہے کہ وہ ان دنوں وہاں شادی کر کے  
اپنی اہلیہ کو اپنے ساتھ سوڈیہ لے جانا چاہتا ہے۔  
اور جاتا ہے۔ کہ لاکھات جینٹس سے اور انہیں  
تھیں۔ یہ کہ وہ بہت ترقی کرے گا۔ میں نے تو دیکھا کہ  
انہہ نے جمزوی کیا ہے۔ لہذا وہ دیکھ بھال کر فوراً  
ہا کرے۔ تمہارے انکار امروہے کو کراچی جا کر خود  
ہا اس سے مل لینا۔ مجھے میں سے تمہاری اس کے  
ماہہ اندر سٹینڈنگ ہو جائے گی۔“

انہوں نے بہت خوشی سے اسے ساری تفصیل  
بتائی تھی۔ وہ سر جھکائے خاموش بیٹھی۔ کچھ سنی  
رہی۔ ان کے جانے کے بعد اس نے سر اٹھایا۔ اس کی  
آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔  
”میں نے سنا تھا کہ خانہ کعبہ پہلے دکھانے لگی جو  
مانگا جانے لگا ہے۔“ وہ دل میں کسی سے مخاطب تھی۔  
”میں نے سوچا تھا کہ میں عمو کے وقت طواف کعبہ  
کے دوران ان خانہ کعبہ کو دیکھنے سے کبھی روایہ کی  
کے میرے دل اور میرے ذہن میں سے مسلمان علوی  
نامی شخص کے لیے موجود ہر طرح کے عبادت ہر طرح  
کے خیالات اور ہر طرح کے حسرت کو ختم کر دے۔“  
اب اسے کچھ ہی دلوں میں کراچی پلٹ جانا تھا۔ وہ  
یہاں سے تمام ضروری کام پڑھائی گیا ہے۔ کسی  
کام کے لیے اس دن برن لینا ہی چاہی۔

لیکن ایک بچے کے قریب جہد کا رخ کر کے باہر  
نکل کر پتھروں نے پورے آسپاں کو اپنی بیٹھ میں لے لیا  
تھا۔ میں کس صوب کا کس پڑنے کے ہا ہوا ہو گئی  
ہلکی بارش شروع ہو چکی تھی۔ اس نے سر اٹھا کے  
آسمان کی طرف دیکھا۔ صبح کے سفید پتھروں کے  
پر عکس ہا آسمان پر چاہتا ہر سڑی رنگ کے پل تھے۔  
جواس بات کے عکاس تھے کہ یہ زمین کو اپنی بارش  
موسلا دھار رہی ہو سکتی ہے۔ یہ صورت حال دیکھ کر  
اس نے اپنے قدموں کی رفتار تیز کر دی۔ کالج سے  
منگرا ہوا ہو کر گھر آ گیا۔ وہ آگاہ سٹینڈس پر ہی تھا۔  
گھر میں صرف ایک گاڑی تھی۔ وہ ان کے شوہر اس  
کے کراچی تھے۔ انہیں کسی زہت سے بچانے کے  
لیے ان کے لاکھ امریکہ کے ہا ہوا ہو گیا۔ وہ آگاہ  
آئے جانے تو ترجیح دینی۔ سائٹ آبادی کی سرزہرہ  
میں گئی اور وہ دونوں اطراف کی گولوں سے مزین سڑکیوں  
پہنچا۔ اسے واقعی میں اچھا لگا تھا۔  
”میں چلتے چلتے اسے سڑکیوں کے سائٹوں پر لگتی ہیں  
دیکھ رہا ہے۔ سڑکوں کے گوشہ سائٹوں پر لگتی ہیں  
سودری تھی۔ اس نے دانستہ ہی اپنی ہاتھ پھر سے کم

181

180



مسئلہ آنسو کا نہ بدلا کر رہا ہے۔

شروع ہو گئیں۔ پھر وہ قدم قدم سے نلے کے بعد دیکھنے لگی  
احساس ہوا کہ میں تمہیں کیلئے جانتا ہوں۔

پھر میں نے سنا کہ تمہاری تیرہ ہو گئی ہو۔ میں نے  
اسیے کر رہا ہوں جسے تمہاری پرستی اور وزن

میں اثر پذیر ہونے کے حقائق سنا رہے۔ تب کچھ جان کر  
مجھ میں بھی تمہے نفرت نہ کر سکتا میں صرف یہ جانتا تھا

کہ تم خوش رہو۔ میرے دل پر عدالت کی چھایا اپنی  
کمری کی کہ میں بھی اسے نکل نہ سکتا۔ جب تم نے

مجھے سے انکار کر لیا مجھے شایہ شایہ کاشاک کا ٹکڑ  
میں تمہیں بت کچھ کہہ کر پلٹ آیا مگر اپنا سکون

تمہارے پاس ہی نہیں بھول گیا تھا۔ تم اس دن کے  
بعد یونیورسٹی نہیں آئیں۔ تمہیں ہر روز نواہت ہی

تمہیں تلاش کرنا۔ پھر عجز نہ مجھے بتایا کہ تم ایسٹ  
آباد چلی گئی۔

میں جان کر ایک بے چینی کی میرے دل پہ ویسے میں  
مریبت کر گئی تھی۔ میں نے زین سے تمہارے

بارے میں بات کی۔ اس نے مجھے بتایا کہ تمہارے اور  
اس کے درمیان کبھی بھی کچھ نہیں رہا۔ اس کے بعد

میرے اندر رنگ بچھری میں نے تنگ آ کر چلنا  
جلد شادی کرنے کا فیصلہ کیا۔ ابھی میری شادی کی

تیاریاں ہو رہی تھیں کہ حالات نے پلٹا کھلایا ایک  
طرف میری شادی کے اختلافات کھلے تو دوسری

طرف ان دنوں میرے فلور کا ایک مشہور ماڈل کے  
ساتھ سیکڑل اخبارات کی بیٹے ننگے گھبے نے صرف

میرے لیے باعث شرمندگی تھا بلکہ عدان اور اس کی  
شادی کے بھی دیوانی کا باعث تھا کہ آخر کو میرے

قادر عدان کے ہونے والے سہرا سہرا عدان اور اس کی  
شادی کی پہاڑی کے منتظر کیا گھبے نے اپنے قادر

سے لڑا۔ میں نے ان سے انتہائی کٹھالی کی کوئی کھوکھ  
واکی اس خیال میں اثر پذیر تھے اور انہوں نے مجھے میں  
آگے بڑھنے جانا تو سے مان کر دیا۔

میں حالت کے رونے پر ششدر ہو گیا۔ پھر میں  
نے ایک دم میں سلامت شروع کر دی۔ عدان اور اس

کے والدین کی ان حالات میں بچاؤ کا یہ کہنے عدان کے

میں آپ سے ساتھ ساتھ ایسا۔ پھر وہ  
میری خوشن کو میری محنت کو خاک میں ملا کر رکھ

دیے تھے۔ جب میں آپ کی محبت یا چاہتی تھی تب  
آپ نے مجھے یہ طرز حکم دکھایا۔ اب میں اس سے

دستبردار ہونا چاہتی ہوں تو آپ نے یہ لا کر مجھے سمجھا  
دی۔ ”وہ اس کے سامنے دو نچے تھے۔ یہ دم ہو کر مجھ

کو یاد ہو کر کوشش کے اس کی آواز کیا۔ سر کوئی سے  
بلند نہ ہو سکتی تھی۔ ظن میں پھر پھر آواز تھا

سمعنا نے اس کی آواز سن لی مگر انہیں پھر بھی  
نہیں کھوس۔

”بھئی، بھئی تم کو کئی محبت کو سمجھنے میں۔“ اس نے  
کچھ کر رہا تھا۔ اس کے فکرت سے مجھے عاقلانہ سے سر

اٹھایا۔ وہ یہی اسی کی طرف دیکھ رہا تھا عاقلانہ کے  
اٹھنے ہی اس نے پھر سے ”آپ نہیں بند کر سکتی۔“

”ہمت زیادہ دہر لی مجھے یہ سمجھنے میں کہ محبت کیا  
ہوتی ہے۔“ وہ ایک بار پھر گیا ہوا۔

”ہمت پیلے لڑکھن میں میں عدان سے حائر ہو گیا  
تھا۔ میرا خیال تھا کہ میں ہوتی ہوں پھر چلانی عدان

کی تاپ اور خود پندگی نے اس کا کھلا کوشش دیا۔  
کب اور کب سے؟ مجھے سمجھ نہ ہو سکتا۔ میں اس سے

شادی متاثر تھا۔ اس کی خوب صورتی اور کوشش سے  
اس کی ذہانت اور اعلیٰ سے اور وہ یہی کیا چاہتی تھی کہ

میں بچتا۔ اس سے حائر ہوں۔ میری اس کے ساتھ  
کھٹے منہ ہو گئی مگر ہمت اتنے دوست تھے۔ مگر

تمہارے سارے تعلقات کے شایہ شایہ پھر میں جنم  
نے لے سکتی۔

میں نے پکلی لہجہ تمہیں اس وقت دیکھا تھا جب تم  
سچے speech کر رہی تھیں۔ اس وقت بیٹھا میں

صرف یہ سوچ رہا تھا کہ میں نے تمہیں کیلئے کہا دیکھا  
ہے۔ اس کے کافی دن بعد میں نے یونیورسٹی میں

میں تھی کہ یہ خواب ہے یا حقیقت ”تمہا سنا۔ تم  
میں شادی کر گئی تھی سے“ مجھے کچھ خاموشی سے اس

کی طرف دیکھتے رہنے کے بعد اس نے ایک دم ہی  
سوال کر دیا تھا۔ عاقلانہ نے جرت سے اس کے بعد وہی

دیکھا لیکن گویا مجھ نے سکی ہو کہ اس نے کیا کہا ہے  
بھی اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ سمعنا نے پھر پکلی

سوال دیا۔  
”میں۔“ اس نے پوری قوت جمع کر کے ظن

سے اور کچھ بھی نہ سمجھا۔ ”میرا منہ لٹے ہو چکا ہے۔“  
اپنی بات کر کے وہ مزہبی اور تیز تیز قدموں سے چلے

گئی مڑ کر اتنا پیچ کر اٹھا۔ موز موز سے کھلے  
اس نے کھاشوری طور پر پیچھے مڑ کر دیکھا۔

وہ لاکھ کی اسٹیج کی ہینڈ سٹاک کھڑا تھا۔ تیز تیز  
بارش نے اس کے کمر پہڑے سے بے گنتوں تک

لبے لڑاؤن اور آل طرح گھولوا تھا۔ گھر پہ چڑھ  
سے بے نیاز سر جھکا کر اٹھا۔

عاقلانہ نے صرف ایک نظر سے دیکھا اور پھر موز  
گئی۔ اس کے تیزی سے چلنے قدموں میں شب آگے

آئی تھی۔  
”کیوں کیا ہے یہ دیوانہ پھر سے میرا سکون بہاؤ

کرنے کے لیے۔“ اس کی نظروں میں اس کا ہارن  
میں بیٹھا سڑکا تم گیا تھا۔ وہ بے چین ہو کر اٹھے

قدموں میں اس کی  
وہ اس کا ہاتھ پر مڑ کر کے کنارے پکلی

ہوتی بیٹھو کے بچے موجود سینٹ کے بیچ بیٹھا ہوا  
تھا۔ اس کا سر کچھ ہلکتا۔ لگا ہوا تھا اور انہیں بند

تھیں۔ اس کے پاس سچے گراس کے چرے کی طرف  
دیکھتے ہوئے عاقلانہ کو شرت سے یہ احساس ہوا کہ وہ

سہل حال ایسے ہی موقع پر اس کے اپنے چرے کے  
آثرات جیسے ہوں گے۔ جب سمعنا سے اس کی

حالت میں پھر کر گیا تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ اس نے  
اپنے آنسو ضبط نہیں کیے تھے۔ صرف سمعنا کے چرے

دی۔ بارش اپنی تیز تیزی کو اسے بھلو سکتی۔ چلنے چلنے  
اس نے اسے نظارہ دیا۔ اپنی سویر کی بچ سے ہاتھ بہاؤ

نکل کر سامنے پھیلا لیا۔ اپنی پھیلی ہوئی ٹانگ کی  
پوندوں کو دیکھتے ہوئے ایک دم ہی سے کراچی کی وہ تیز

موسماں جا رہا ہوا۔ ایک۔  
جب اس کے ہاتھ پر چڑھ گیا تھے ”یاز محبت

ظلم اس کا نادر عزت نفس سے لے کر اٹھتا ہے۔  
جس پاس یہ تکیاں بائیں خالی رہ گئیں۔“

پکلی کی اس سے ہنس سے اس نے اپنا ہاتھ دائیں  
جیب میں ڈال لیا۔ اس کے قدموں میں تیزی آئی۔

کنو کنوٹ اس پہلے کے قریب سے موز موز  
مڑ کر کے کنارے کنارے سے نکلے پہلے ہی تھی۔

جب اسے محسوس ہوا تو سمجھ گیا کہ اس کا ہاتھ  
آواز کو جس سے اس کے دل سے پھینکا تھا اس کا

احساس ہوتے ہی اس کے گھر بھر کو ساکت ہوئے  
قدموں میں پھر سے تیزی آئی۔

”تمہا سنا۔“ کئی اسے باریتے ہوئے تیز تیز  
قدموں سے چلنا ہوا اس کے بار بار گن پھینکا تھا۔

”تمہا سنا۔“ وہ کو میری بات سنو پلٹتے۔ کسی نے  
اس کا بازو پکڑ کے رک جانے کی اپیل کی تھی۔ اس نے

تیزی سے دوڑنے نل کے ساتھ پیچھے مڑ کر دیکھا اور  
پھر حقیقی معنوں میں اپنی جگہ ٹھہر گیا۔ مجھے وہ اپنا

گنا بھجوری تھی کہ حقیقت کبھی وہ واقعی میں اس  
کے سامنے کھڑا تھا۔

اگر وہ دو سال پہلے وہی تھا۔ ہوا تو اس وقت اسے  
دیکھ کر بیوقوف اس کا دل بھرا لیکن ہونا چکا ہو۔ مگر اب

ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔ اب اس کا دل سامنے کھڑے  
مختص کے تاپ سے مڑتا تھا۔ بلکہ وہ تو اب تک

اپنی چپلی درختوں کا نشانہ بھگت رہا تھا۔  
”میں پچھلے دو دنوں سے مسلسل تمہیں ڈھونڈ رہا

ہوں۔ میں تلاش کیا تھا۔ اس کیلئے کے ساتھ تھا کہ  
تمہیں ضرور تلاش کر لوں گا۔“ وہ اس کا بازو چھوڑ کر

فادر نے مجھے اپنی مالش کا کمرہ دکھا کر کہا تو کہا تم مجھے اس کا رکن  
انٹرنیشنل گفٹ ٹرانک ہاؤس شادی ہوتی ہو گئی تھی۔  
ایک سال گزر گیا میں ایک کام ہی پوسٹ سے بچنے کے  
عہدے تک پہنچ گیا مگر عدنان اور اس کے فادر کی نظر  
میں یہ عمدہ بھی بہت ہوتی۔

عدنان اپنے والدین کی الٹی اولاد تھی اور پیشہ  
مہترن چیز حاصل کرنا پانا حق سمجھتی تھی چنانچہ وہ بیسے  
میرے ان درگزر حالات سے بھرا کر اس کی  
ایک سال سے اس کی انکھوں سے محبت کی کئی کھول  
دی تھی۔ پھر ایک دن تمام دوستوں کی موجودگی میں اس  
نے مجھے منگنی کی انگوٹھی دلایں کر دی۔ اس نے کہا تھا  
کہ اس کی محبت سے مسلمان تھا جو کامیاب اور خوش حال  
تھا، حالات کے بے رحم سمندر میں اسے بچاؤ کے لیے  
تھی، یہ ہاتھ دیر لے اس مسلمان سے اسے کوئی  
سزا نہیں تھی۔

میرے سارے دوستوں کا خیال تھا کہ تیب میں  
چھٹے چھلنے چلنے گلوں کا اسے محبت کے واسطے دے کر  
مکئی توڑنے سے بازار کھول گئے مگر ان سب کی حیرت  
اس کی انتہا نہ رہی جب میں نے اس کی منگنی  
کی انگوٹھی دلایں کر دی کہ ان حالات میں اس سے  
بہتر کوئی فیصلہ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ سب دیکھ کر پائی  
سب تو حیران ہوئے ہی تھے مگر مجھے ان ہی منگنی عدنان کی  
چیت سے پہچانی وہ انکھیں داڑھیوں سے لٹکی دیر بے  
چینی سے مجھے دیکھتی رہی تھی۔ مگر چرب اس نے دیکھا  
کہ میں گڑگڑانے کے موڈ میں نہیں تو وہ واپس چلی  
گئی۔

اسے گروپ کی شیرازہ بندھی میں نے اور عدنان نے  
ہی کی تھی۔ ہمارے جدا ہوتے ہی وہ ہر گروپ بھی بکھر  
گیا۔ سہرا اور سارہ ڈیوڈی کے بعد ہی پشاور شفٹ ہوا  
گئے تھے۔ منگنی ٹوٹنے کے تین ماہ بعد عدنان کی شادی  
اسے کسی ایک مہنگے میں منیم کزن کے ساتھ ہو گئی اور وہ  
امر پیکر چلی گئی۔ احد کو اپنی حجاب کے سلسلے میں اسلام  
آگیا جانا بدل عدنان اور احد کے جانے کے بعد خانیہ  
دیوانہ بچھ سے بھی نہیں کی اور اب کچھ عرصہ پہلے

نیاب اور جنیر کی بھی شادی ہو گئی ہے جو عید اور وزن  
کراچی کے دو مختلف کالجوں بطور میجر شہادت ہو  
گئے ہیں۔ وزن نے اپنی منگنی پر فیصلہ اولیٰ تک تھا۔  
وہیں میں نے اس سے مختلف بار کاٹن کر لیا اور  
تھمارے بارے میں اور معلومات بھی حاصل کی تھیں،

ہوئے سوچا۔  
مسلمان کے اندواؤں میں بھی ہے چینی ظاہر کر رہی  
تھی کہ ابھی وہ بہتر کچھ ماننا چاہتا ہے مگر کہ نہیں اپنا  
دہاؤں سے اندھ کر چلا جانا چاہتا تھا مگر اس کی بات نہیں  
اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔  
کچھ روز بعد وہ پھر گونا گونا  
فصل اپنی زندگی میں بھی پائوس نہیں ہوا۔ میں نے  
اپنا ہر ایک البتے کے سپرد کر دیا تھا۔ میرا اللہ کی نجات ہے  
موجود ہیں جن کی منزل میں ہر وقت ہوا جب سب کچھ  
میرے پاس تھا۔ یہ بھی یہ تین میرے ساتھ ہوا اور  
جب سب کچھ نہیں گیا اس وقت بھی اسی زمین کی  
پر دت میں پائوس نہیں ہوا۔  
میری عزیز اذواج مل کی ڈیوڈی ہوتی تھی پائوس یا ہر  
دل نہیں ہوا کیونکہ میرے دماغ میں بہت کچھ تھا۔  
میرے فادر نے مجھے حائل کر دیا مجھ سے ہر تعلق توڑ  
دیا مجھے دکھ تو ہو مگر میں پھر پائوس میں ہوا۔  
عدنان نے مجھے بیچ بیچ ہوا کر لیا چھوڑ دیا میں نے  
میرے یہ بھی نہیں لیا۔ میرے دماغ سے ایک سے ایک  
بیرے ایک چیز تھپ تھپ ہوتی گئی تھی میں نے

میرے فادر ایک چیز کو منگنی سے تھام رکھا تھا اور وہ  
تین تھام کر اللہ کو لے کر باہر کھڑے گا۔  
میرے دوستوں نے وقت وقت مجھے تھا چھوڑ دیا۔  
عدنان میرا پٹلی گئی مسعد اور سارہ شادی میں اپنی زندگی  
میں کئی ہو گئے صرف نیاب اور جنیر کے گھر میرا اتنا  
جانا تھا۔ وزن تو بھی صحابی بنا چھوڑ گیا اپنا فارغ  
وقت ان کا خیاب اور جنیر کے ساتھ گزارتا تھا۔ انگریز  
عموس ہونا کہ نیاب بھڑبھڑ ہے۔

ایک دن نیاب کی پھر موجودگی میں میں نے ازراہ  
ذائقہ اس سے پوچھا کہ اگر گھر واری ہی کرنی تھی تو ایم  
بی اسے کس کے لیے کیا تھا؟ میری بات سن کر وہ پھٹ  
پڑی۔  
"میں تمہیں کہتا ہوں کہ کس کے لیے کیا ہے  
میں نے نہیں لیا۔" وہ ہنسی سے میرا اس لیے ایک  
"پلیز مسلمان" میرا سے پہلے جاؤ اور آئندہ کبھی  
میرے گھر نہ آنا۔ مجھے اپنی پوری توجہ گھر اور شوہر کی  
جانب میں ڈیڑھ دو گھنٹہ۔  
اس کی یہ بات سن کر میں باکا کا گیا۔ یقین کرو  
ماشاء اللہ بہتر سے ترقی ہو سوتوں کا پیرا سلوک برواغت  
کرنا بہت آگے ناک ہوا ہے۔ میں نے یہ بھی کیا۔  
صرف اس تینوں کے سارے کہ انہی میں باطل تھی  
دماغ میں ہوا بھی کچھ جو صرف میرا ہے۔  
اک سال لگا تھا مجھے یہ جاننے کے گھنٹے چاروں سے  
محبت نہیں ہے۔ محبت وہ نہیں ہوتی جو آپ کو کسی کی  
خوبیوں سے ہو۔ محبت وہ ہوتی ہے جو خوبیاں اور  
خوبیوں دونوں سے ہو۔ جو ہر رنگ میں پائی رہے ہر  
مکان میں ہوتی اور محبت ہوتی ہے۔

محبت وہ نہیں ہوتی جو کسی کی ترقیب ہونے پر  
عموس ہو محبت وہ ہوتی ہے جو کسی کے پھگھڑمانے کے  
بعد اسے خود کا احساس دلائے۔  
اور پھر ایک سال لگا مجھے یہ سمجھنے میں کہ تم مجھے  
کتنی محبت ہے۔

میں نے اپنی فرصت میں تھمارے فادر کے پاس  
تھمارے لیے ہر ہونل بھیجا تھا۔  
میری فادر نے دو سال کی ٹریفک کے لیے سٹوڈیو  
بھجوا دیا چادری بھی تمہیں سے ان سے دو تین ماہ کی  
مہلت ملے۔ تھمارے فادر نے کہا تھا کہ اس رشتے  
سے متعلق حتیٰ فیصلہ عائد خود کرے گی۔ یہ سن کر  
میں پریشان ہو گیا۔ میرا دل اتنا تھا کہ تم انکار کر دو گی۔  
میں تمہیں اس انکار سے روکنے کے لیے ایف ایف ایف  
کیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ میں حقیقت چتا کہ تمہیں راضی  
کر لوں گا۔ لیکن اب مجھے لگتا ہے کہ میں نے ایک بار  
پھر ہر کر دی ہے۔

تھمارے فادرت سے تھمارے کے آنکھوں بڑے  
تھے۔ اللہ نے اسے ہر اس شے سے نواز دیا جس کی اس  
نے خواہش کی تھی۔  
تھمراے بیٹا میں کیا نہیں مجھے اس طرح سے نواز دے  
یوں وہاں میری قبول ہوں کہ میرے لیے کوئی دماغ ہو  
اس نے مجھ سے انکھیں کھول کے لار چلنے  
ہوئے اس شخص کو دکھا جو اپنی دولت میں سب کچھ  
ہار کے جا رہا تھا۔ اس کی کھلی منگنی کی چال دیکھ کر وہ  
سے عزت ہی سیکرانی۔  
اگلی اسے بھاگ کر اس شخص کے پیچھے جانا تھا۔  
اسے تھمارے بیٹا تھا۔ اسے یہ بتانا تھا کہ اللہ نے  
تھمارے یقین کی لائن رکھ لی ہے اس نے تمہیں دے  
تھا۔ وہ اس کی تم نے پہل سے خواہش کی اور جو  
کچھ تمہیں اس نے دیا ہے وہ تو بتایا یا نہیں جانا  
سلسلہ۔

وہ اپنا پرس اٹھا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ مسلمان کے  
چھپے جانے ہوئے اسے اپنے اور گروپ دکھائی نہ دیا  
تھمراے بیٹا۔  
لیکن اگر وہ دو سال پہلے واپس آتا ہوتی تو یقیناً  
اسے پیچھے کھڑی کھڑی دیکھ لیتی، جس کے لیے  
مگر بہت ہی صرف مسکرنا بہت۔



# سنگینے

میں نے جلدی جلدی میں صاحب کے لائبریری سے دھکے پھیلوں پر دھیانہ استری کی لاکھڑ اور سردی ادرسلے اور ٹائل کی چڑھیں میں اور باہر کی راہ کی دھکی دھکی میں بہت سے کام پائی تھے۔ گھر کی صفائی کے تو میں علی الصبح ہی نمٹ گئی تھی۔ لہذا جان کے پرے کمرے میں سفید چاندنی پتھر کا رکھو اور کتھنوں اور نعلینوں پر نعلیں غلاف چڑھا رہے تھے اور ایک طرف رانی قائلین کو لاپور مسند بچھوایا تھا۔ ان دنوں میں انگریزوں کی لگاڑی تھیں، البتہ انہیں سلگایا نہ تھا۔ انہیں بھی وہیں ہی کے قریب دھریا تھا کہ عین وقت پر جلدی سے آکر چٹیاں سلگادوں۔ پائی کا جگ جگ پوس سے ڈھک کر نرسے میں دو عدد گھاسوں کے ساتھ دو سیدھا دھال کے پاس بیڑے کے قریب رکھ دیا تھا اور کمرے کا دروازہ مشبوہی سے بند کر دیا تھا کہ بیٹے وشیرہ کس کو خراب نہ کریں۔

باہر والی ان کی صفائی کے بعد وہاں کرسیاں ترتیب سے رکھ دی تھیں تاکہ جو کوئی بیٹھنا چاہے ان پر بیٹھ جائے۔ ساتھ ساتھ کچن سے حق چھوٹے کمرے میں بنائے پائی کا بندوبست کرنے کے واسطے لائی گئی تھی۔ صفائی کردی تھی۔ اب صرف کچن کو دیکھنا تھا۔ برتن پھلے تھے۔ سوتے کھینے پائی اور چھوٹوں کی چٹاں کا پھلے سے بندوبست کر رکھا تھا۔ سب سہلان آیا رکھا تھا۔ صرف پیچھے دہی بیڑوں کی پھلکیں تھیں۔ انہیں کسی سے شکر پشتم پادری خلتے میں چلی آئی۔ یہ سارا اہتمام اس لیے تھا کہ ان دنوں میں گھر میں درس کا اہتمام کیا تھا اور حملہ داروں کے علاوہ عزیز واقارب کو بھی



بہا کہ آج کل عام ہو گیا ہے اپنے آپ کو منوانے کے لیے جانے کہاں کہاں کا قلف لگواتا ہے۔ گون گون سی مٹائیں دی جاتی ہیں کہ بندہ قائل نہیں تو تو ام از کم بد عن ضرور ہو جاتا ہے۔  
 ”رہے وہ گھمراے ہاتھ بھی خراب ہیں میں خود کروں گا۔“ ازراہ عنایت انہوں نے میری جاں بخشی کی۔  
 ”دورس لینے سب آجاتے ہیں اور عمل سے اور دور تک کا بھی واسطہ نہیں ہو یا خلی خلی کلاس انڈی کی جاتی ہے۔ تمنا تان لگا جاتی ہے گھرا بی کر تھکن سے کوئی باز نہیں آتا۔“ وہ پورا پورا ہے تھو تھو خاتم انہی آس کی۔ اپنی دہی وضع وضع دہی کر تھکن اپنی طرح نے پر وہ نے ہمارے گھر سے نکل جائے گی، یہ نہیں معلوم کہ درس کی محفل میں آئے یا مقصد کیا ہے۔  
 یہی ہے کہ سیکھو گھر میں کھانا تو دور کار کھانسی لگتی نہیں۔“ وہ تو ہرے پیٹھے تھے جبکہ جاہلستہ ہیں کہ

شادی کے بعد سے میں بہت پر سکون زندگی گزار رہی ہوں میرے ہونے نے فیصلوں کا جو پلینڈہ میرے ساتھ کیا تھا اس پر میں ہی جان سے عمل کر دیتی تھی۔ زمین میں صاحب کی ”حق حضوری“ کردہی تھی اور اس میں عالت تھی ہے۔

شروع دلوں میں تو چین کی پابندی کی گئی کہ میں بہت  
فرض سناس کی۔ امور خاندان داروں میں تو خوں میں  
سے قبول کیے اور تامل سے دشمن لاسے پر کام سر انجام  
دینے کی آسائے جو یہ جان فضائل کا مظاہرہ نہ کیا تو  
”فوری“ کی گھبراہٹ چڑھ کر بیٹھ نہیں اور برائے گئے  
ہوسکی نظروں سے پل بانہہ دیرے میں بھی خوشی سے  
پھولنے سے تاملی اتنی زبردست پڑھائی ہوئی تھی نہیں  
تھیں تو وہ بھی گھبراہٹ پروان دار غبار تھیں۔ ہر دو دن  
”کھالی کی محبت“ میں ڈوری چلی آتیں اور میرے ہاتھ  
”کھالے تو آئیں استے پتھنہ گئے۔ دو دلوں جو پورے  
عمریوں کی طرح تڑپیں اور میں انہیں معلوم ہو کر  
اسب رکال ہنسی کا ہنسی میں بھی ان کی سرسراہٹ  
تندی سے کام میں تھی رہتی۔ انھی کھوپڑوں کی چاہٹ  
بنا کر ٹھکانا رہی ہوئی تو ابھی موسمے کی گرمیوں کو داری  
ہوتی پروردگی بانڈی کو بھی الگ سے دیکھنا ہو تھا۔  
خیال تھا کہ اس جان فضائل اور گلن کے برے لہجے  
اثرات مرتب ہوں گے اور پھر سنا دیا گیا ہے کہ جو سنا  
کر دینا مجھ کو۔ لیکن شاید یہ بات ملام کو ہر تو صادق  
آتی ہو مگر سرسراہٹ دلوں پر یہ قول صادق نہیں آتا۔  
سرسراہٹ کے لیے تمام لہجے کے نہیں کہ ”جیسا  
کہ انا مجھ کو۔“ سو بھی مجھ میرے ساتھ ہوا۔ جو بد  
پروری اور اولاد سلسلے کا نقد ہوئی تو میرے ساتھ  
چھ غریب ہی ہو گئیں میں جھانٹتا ہوا۔ دوڑھو کے کام  
ایسی طرح نمٹانے پڑے اور تندی مزے سے شامی  
قلنس دھتھیں یا سلائی مشین سنبھل نہیں تھیں ابدر  
ہی ابدر غصہ کلاوا لہنے لگا کھولیں گی کہ کہ کھلی  
دیکھ کر میرا کھل چلا ہوا ہے۔

اور میں صاحب تھے کہ جن کے غرض ہی غمزد  
ہو رہے تھے۔ جھلا اتنی زہد داریوں اور پناہ حالت  
میں ان کی دل داری اور خدمت کے فرائض میں کیے  
اتمام دیتی۔ اور ہر سلسلے کی آمد ہوئی اور پھر گئے سال  
رہیں۔ سو بھی کئی کئی گھبراہٹوں کو سنبھالنے میں  
میں اور موٹی ہوئی گری میاں صاحب چاہتے تھے کہ میں  
اسب کی ایک پیڑ کھڑی ان کی خدمت کوئی رہوں  
لیکن یہ یہ ممکن تھا۔ اس ایسا پتہ چھڑ پھوکی۔

”میرے سامنے زبان نہ چاڑھ۔ شوہر سے تمہاری  
کرہی تو دو بار اٹھانے سے لگا۔“ انہوں نے کھانا اور  
میری زبان کو بریک لگے کیونکہ وہ غصہ کو روک رہے  
تھے اور لہجے میں میں باہل اپنی غلطی تسلیم کر سکی  
تھی سوچ رہے ہو گئی کراہت ساتھ ساتھ آنسو دلوں ہو گئے  
”بات سنو ان جنوں سے تم کھال میں نہیں ہوں  
لگا۔“ انہوں نے مجھے ٹھیک ٹھاک طریقے سے سنا لیا۔  
مجھے سخت صدمہ ہوا۔ پچھلے کئی سالوں کی واقعات  
الماعت اور خدمت کے انعام؟ بہت حلال ہوا مگر میر  
انچھو لپٹی کی طرح یہ غم بھی اپنی گئی۔  
حضرت ”چند کی نماز کا بہت اہتمام کرتے تھے۔  
مستفید کھٹ اور کپڑے پہن کر خصوصاً کھانا والی  
ٹوٹی پہن کر اور خوشبو اتار میں خود کو ایسا کر نماز پڑھنے  
جاتے تھے۔ اس دن شامت کی بارگاہ جلدی میں میں  
سے سرخ رنگ کا سوت نکال کر اسٹی کر لیا۔ ساتھ  
ساتھ تمام اسٹریٹس ضرورتیں بھی رکھیں ٹوٹی دلوں  
علو وغیرہ پورے گھر میں دن گھر میں دو چھو چھال آیا کہ میرا  
دل لرز رہا تھا۔  
”رے“ تم کس عورت! ایہ کپڑے کیوں نکالے۔“  
وہ طش میں تھے۔  
”بھی تو کپڑے ہی ہیں اور پڑھ لے ہونے پاک  
صاف کپڑے ہیں۔“ میں نے سخت کر کے کہا۔  
”خفیہ کپڑے پہن کر نماز پڑھ ادا کرنا اور پھر عطر  
دینا اور نکالنا یہ سب سنت ہے سنت۔“ انہوں نے بات  
چین کر گھینے بتایا لیکن۔  
”میرے آگے آئے۔“  
”وہ چھو لپٹی جلدی کی تو چھال کر اسٹی کر دیکھے نا اور  
شامی حکم لیا اور خود ہاتھن تراشے سے ناخن تراشنے  
شروع کر دیے۔“ میں ہل کر نکلا۔ ہو گئی۔  
”میں تو دل میں کہنے کے لیے جو چاہے پر دیکھ کر آئی  
ہوں پہل جانے گا اور دیکھ کر بھی کیوں نہیں اترا  
رہیں۔“ میں اس کی جانب سے بیزار آئی۔  
”پھر دوبارہ آئے تم شوہر کی نافرمانی سے جانتی ہو  
کہ میں کیا کرتا ہوں۔“ وہ اسے قہامت کے دن زیادہ عور میں  
دوڑ میں اس لیے ہو گئی کہ وہ شوہر کی نافرمان اور

ناکری ہوئی ہیں۔“ انہوں نے دانٹنے کے انداز میں  
سنسن سرجھلا۔ میں ایک بار پھر قائل ہو گئی۔ سووری  
شامل کو گھینے آمارا اور خود لگ گئی سر تاج کی الماعت  
گزاراں میں۔  
ان ہی دلوں ایک غلط سا اٹھال ان کی فرم کے  
چوکیدار کی دوسری شادی کی تھی اٹھال اٹھال جان کی معاملہ  
تھی اور ایک اطوار کا معاملہ تھا شوخاٹھال کی بیوی  
رہی ہوئی تھی کہ بیڑوں میں آری۔  
”کے سن کر میں اٹھال کی ماٹہ نہ کرے وہ شادی اب  
میں اس کا پھر کرنا نہیں۔ اٹھال کی اسے منع کریں۔“  
”وہابی دے رہی تھی اٹھال جان نے اسے نام ”مٹھال“  
جسے لیا۔  
”کیا تمنا ہو رہا ہے؟ وہ ہے چاری یہاں تک بیچ  
کئی دوستہ دھوئے۔“ کچھ کہو اس چوکیدار کی خبر  
ہوئے ڈرنا ڈرنا دھکا دگا۔ وہ اس عمل سے باز رہا۔“  
اٹھال جان نے شوہر ادا۔  
”کیا کروا فذ اب معاملہ ہے کچھ کہ بھی نہیں  
سکتا۔“ عدوڑ چوکیدار سے پوچھے۔  
”اسیں کیا مطلب؟“ وہ سمجھی نہیں۔  
”بھی! وہ کئی غلط کام تو نہیں کرنا تاہم صرف  
دوسری شادی کر رہا ہے۔ سنت کے مطابق کام کر رہا  
ہے جہاز طریقے سے۔“ وہ سمجھا نہ۔  
”تو اس کے دوسال کے ہوں یا نہ ہوں شادی  
کی پڑی ہے کل کو دوسری دوسری بیٹی یہاں آئی  
کہ ترازا نہیں ہو پورا کٹوا پڑھا پڑ گیا اور گئے؟“ اٹھال  
جان نے لیے لے لے لے اور وہ سوچ میں بیٹھ بیٹھ میں  
معلوم ہو چکا ہے چوکیدار کی دوسری شادی مل گئی مگر کیسے؟  
یہ نہ معلوم ہو سکا کہ جس سے کن ہی سے  
دراخت کر لیا جو اب میں یہی کڑی نظروں سے نکور۔  
”یہ جو تم عوروں کی شوخ لگائے کی تو بھید کی عبادت  
ہے یہ بہت بری ہے۔ ہر ایک کی ذالی زندگی میں سمٹے  
ہوئے ہیں۔ انہوں نے مجھے تیسہم کی اور میں بیٹھ کی طرح  
شرمندہ ہو گئی۔  
اس دن شامل کو بہت تیز بخار تھا مال جان بروس  
میں بھی نہیں ٹھیک لھانا تو مجھے تیسے کے پکا کیا کرنا



# گھر گریب

نصرت آرا المعروف نصرت کیا سبزی کی ٹوکری اٹھائے ڈھیلے قدموں کے ساتھ اپنے گھر کے راتے سے ڈبک آؤ گیٹ کی جانب بڑھ رہی تھیں وہیں وہ خاصی چاق و پورہ نہ خاتون تھیں مگر شہت کی سوری نے ان کے جوڑوں کی تکلیف کو بڑھا دیا تھا اور وہ اپنے موسم میں چلنے پھرنے میں خاصی دشواری محسوس کیا کرتی تھیں مگر کیا کیا جائے برسوں پرانی عادت کا ہمیشہ سے گھر کی معمولی سے معمولی خریداری خود کرنے کی عادی تھیں اب اگرچہ گھر کے یکینوں کے ساتھ ساتھ ان کی ذمہ داریاں بھی رخصت ہو چکی تھیں اس کے باوجود ان کی اگلی جاں کے بھی کچھ تھکنے تو ہر حال تھے ہی جن کو پورا کرنے کے لیے انہیں ہفتہ میں ایک بار

گھر کے نزدیک والی مارکیٹ تک جانا پڑا تھا۔ اور ان کے کرائے دار کا معلم بھائی کی بیٹی بڑی خوش دلی سے ان کی تکلیف کے پیش نظر انہیں آٹھ بجی کریتی تھیں۔ "تا آج مجھے یہ یاد ہے کہ کیا لانا ہے۔ اپنی خریداری کے ساتھ آپ کی بھی کراؤں کی۔"

گھر وہ صبح کو پیش پہلے پہلے پھرنے میں کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو ہفتے میں ایک بار اس خریداری سے انہیں یہ احساس تو ہوا تھا کہ وہ اب بھی گھریا والی

تیبہ

"آج بھی وہ معلم بھائی اور ان کی بیٹی کے ساتھ ان کی پرانی فونسی میں بیٹھ کے گئی تھیں وہ گھر سے پرے گئے والے تھے انشاء اللہ لمبی چوڑی خریداری

## ممکنہ ناول







تھی۔ لیکن ہوئی لوگوں تک ملتا سکا ہے ایک حارثہ میں آیا جہاں نوانیچھے وہ تینوں بھری دنیا میں اپنی ہر گھر۔ چند مطلب درست رہتے اور مکان اور مکان کے لالچ میں ان کے سر ہاتھ رکھنے کو ہر گھر سے ایک عمری میں دنیا واری تیکہ جانے لیا ہر تھرت آرائی کی تبت بہت جابج میں اور طریقے سجاوے سے معاملہ بنایا۔ جاتی تھیں اے وقت میں ان خواہ مخبر تھے واریں کا سامراجی قیمت سے بجائے اس کے کہ ان سے لڑ بھڑکے اس سارے کو بھی گویا جائے یہ بجز وہاگہ کوئی نقطہ حکمت اپنی اپنی جانے نہ نصرت ایک دکان کرانے۔ انوری۔ اباکا کوٹھنچ و اس رقم سے کچھ شیز خرید لیے۔ خود خزانہ کے ساتھ مل کر کھر پڑھائی سلائی کا کام کرنے لگیں۔ اگرچہ دکان کارائیہ گزارنے کے لیے کافی تھا کہ نصرت آرا جاتی تھیں کہ تین لوگوں والے گھر میں کیا کیا اختلافات ہوتے تھیں سو گھر کوں طریقے سے قیمت کی جاتی اور کیفیت شکاری سے بچانی چاہئے والی رقم وہ دیوہ اور جیزہ کا ہوا مسلمان بننا سکے تھیں۔

ایک اور بات کے تین ساڑھے تین برس بعد ہی انہوں نے رضوان کی شادی سرکوبہ سے ایک ذریعہ دار وار گھرانے کر دی۔ اس وقت یعنی ایک ہی ذات برادری تھی۔ لیکن زندگی میں ہی ان کے ہاں سے نصرت آرا کے لیے پیام کیا اور وہ جاتی تھیں کہ اہاں بارے میں بیچینی سے سوچ رہے ہیں خاندان کے دیگر بزرگوں سے مشورہ ہو چکا تھا کہ بس بیضا بیل ہونے کی اور کھیں۔ ان کے بعد نصرت نے خود ہی کیا کے زور لیے انکار کھولا بیچیلہ وہ جاتی تھیں کہ ان کی شادی کے بعد الزاور سمان ہی رضوان چھوٹی بہن اور کھر کی زندگی تمام نہیں اٹھائے۔ انہوں نے خاندان میں ہی آپس اور رہتے نہ کر دیا لیکن شاید یہ گران اور خود نصرت کے اظہار ان لوگوں کو زیادہ ہی بھلائے تھے اس لیے تین سال بعد وہ اپنے

دوسرے بیٹے کے لیے بچوست سوال دروازہ کر بیٹھے۔ اس خاندان والوں کی طرف سے بھی زیادہ لگنے لگے لیکن نصرت بھی سلاو مزاج اور قدرے اس امتحانی رضوان کو دیکھتیں اور بھی لوگوں جماعت میں پڑتے وہاں کم سن کلثوم نے لالچ پڑنے کی خواہش کی۔ پھر سوچ کر انہوں نے رضوان کا کام لے لیا ویسے ہی ابی اس کی بھی تو شادی کی عمر تھی۔ انیسواں پار کر رہی تھی۔ رضوان کی شادی کے بعد نصرت آرا برا خراجاٹ کا بوجھ مزید بوجھ رضوان کی شادی ہو جانے کے بعد اب سلائی رکھائی کا کام بھی ان اہل جان کو کرنا پڑا تھا۔ کھر کی زندگی واری بھی وہ تمام اٹھائے ہوئے تھیں۔ ایک کچھ بھی کلثوم کو نہ تھیں کہ اس کی پڑھائی کا خرچ نہ ہو۔ ان کی نظریں کھڑوہ ہو چکی تھیں۔

بھی کہ تھے مگر ات ذہب کا وہیں داخلہ مل گیا تھا۔ کلثوم بھی وہاں بڑائی کر پناہ تھی کبھی نصرت اس کے ہوش میں رہنے کے لیے نہیں تھیں۔ آتی دور کے شہر میں سے آیا بیٹھے کان میں ذرا کھلا نہیں تھا۔ لیکن کلثوم نے اس بات کو بل سے گواہ اور احتجاجاً پڑھائی چھوڑ کے کھر بیٹھی۔ یہ ذریعہ سال نصرت آرا پر بہت مشکل کر رہا۔ سب سے چھٹی اور لائی بہن کو ملاتے ملاتے وہاں نہ تھیں۔ نہ اس کی ضد پوری کر سکتی تھیں نہ اس کی باز کسی سہہ سکتی تھیں۔ ذریعہ وہ سال تک ضد پاندے رہ گئے کے بعد ایک ماہ اس کے بدل انکاش لڑ پڑ میں اس طرز کرنے کا سوا سا اب وہ لڑنے کے جلنے پکیز بننا چاہتی تھی اور ہاں اس نے فی ایس کی بجائے لے لے میں داخلہ لے لیا۔ نصرت آرا بہت جھگڑا تھیں کہ ایسے ہی نفضل میں دو سال صاف ہوئے۔

اب نصرت اپنی عمر کی تین چھ ماہیاں رقم کر کے چوٹی پر گاڑیں تھیں۔ اگرچہ جو کس بیٹھیں سال لگتا زیادہ عمر تھی کس کی موت سے پہلے۔ واریوں کا بوجھ ان تک منت اور حرام نہ آئیں۔ ان میں سے ایک سال کی عمر میں ہی چاہیں گا کر کرنا پڑا۔ نصرت کی میکڈ ڈولگی بھی چلی گئی اور یہاں دو تھی نظری کر دی کی وجہ سے بیس سال کی عمر میں ہی واپس کرنے شروع کر دیے تھے اور اب بچک آ کر تکتا تھا عرصہ ایسے ہی پھونسنے تھیں۔ ایسے ہی گران کے بجائے ہیں انیس سال کلثوم کے لیے رشتہ آئے شروع ہو گئے تو ایسی جب کی بابت بھی نہیں تھی۔ بیسے نمایاں کامیابی سے اس کرنے کے بعد کلثوم نے بھی ان کی بوجھ نہیں داخلہ کیا تھا۔

زی ٹی وی کا مشہور پروگرام  
**کہا نا خزانہ**  
 نیا ایڈیشن  
 سنجیو کپور  
 خوبصورت تصاویر کے ساتھ  
 حسین و خوبصورت گیت اپ  
 قیمت صرف = 250 روپے  
 منٹے کا پتہ:  
 مکتبہ عمران ڈائجسٹ  
 37 اردو بازار کراچی





راہنہ کی سمجھ بھاری کر رہی ہیں۔ سسرال میں میرے بیکے کا عیب دیکھا ہے۔ ایک کل پتی ملازمہ ہیں کہ کچھ بچے گھگ چندر سو یاد ہزار تک میں آسانی سے مل جائے گی۔ راتیل کے کمرے کی صفائی اور پھیرائی دھلائی دیکھو کر کے لے۔

وہیے راتیل بہت سلجھا ہوا لڑکا ہے۔ آپ کے لیے کسی پریشانی کا باعث نہیں ہے۔ گد آپ نے کسی مل کر ایذا دی تو لگاؤ؛ ہر گد آپ سے اس کے اور نگرے سے دیکھنے کا نہیں آپ ایلا کے ہونے والے شوہر کی نسبت سے اور ویسا ہی برائو بھی رکھنے کا بیساکہ اور دلوں کے ساتھ رکھتے ہیں۔ آخر ایلا آپ کی بیٹی بھی ہے۔

اور ستائے آپ کے دونوں کا وہ لڑکے سے؟ علاج باقاعدگی سے روٹائی رہیے۔ آپ کی عمر میں کوئی نہ کوئی بگ تو لگا کر رہتا ہے۔ مجھے دیکھتے ہیں آپ سے باج بچے ہر حال میں بھولی ہوں مگر بڑے پشیمنے زندگی کا ہر مزا محسوس کر کے رہا ہے۔ ہر چیزوں نے جان بوجھ کر میں ذلیل رکھی ہے۔ تمک کہ کھانے سے کوئی بھی چیز نہیں کھا سکتی، اچھا نہیں کھیں۔ اس میں بھی بدشگونی میں ساری اظہاری دو گی نگرانی سے۔ پتھر کے لیے لڑکیاں، مگر بھر بھر کو اور دیکھ لیاں تمک میں غریب خرام کھتے ہیں۔

موت گھوٹی حساب کتاب نہیں۔ ہر وقت دیکھ کر ملتا رہتا ہے۔ پوری پوری دیکھیں اسان کی حق سنی ہے۔ اب تو برداشت کا ماہی ہی میں ماب شروع کے ہی سال اس اس میں گزارا ہے کہ کبھی وقت بدلے کے کا کبھی تو سنے تقاضوں کے تحت اس گھر کا چال بھی تبدیل ہو گا۔ مگر اب تو یہ امید نہیں رہی۔ پتہ نہیں لگتا۔ آپ نے کیا سوچ کر میری شادی کی اب شادی کے ستر سالوں بعد یہ کبھی نہ ہو گی۔ تجیب لگتا ہے جو ہوا تھا ہو گیا۔ عمر میں ایلا کے معاملے میں ایسا نہیں کرنا۔ گی۔ سب جا بچ کر کہہ ہی اتنی مضبوطی بندی کر رہی ہوں۔

بیرودہ جو ملی گی۔ جس کے حملوں پر اسے طور طریقے کی جان نہیں بچھل رہے۔

اتنی کو پیش کر رہی ہوں کہ ذرا بعد یہ اور نئے دھنگ سے واقف کرانوں ان کی عمر یہ بیٹھو اپنی ترک کرنے یہ تیار نہیں ہوتے۔ چھوڑنا آتی ہیں تو میری اور ایلا اور حلاوتیہ کے چڑے و کچھ دو چران ہوتی ہیں۔ وہ میں خود روزن کو پاؤں بٹھانے کے دہلائی ہوں۔ کھیلے میں نے بیٹھنا میں شکر کے ساتھ ملائے پرندے میں نے بڑی بائیں میں سب سے۔ اب سبھی اپنے گھروں میں ہی رہتے ہیں۔

میں نے بیٹھ صاحب سے تمک کے راضے کی گواہی مانگنے سے تیار اور خود ہی کے برائی کی گواہی مانگنا۔ کڑی نہیں کہ اب میں تمک کے کمرے کے کمرے میں آئی لگا ہے۔ دل سے مختلف ہوں گے مگر زبان سے ہینڈ اختلاف کرتے ہیں سارے کے سارے۔ اصل میں اندر سے اسان لڑکی کے بارے ہوتے ہیں۔ جو اپنے جگ سے نکل کر زیادہ سے زیادہ کرکھو جھنگ و میوے تک ہو آتے ہیں۔ بھولا ہون ان کی تو کھلا کھتے۔

اور کیا کونوں دل تو میرا اپنا بہت کرتا ہے۔ آپ سے ملنے کو کرکھواری کے لیے مختلف مذہب جان بھولنا اور ہینڈ بھر رہتے چلا کروں کی تیا کے پاس۔ بچوں کا فائدہ مسئلہ نہیں ہینڈا۔ ہینڈا مسئلہ ہے کہ ایلا اور خود ان کی امان ہیں۔ اماں کے ساتھ بیٹھے جینے چاہئے سے روکنے کے ایک سے کسی شہر سامنے ہے جو ستر سالوں سے کم ہیں۔ میں وہاں سے کسی ایلا کو مانے بھی کسی نہ کسی نہ کی ڈھنگی متوجع ہوتی ہے اس کے لیے بچپنی ہینڈا کرتے ہیں یہ بھی ہماری سانس کا فرائض ہے کہ آٹھ گھنٹے کی عورت کے ہینڈے تو بہت شرمناک ہے۔

میں نے بیٹھ صاحب سے تمک کے راضے کی گواہی مانگنے سے تیار اور خود ہی کے برائی کی گواہی مانگنا۔ کڑی نہیں کہ اب میں تمک کے کمرے کے کمرے میں آئی لگا ہے۔ دل سے مختلف ہوں گے مگر زبان سے ہینڈ اختلاف کرتے ہیں سارے کے سارے۔ اصل میں اندر سے اسان لڑکی کے بارے ہوتے ہیں۔ جو اپنے جگ سے نکل کر زیادہ سے زیادہ کرکھو جھنگ و میوے تک ہو آتے ہیں۔ بھولا ہون ان کی تو کھلا کھتے۔

اور کیا کونوں دل تو میرا اپنا بہت کرتا ہے۔ آپ سے ملنے کو کرکھواری کے لیے مختلف مذہب جان بھولنا اور ہینڈ بھر رہتے چلا کروں کی تیا کے پاس۔ بچوں کا فائدہ مسئلہ نہیں ہینڈا۔ ہینڈا مسئلہ ہے کہ ایلا اور خود ان کی امان ہیں۔ اماں کے ساتھ بیٹھے جینے چاہئے سے روکنے کے ایک سے کسی شہر سامنے ہے جو ستر سالوں سے کم ہیں۔ میں وہاں سے کسی ایلا کو مانے بھی کسی نہ کسی نہ کی ڈھنگی متوجع ہوتی ہے اس کے لیے بچپنی ہینڈا کرتے ہیں یہ بھی ہماری سانس کا فرائض ہے کہ آٹھ گھنٹے کی عورت کے ہینڈے تو بہت شرمناک ہے۔

اور کیا کونوں دل تو میرا اپنا بہت کرتا ہے۔ آپ سے ملنے کو کرکھواری کے لیے مختلف مذہب جان بھولنا اور ہینڈ بھر رہتے چلا کروں کی تیا کے پاس۔ بچوں کا فائدہ مسئلہ نہیں ہینڈا۔ ہینڈا مسئلہ ہے کہ ایلا اور خود ان کی امان ہیں۔ اماں کے ساتھ بیٹھے جینے چاہئے سے روکنے کے ایک سے کسی شہر سامنے ہے جو ستر سالوں سے کم ہیں۔ میں وہاں سے کسی ایلا کو مانے بھی کسی نہ کسی نہ کی ڈھنگی متوجع ہوتی ہے اس کے لیے بچپنی ہینڈا کرتے ہیں یہ بھی ہماری سانس کا فرائض ہے کہ آٹھ گھنٹے کی عورت کے ہینڈے تو بہت شرمناک ہے۔

میں نے بیٹھ صاحب سے تمک کے راضے کی گواہی مانگنے سے تیار اور خود ہی کے برائی کی گواہی مانگنا۔ کڑی نہیں کہ اب میں تمک کے کمرے کے کمرے میں آئی لگا ہے۔ دل سے مختلف ہوں گے مگر زبان سے ہینڈ اختلاف کرتے ہیں سارے کے سارے۔ اصل میں اندر سے اسان لڑکی کے بارے ہوتے ہیں۔ جو اپنے جگ سے نکل کر زیادہ سے زیادہ کرکھو جھنگ و میوے تک ہو آتے ہیں۔ بھولا ہون ان کی تو کھلا کھتے۔

میں نے بیٹھ صاحب سے تمک کے راضے کی گواہی مانگنے سے تیار اور خود ہی کے برائی کی گواہی مانگنا۔ کڑی نہیں کہ اب میں تمک کے کمرے کے کمرے میں آئی لگا ہے۔ دل سے مختلف ہوں گے مگر زبان سے ہینڈ اختلاف کرتے ہیں سارے کے سارے۔ اصل میں اندر سے اسان لڑکی کے بارے ہوتے ہیں۔ جو اپنے جگ سے نکل کر زیادہ سے زیادہ کرکھو جھنگ و میوے تک ہو آتے ہیں۔ بھولا ہون ان کی تو کھلا کھتے۔

میں نے بیٹھ صاحب سے تمک کے راضے کی گواہی مانگنے سے تیار اور خود ہی کے برائی کی گواہی مانگنا۔ کڑی نہیں کہ اب میں تمک کے کمرے کے کمرے میں آئی لگا ہے۔ دل سے مختلف ہوں گے مگر زبان سے ہینڈ اختلاف کرتے ہیں سارے کے سارے۔ اصل میں اندر سے اسان لڑکی کے بارے ہوتے ہیں۔ جو اپنے جگ سے نکل کر زیادہ سے زیادہ کرکھو جھنگ و میوے تک ہو آتے ہیں۔ بھولا ہون ان کی تو کھلا کھتے۔

میں نے بیٹھ صاحب سے تمک کے راضے کی گواہی مانگنے سے تیار اور خود ہی کے برائی کی گواہی مانگنا۔ کڑی نہیں کہ اب میں تمک کے کمرے کے کمرے میں آئی لگا ہے۔ دل سے مختلف ہوں گے مگر زبان سے ہینڈ اختلاف کرتے ہیں سارے کے سارے۔ اصل میں اندر سے اسان لڑکی کے بارے ہوتے ہیں۔ جو اپنے جگ سے نکل کر زیادہ سے زیادہ کرکھو جھنگ و میوے تک ہو آتے ہیں۔ بھولا ہون ان کی تو کھلا کھتے۔



خدا کچھ زیادہ ہی لہا ہو گیا۔ اجمالاً اجازت دیجئے۔

آپ کی اپنی رضوان شریف۔

خدا تمہرے کر کے ایک طرف رکھے تو نصرت آوا  
سے کسی سانس نہ لیں، کابل جب سے احساسات  
میں کھرا ہوا تھا۔ خط میں گریز، ایسی کوئی خاص دل  
آزادی والی بات ہی نہ تھی، وہی سب تھا جو اکثر  
رضوان کے خطوں میں اور اس کی باتوں میں آوا کر آ  
تھا، وہی اپنی زندگی سے بے انتہا میلان اور ناشکیبائی  
اعتماد ان سب کا الزام لیا۔ خط اور خط اور خط اور خط  
کو پڑھا اور خطوں کے بارے میں دھجک وحسد کا اظہار  
دیجیو نہ کرو۔

مجھ اپنے سر لائی ماحول اور درختوں سے نکالنا  
رہتی تھی۔ اسے اپنے شہری ہونے اور میٹرک پاس  
ہونے کا بار کا دم تھا۔ اور اپنی بیچوں کی ذہانت کا قیاس  
غور بھی۔ اگرچہ خوشحالی اس کے سر لائی میں کی نہ  
تھی، سب ہی زمین چاہتا ہوا۔ لے کر مرادہ طرف  
زندگی والے روز توجہ دینی، مانی ذہنیت رکھنے والے آئے  
پرسوں کے بعد بھی رضوان تھی۔ چھوڑ کر سب  
تاکام بھی اور اس کی ذمہ دار وہ آئی، کیا کھولتی تھی  
جنہوں نے دل چاہتے تھے، کیا رشیا اپنی جان چھڑانے کے  
لیے اس کے سر منڈھ دیا۔ وہ بالکل آکر وہ چاہتی تو گزارا  
کرنا تھا مشکل نہیں تھی تھا۔ کون سا وہ باتوں یا  
کالج تھی جو کسی کی بڑی ہوتی لڑکی تھی۔

اس کو اس نے بھی شکر ادا کرنا چاہیے تھا کہ کہاں  
شادی سے پہلے لگے کے ساتھ دل کے لوگوں کے چرکے  
سی کر اور چاروں کا ڈھکے کے گزارا کرنا یا تھا اور اب  
کہاں التاج کے پورے کے پورے سنیٹی اور چار چار  
ملا ناؤں پہ چھائی۔ اسے بڑے خاندان کی عملاً  
سرور ہے۔ بیرون ہونے سے بچوں کے نام جاننا ہونے،  
شہر ذرا دکھ اور مزاج دور کسی مرد پر پیسے کی کمی  
کی کمی ہونے ہی دکھ نہ تھی، یہی شریف ہے۔

ماس پرانے زمانوں کی غور دل کی طرح کتہہ تھیں  
اور حکایت پسند ضرور ہے۔ مگر اسے خانہ دار عورت اور

انگلی ہر روز دلی کو گزرتے تو سائل ہوتے) ہوسکتے  
کے تمام تر اختیارات بھی سونپ دے گئے۔

ہاں بائیں جب بھی نصرت آوا کو موقع تھا وہ رضوان  
کو ضرور نکالتی تھی، مگر وہ ان کا دست بھرے انداز میں  
انہیں ٹوک دیتی۔

”ہیں بیٹھے آیا، اس پر مگر توجہ سے ہے۔ یہ وہ  
ہے اور آپ سے سب نہیں ہیں کی تو اور کون کے ہونگا  
خامیر ہے آپ سے یہ رشتہ کر لیا ہے آپ کو ضرور اس کی  
تعریف میں زمین آسمان کے ملائے گا میں کی کرنا  
قائدانہ سب باتوں کا شبہ ہی تو نہیں۔ جو کچھ  
جاؤں گی۔ اور آپ کو قدر کسی بات کی ذمہ داری ہوتی  
کوئی سب چھوڑنا تھا آپ کے دور ہے تو نہیں آتھیں  
گی۔ جاتی ہوں۔ نہیں ہیوں۔ نہ باپ نہ بھائی کی اس  
سب سے بڑی ہوں۔ میرے کہہ کر فوٹو لیا ہی ہوتی  
اب تو نصرت آوا نے بھی اس سے سچو سچو شک  
کر لیا تھا۔ دوسرے ہی اس کا نام کر ہی ہو گیا۔ نہ  
غیور کے ساتھ خاندان کی کسی اہم تقریب۔ اور  
کے ساتھ شاپنگ کے سطلے میں سال بے سال بعد لانا اور  
چل کر لانا۔ سہا پارا پارا کر کرکٹ کھی مار کر اور  
کھی کے پورا بازار میں ہزاروں اڑاتے ہوئے وہی  
زندگی کے دورے دورے رہتی اور نصرت بہار بیچان کی  
جو کچھ بھی انہوں نے اس کی شادی کر کے کوئی بھی  
”وہ دھلا جاتی بات نہیں“ پتہ نہیں کب تک اس کا  
ہوگا رضوان نے اپنے منہ سے تین سال کہا ہے۔  
”جب سے یہ رضوان بھی خود ہی ٹھیک کر لیا تھو  
نہ چھتی تو نہیں۔“ یہاں کے سر لائی کا معاملہ ہے  
شہیت سے بچنے کے سبب بھی ہادی کرنا ہوگی  
وہ ایسی سبب کے وقتی طور پر کٹھن کا خطا برصاف  
بھول گئیں۔ دل ہی دل میں خرچے اور اخراجات  
”صاحب کتب لگنے لگنے بائیں بائیں تھی۔  
کھل گزارا کر آئے کھل کر فتنہ بیچنا چاہتیں ہوں  
کے اور اخراجات کے خلاف سے کئی زیادہ تھی۔  
جہاں تک خواہ اور آتی تھی اس لیے کرانے کی رہا ہے

میں کسی بھی سویر نہ ہوتی تھی۔ جسٹس کے آواز میں ہی  
بب امیں تنخواہ ملتی وہ تو کرا لیا اور کہتے۔ مل  
وہاں آ کر کے ذمہ داری بھی لیا تھی۔

تھمائی کا شکار نصرت آوا کے دل کا ایک بڑا حصہ  
ہر اہمے میں بھی چاہا ہی بیٹھے کے سنج بڑھے، کھلے  
کی کسی نہ کسی کی کو سلائی کھلتے، بہتر کی باتے یا  
ہو رہے تھے، کرا جہاں سلائی کھلتے، چلے جوب مغرب  
رو کھی تھی ضرورت تھی۔ چلے جوب مغرب  
سے ذرا پہلے تک سارے کو آگے کو روشن رکھا  
رہتی نصرت آوا اب باقاعدہ طور پہ سلائی نہیں  
کرتی تھیں، البتہ اگر آس برسوں کی کوئی ہی شوق کے  
بارے آجیالی تو وہ انکار نہ کر تیں مگر مواضع بھی نہ  
تھیں۔

جلوں کی آواز بھی اور جسے بھر کر ہوا سلف خرچوانے  
کے بعد بھی ان کے پاس بچہ نہ رہنا چاہتی تھی۔ لایا  
بات کے بعد جب نصرت آوا نے معافی پوچھ اپنے  
بناؤں پہ اٹھنا، آپ سے ہی انہیں رہم جو نہ تھے اور  
لیڈیاں ڈالنے کی عادت پڑ گئی تھی، اب اس کی  
ضرورت تو نہ تھی مگر عادت سے بچو وہ ایک ہزار اور  
بچا سو والی وہ کیساں ڈالے ہوئے تھے۔ جن میں  
سے باج سو والی وہ لیکر لیں تھی، دونوں بارہ تین  
ہیں ہزار وہیہ انہوں نے جب تک میں کو ہوا ہوا تھا  
”لا“ وہ اس میں سے ہزار ڈیڑھ تقال لیا کرتیں۔  
رہوں سے رضوان اور اس کے بچوں کے لیے عید کے  
ڈانے بیجوانان کا معمول تھا، کوئی ڈھلھی سے آنا  
پڑتا اس کے ہاتھ کٹھن اور اس کے بچوں کے لیے بھی  
نہ سنا تھی بھجوانی پڑ تھیں۔

بست ہی بائیں جس میں کو سوچ سوچ کر انہیں  
اب کھربا ہی ہی ہوتی تھی۔ آئی تو کب کہ عرصہ ہوا  
ہ تھا۔ رہنے کی عادی تھیں، ایک انہوں نے کچے  
ماہ برسوں رہنا انہیں پریشانی کر رہا تھا کہ جس اس کی  
ہے ان کے یا ان کی وجہ سے ان کے معاملات  
میں خلل نہ پیدا ہو۔ یہ قدر شہر تھا کہ رضوان نے  
نہات راجیل سے وابستہ تھے ہوئے ہے اگر

خدا خواستہ نہ پوری نہ ہو سکتی تو اس کا الزام اپن نہ  
آپ سے۔ تھانے دراز میں جانا، ایسا مسات آٹھ سو روپے  
پڑے تھے۔

اچھی کے لیے تو گزارا ہو جائے گا۔ اگلے مہینے  
دیکھوں گی اگر نصرت آوا کی ضرورت ہی تو جب تک سے نکال لوں  
کی روز نہ اسرو تو ہے اس میں گزارا ہو جائے گا۔ آخر  
اگر لایا لگا لے لگتا کھانے کا اور پھر رضوان بھی کچھ  
سلائی بیچ تو رہی ہے۔ طولاً لند، بچری وغیرہ بھی کچھ  
دل تک بھرا دیتے تھے۔ چھٹی چیلان کا کھانا بھی  
آہلے آگس رت سے کچھ چھل، کوشت“  
تیم چھوڑے تھکنا اور لگتا تھی لے آگس کی۔“  
وہ شوگر کی حریف تھیں جو تین اور ہار سے کالا  
چلانا تھا، اساتھل کر لیں تھی۔ کوئی آنا تو اس کے  
کی خاص طور پر کٹھن کا آٹھ سو لاکھ سالک مارا سب  
کتاب لگا کر وہ اس طور میں رکھے بڑے ٹرک سے  
ٹی بڑے فاسٹ کالنے جاری تھیں کہ بڑے رکھے  
وہ عمر سے لقاؤں پر نظر ہی۔ وہ مانتے بڑے ہاتھ بار کے  
کھلے کٹھن کا ڈھکھو کھانا تو وہ کھول ہی گئی تھیں۔  
اسٹور جانے کا خیال منوخر کر تے ہوئے وہ خط پڑھتے پھر  
سے بیٹھ گئیں۔

پاری آیا  
السلام علیکم

آپ کی طبیعت کسی ہے؟ عرصہ وہ آپ نے کوئی  
خط نہیں لکھا، گھر میں بھی کب تک ہے کہ میں  
بھی خط نہیں لکھتا، لیکن ہوں مگر ہر مہینے آپ کا خط  
پڑھنے کی عادت ہی ہوتی گی۔ شاید آپ نے ناخاصی  
میں خط نہ لکھا ہو کہ آپ کے جینچے میں چار خطوں کا  
میں جواب نہیں ہے۔

کیا لڑکی آنا، مصروف ہی اس قدر سے خطا لکھنے کا  
وقت نہیں ملتا، البتہ آپ کے خطوں کا انتظار لگا رہتا  
ہے۔ آپ کو تلاش ہی ہوتی ہے، ”فرمت ہی فرمت“  
چاہیں اور بیٹھے خط لکھ، جنہیں مگر کہنے ہی گرتی نہ  
تھی بلکہ سے نہیں اسٹاپ لگا، اب یہ آخری ذمہ  
داری نہ تھا، بھی مشکل عروس ہوتا ہے پھر آپ کی



مرضی۔ میرا فرض تھا کہ میں آپ کو اس کا احساس ملاؤں۔ میں سوچتا ہوں کہ میں وقت نکال کر یہ کھلا رکھ رہی ہوں۔ سارا روبرو ہے۔ جو خوشی میں دیکھ رہی تھی ہنس رہی تھی۔ منہ نہ لہا رہے گی۔ جہاں ایک اور وقت خیر سے رہتی ہوئی آنکھوں اور جو توجہ دیتے تھے بیروں کے ساتھ آپ کو کھلا رکھ رہی ہوں کہ دن کو لہجہ میرا ہے اپنے لیے منہ بھر کا وقت ملنا دشوار ہونا ہے۔ خلا کیسے لگتی۔

آپ کو لگتا کاما ہے کہ فون ہی گلوٹیں، سہولت ہو جائے گی، آپ کے شک مت کریں اگر خیر ہو پڑتے کارے سے ہی میں کر لیا ہوں لیکن آج وہ بھی نہیں کرتیں، ہر شے وہ ڈھالی سورے تک کرتے ہیں کہ آپ تیار نہیں۔ یہ میں سے بھی پکارا کہ نہ کیا کرتے ہیں۔ آپ کو تیار کر رہا ہوں اور ان کے بیچ میں فرق ضرورتاً کیا تو فون لگا تو یہ چلا کہ وہ پتہ نہ پتے اپنے آپ سے مل کے فون میں سے پھیل گیا میری بات ہے اور ان سے یہ چلا کہ آپ سے حد کمزور ہوئی ہیں شوگر بڑھ چکی ہے، بلڈ پریشر کم رہتا ہے اور ان سرواں میں ایک تیار ہو گیا ہے جو لڑائی کی تکلیف کارے ایک تیار ہوئی جان و شبو بھی کرتی ہیں یا نہیں؟ کسی قتل والا کو لکھنے کا کامیوں ویڈیو کے پتھر مت چینیے گا پتھر جانے کی خاطر۔

رضوان کیا کر رہی تھیں کہ آپ کو کسی نالی گرا ہی تھیں کا پتہ نہ لگتی ہیں۔ میں ان کے منہ ہے تو نہ کہہ سکتی کہ مجھوں نے مجھے میں ہاتھ ڈالنے والی بات تھی میری وقت سوچ لی تھا کہ کیا کو کھلا رکھوں گی فون صاف صحت رکھوں گی، کمپیوٹوں کے پاس جانے کی فون ضرورت نہیں تو نہ روک اور لکھیں گے اس گفتگو کے اس کے بعد لکھنے کا موقع ہی نہ ملا۔ اور سنا ہے رضوان آیا اس کے بعد کوئی اور پکارا لاہور کا؟ ہاں، یعنی ان کے مزے ہیں لاہور کے ہمسائے ہیں رہتی ہیں، جب ہی چلا آیا راجدھانی تفریح کرنے آئیں، لگتا مجرا واپس اپنی جگہ میں چہرہ لاتی ہی من کے تھا کہ کرنے چل پڑیں، ایک ہم

ہیں جنہیں آپ نے اٹھانے کے سات سمندر بار بار ملے۔ تاکہ خبر پڑے تھیں تک کی زحمت سے بھی تھکنا نہ پکار ہوں۔ میری ہوں تو بھی ہوں، یعنی میں حالت میں ہوں، اس کو خبر نہیں۔ وہ کھ سکے پھاڑا اور رکار حال ہو جیسے والا بھی کوئی میسر نہیں۔ پر جس میں بچے پرانے کے اٹھائے ہی، سنبھالے لہسٹل سے ایک دن لکچر ساتھ لائی تھی اور ایک ٹیکہ بھی آرام نصیب نہیں ہو تھا۔ کن کتنا ترپو، آرام کا

تکلیف نہیں ہو، مگر اور بڑے تو کوشش دیکھتی ہوں کہ سسرال نہ محکمہ، یہی بھی تو مجھے لگتا ہے کہ شہر کے باہر میں قید یا مشقت کاٹ رہی ہوں جس کی مدد نہ چاہتے تھی یہاں ہے۔ آپ نے کی تو دیکھنا نہ بھلا، نہ پوچھ نہ سمجھ۔ سر سے ایک بوچھر کی طرح آگاہ پھینکا۔ دیار صیبا خواب نوٹے پھلے والا زمین سے کسی طرف آپ کی خبر کی وجہ سے ہزاروں لوگوں یا شہلوں میں رہتی ہیں کہ آپ کی دینی جگہ کئی طبیعت اس گھر میں ہی ہاں میں ہے، یہی جھانکی نہ تھا تو میری میرا قصور تھا کہ مجھے اٹھ لکھنا کاقت نہ ملا، والا کمر نہ سہی مار ڈکری ڈکری سے لی ہوئی، آج تیرے بیروں ہے تو لکڑی ہوئی چھٹے کے راستہ تو تیر جس قسم کر لکھنے اور جو سے کے لکھنے اور کمر ختم کرنے کے پتہ نہ چھٹے نہیں پتہ پتہ کر ماری ہو جاتی ہے ایک سال کی راتنا جاتا ہو گا۔ آپ ایک اور سال مجھے جھیل نہیں، میری زندگی کا حال۔ گراؤ سوس۔

کبھی بھی خیال آتا ہے میں نے فون آپ کو کسی نالی کو نہ دی، یہ احترام میری عزت تھی، یہی آواز بن جاتا ہے، گرتی تھی تو فون کبھی ہوتی۔ نہیں تو آیا آپ ٹیکہ ایک سال اور ڈوڑی کاوے کر لکھ رہے ہیں، کبھی نہیں ہیلا دیتیں، چاہے نہیں گرتی ہوئی مشکل تو نہ ہوتی، سن قدر آج سے علی کو تو میں نے عرض ہے وہ میں پھار کر کوئی اور ملازم کر کے لادتی ہوں، ان لکھنے چاہتا ہے اب مجھے اب مجھ ہا ہے مگر ان بھانے کے میں اس طرح خود کو گھاسا رہی ہوں

اس کا قصور بھی آپ نہیں کر سکتیں۔ یہاں ابونطیس میں فوج کا وقتوں کے لیے بڑا با وقت اور مزاح شہر دو لگا کر تھکا جاتا ہے میرے پاس ڈگری ہوئی تو صرف چند منٹے میں اس سے دنگا کما چکی تھا، اس رات کی مشقت کے بعد کھانسی ہوئی۔ علی تو پھر قسمت میں، ان کے بھائی جلالیہ تو مہاجروں میں تو لڑائی کی تھوڑا چلنے یا خاطر معلوم ہے، معلوم کا بھی نہیں ہے کہ یہی نہیں۔ کھینچے کچھ سالوں سے ہو ل کلام بڑھتا جاتا ہے، تعلیمی بڑھتی ہے اس کے باہر وہ عمل اسٹاف نہیں رہتے۔ جسے بہت سے میری حوصلی کو لہلہ ہوئی ہے کلام کا پوچھ کر ہے، پ اور بھی کیا ہے تاکہ نہیں ہوا کسی ہے کہ ایک باورچی اور دیکھ رہے ہیں، اب ہر احسن کرتے ہوئے ہوں کہ متعدد یہ ایک پتھان بانی رکھا ہے وہ بھی صرف اس لیے کہ نئے نئے لگائے ہیں اور نئے جہاں کی لکڑی بھی مجھے سنبھالنا نہیں۔

ہمارا گھر جس علاقے میں ہے وہاں زیادہ تر امریکن اور پاکستانی رہتے ہیں۔ ذرا دل اور پتھان پاکستانی تو کھانے پینے کے خوش ہیں ہوتے ہیں یہی حال کمپنیوں کے ہے۔ زیادہ تر پتھر پتھان ہیں تو وہیں پر گزارا کرنے والے ایسے ہیں پاکستانی کھانے والا ہو ل تو چلے گا ہی۔ اس اور اس میں اور ہے، ہوں نہیں ہو سکتے بھی ہیں اور اس کے بلوچوں کی کلام کم نہیں ہو۔ سب سے زیادہ رش جو ہو گا، ہٹے پتھے میں مہاجروں کی کچھوں کا پتہ ہے، ان ایک کڑی میں صلوہ جو ہوتی ہوں اپنے کچھ تو ساری رات جو ہے ہونا ہے، کئی گلوٹوں اور بیوں کے لیے کھانے کا حساب کتاب اور ہو ل کی سمجھت ہے، وہ ان کماوں سے پتھر ہے ہیں لیکن چلیو بھائی جان، میں بھی اس سے بھی پکار لینے سے پتھر ہے۔

ناتنے سے ساڑھے دن تک فارغ ہوتی ہوں تو پرتن دھونے کے لیے ملازم چھو کر کے کے ساتھ خود لگنا پڑا ہے۔ وہ ایک اور باہر سال کا پوچھ دو ڈھیر سے ایک لحاظ سے برابری کے لیے ہمارے ہوں میں خاص پاکستانی اور پتھر کے کڑی میں کس سبزی کی کھجی اور پتھر یا من کا قورمہ ہونا ہے ساتھ ساتھ ان کی تیار ہوتی ہے۔ کڑی میں اور دل پیش چلیو بھائی تیار کرتے ہیں، مٹی جو ہونے کے خاص بلوچان ہیں۔ یہ ایک لحاظ سے اچھا ہے کہ مجھے اپنا پتہ نہ لگتی اور یہ جملے ساتھ ضرورت نہیں ہیں۔ اسے شوہر کو کڑی کے پکڑوے پتھے یا وال کو بڑا لگاتے دیکھ کر میں ہر روز صدمے سے فوت ہو کرتی۔





بیٹھے ہوئے غمگین نہیں دیکھنے لگی۔  
”تپا تپا آب آب رو رہی تھیں۔“ کچھ ہنچکاتے  
ہوئے اس نے سوال کیا۔ نصرت آرا فریڈی سے  
سکڑاؤ لیں۔

”میں بیٹا! بس طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔“ انہوں  
نے تپا تپا کہیں طرح ساری رات لوٹ پھرتی کر دی۔  
سے ہونے والے سر درد کے ساتھ تڑپ کے گزاری  
ہے۔  
”شادی کا دن ہے جس سے ہی بددلی رہی ہوں  
گی۔“ اسے ان کی سر درد مزدم آٹھوں اور بھاری  
بھاری تم کو اڑ سے شک زلزلہ۔  
”بہ ہم نے دوسرے دیکھا تھا ہے۔“ انہوں نے  
سرد آہی۔

”وہ وقت اور تھا جب ذرا سی تکلیف سے سسکی  
بھرتے تھے اور اس سے کام کابین بھونکے اپنی کوٹھیں  
سر لے کر بیٹھ جاتی تھیں۔ کبھی بھی تو صرف اناں اور  
اپا سے لگا آٹھوں نے کی خاطر میں بیٹھتے ہوٹ بھی  
سرور یا بیٹ کی تکلیف کا ممانہ کر دیتی تھی۔ اب تو  
بڑی سے بڑی تکلیف بھی ہوتے ہوئے آٹھوں نے  
ہوں۔“ تکلیف کی شدت ظاہر کرنے کے لیے آٹھوں  
بلاؤں بھی تو کس کے لیے۔“ وہ دھیمی آواز میں جیسے  
خود کا بھی کرتی رہیں۔

”میں اس کے لپایا تھا کہ ذرا پیٹھک کو ٹھیک  
تھا کہ کر دے۔ میری طبیعت تو ایسی نہیں کہ کچھ  
”کرسکوں۔“  
”کیا کوئی آرا ہے آپ کیا سر درد کا سے ممانہ آ رہے  
ہیں؟“  
”آٹا تو اس کے ہاں سے ہی ہے مگر ضرورت خود نہیں  
بلکہ اس کے بیٹھنے کا لڑکا آ رہا ہے اور کچھ عرصہ یہاں ہی  
رہے گا۔ اب سے یہاں ملازمت لے لے سے کل ہی  
رضوانہ کا ڈھل آتیا تھا۔ آج کل میں اس کی آمد متوقع  
ہے۔ سوچا تھا بازار جا کر سوا لے آؤں گی کچھ بھی  
میٹ کر دوں گی مگر تم جیسے کی وجہ سے کئی روز ہی  
ہے۔ سر درد کی جگہ نہیں بیٹے دے رہا۔“

”آپ مجھے بتائیے کیا! میں سب کر دیتی ہوں۔  
سو کے کی لہٹ بھی ہوں۔ لہٹ کا بچے سے آئے تو  
منگوا دینی ہوں۔“ وہ مستحکم سے کہتے ہوئے آٹھ  
کھڑی ہوئی۔ کچھ سے زرنگ گھولتی تھی۔  
”جتنی رو رہی ہے! خاص کام نہیں، آٹھ دن پہلے  
جدواری کو بچاس روپے دے کر سامنے جانے  
انڑا نے سہم تھیں کو ذرا پرش سے صاف کر دے۔  
گلو کو ساتھ لگا کر وہ پیٹنگ اور ایک طرف ڈال دو  
برآمدے میں دھرا ہے۔“ وہ صوفیوں سے کہنے کے لیے  
کے گورواڑوڑو میں کئی بیٹہ شہ سے کل ہی نکل  
دی تھی۔ وہ بچا کے بس ذرا اور کی تھڑا پوچھ کر لیا کہ  
”وہ فریڈ سے ہوتے پھر سے لیٹ نہیں۔“ رفعت کام  
میں جت کی اور انہیں پھر سے وہ دے کر کلثوم کے خدا  
کے مندرجات یاد کرنے لگے۔ ان کی ہاپوں کے گوشے  
نہ ہونے سے کبھی نہیں جبر سے تیز تر سوسے کھرنے  
لیکھیں۔ تکلیف کی شدت سے انہوں نے آنکھیں  
زر سے موند میں دل چن کر گرم آٹھوں کے چہرے  
سے پھیل گئے۔ آٹھوں انہوں نے اپنی تکلیف سے بے  
حال ہو کر نہیں بمانے بلکہ کلثوم کے درد میں بمانے  
تھے۔

کلثوم کا ڈھک کبھی کبھار آٹا مگر جب بھی آٹا نصرت  
آرا کا بھی حال ہو گا۔ انہیں وہ دے کچھ تھوڑے ڈنٹے  
لگتے۔ وہ بھی اسے کئی خط میں سے ممانہ تو کرے تفصیل  
دے دہرا نہیں جھوٹی تھی۔ ممانہ سے اس حال کے  
لیے سرور الزما رضوانہ کی عادت کی اور وہ بھی  
بیٹھتی کی طرح اس الزام کو دل سے لے لیتی تھیں۔  
رضوانہ کی شادی بھرتے چہرے گتے میں کر دے کچھ پختا  
تھی۔ ہمیں اس کے رونے ہی بند ہوتے تھے کہ  
”کیا! آپ نے آٹھ کی چوڑی سرسراں میں بیٹھ کر پھنسا  
ڈالا! اس تجربے سے بعد انہیں ممتزئی لگا کہ کلثوم کی  
شادی مختصر کرنے میں نہ کریں۔ ان کا خیال تھا کہ جو تکہ  
ان کا اپنا تہہ۔ مختصر سے اور لہلہ ای کی دہات کے بعد  
بہڑوں کو زیادہ مین جوں کی حالت بھی نہیں رہی اس  
لیے ان کا زور زیادہ لوگوں میں مشکل ہو گا۔

رشتے ملتے ہونے کے کچھ عرصے بعد انہوں نے  
اڑتے اڑتے سنی تھی کہ ان لڑکوں کا باب اندرون شہر  
میں برلاسے سے طبع بن گیا کہ آٹھ اور داوا آٹھوں میں  
پہلے سے کاٹھان لگا تھا کہ نصرت آرا نے سنی کر میں  
نظر لڑا تو کر دیا۔ وہ اتنی تنگ ذہنت کی نہ تھیں کہ کسی  
اور بیچ کو لیتے ہیں۔ یہ بات تھا کہ لڑکا شریف اور  
مستاب حد تک تعلیم یافتہ تھا چھانٹھا لگا مانا تھا۔  
اگر اس کے باب دادا اس کے وابستہ رہ چکے تھے تو  
سے اتنا پیار کم تھا کہ انہوں نے اس کا تعلیم سے یہاں عمر  
گزارا تھی۔ اسے تو شادی کے فوراً بعد ہی  
جانا۔

کلثوم نے ہاں جالتے ہی اطلاع سبھی کی کا شوہر  
اور بیٹھ وہاں نظر نہیں تھیں، بلکہ ایک سستا سا چلنے  
دریغے کا ڈھلے پہن میں چلے جاتے تھے۔ ٹھیک ٹھیک اپنا  
بہرے کراس کے اور دے پورن میں سے تھیں کہ  
ہی کا پاس کے لیے ہیں۔ بچے کو ٹھولا ہوا ہے۔  
نصرت آرا کو دیکھا گا لگا کر انہوں نے کلثوم کو کھانے  
بجائے لالا ڈھل لگے کہ کبھی کبھی کلثوم کی نہیں ہونگے۔  
اللہ تمہارے کاویا میں برکت ڈالے گا تو اس کام سے  
علی بہت اور دولت دونوں حاصل کر گئے۔  
تعمیر جاتے کے بعد تو انہیں پیشہ بینی لگتی کہ کئی  
نے ان کی لادنی اور نازک مزاج ہون کو تقریباً یاد رہی جن  
بنا ڈالا ہے۔

”دونوں پارہے سے ہوئی نصرت آرا نے  
لاکہ کو کوشی کی کہ اسے پاکستان بھیجے پھر تیار ہونے  
مگر وہاں سے ہی نہوا بلکہ یہ کاما کہ کا کا خیال رکھنے  
کے لیے بھیجی یہاں موجود ہیں۔ وہ تو بعد میں کلثوم  
سے تپا کہ وہ لڑکی سے ایک دن تک سکتے بھی اپنے  
معمولات انجام دینی رہی ہے اور یہ تو گھرانے کے  
لگنے ہی روز دہا پھر سے چہاں تھی اس سے رجمانہ  
اور غیر مسلکی لوگ ہے نصرت آرا کا دل تڑپ گیا اور وہ

دوبلو روئی، کستری رہی تھیں۔  
لوٹ پھرتی کی سمیت انہی دنوں کی پیداوار تھی،  
وہ دن اور کئی دن اس سمیت سے وہ نجات حاصل  
میں کو پائی تھیں۔ راہ شکر کا عارضہ تو وہ سرورنی تھا۔  
دونوں اور لہلہ دونوں ہی اپنا بیٹس سے مرہض تھے۔ سو  
نصرت آرا کو میں ان دونوں میں ہی یہ مرض لگ گیا۔ البتہ  
پر زہر اور اسٹاپ کی وجہ سے وہ اسے کنٹروں میں لگے  
ہوئے تھیں۔ جاتی تھیں کہ اگر حالت زیادہ خراب  
ہوئی تو یہاں کوں بھانجے سے سنبھالنے یا خیال کرنے  
والا۔ البتہ ڈیڑھ برس نہیں رہے تھاس کے آگے ان کے  
سارے بڑے بڑے مرض کی بددلی رہا تھیں۔ کھن کلثوم  
کے سٹے میں ہی اپنی ہی لہلہ ڈیڑھ کے بارے میں سوچ  
کر یا بریکس میں اس کی صورتوں کا تصور کر کے ہی وہ  
اپنا ہی خدا نہا تک کو لایا تھیں۔

”کچھ بچے بھی نہیں چھو گیا کہ نہ کہ ہے کیا نہیں۔  
مرحہ صلا سے تھکا نا ہے یا کھینکے کھانے میں بیٹھوں یا  
آکل میں۔ میں تو بہن، آکل استعمال کرتی ہوں، وہ  
بھی میرے ساتھ سرورنی جاتی ہے اس کے سرسراں میں  
کھڑی تھیں۔ ٹھیک بھاری سنے ان کی آٹھوں کی بات  
”سارے کیا بچہ بھی نہیں۔ آخر کئی بار کی بات  
ہے پھر اسے نہیں رہتا ہے اس سے پوچھ گئے تاکہ  
سے لطف سے تیار سے کیا کچھ پسند کرے۔ ویسے میرا  
اور انڑا ہے۔ آپ کی بہن کی سرسراں میں پھلے طور اور  
کئی کئی استعمال ہونا ہو گا لڑکا ڈھلے اور لہلہ اور کے  
پاسوں میں رہتا آیا ہے۔ مشکل ہی ہو گا کہ وہ ایسے  
نقل کھانے کھا یا ہو گا۔“  
”ہاں ٹھیک کہتی ہو بھائی! ڈھل ڈھل یا بیانی۔  
برائی میں تو خیر صلا سے لگے ہیں، میں کنگ مرچ  
کا عاص ہے۔ ہو۔ تو برائی کے مسالوں کا تائب بھی  
بھول گیا کب سے نہیں مٹا۔“  
”تپا! تو ڈھل میں صلا سے عام ملتے ہیں، ڈیڑھ







آپا سے بھی تفصیلی بات کی؛ وہ اب خاصی مطمئن نظر آ رہی تھی کہ اس کی کیا اس کے سرکل میں اور موقع والہ کی خاطر داری اور مسلمان نوازی تک نھاگ طریقے سے کرنی ہیں۔ اس کا فون بند ہوتے ہی کھیلے پھاڑنے کی آواز آئی۔ وہ دن رکھ کے ابھی بیٹھی تھی

”تھیں کہ تیل وہ باہر بیچ گئی۔“  
”گنگا ہے“ فون پر فون ڈورا آرام نہیں۔“ نصرت  
”آپا نے جس کے کما کھیلے باہمی جاتے جاتے رک

”کیا اس مورت بھی اونستی ہو گئی ہے۔ میں اب ابھی اپنی کسی کمرہ رہی تھیں کہ تمہارے گھر نہ کسی چلو تمہارے بیٹھے والوں کے ہاں تو فون لگ گیا۔ وقت ہے ضروری بات آسانی سے ہو جاتی ہے۔“ مگر نصرت آیا  
”ابھی مجھے انداز میں داخل ہو کر دیکھ رہی تھیں جو فون ہے جو جیسی آواز میں بات کر رہا تھا مگر اس کے چہرے سے فکر مند کی اور اضطراب نمایاں تھا۔ ریسپونڈ رکھ کے وہ پلٹا۔“

”ہاسپٹل سے فون تھا۔“ آپا نے کہہ کر وہ ہاسپٹل سے اس کے فون آئی۔ ریتے تھے۔ یہ تو وہ بھی جانے سے پہلے ان سے کہتا ہی رہتا تھا مگر آج اس کے لیے اور انداز میں کہہ رہا تھا کہ وہ ٹھیک نہیں۔  
”آپ میرے ساتھ ہی چلیں اور آئی آپ بھی۔“ وہ فون پر آ کر آپا کے ساتھ نصرت آئے جہاں وہ فون کو ایک آئیڈیئر لانے لگا۔ کھیلے بھی محوش ہو گئیں۔

”پہلے میں کیوں؟“  
”مظالم اہل کار ایک کیسٹ نہ ہو گیا ہے۔“ بلا آخر وہ تیار ہو رہا۔  
”پہلی ہی“ وہ کہہ کر وہ گھر ہی رہا کرتے تھے۔ بہت ہو کر بیوی کے ساتھ ہاتھ کے بعد انڈیا بازار ہو گیا کرتے لیکن اس روز انہیں ایک دوست کی عیادت کے لیے جانا تھا۔ کھیلے سے روکا بھی کہ انڈیا بازار۔  
”بھتہ دار خریداری کے لیے لگانا وہ لوں کا معاملہ تھا مگر وہ سب نے

”تعلق داری کوئی چیز ہے کھیلے اونترے شام کو گھر آئے کہ ابھی آتی ہے نصرت میں رہی کہ میں اور جلیا جاگے اور بیکاری عیادت کرنا تو سنتہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے میں سمجھتا ہوں یہ مفہوم میں لوں گا پھر پہلے چلیں گے۔“

”یہ دوسرے وقت اس قدر گری میں کوئی وقت ہے انڈیا بازار میں خوار ہونے کا اور مزیاں بھی پائی گئی رہ جاتی ہیں۔“ کابیرا کیرا“ پہلے بازار ہوتے ہیں پھر پاپے چلے جائیں۔“

”میں کھانے کے وقت عیادت کے لیے جانا سخت جہالت ہے۔ میں گاڑی بیٹھوںے جا رہا ہوں۔ تم اتفاق کے ساتھ ہو آئیے۔“ آپا نے بھی پوچھ کر ان کی ریسٹ کے لیے ٹیکہ میں ہو گیا۔ وہ آپا ہوں۔“ اور یوں وہ بیوی کے روتے کے بل بوتہ پر کھانے کے گھر پہنچے۔

”پہلے ہی دیکھن والے دیکھن والے دیکھن آگے بھلائی گئی۔ وہ لوگوں کے گھرے اور پیچھے سے آنے والی تیز رفتار دیکھن سے گھرا کر اچھل کے آیا تھا۔ یہ گھر کا پازہ اور ٹانگہ سے فریج کے ساتھ ساتھ اندر چلے جوش بھی آتی تھیں۔ چند راہ گھر آگے پہنچنے لے آئے۔ ان کے کھڑکوات اور وائری سے فون سڑکھوئے کے اطلاع کی گئی۔ راتل اور دوسرے آؤٹریوں کی سڑکوں کو شیشوں کے بل بوتہ پر وہ جاہر نہ ہو کر اور پہنچے سے کیے ہی اس شام ریشوں کی تہ نہ لائے تو انتقال کر گئے۔“

یہ گمانی آفت کھیلے اور ان کے بچوں کے ساتھ ساتھ نصرت آپا کے لیے بھی بڑا صدمہ ثابت ہوئی۔ کتنے دن ناک گئے انہیں سمیٹنے میں۔ خود سنبھالنے تو ان سے تھیم ہونے والے بچوں کو سنبھالنے لگیں۔ سب سے بڑی نصرت تھی۔ نہیں سہل کی تھی بیٹھنے اور سب سے بڑا لڑکا انیق انھار ہوئی بس میں لگا تھا۔ ابھی اقیب اللہ کی سے اچھا ویلے تھے۔ آج محل میں زلزلہ لگنے والا تھا۔ کچھ ہفتے پہلے انیق کا بیجرگ کارڈ نکلا تھا۔ اس نے

نیاں کھلیاں حاصل کی تھی۔ ریسپونڈ اور گڈا ابھی نکلاں میں تھے۔  
ایسے وقت میں نصرت آئے اپنی بہت اور استعدا سے بڑھ کے اس حد سے بڑھال گئے تو سارا دیا۔ مظلم بھائی کا ایک ہی بھائی تھا جو بیرون ملک عرصے سے مقیم تھا اس نے فون پر نصرت کرنے کی ہی زحمت کی۔ وہی فون پر نصرت کر رہی تھی اور بچوں کے لیے اور کیا کر سکتی تھیں۔ ”البتہ کھیلے کما کھارہا تھا۔“ انہوں نے اور جرت کا مکتا۔ ”یہ تھا کہ ان میں سے کوئی اپنا فرض ادا نہیں کرنے کو تیار تھا۔ کسی بھائی نے بیویہ میں کی دیکھی محل کے اور ڈرے نہ کی کہ پوری بھوری سنبھلی نہ بڑھانے اور پھر افراد کی زندگی مستعد نہ سنبھالی بڑھانے اسے میں کھیلے کو صبر مانا۔“  
”بھی تو کسے کھیلے کرتے رہنے کے لیے کوئی ایک۔“ جو نہ کسی مگر مگر ساتھ بھلانے والے کا ناکا تھا۔ ہتھ چھڑا لیا تاکہ ایک گھرمس۔“

وہ دو رو کے بپوش اور پھر دستا شروع کر دیتیں۔ ان کی نسبت بھولنے خود کو جلد ہی سنبھال لیا۔ اس کی بانی پھر برسوں چلے سوا ہونے کے بعد واپس اپنے بیٹوں کے پاس چلے گئیں۔

”آج کا دن بیکار کی طرح اداں تکھیلے چھلے ہوا ہے۔“ جتنی بھی انہیں اس کی یاد تھی وہ اس اور باسیت بھری تھیں۔ نصرت کے روز کو وہ کام کی سے جانے سے نہیں کر سکتے۔ کھیلے باہمی نے گرائے کہ رقم ان کے ہاتھ رہتے ہوئے کیا تھے۔ میں کما۔

”مصافحہ کرنا ان کی زندگی میں بھی ایک۔ ان کی دہر سو رہ نہ ہوئی تھی۔ اس پرانے برس کے بچے غم میں دھیان ہی نہ را کیا تھا۔ وہ بھی سب خیال تو ہی رکھتے تھے۔ اب سر یہ پڑی ہے تو آہستہ آہستہ کچھ ہاؤس لگ۔“

”مگر کھیلے باہمی اس بار تو فون والوں نے پوری تنخواہ اور کردی ہوگی۔ مظلم بھائی کی اپنی بار تو نہیں صرف چشمن ہی کرنا اور بڑے گا۔ ایسے میں ہی بڑا دل رو پنے کر کے نہ پائے۔“

”یہ خیال تو میرے دل میں بھی آیا تھا۔ اہل سے مشورہ کیا تو کتنے لگے۔“ اس سے علانے میں چھوٹا پورشن دیکھ لو جس کا کر لہے دو ڈھائی ہزار تک ہو گا کہ آسانی سے ادا ہو جائے۔ بس ذرا ہوش آئے تو اوپر اوپر چلیں۔“

”کیسی باتیں ہوں۔“  
”یہ خیال تو میرے دل میں بھی تھا۔ جس میں سے جانے دلوں کی سبب مظلم بھائی میں رہے تو ان کی آبا ہونے کے بل بوتہ پر سب سے میرے اور خرب لگنے ہو۔ میں نہیں اور بڑھے جانے دل کی بلکہ میرے ان فرض بنائے کہ اس رشتے کو ایمان داری سے بھلاؤ۔ یہ تمہارا اپنا حشر ہے۔ تمہاس میں حق کے ساتھ رہ سکتی ہو۔“

ان کی غصانہ بیٹھنے پہ کھیلے کے آنسو پھر مہرہ نکلے۔  
”آپ کی عیادت اور غلوں اپنی جگہ آیا لیکن اپنے بچوں کو کبھی کے دکھ کے ساتھ ساتھ جتنی کی لذت سے وہ چاہتیں کرنا چاہتی۔“ آپ باقی ہیں کہ وہ ایک ٹیوٹیو بات کی اولاد ہیں۔ یہ بھگت سے کاروائی ہوگا۔“

”جتنی بھی اس کو دیکھتا ہوں پورے حق اور دھڑلے کے ساتھ۔“ راتل نے زلفٹ کی۔  
”اور آپ کا خانہ جان کے ساتھ رشہ نہیں زیادہ پرانا اور مضبوط ہے۔ تمہارے جوتے آٹھ دن ہونے ہیں۔ جھینٹوں سے آتی بڑگان باغشہری ہوتی ہے آئی؟“  
”جہاں سے لوٹ جھت لے لے ہاتھ پھوڑا کر سمیٹ گئی چاہے۔“ کسی کی محبت اور شفقت کی چھانچوں میں جینا تھا جتنی سے اکل ایک بگت ہے۔“

وہ کچھ نہ کہہ سکیں۔ چاہے وہ بیٹے سے آنسو صاف کرنے لگیں۔ ”البتہ انڈیا زب اب تک تہذیب اور نیکو ہے۔“

”تمہا چلو گیا کہ تمہارے دل کو پھینک دینے کی طرح اور کردی رہے۔ میں کر لہے بھول جاؤ۔ وہ بھی تہ تک جب تک کہ اتفاق کو بھولیں۔“  
”مگر میں ہوا جا گیا۔ اب وہ ہی تھی رہ گئی ہے اس کی تعلیم مکمل ہونے میں۔“  
”مجھے تو آثار میں سب سے بھلا چار چار کی نہیں





دیکھا ہے، ڈنگنا ہونے کا ذکر پہلی بار سنا ہے۔ کیوں  
 پراہیل بھائی! آپ تو ڈاکٹر ہیں، ہے کوئی ایسا واقعہ  
 تجربے یا مشاہدے میں؟  
 پراہیل نے مسکرانے پر اکتفا کیا، جبکہ شکیلہ نے  
 نظروں ہی نظروں میں بیٹے کو سرزنش کی۔

”یہاں کے ڈاکٹروں کی بات ہی نہ کرو۔ مجھے وہاں  
 ابو ظہبی کے ایک بڑے ڈاکٹر نے بتایا تھا کہ ڈیپریشن  
 کی وجہ سے وزن مسلسل بڑھنے لگتا ہے۔ چوہا چھوہو  
 سوچے سوچے رہتے ہیں۔“

نصرت آیا کا تو جی نہ بھر رہا تھا، سات سالہ ریمیا اور  
 چار سالہ مومو کو پار کر کر کے

”کھانا تو برا لہذا نہ بے آپ، عرصے بعد گھر کا ذائقہ ملا  
 ہے۔ ورنہ اپنے لیے الگ سے پکانے کی ہمت نہ ہوتی  
 تھی۔ جو ہو سکل کے لیے پکا دیا، خود بھی دو وقت کھا لیا۔  
 تیز مسالے، بازاری ذائقہ، تھی اور آئل کا کھلا  
 استعمال۔“ وہ خود ہی اسے منائے کا اصل راز اکل گئی۔  
 یعنی بلاناغہ مرغن غذاؤں کا استعمال۔

”لیکن آپ نے ناحق اتنی زحمت کی۔ پتہ نہیں  
 اس قدر گرمی میں کتنی دیر بچن میں وقت گزارنا پڑا  
 ہوگا۔“ اس نے نیپل پر جی اپنی تمام پسندیدہ ڈشز سے  
 مکمل انصاف کرتے ہوئے ہمدردی جھانکائی۔

”بھئی۔ یہ سب رفعت کا کمال ہے۔ اس نے مجھے  
 بچن میں کھنے تک نہیں دیا۔ میں نے صرف اسے یہ  
 بتایا تھا کہ تمہیں کیا کیا پسند ہے اور اس نے تمہاری  
 پسند کی آدھی ڈشز بنا ڈالیں۔“

فرانی چانپ کی بیٹی بیچو، ڈی کلٹوم نے ایک  
 اچھی سی نظر مومو کی پلیٹ میں فروٹ سلاڈ ڈالنی  
 رفعت پہ ڈالی۔ سلاڈ سا سراپا، بیس اکیس کا لٹھرن،  
 معصوم چہرے پہ سلوکی، بھولین اور شجیدگی کا عجیب  
 امتزاج۔ گرمی کی حدت سے اس کا گندھی چروہ تہمارا  
 تھا، سلیٹے سے گندھے لمبے بالوں کی چوٹی سی دو تین  
 لٹیس سلٹھے کی تیز ہوا سے نکل کر چہرے پہ لہرا رہی  
 تھیں۔ یقیناً، یہ فرانی چانپ، بچن بریلی پالک گوشت  
 فروٹ سلاڈ، گلاب لہر کھڑو تیار کرنے میں اس کا پورا

”بچے بھی آج کل ماڈرن تائیاں داہیاں پسند کرتے  
 ہیں اور کلٹوم کیا سوچے گی اس طرح آپ کو دیکھ کے  
 او اس ہوگی کہ کوئی آپ کا خیال رکھنے والا نہیں، اس  
 لیے آپ خود سے غافل ہیں۔ میں نے رفعت سے کہہ  
 کر آپ کے سنبھال کے رکھے جوڑے سلوا دیے  
 ہیں۔“

مگر وہ ہندی لگواتے ہوئے کچھ اور ہی سوچ رہی  
 تھیں۔ وہ کہ کلٹوم کے بیچھے درد ناک خطوط کے  
 مندرجات یاد آتے رہے۔

”آپ مجھے دیکھیں تو بچپان نہ سکیں کیا۔“  
 ”پڈیوں کا ڈھانچہ بن کے رہ گئی ہوں۔“

”بچوں کی اوپر تلے کی پیدائش پر، مینٹنیسی اور  
 زچگی کے بعد کسی کے خیال نہ رکھنے کی وجہ سے میری  
 صحت کا حشر ہو کہ رہ گیا ہے۔“

”سارا دن کام سے فرصت نہیں ملتی۔ حشکن، بے  
 آراہی تیندگی کی اور کام کے بوجھ نے ادھ موا کر بھوڑا  
 ہے۔“

اور وہ واقعی اسے دیکھ کے پہل نظر میں یا نکل نہ  
 بچان سکیں۔ وہ ج کہہ رہی تھی، اس کا واقعی ”حشر“  
 ہو کہ رہ گیا تھا۔

آٹھ نو سال پہلے جس کلٹوم کو بہاہ کے رخصت کیا  
 تھا، وہ تیس سال کی کاسمی سی، گڑیا سی چھوٹی موٹی لڑکی  
 تھی۔ اور اس وقت جو زیورات میں لہدی ہندی، کٹے  
 ہوئے بالوں اور بے تماشیا پھیلے ہوئے، ہم دلی سرخ  
 و سفید عورت ان کے سامنے کھڑی تھی وہ اسے  
 پہچاننے سے قاصر تھیں۔ وہ تو جب کلٹوم نے اپنے  
 تھل تھل کرتے وجود کو سنبھال کر انہیں گلے لگایا تو  
 اپنے خون کی مسک نے اس کی پہچان کرائی۔

”یہ تم نے اتنا وزن کیسے بڑھالیا؟“ زیادہ دیر وہ نہ  
 سکیں تو رات کے کھانے پہ سوال کر ہی ڈالا۔  
 ”ہائے آپا! ایسا ہوا؟“ فکروں اور پریشانیوں نے یہ  
 حال کر دیا ہے۔“

اس بات پہ اینٹ کی زبان پہ کھلبلی ہوئی۔  
 ”فکروں اور پریشانیوں سے انسان کو آدھا ہوتے تو



دن رگہ رگہ ہو گا لیکن اس کے باوجود وہ جھانسی جھانسی ہنسی  
اور اس کی بے پناہ مسکراہٹ میں ایک نادی تھی۔  
کلثوم کی سرسری انناز میں اسی گہرے نغمے کیس جازن  
کے گرد و پیش آئی۔

موسم کے پال سلائی رفت رفت سے عجیب بے چینی  
سی محسوس کی جیسے وہ کسی کی ہنسی نظر کے حصار میں  
ہو۔ غیر ارادی طور پر اس نے آئی کی ابو ظہبی سے آئی  
ہن کو سر اٹھانے کے ساتھ کہ سیریل وہ دن سیریل انناز  
تھیں اور کسی کو کیا ضرورت تھی اسے حور سے نہ۔  
لیکن وہ اٹھ اٹھانے سے بیٹھ میں سوخت ڈن ڈن میں  
تھیں۔ ان سے ہوئی اس کی نظر کا ساتھ جیسے

راہ میں نہ نہ۔  
وہ اسے نہ دیکھ رہا تھا۔  
جہاں سے ہجر کو رفت کی ساری حیات جھنجھٹا  
آٹھن وہیں اور وہی اپنی چوری چکرے جاتے ہی پھٹا گیا

اگلے دن رضوان کا فون آیا۔ وہ کلثوم کے آنے پہ  
خوشی کا اظہار کر رہی تھی ساتھ ہی دیکھ ایڑھے لاہور  
آنے کا پورا پورا کام بنایا تھا۔  
"ہاں ٹھیک ہے میں اس سے ملنے آؤں گی لیکن  
اسے سمجھانے کا جائے ہے پہلے جائے کیا دن یا چتر  
کھنڈن کے لیے ہی کسی ٹرک میرے گھر آئے ضرور  
سر سال کا معاملہ ہے اور چھوٹے شہر کے لوگ ایسے  
فلنے دینے کے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔ اچھا نہیں لگے گا  
کہ وہ بڑے سونے سے ملے پتھر دیکھیں ملی جائے۔ بچے  
بھی خالد سے مل کے خوش ہوں گے۔ وہ کون سا روز  
ہو گا آئی ہے لاہور سے سرگودھا تک کا فاصلہ اتنا بھی  
نہ زیادہ نہیں۔"

"م تم خود کہہ لو۔" سونوں نے جان چھڑایا تھا۔  
"اب وہ تو میں کہہ رہی ہوں۔ آپ کا بھی تو فرض  
بناتا ہے کچھ بھلے بھلے۔ جہاں سے کل بچے ہیں تو بڑی بہن  
کے بھی دکھایا کریں۔ لاہور سے فون نہیں ملتا۔ میں بات  
کرتی ہوں۔"

نصرت کا کلثوم کو ریمیوٹر حملے کے خواب دیکھ کر  
نصرت آیا تاہم اس وقت سے پہلے کہ سنے نہیں تھیں تب  
راہ میں آئے کرے سے نکلا۔ ہنسی ہنسی کی وجہ سے وہ  
صبح کو بیکے کر لوٹا تھا اور پندرہ پوری کرنے کے بعد  
وہاں تیار ہو کر جانے کو تھا جب اس نے والدہ کو  
میں وہ سری جانتی تھی۔ کھڑی کلثوم کی آواز سنی۔  
"اسے پھیلے آئی ہے۔ تو پھر گھر لیا ہے" سراسر  
ہنار تھی سے آتے۔ نئے کو لراہے اور وہیں گھر لیا  
پئے اور اپنے دو دنہا نے پھر سے ہیں۔ سنا ہے اب تو لراہے  
نکلتا ہے پھر چھوڑ دیا ہے۔"

"ہاں ہلی ٹھیک ہے کراہے لیا۔ لیما ان کی مرضی  
ہے۔ یہی سب بات تھی ان کا مادہ اب نہ لینے سے  
تقصان لگے گی ان کا نہیں تو وہ سے بھی کی طرح نکال  
چھینے گا۔"  
"ہاں ہاں ٹھیک بات کسی کوئی اور نہیں ہو تھی تو  
مکان کے حصے کی بات بعد میں کر میں پھر کراہے تین  
حصوں میں بانٹا جاگا۔"

راہ میں نے ایک گہری سانس بھری اور سر ہٹک  
کے پرن کی جانب مڑا لیا۔ سر میرے چارنگ رہے تھے  
اور جب اسے یوں سے وقت کھانا ہوا تو وہ کسی کو  
ذمت دینے بغیر خود کلثوم کو سر کے اٹھایا کر لے چلا  
پہلے بات میں تھے اس نے رات کا ڈولا ڈو کباب پلیٹ  
میں رکھے اور فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل لے کر نکلا  
تو کلثوم نے تک فون سے چٹی تھیں اس کے چہرے اور داری  
جانب تھا شاید وہ باہر والے روزا سے یہ نظر رکھے  
ہوئے تھیں جہاں سے آیا کے آنے کا خطرہ تھا۔ سنا  
کرے میں بیٹھے راہ میں کے کلثوم میں ان کی بات  
چٹی۔

"پہ نہیں آؤں گویا بیٹے رہے کیا لیکر ہوتا  
ہے۔ میں تو بیٹھ ان کے خط کے پڑھنے کے راتوں کو رو رہی تھی  
تھی کہ بے سہمی بڑی سہمی پکارے کوئی دیکھ بھال ڈولا  
تھیں۔ یہاں آ کر دیکھا تو چل چلی تھی تو نہ شوگر نہ  
جوڑوں کا درد۔ بازاروں کے چکر لگ رہے ہیں مسلائی

ہاں ہوتی ہے۔ واہ بھی چمک چمک ہنسی ہنسی ہنسی کی  
ٹھانے دی اور خود کیا خیر ہے۔ چالیسی  
نڈالے رفت خود سے ہنار کے ہیں وہ لڑکی مارا  
یا کرتی ہے۔ یہ ایک سے ایک تمہ جو رہا ہے  
ہن کی کر کے تھی رہتی ہیں۔"  
اس سے زیادہ سنے کی اس میں سنا نہ تھی۔ وہ  
بچن میں چلا آیا اور بیٹھ مانتے رکھ کے بچے گیا۔  
بات تھا کہ یہ باہن میں وہ سنے اس کے لیے سنے  
ہوا۔ کبھی بھرے ٹرے سنے میں پلا تھا بوخت تھی  
کر کے تخت ایک ایسے خاندان میں جہاں عورتوں  
علم کا تناسب نہ ہونے کے برابر تھا۔ خصوصاً  
ہی رادی پچھو پھولوں وغیرہ سے وہ واقف تھا۔ خود  
کی چینی رضوان اور ان کی مہولہ نشی اس کی  
مہر میں کی چپقلش اور مہل چار صراحتاً لیکن کتب  
کھینک۔"  
"ہاں کی بات میں سمجھتا ہوں۔"

ایک وجہ تو یہ تھی اس کے خیال میں کلثوم ایک  
پرائیٹ خاندان میں ان کی رضوان کی نسبت ایک  
ماحول میں رہنے کی وجہ سے ایک عداوت  
کرات کی مالک تھی اور یہ دن رات رہنے کی وجہ  
کہ لکھنؤ سیاست سے نااہل تھی۔ گھر اس کے سارے  
از سے غلط نظر آتی تمام تعلیمی قابلیت کے باوجود  
اسی اعتبار سے وہ وہیں ٹھہری تھیں جہاں اس کی  
کسی بھی چیز رضوان اور مہل محل چھوٹی نہیں۔  
کلثوم جرت کا مقام تو یہ تھا کہ وہ دس گن کے  
ہری تھیں۔ گئے اور پھر رہی تھیں۔ اور بس بھی  
رت آ رہی تھیں۔  
یہی سب سے بڑی اور اہم وجہ تھی راہ میں کی جرنلی

اس کی سمجھ سے باہر تھا کہ نصرت خالد جیسی ہے  
اشقیق اور مہمان خاتون جن سے یہ راہیں تک کو  
ہوت ہو جائے ان کی سنی نہیں ان سے ٹالیں کیسے  
سکتی ہیں۔  
کی حالت اور ذہنی کی کوئی قدر نہیں رہے گی؟

کیا تیار یا نکلے ہے جتنی عیب نہ کہہ گیا ہے؟  
\* \* \*

کلثوم کو آنے سے چھ روز ہو چکے تھے اور یہ تھے کہ چھ  
دن سے نہ مصروف کر رہے اس کے بھی اور کیا کے  
بچہ مشکل آ رہے اور آرام کرنا اس کا اعلان کرنے  
والی کلثوم کے پیر گھر نہ نیکر رہے تھے۔ مشکل ایک  
روز اس نے عمل خوب گھر گزارا۔ ساری سہمی ایک  
بازار کے چکر لگا رہے ہیں تو سہمی بازار کے بھی  
پرائی کی سہمی کے لیے چلا جا رہا ہے تو سہمی بچوں کو  
ٹھانے کے لیے۔ اتفاق سے اس بیٹھے راہ میں کی  
مصروفات بھی کئی مہر ہیں وہ مہر رفت سے شام کو گھر لوٹ  
آئی اور آ کر تھکتی تھی اس کی صورت میں وہ  
رات دہرے کو لوٹ کر آئی تھی کھارنا کھانک ٹائٹ ڈیوٹی  
مہر چلائی۔

کلثوم سے اسے کراس اسٹاف جیسی کی طرف بھی  
تھی جن سے اس نے بیٹھ فٹول یہ خیر تھا۔ یہ  
ساری خرید و فروخت اسٹاف بھائی اور آئی نصرت ہوئی  
تھی، لیکن اب وہ خود چاکر بیٹھ اور اس کے عمل وقوع  
کا پتہ لیا جا چکی تھی اور یہ تخمینہ بھی لگانا پتا نہیں  
کہ مکھن کی تھکتی میں اس کی تمام رات کو تھکا کر لے  
گئے شاید وہ مستحقاً اپنا کراسٹاف کو ہونے کے  
ارادے میں سمجھتی تھی۔ البتہ نصرت آزاد کورٹ اسی  
بات پہ ہوئی تھی کہ شوہر سے خفیہ رکھ کے ملائی بلان  
ہے سارے معاملات میں اسے رازداری اور سلامتی سے  
ملے کر رہی ہے۔ وہ کلثوم سے شادی ہونے تک وہ ایک  
لاٹالی اور اضر محض سہمی ہی تھیں رہیں۔  
شام کو سلاست تک راہ میں لوٹ آئی تھیں اس  
کے ساتھ ہوئی آرام کا ایک منٹ نکالے بغیر وہ سب  
بچوں کو لے کر ٹھانے نقل آیا تھا۔ سہمی کلثوم بھی  
ساتھ ہوئی۔ اسے گھوٹے پھرنے سے زیادہ شایانک  
جنون تھا۔ ان کو خیر داری کے شوق میں ساتھ  
نہیں سے سہمی تھیں، واقعہ کو ساتھ نہ جاتی۔  
رفت سے چاری ہے وہی ذمہ داری آن پڑی۔ صح

218







بجیس۔

میں نے جانا ہوتا ہے کہ میرے ابو کی کوئی تکلیف نہ تھی۔  
 کوئی دلچسپی نہیں۔ نہ ہی وہ میرے لیے کسی  
 جاگیدار بنی ہوئی شخصیت تھے۔ وہ میرے ساتھ  
 چاہتے تھے کہ میں خاندان کی کسی لڑکی کو منتخب کر لوں۔  
 میری پسند سے آگاہ ہونے کے بعد وہ صرف اتنا بولے  
 کہ چلو اچھا ہے خاندان میں انتخاب کرنے کی شواری  
 ہے جان بچھو لی ذرا تیرا کہ جس کی بیٹی لوں گا  
 وہ تو راضی اور پابلی ہو گا۔

وہ چپ کر گئیں۔ کل کے رضوان کی خواہش بھی  
 نہ تھی۔ میں نے اپنے ذمے سے اپنی بیٹی کا ہونا لیا  
 کر لیا۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ راجیل  
 جیسے اچھے شادی نہ کر دے تو وہ تمہیں کی بات ہے  
 کسی کو بھی وہاں نہ پاتا۔ رضوان رو دھو کے صبر کر گیا  
 لیکن رفت سے شادی وہ بھی معاف نہیں کیا تھی  
 اور یہ بزم نہ ہی کے کھانے میں لگھا جائے گا۔

”رضوان رضوان! آ رہی ہے۔“ بہت دیر بعد  
 وہ لوگ۔

”یہ تو اور بھی اچھا ہے آپ ان سے بات بھی  
 کر لیجئے گا اور رفت سے ملو گی دیکھئے گا۔“  
 ”ہرگز نہیں۔“ وہ تڑپ کے پوسٹ۔

”میرا مطلب ہے کہ تم آؤ کہ ابھی نہیں۔ ابھی کل ظلم  
 ہی رہا ہے۔ وہ یہاں اور دو مہینہ نہ آ رہی ہے۔  
 صرف وہ چار روز کے لیے ہو سکتا ہے ابھی اچھا کہ  
 اسے تمہاری بات ہی کہے اور وہ کافی ناخوشوار ہو گیا  
 ظاہر ہے میں نہیں چاہتی کہ میرے بعد تیرا  
 کسی اور کوئی بد مزہ ہو جائے۔“

”میرا اعتراض ہے کہ میں کیوں آؤں؟“  
 ”بڑی ہے تمہاری سال کی چلے۔ یہاں کی طرح  
 ہی پالا ہے اس نے۔ کیا اس کا یہ کوئی حق نہیں۔“  
 انہوں نے دوسرے الفاظ میں جتنا چاہا۔ پتا نہیں وہ  
 نہیں سمجھ رہا جان ضرور گیا۔

”ٹھیک ہے۔ جیسے آپ مناسب سمجھیں۔ لیکن  
 وعدہ کیجئے۔ جلد ہی میرے پاس ضرور کریں گی۔“  
 وہ وعدہ کرنا نہ چاہتی تھی مگر آجائے میں ضرور  
 آؤں۔

”ایسا تم سوچو اور اجمل ہو سکتا ہے تمہارے بھوں  
 نے تمہارے متعلق کچھ اور سوچ کر لکھا۔“

”بہنیا بالکل نہیں۔ شاید آپ کو ابعدانہ نہیں کہ  
 بن مان کے بچے ہو کر سے بچوں کی نسبت اپنے والد  
 سے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ میرے ابو کی بھی میرے  
 دوست ہیں۔ بچھلی بڑے ایک ہیڑھے۔ جس میں سر کھوٹا  
 تھا تو انہوں نے میری شادی کا خواہش کا اظہار کیا تھا  
 تب موقع نہ تھی۔ میں نے ان سے ڈکر کر کہا تھا  
 کہ لاہور میں ایک لڑکی مجھے پسند ہے۔ اگر آپ  
 مناسب سمجھیں تو وہ یہاں آ کر بیٹھے۔ رضوان  
 ہو گئے تھے اس کے اگلے ہی پھٹے انکل کی خدمت ہو گئی تو  
 میں نے یہ سلسلہ اپنی اہل ملتی کر دیا۔ یہ کسی ابو کی  
 نے کہا تھا کہ اس کو کرنا ہی داوی ای جا چکی ہیں  
 کہوں تو زبان بہتر ہے۔ عمر میں ایسے معاملات زیادہ  
 خراب سے گئے بھائی ہیں۔ ان کی نسبت آپ سے  
 میری زیادہ ہے۔ کھلی ہے جس کی وجہ میں خود بھی  
 نہیں جانتا کہ میرے ان چھ لہا میں آپ کے اتنے قریب  
 آ گیا۔ آپ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ کی ہاتھ  
 کریں۔“

اس کی اس وجہ بہت ڈانٹا ہے۔ نصرت آ کر اکال  
 بھر گیا۔ اس کا سر سلانے لگیں۔ مگر وہ اسے بات نہ تھا  
 کہ اپنا پان کا یہ مان دینے والے کا نام انہیں خود تو  
 پڑا تھا۔

”میں ابھی نہیں کر سکتی بیٹے! ابھی میں کسی بات تو  
 کلوم کو سمجھا رہی تھی کہ رفتے اور شادی چاہے مجھے  
 محالاً اتنی اتنی نازک ہوتے ہیں۔ کسی بھی ناخوشوار  
 بات کے نتیجے میں کرانے والے کو بھگتنا پڑتا ہے  
 تمہارے اور اچھ بھائی کے خاندان میں بہت فرق  
 ہے۔ بہت اچھا بچہ ہے۔ تمہارے خاندان والے اس  
 بات پر ہرگز تیار نہ ہوں گے پھر چار دن میں کیوں نہیں  
 آؤں۔“

”بہن! ابھی میری شادی کے معاملے کو پڑایا  
 معاملہ۔“ کہہ کر میں چھڑا رہی ہیں۔ دیکھتے خالہ جان!

وہ خوف زدہ تھیں۔  
 یہ بات راجیل بھی بھانپ گیا۔  
 مگر اس بات سے خوف نہ تھا۔ جس سے جاننے سے وہ  
 قاصر تھا۔ اس کی بات سنتے ہی ان کے چہرے سے وہ  
 تڑپ اور سراسیمگی بچھل گئی۔ وہ حریف ظاہر  
 کر رہا تھا۔ اس کی وجہ جاننے میں ناگم رہا تھا۔  
 ساری رات اور سارا دن ہی سوچتا رہا کہ آخر  
 کیا وہاں جو رفت سے باہر ملان والی محبت کتنی  
 ہو گی۔  
 وہ یاد ہے جو انہیں چھپکا ہوا تھا۔ جس میں جلا کر دی  
 ہے؟

ان کے انہوں نصرت آ کر آپ کی طرف سے یہ بار اور  
 محبت بھی نصرت بہت دور اس کے سامنے ظاہر  
 نہ ہوئی تھی۔ نتیجہ آئیے کہ ان کا علم اور جو عورتوں کی  
 طرح ان سے کسی بچھلاؤ کا سامنا کرنا کہ ان کے  
 بارے میں تو وہ ایسا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ یہی بات  
 اسے سمجھا رہی تھی۔

”شاید وہ اس بات سے خوف زدہ ہوں کہ میری بیٹی  
 کی جانب سے بے نیازی اور مخالفت کی صورت میں  
 ان کے تعلقات ٹھیکہ آئی اور رضوان بھی دونوں سے  
 خراب ہو جائیں گے۔ یقیناً کی وجہ ہوگی۔“ وہ اس  
 نتیجے پر پہنچ گیا۔

”کہہ کرنا میں اور ہے ہی کون۔ یہ وہ نہیں جو بڑا  
 اچھا ہے۔ مگر یہ سمجھا رہی تھی نصرت کہ ان کی یہی  
 ہے اس پر اس کے جینین خالہ جان نے اپنی محبت  
 سے کھینچ کر رکھا ہے۔ اس قدر اچھا نہیں ہے۔ مگر بار اور  
 پھر اور سسرال والوں سے اس کے تعلقات کیسے ہی  
 کیوں نہ ہوں گے مگر ان کی اس کا سزاؤں چاہتے  
 کھلی ہوتی ہے۔ اسے ادوں کی تو بڑ اور محبت حاصل  
 کرنے کے لیے یہاں تک کہ نہیں رہنا پڑا۔ کہنے کو  
 ہی ہیں مگر یہی ہوں گی۔ راجیل اور ناخوشی سے  
 اپنی خوف زدہ رہی ہیں کہ ہر جازنا جازنات سہ جاتی





ہیں۔ شاید یہ مصالچہ کا خوف انہیں اس معاملے پر مجبور کر رہا ہے۔

رائیل کافل ان کے لیے طرہ و تہہ پر تاملہ نہیں انہیں کب سے جانتا ہوں؟ صرف چھ ماہ سے اور ان کے ہاں تو پچھریے دونوں ہمیشہ جنسین خالد جان محسوس کرتا ہوں۔ انہیں اپنے بدلے کے اتنے قریب سے بھیجے سے لگا کے لڑائی لڑاؤ ان کے پیچھے پر لڑائی جیانا ان کے بدل ان کے لیے ہم کیوں نہیں ہو جتے۔ اب انہیں ان کی عمر تک پہنچنا سب سال ہو چکے ہیں۔ اب چھوٹی بہن کو بیاد کے فائدہ میں تو جب بھی ان کی شادی کا خیال کیا جاسکتا تھا کہ از کم بیٹی جان ہی ہوتی سوچ لیتیں۔ برستی عمروں کی خاندانی چائیس سال کی عمر تک ہوتی ہے۔ ان کی بھی ہو جائیگی۔ ایک اور خیال جنسین کے طرح انہیں کے پرے پر دوش ہوگا۔

ابو بھی تو قبیلہ سے ملنے پر بہت چند برس کا تھا۔ کسی نے خلوص سے ان کا دوبارہ کھرسنا نہ کبھی نہیں سوچا۔ نہ ملنے سے نہ نہ ہونے سے نہ بھانڈنے سے۔ چچی جان چائیس تو اب بہن کے ساتھ ساتھ بیٹھ کر کھر بھی آواز کرتی تھیں مگر انہوں نے لبانا نہ کیا۔ شرکات کون روایت کرنا ہے چاہے وہ کسی بہن کی ہی کیوں نہ ہو۔ بیروں سے وہ خاندان کی انگوٹی اور خود گذار ہو اور چوہر دانی کے مزے لوٹ رہی ہوں۔ کاش کاش ہو گیا ہو۔ اب تو قیاساً صرف سوچا جاسکتا ہے جس معاشرے میں شخص جائز اور فرض چوہر ہے اس طرح کا کواری کا اکتھار کیا جانا ہے کہ انسان انہیں کسے کے بعد خود کو مجرم جاننے لگتا ہے۔ اگر اب یہ خواہش میری زبان پہ آئی تو جانتے کیسے فیلڈ ہوں۔ مجھے اس پر صرف دو کھر کے ممبر کہنا پڑتا ہے۔

رضوانہ اپنی آئی تھی۔ وہ زخمی تھا۔ اگر اور بقیوں ان کے کوزا ہوا ہے تو یہ تعجب ہی نہیں۔ اسے کس کے رکھا گیا تھا۔ فیروز موہلی میں بہرحال کی طرف وہ جیانا بیٹھتی تھی کھر یہ نکلنا۔ اس لیے وہ اٹھا کو بھی نہ لائیں کہ وہ بھائی ہے۔

مقدور مگر نظر رکھنے کے شہر صاحب اس لیے نہ آئے کہ رشتہ اور عمر میں جھانپنی حالت سے خود چلنے کے طے کرنا ان کی شان کے خلاف تھا۔ البتہ ایک لکڑی عمر مرانگی بولنے والا ملازم ضرور ہمراہ تھی۔ اس کے آنے سے کھر غیر معمولی بچل چکی جھلا کر کہنے کا وہ ایک کھی مگر کھر کی خاموشی فضا میں ایک ارتعاش سا رہا ہو گیا۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی مگر زینتہ دو روز سے اجال میں مجبب کی شہد کی پیدا ہوئی تھی۔ رضوانہ کے آنے سے نصرت آیا اور کلثوم دونوں اپنی چٹپٹ و دلچسپی کی طور پر بھول بھال گیا۔ ملازم کے ساتھ آنے سے نصرت آرا کو نصرت کو کھر سے روکنے کے دوسرے الفاظ میں چپے آنے سے روکنے کا بہانہ بن گیا۔ انہوں نے سمرات سے کھلیے بھانسی سے کہا۔

”بہت جان بولتی رفعت۔ نہ میرے مہمانوں کے پیچھے اس قدر تہہ کن میں رہی۔ بھان بوازاری کی ہو کے رہی تھی۔ اس سے کولاب اور ہی رہے اور تمام کھر کے ملاوچہ چپے رہے۔ تو کھر کی ہاری کلثوم کو کوئی نہ کوئی کام یاد آتا ہے۔ گات سے دیکھ کے ملاوچہ آئی ہے۔ تار رضوانہ کے ساتھ۔ کھر کا کام کا پتہ دیکھ لے گی اور پھر بازار کے پتہ کو قریب تر رضوانہ ہی جان سے ادا کرے گی۔ اس وقت میں دونوں ہمیشہ ایک دوہنے سے پیچھے تھیں۔“

پھر کھر نصرت کے لیے اس کے ساتھ چپے کھی ضرور۔ نصرت آیا تو اس سے ضرور لگی سے بھلا گیا اظہر ہو وہ تاملہ خدشہ تو صرف یہ تھا کہ اسے سامنے دیکھ کے رات میں رضوانہ سے اٹھاروں کیا نہیں میں کچھ ایسا نہ کر کے کہ وہ معاملہ بھانپ جائے۔ کھر کے کہ سارا دن وہ زیر بحث نہ آئی۔ رضوانہ بڑے سرسری اعداؤ میں اس سے ملی۔ البتہ کھلیے بھانسی سے ان کے شوہر کی وقت پر کسی انداز میں تعجب ضرور کی۔ اس وقت تیار تھیں کولون عمارت میں حالت ہوا۔ رات کو تینوں جنسین کھر سے میں آئی تھیں تو پاتوں پاؤں

میں کلثوم نے کھر سے ہڈ کر کھیرا جو دو روز قبل دونوں میں وہ نہ تھا۔ بڑا تاملہ تھا۔ ”تم کھر ہی اصفانہ سے کام لرو رضوانہ! کیا کلثوم کی یہ بات درست ہے۔ تم بھی بیٹی لادلو۔ تمہیں سے ایک بیوہ عورت کی ہائے نون اس سے غلط خیال کرلوں۔ جب بیوہ ملے اس کی پیٹیم بیٹی پر ہی ترسے گی تو وہ ضرور صبا تو جو بھولی چھپا چھپا کے کھے بددعا میں رہے گی۔ کیا سادری عمر کی رات میں ان بددعا کو حاصل کرنے کے لیے نکالوں۔“

انہوں نے کھر سے اس کے سامنے رکھ کر قوی طور پر رضوانہ سوائے تانید کے اور کچھ نہ کہا۔ ”کھیک کھی ہیں کیا باری لڑکی ہوتی تھا نہیں کیا ضرورت کھی تمہاری ہائے نون۔ دوڑے اٹکلنے کی کھر رفعت سے ان کا دن رات کا کٹنے واسطہ ہے۔ وہ بے چاری کہاں اس کی ماں سے شکستہ اور طعنے سنتی رہیں۔“

”کھر تپا پتہ کھی تو سوچو کھی اپنے بھائی کو اس حال میں چھوڑنے سے تیار نہیں۔ اس میں دو سزا کوئی کام آتا نہیں۔ اگر ہم دونوں نکلے تو حالات ایسے نہیں رہیں گے کہ وہ دونوں کا چھوٹا کھی میں بھانسی کی طرح سے نکل نہیں اور تو کھی۔ بھائی کے علاوہ کچھ سوچنا تھا نہیں۔ دو سال ہوئے ان کی بیزن وانگھ کر تے اب نہیں جاگتا اس بات سے کھر زمانہ ہو گیا ہیں کہ یہ فضل و کھاندہ بیچوڑے کے استکان شفت ہوا جائے۔ اس میں کھی میں نے ظاہر کر رکھا ہے کہ کھی کے صفحے کی جائیداد سے کیا ہے میرے لیے مکان تعمیر کرنا شروع کر دیا ہے۔ کھر کو کیا استکان جانے کے بعد اس میں صرف اسے کا دوبار کے کے رقم کی ضرورت ہوگی۔ اب انہیں کیا جڑ کھر طرح تو مال کھی پائی تیار کی ہے۔ کھر کی بھرا بھری کی ہے۔ اب وہ میں رکولت ہے تو صرف یہ کہ علی گارڈی بھائی صاحب کو اس حال میں پتہ پڑی ہو۔ اگر تھے تو کھی کے کا دوبار کے ساتھ چھوڑے جائے۔ تیار نہیں۔ مجھے اس لڑکی کی شکل میں امید کی ایک کھر نظر آئی تو کیا کھر میں۔“

میری زندگی میں یہ مشکلات ان ہی کی لائی ہوئی ہیں۔ اس کا ایدہ انا زلہ نہیں کر سکتیں۔ تو کم از کم کھے اپنے طور پر اپنی زندگی سلا سلا کر میں اس کی بہتری لڑکیاں کھر ت اور اجرت سے اس کی پیٹیم کی طرح چاہتی زبان کی اور تیار تھی۔

”کھے چھوڑو گی کلثوم! اس لڑکی کے پیچھے کیوں بہن میں۔ کھے تعلقات خراب ہوں۔ تو میرے ساتھ سرکوحاصل تھارے مگر مزار میں اس کی بہتری لڑکیاں ہیں ان سے تو بیوہ بولنے کی بھی ضرورت نہیں۔ وہ کھر خدشہ کر کے لڑی ادوا کر میں کے غریب کھر لڑکی تیرے کے کھر کے کھر ہے۔“

رضوانہ نے کیا مشورہ دیا جس پر کلثوم نے کھر کے ضرور اور کھی اور کھی پر مشورہ دل لگا کھی لیکن اب کھر سے وہ اس بات سے کچھ ناگوار کھی رہی کہ آخر چھوٹی تپانے بھی ہوگی کیا کیا ساتھ دیا ہے۔ ”اب کھر اس میں کھینک صورت رفعت کی طرف داریاں دو اور میں میں ہاں ملائیں کیا کیا ساتھ کھے بھی بہت ہے کہ رفعت کی اٹھائی کھواری لڑکی نہیں نہ ہی پاکستان میں ایسے ضرورت سے مفید پوش لوگوں کا کھل ہے جو کھی نہ کھی کھر کھواری بیویاں سر سے کھی طرح کے کھٹھ میں تو کھی ایک چھوڑنے کے لڑکے انوں میں ہے۔ نہ رفعت سے میری سوئی انی کھی لے کے کھر عمر سے کھی اٹھا کے اسے میں سرسری سارا وہ ظاہر کیا تھا کہ آپ سے کھی کے اکھوتے لوگے کا راتیل کے لیے امیدوار ہو اور ہر ماں کے دیکھا تو کیا کھتر سے اپنی مفنور نظر رفعت کی تو آپ کے لڑکے کا راتیل کے لیے چھوڑنا ہوا ہے۔“

”کلثوم۔“ کھی ہاں سے نصرت آرا کی اپنی بلند آواز تیار تھی۔ ”کھے خدا کا خوف کرو کلثوم! کیوں کسی کی بیٹی ہے تمہارے لگا ہی ہو۔“ نصرت قلم و مدد سے ان کی آواز بھرت کی تھی۔ رفعت نے کچھ کہا تو کھی نے کھی کے اٹھاروں کھی سے کھی وہ دنگل سے کھی آئی کھی کھی کھی۔ کھے تو راتیل کو بہن کے کھے کھے کے بعد کہا بولا

سب کے سامنے اس پر اپنا حق ثابت کر کے بھی تو اور  
 اور بس اس کی ماس بھی ہم نوا ہو چکی تھیں۔  
 یہ میرا رعبت سے کوئی پیمانہ نہ ہی ایا جانے سے  
 کوئی مطلب ہے پھر میں بغیر کسی وجہ کے بھوت کیوں  
 ہوں گی۔ یہ مجھ سے زیادہ دنیا آپ نے دیکھ رکھی ہے۔  
 ایسا تو وہ نہیں سلکا کہ آپ ان دونوں کے تعلقات کی  
 نوعیت جانتے نہ سکی ہوں۔ ”مہتری“ سراج کل  
 ملاؤں میں بھی ڈھونڈنے سے ایسی ہی جو نہ ہوئی  
 کیاؤں کے بل ہی دام کی ملازمین کے دن رات کام  
 کرے یہ راجل کی کشش سے جو اسے پیچھے چھوٹے  
 رکھتی ہے میری سہماں دار ہی تو صرف ہمانہ ہے اور  
 آپ سب جانتے ہوئے ہیں چپ مارے بھی ہیں۔“  
 ”کیا یہ ٹھیک کہ رہی ہے کیا؟“ رضوان نے صدمے  
 سے بے حال ہوئی۔ اس کی نظروں میں شکوک کے  
 سامنے دیکھ کے اربعہ ایک ہی دست ہار لگے۔ مزید  
 صفائی کے لئے اور ایک تانہ دو حوصلہ۔  
 ”یہ کیا سس کی کیا اس ہمانہ نے ان کے گھر کے  
 سارے کام جو صحت ہو جاتے ہیں۔“  
 ”بس کو کھانگہ میں اس کو خود آکا واسطہ ہے“ پانچ آڑ

انٹاکے لیے ہوا ہے اور ہے بھائی صاحبہ تو اسوں  
 نے راجل کو مکمل طور پر بری ہی ذمہ داری قرار دیا  
 ہے۔ خود خواہستہ اگر انکار ہوا راجل کی جانب سے  
 اگر میری کسی زندگی کوئی آئی تو ان سے تو جس نہف انساں  
 کی اور اگر کسی اس رعبت کا نام نہیں کیا تو کیا میں  
 آپ کو حرافت میں کہوں گی۔“  
 دوڑنے دوڑنے لگ گئی۔  
 اسی کے راجل اور دوڑنے سے پٹانا جو ساری ہنگتوں  
 ایک نکلنے کے عالم میں ہی رہا تھا۔ ابھی اسے پہل  
 سے آتے ہی اسے سیدھا چا ہی جان کو یہ بتانے آ رہا تھا کہ  
 اس کے قریبی دوست کی والدہ ان سے ملنے آتا تھا جی  
 ہیں کہ دو روز سے یہ ہی ان کی پھولی، بہن کی بھینڈ تیز  
 آواز سن کر گاہک کے کہے ان کے الزامات کی تفصیل  
 سن کر جڑاں تھا کہ انہوں نے رانی کا کیا تو اس سرعت  
 سے تھیر گیا اور ساتھ ہی ساتھ اس پر چیخی جان کی اس  
 دورے خواہش کا بھی اعتراف ہوا کہ وہ اسے انٹاکے  
 حوالے سے ہی کیا تھی اور تو توجہ تھی لگتی ہیں۔  
 وہ کھنگے قدموں سے اپنے کمرے کی جانب لوٹ  
 آیا۔

انٹاکے بھٹا پر کوئی رانی تھی بلکہ ایک لحاظ سے وہ  
 اسے پھرنے بھی کر تھا۔ لگتی اس پسندیدگی کے حتیٰ کہ رگز  
 وہ نہ تھے جو نہ ہیوں اور رعبت کے لیے محسوس کرنا  
 لگا تھا۔  
 انٹاکے اسے خاندان کی دیگر لڑکیوں سے بر لحاظ سے  
 مختلف تھی اور ممتاز تھی اسے انعام سے لگا تھا جس  
 کی حوصلہ افزائی وہ ہی اکثر دیکھ کر کرتا تھا۔ اس کے  
 علاوہ بھی وہ اپنے اطوار کی مالک لڑکی تھی۔ اگر وہ چچی  
 جان کی اس خواہش سے پھلتے آئی ہو تو اسے یہاں تک  
 تک فطری طور پر انٹاکے سے اس کے پسندیدگی کے  
 جذبات کوئی اور رنگ اختیار کر سکتے ہوتے کہ وہ اپنی  
 خصوصیات کے ساتھ ساتھ ظاہری طور پر بھی وہ نفس  
 ہفتیت کی مالک تھی۔ اس لیے وہ اس دل کا کیا کرتا جو  
 نامحسوس طریقے سے رعبت میں بھٹا پر عام کی لڑکی  
 اس پر چونکا تھا جس کو پاپا نامن نہ تھا، مشکل بھی نہ تھا

گھر اس ساتھ سے کسی اور کی زندگی میں مشکلات ضرور  
 پیدا ہو سکتی تھیں۔  
 اور وہ ذات اس کے لیے اتنے کم عرصے میں اتنی  
 محترم ہو چکی تھی کہ اب وہ اسے مشکلات میں نہیں  
 دیکھ سکتا تھا۔

نصرت تاپانے ہر ممکن گوشہ کی کہ وہ رضوان کی یہ  
 غلطی بھی دیکھ کر لگیں۔ یہ نہیں وہ متعلق ہوئی یا نہیں  
 گھر وہاں سے بڑے کڑے پھینکا بلکہ اس کی نوبت ہی نہ تھی۔ وہ  
 پانچ روز کے لیے لگی گھر تیرے نہ اسے ہی لایں اور  
 لگی۔ اپنی جگہ نہیں لکھتے بھی بچوں کے ساتھ اس  
 کے ساتھ ہی چلی گئی۔ دونوں نے جھومے نہ نہ بھی  
 انہیں ساتھ چلنے لگا۔

اسے دھڑکی کا پہلے پیمانہ ہی اور روٹی کے بعد آج  
 گھر میں وہی ساتھ تھا جو سالوں سے دو دروازہ کا سامنے  
 تھا لیکن چند دنوں کی رعبت کے بعد وہ ”آواز میں“  
 شور بنگامہ ”رعبت کیا ہوئے“ ایسے لگ رہا تھا جیسے  
 آج وہ باہر گیا ہوئی ہوگی۔ بار بار ان کا دل بھر آ رہا  
 تھا کہ وہ آسودہ گئے کی بارہ گوشہ کی جارہی تھیں۔  
 ”کیا ہوا کیا ادا اس ہو رہی ہے؟“ پتی نے چاک چاک  
 کھلکے بھی بھی نیچے اتریں اور کہ ان کے پاس  
 آئیں۔

”بھئی بھی ایک آگ آگس۔“  
 ”جو لوگ تو راجل میں ہیں تو آپ بھی آپ کے  
 سامنے ہی تو راجل سے دیکھ کر کے پھینکے۔ یہ کھٹکا  
 فون تھا کیڑا سے ٹوٹی سن کر آپ کے پاس آ رہی  
 ہوں۔“  
 ”بڑی جلدی دیوارہ یاد آتی تھمارے جیسے کو مرحوم  
 بھائی کی اولاد کی۔ وہ تو سالوں میں یاد کرنے کے جاری  
 تھے۔ اب سینے بعد ہی دو سران ان حیرت ہے۔ خون  
 سفید ہو گیا ہے۔“  
 ”پاپا میں بھی سمجھتی تھی۔ اب خیال آتا ہے  
 ٹھیک ہے وہ بھائی کے مرنے پہ نہ آسکے آگے کرتے

# سوسائٹی میگزین آن لائن



- گرمے ہونے والوں کو دلتا ہے۔
- گھٹے بل آگاہ ہے۔
- یوں یوں کو مضبوط اور
- چمکدار بنا دیتا ہے
- مردوں کو ترقی اور
- بچوں کے لیے سفید
- ہر عمر میں استعمال کیا
- جاسکتا ہے۔
- ”سوسائٹی میگزین“
- 12 بڑی خوشبو گلاب قیمت / 60 روپے
- بڑی اورس کی تیرہ کے اصل بہت سے مکمل لہذا
- یہ تحفہ ملتا ہے ہر ماہ ہر ماہ ہے یہ سوسائٹی میگزین ہر ماہ
- میں دستیاب ہوتا ہے ہر ماہ ہر ماہ ہے یہ سوسائٹی میگزین ہر ماہ
- کی قیمت صرف 60 روپے ہے۔ یہ سوسائٹی میگزین ہر ماہ
- بھیجا کر ہر ماہ ہر ماہ ہے یہ سوسائٹی میگزین ہر ماہ
- میں آتا ہے حساب سے ہر ماہ ہر ماہ
- 80 روپے
- 2 روپے شہانہ کے لیے۔ / 140 روپے
- 3 روپے شہانہ کے لیے۔ / 210 روپے
- نہایت بڑے ہر ماہ ہر ماہ ہے یہ سوسائٹی میگزین ہر ماہ
- میں آتا ہے حساب سے ہر ماہ ہر ماہ
- 53 روپے کی ہر ماہ ہر ماہ ہے یہ سوسائٹی میگزین ہر ماہ
- میں آتا ہے حساب سے ہر ماہ ہر ماہ
- 53 روپے کی ہر ماہ ہر ماہ ہے یہ سوسائٹی میگزین ہر ماہ
- میں آتا ہے حساب سے ہر ماہ ہر ماہ
- 37 روپے کی ہر ماہ ہر ماہ ہے یہ سوسائٹی میگزین ہر ماہ
- میں آتا ہے حساب سے ہر ماہ ہر ماہ



بھی کیا، نہ تک تو کچھ نہیں سکتے تھے اور وہ سارے رشتے دار جو ہفتوں پہلے بھی وہیں توڑتے رہے انہوں نے کون سا تیرا رکھ لیا۔ قلم ڈھوسا چاہتے ہیں کے توڑتے کھا کے دوبارہ پلٹ کے نہ پوچھا کہ کچھ کس حال میں ہیں، ہزارا کیسے ہو رہا ہے۔ ان سے تو یہ کہہ دو، پھر ہزاروں میں کمزور بیٹھے ہو وہیں تو رکھا۔ کہہ رہے تھے کہ ان کو اپنے پاس بلاؤ، نالہ ہے میں، تعلیم بھی مکمل کر لی، گورنمنٹ میں ملازمت بھی دلاؤں گے اور جب تک وہ یہ سب نہیں ہو جاتا، یہیں نہیں رہتا اور کوئی تعلیم کا خرچہ اٹھانے کو بھی تیار ہیں۔ میں اب تک کام کر اگر ان کا بیٹا رخصت سے سات سال چھوٹا نہ ہو تا تو وہ اپنی بیوی لیتے۔ کہہ رہے تھے اس لیے رشتہ ڈھوسا، میری بیوی کوئی نہیں نہیں، اس میں خود رخصت کر لوں گا۔ وہ جانتے ہوئے کبیرہ ہو گئیں۔

”بڑا دک اللہ، دیکھا لگیلہ بھائی اللہ بڑا منگیب لاسا یہ ہے، کوئی نہ کوئی دیکھتا ہے۔ جتا ہے اب کے خبر کی کہ وہ بھی جو ساروں سے بھائی سے اچھا، ان اپنی بیویاں بہت میں تھا، اٹھانے کا اپنی کیا بلت ہوئی اور کی کہ تیرے بیٹے بھی آکر سرائیں جائے گا۔ بس اب تم رخصت کے لیے تلاش چاہی رہو گے۔“

”ہائی! اگر آپ برا نہ مانیں تو میں آپ کی بات کسوں۔“ راضی نہ ہوئے۔

”اجازت طلب کی۔ نصرت اور اہل کبار کی بھڑک اٹھا۔ وہ کچھ بے سروگے نہ ہر دماغ میں ٹورا، اس تھک کے بیٹھے بیٹھ گئیں۔

”ایک بہت اچھا رشتہ تو میرے پاس بھی ہے، اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسے توڑ کر لیں۔“

”چھل۔ کون ہے کس خاندان کا ہے، مگر کیا ہے لڑکا؟“

”شریف لڑکا ہے، ابھی گورنہ کا کھانا چٹایا اور ڈاکٹر ہے۔“

اس بات پر اس نے ذرا دیر نہ ٹھہرا، اسے تباہی جانب دیکھا۔ ان کا چہرہ لہنے کی مانند سفید پڑ گیا تھا۔

”اور آئی، آپ اس سے اور اس کی فیملی سے مل سکتے ہیں؟“

”نہیں، اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔“

”نکل۔“ اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔

”نکل۔“ اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔

”نکل۔“ اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔

تھا یہ سب دیکھتے کا پویش ہی مکمل تھا کیا کہ وہ تو اس خبر سے نہ راضی کوئی تھی چاہی میں جس کو سمجھتا ہوں، میں اس میں رنجیدہ ہوں اور وہ جو چاہتا ہے کہ وہ ہاں سے چل پڑے نصرت لائے۔ وہ آج طور پر اس کے قدموں کی لڑکھائیاں محسوس کی، ان کا دل اس کا گلیہ ان کے دل کا پویش لگا ہو جانا چاہیے تھا اور ہوا بھی مگر ایک بوجھ کی جگہ ایک ایک دوڑنے لے لی تھی۔

”نکل۔“ اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔

”نکل۔“ اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔

”نکل۔“ اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔

”نکل۔“ اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔

”نکل۔“ اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔

”نکل۔“ اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔

”نکل۔“ اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔

”نکل۔“ اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔

”نکل۔“ اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔

”نکل۔“ اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔

”نکل۔“ اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔

”نکل۔“ اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔

”نکل۔“ اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔

”نکل۔“ اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔

”نکل۔“ اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔

”نکل۔“ اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔

”نکل۔“ اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔

”نکل۔“ اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔

”نکل۔“ اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔

”نکل۔“ اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔

”نکل۔“ اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔

”نکل۔“ اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔

”نکل۔“ اس نے انکار کیا، اور نصرت تباہ ہو کر رہ گئی۔

اور اس نے انہیں نواز دیا۔ ان کا آنگن محبت اور خوشیوں سے بھر دیا۔

اب کلثوم اور رضوانہ دونوں سے ان کے تعلقات پہلے کی طرح خوشگوار تھے۔ کلثوم پچھلے ہی سال اپنی جمیلی کے ساتھ پاکستان شفٹ ہوئی۔ مہینے میں ایک آدھ بار بچوں سمیت ملنے آتی ہے تو اس گھر میں میکے کا بھرپور ملن پاک کے نئے سرے سے کھل جاتی ہے۔ پریس میں گزارے دس سالوں کی تھمائی اور سختی کا دوا ہونے لگتا ہے۔ ہاں جیسی مشفق بہن کے ساتھ ماضی میں کیے سلوک پہ ندامت ہونے لگتی ہے۔ اور رضوانہ وہ تو تب ہی راضی ہو گئی تھی جب اس کے کچھ کہنے یا کرنے سے نعل راحیل کے والد نے خود انیلا کے لیے دست سوال دراز کیا تھا۔ البتہ راحیل کی عائد کردہ شرط پہ وہ ضرور کھٹکتی تھی۔



”بہنو“  
”داؤد“

انہوں نے سلام پھیر کے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے کہ دیا اور زید ان کے دائیں بائیں لپٹ گئے اور اپنی توپلی زبان میں انہیں پکار پکار کے متوجہ کرنے لگے۔ دعا مانگتے ہوئے سفید چادر کے بالے میں لپٹے ان کے نورانی اور پرسکون پاکیزہ چہرے پہ ایک آسہ سی مسکراہٹ پھیلی۔

”کتنی بار کہا ہے جب کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو اسے آواز نہیں دیتے۔“

انہیں آہستگی سے نصرت آرا سے الگ کرتی یہ انیلا تھی۔ ان کی اپنی انیلا رضوانہ کی بیٹی، راحیل کی بیوی، ان کی بھانجی جو عادات و فطرت میں ہو، سو اپنی بڑی خالہ کا پر تو تھی۔ دسکی ہی نرم خواہتی ہی بامروت اور نوٹ کے چاہنے والی۔ اس کی ان ساری خصوصیات کا اندازہ تو راحیل کو بھی شادی کے بعد ہوا اور وہ جو صرف نصرت تاپا کی خاطر ایثار کرتے ہوئے رفعت کی محبت سے دستبردار ہوا تھا اب عطیہ خداوندی کی طرح ملے

اس ہم سفر کی ہمراہی میں بے حد شلوو مطمئن تھا۔ ”آئین“ ۴۰ نمبروں نے دعا مختصر کرتے ہوئے چہرے پہ ہاتھ پھیرا اور دونوں بچوں کو ساتھ لینا کے ان کے مخصوص چروں پہ پھونک مارنے لگیں۔ انیلا واپس پلٹ گئی۔ راجیل آنے ہی والا تھا اور وہ اس وقت بچن میں مصروف تھی۔ عصر کا وقت تھا۔ سردیوں کا اختتام اور بہار کا آغاز تھا۔

بڑی خوشگوار اور روشن سی شام آری تھی اس آنگن میں۔ نصرت آبانے برآمدے میں بیٹھے اپنے نماز والے تخت پہ بیٹھے بیٹھے طہانیت سے اپنے گھر کا جائزہ لیا۔ درو دیوار جیسے زندگی کی حرارت سے دمک رہے تھے۔

پھولوں سے مہکتے آنگن میں پھول جیسے دو بچوں نے اپنے جود کی الگ سی خوشبو پھیلا رکھی تھی۔ دوا اور زید جڑواں تھے۔ سوا دو سال کے ہو رہے تھے۔ بولنا سیکھا تو راحیل نے نصرت آبا کا تعارف ان سے دیا وہ کہہ کے اور انیلا نے پتو کہہ کے کرایا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ

ایک کی زبان پہ مانو چڑھ گیا اور دوسرے کی داؤد۔ راحیل کی شرط یہی تو تھی کہ وہ انیلا سے شادی کرے گا مگر اسے رخصت ہو کے اس کی خالہ جان کے ہاں آنا پڑے گا جو اب راحیل کی بھی خالہ جان بن چکی تھیں۔ وہ ان کی ذات سے ماں کی محرومی کا ازالہ کر لیا کرتا تھا۔ رضوانہ کو کیا اعتراض ہو تا اپنی آپا کی طبیعت سے آگاہ تھی۔ وہ تو انما مزید مطمئن ہو گئی کہ انیلا شادی کے بعد بھی ماں نہ سہی، ماں جیسی خالہ کے زیر سلیم رہے گی۔

راحیل اپنی زندگی کی سب سے بڑی خواہش سے دستبردار ہوا اور اسے زندگی کی سب سے بڑی خوشی نصیب ہوئی۔ نصرت آرا بیٹی کی ماں بن سکیں نہ بیٹی کی مگر نصرت پھر بھی ان کے قدموں تلے آئی۔ اب وہ مانو بھی تھیں اور داؤد بھی۔





رُحْمًا يُخَالِفُ بِمَا رَأَى مِنَ الْأَعْيُنِ

# مَدَنی اور روستی

صوفی صاحب کا نگار بہت مذہبی تھا۔ ان کا بڑا بڑا عبادتیں قرآن متذکرہ کہ اب الیف اس کا امتحان چہرہ و اُختاب۔ وہ شہر جا کر اپنے گھر سے غافل ہو گیا تھا۔ بس روستی صاحب نے اس کا فرما دینا کر دیا۔ دو در سے بیٹے و درالین کو قرآن حفظ کرنے سے منہ سے ناپا تھا گویا کاوازاں دل نہیں لگتا تھا۔ اور اس نے گھر سے نچاگ جلنے کا عہد کر رکھا تھا۔ صوفی صاحب اس کے ساتھ حضرات صحبت روستی رکھتے تھے۔ آواز مدلل میں زینب ساتوں میں آواز جو روستی پر لڑائی میں تھی۔ آواز بہت قناعت لہند تھی جبکہ زینب اپنے ماہول سے خامی نسناس تھی۔ زینب انداز آس کی اور زینب صاحب کی روستی کی خامی کی طرح سے بھری تھی۔ وہ ہے مدینے باگ لڑی تھی۔ کچھ عرصے بعد گاؤں میں اس کی شہتی کے بیٹے سلیم کے ساتھ گھر سے نکال جانے کی خبر پھیل گئی۔ صوفی صاحب گھر سے باہر بہت عیم اطلاع سے نکل کر گاؤں تک ایک سنت کر گھران تھے۔ وہ ستر سلطان تخت کے گاؤں میں رہتے تھے۔ ستر سلطان تخت باجمد پر رشتہ کے گویا تھے۔ اور میں بلانا می ایک لوٹ لڑی کی زلف کے امیر تھے۔ سلطان تخت کی شہتی و گئے تھے۔ ان کی بہن کی مندر سے بھری تھی۔ چوان سے عزمین سات سالہ لڑی تھی۔ سلطان کے والد سلطان شاہ و تک ان کی سر کیوں کی اطلاع پہنچ گئی تھی۔ انہوں نے ان کی شادی لے کر دی تو سلطان تخت نے حقیر طور پر میں تامل سے نکاح کر لیا اور اب ایسی طائفی سیکسترسے خامی شادی کر رہے تھے۔







”آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟“ آپ کا باپ سمجھ سے کیا اسٹل ہے۔ آپ تو مجھے اپنی زندگی سے نکال چکے ہیں اور میں بھی آپ کو بھول چکا ہوں تو پھر۔“

”بھول نہیں گئے تھے ہمیں مار رکھے ہو۔“ خود پر قابو کر صوفی صاحب باجی تو آواز میں غارتے سے شرم سے فریفت ہے۔ جیسا انسان اپنے والدین کو قریب آ کر دیکھتا ہے اسے کی خاطر خود کو کتہہ بھانپا، اس کے اس طرح تو جو سمجھنے کے بعد بھی نہیں کرتے۔ چند سکول کی خاطر وہ بھی ایسا ہوتا ہے کہ اسے کھیلے۔

”میں کریں۔“ وہ ہاتھ ڈاکھارتی تو آواز میں غارتے میں سے جوٹ ہوا باجی آپ کو اس کے با لفرق پر آتا ہے۔ میں آپ کو نہیں جانتا آپ نے خود کو دھکا دیا تھا۔ اپنی زندگی سے نکال چکا تھا اور جو لوگ زندگی سے نکل جاتے ہیں وہ زندہ بھی ہوں تو بھی مر جاتے ہیں اور میرے لیے آپ لوگ ایسا دن اور مر گئے تھے جب آپ نے مجھ دھکے مارے۔ اور نکالا تھا۔ اس کا پھر ہر قسم کی بچاؤ سے مدد ہی تھا۔

”عبدالستین! آپ تھے جو تم؟“ وہ ہنسنے لگا۔ ”اب تیرا جیلا ہو گا کہ میں کیا نہیں چکا ہوں تو تو حاشا شہر خیر کر جب میں ذال ساتھیوں تو آپ کے پھول میں میری محبت کا سمندر تھا۔ میں مارے گا۔ اگر والدین آپ کی طرح بے حس ہوں یا اولاد کے بھی پھر کرے۔ میں جانتے ہیں۔ وہ بھی کبھی موقع شناس والدین کے ہونے سے تپیم بہا ہنستے ہیں۔“ وہ وہی فرقت سے بھونکا رہا تھا۔

”میرا حال ہے۔“ اس نے اپنے اس وقت نہیں سے کہ میں آپ کو دیکھتا تھا پھول آپ کو یقیناً ڈیڑھ سال کی ضرورت ہو گی جس کے لیے آپ نے اپنی سچا سچ کاٹھن کو بچل کر رکھنا تھا۔ آنا کا وہ ایسا ہے کہ وہ بے حس ہیں۔ رکھ نہیں اور ضرورت ایڈریس دے جائیں۔ ہر ماہ آپ کو ایک مقررہ رقم بھجوا کر دیں گے۔ آپ کو وہاں دھر آنے کی ضرورت نہیں۔“ اس نے کوئی کیسی جیسا۔ ہاتھ ڈال کر ہزار ہزار کے سات آٹھ نوٹ نکال کر کے سامنے میز پر پھینکے اور باہر کی سمت فرارے لگا۔

”یہ رئیس گھساویں مجھے۔“ جاننے سے پھیلے رکھے ہوئے اس نے کہا اور جب سے پھولنی ہی اندر اس کو دین نکال کر لیا۔ صوفی صاحب نے ایک افسوس بھری نگاہ اس پھول سے بے پروائی اس کی بیڑی اس کی خوشی میں کیا دن اور راتیں سو نہیں سکے تھے۔ اس نے خود کو نے انہیں کی دن کن نمل رکھا تھا۔ تو یہ کسی وہ خوشی یا اشتیاق کی امید آئے والے کل کا سارا۔

انہوں نے بیٹے میں کب کا رک رک کر آنا سنا ہی نہ سہولت سے خان کیا۔ ایک نظر میر پر پڑے اس نے اپنے نونوں پر ڈالی خود کو پھر میں سمجھتی کہ نہیں کہہ سکتے تھے انہوں نے اٹھا لیا اور باہر کی طرف بڑھے۔

”یہ رئیس تو گھساویں۔“ ”عبدالستین! آپ نے کیا کیا۔“ اس کی ضرورت نہیں اور نہیں معلوم نہیں صوفی کے ایڈریس میں ہوا کرتے قبرستان جاوے۔ کسی کسی کی بے نام فریہ ہر گھر کہ کر کہہ دینے میرے سال باپ کی ہڈی میں۔ سہل چاہے تو بھی کسی بے نام فریہ قاتل ہوا۔ لیکن اگر تمہارا اٹھس اس کی اجازت دے۔ انہد نہیں دے دے اور بھی نہیں زندگی میں ایسے حالات سے چارہ نہ کرے کہ تمہاری اولاد کو تمہیں سمجھتی کہ قبر میں آنا پڑے اور اس دور کا قبر جس کوڑے کوڑے سارے اسٹیل کوڑے کوڑے معلوم میں ملے، اناروئے سنوں میں ملے۔ ان کی آنکھوں میں آنی کی بے نام فریہ قاتل صحت القاری کر لی تھی۔ وہ تیزی سے وڑا لے کی طرف بڑھے اور باہر نکلے۔ عبدالستین نے ٹھیک کہ فریہ قاتل نے یہ بیٹ میں والے اور باہر نکل گیا۔

”یہ نہیں ہوا۔“ ”یہ نہیں ہوا۔“ اس کی بیڑی کی گاڑی میں شیخہ تانگاری سے بولی۔ ”لوں تمہارا دوا زنگ۔“ ”مجھے یہ دوا سونگے سیٹ پر بٹھا ہونے پوچھا۔“

بے اختیار ہونچا گیا۔ جھرمے بدن کا دروازہ اور پھر شخص لہر کا ڈیوٹیشن پئے انکھوں پر نازک شیشوں کی خوبصورت عینک سجائے۔ اسٹیمس انہوں سے نہیں روک دیکھ رہا تھا۔

”کی مدد استین سے وہ گھر آ کر گھر گھرے ہوئے۔“

”جھا۔“ عبدالستین سے۔ ”اس تو میں نے سہلایا۔“

”وہ کس نے بھجوا ہوں اسے تو میں نے بھی لکھی ہی وہ لا تھا اس کے لیے۔ باپ باپ سے آپ اس سے کیوں چاہتے ہیں؟“ وہ جاننے کے کھرا تھا پھر بکد مر گئے ہوئے ہوا۔

”کی نہیں۔“ صوفی صاحب کی زبان میں اس کی طرح نکتہ زندہ نہیں ہوتی تھی۔ وہ آج تک کسی کے سامنے اس طرح نہیں بھلکے تھے حتیٰ کہ سید اسٹیلن شاک سے سامنے بھی وہ بے حد اعتماد سے بات کرنا کرتے تھے مگر آج تو جیسے ان کی زبان کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ اس بے حد فحش کی طراقت نہیں منسوب کر رہی تھی اپنی کرداری کہ ان سے بات نہیں ہو پاری تھی۔

”میرا خیال ہے۔“ آپ اس کے مولوی صاحب ہوں گے اس کے گالوں میں۔ بتایا تھا اس نے مجھے اور آپ کے بیٹے سے میں نے آپ کو بچانایا۔ تہ ذرت کرنا ہے۔ وہ آپ کی کس طرح ماں باپ کے مرنے کے بعد آپ نے اس کی اس کی بی بی بیوانادی تعلیم کا خیال رکھا۔ ایسے اچھے نیک لوگ آج کے زمانے میں کبھی ملتے جاتے ہیں جو عورتیں جیسے تپیم سے سارا بچوں کے سر ہاتھ رکھتے ہیں۔ اپنی وہ میں اسے بچتا ہوں جا کر۔ جو چاہے ہو گا کھل کر بیان کر دیتے گا۔ آپ اس کے پاس روپے پیسے کی ماہی نہیں۔ آپ کے سب احسان انارنے کے قاتل ہو چکا ہے۔“ وہ بے حد فخر سے بتا رہے تھے۔

”میرا دادا ہے وہ تم کو دادا دے میں نے میرا ماں ہے۔ بہت اچھا بہت نیک گا لیں اور فرمائیں اور بیٹھیں آپ۔“

”کچھ آپ کی جان کو بھی بھجوا رہا ہوں۔“

وہ شخص صوفی صاحب کے قدموں کے نیچے سے زمین سر کر کر انہیں بیٹھے کو کر رہا تھا۔

”تپیم نے سارا سال ماں باپ کے مرنے کے بعد۔“ صوفی صاحب کے کانوں میں جیسے بیٹیاں ہی ج رہی تھیں۔

پہنٹا ڈاکے میٹوں میں بیٹے کی تیز کردی اور آندہ بیڑی کی بیڑیوں آندہ می کاٹھنالی شور۔

انہیں لگایا شور۔ آندہ می انہیں اس اڑا کر چارے سے ان کے قدموں سے ان کے ہاتھوں میں آندہ می کاٹھنالی شور۔

جیسے کسی چٹان کے نیچے جا جا رہا تھا۔ بیٹے سے قاصر۔ ان کا غصہ تیز تر چلنے لگا۔ بیٹے کے ہاتھوں میں آندہ می کاٹھنالی شور۔

اس آندہ می کے شوٹ میں بھی صاف اپنے ہونے کا پتہ دے رہا تھا۔ ان کی بیڈی میں بیٹے کے ہاتھ سے قدموں سے لگے۔ اور کوڑے کر دیا شور ہوا تھا۔

”میرا آندہ می لگائی میں بھونچا جا کر میں تو کسی مولوی کو نہیں جانتا۔ سہلایا گیا۔ حد کرتے ہیں۔ ہر ایک سے کر لیں۔“ (حوت) بھانے بیٹھ جاتے ہیں چاہے وہ شخص جان بچانایا کا ہو یا نہ ہو۔ تم گاڑی میں بیٹھو۔ میں ایک منٹ میں آئیے۔“ عبدالستین کی آواز انہوں نے اس آندہ می کے ہونا کا شور میں بھی باکسانی بچان لی تھی۔ جیسے ہی عبدالستین نے کمرے میں قدم رکھا۔ آندہ می اس کا چان بھرا شور لگھوٹا۔ سب کے سب ایک دم سے غائب ہو گئے۔

کرتے ہیں اس نے سی بیٹے کی بلکی میں گھولیں صوفی صاحب بھی عبدالستین کے آخری جہولن کی بازگشت۔ انہوں نے زخمی جہولن سے کہہ کر بھانے بغیر اپنے نکتہ جگر کو بھاسا کی آنکھوں میں ایک بل کی بچان کی لہری باہری لگا اور دو سرے بل ڈوب گئی۔ اس کا اٹھا ہوا شور۔ سب آئیے۔ ہونٹ بیٹھ کے اور چروٹو گیا۔ آنکھوں میں شور۔

”یہ کسے؟“ ”آواز اتنی بد قسم تھی کہ صوفی صاحب نے ہنسل سن۔“

کہتی تھیں۔ اس نے ان گھنٹوں میں چالی گھنٹا اور گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ موبائل پر ایک نظر اس کے سیاہ چہرے کی طرف دیکھا اور کدے دیکھا کہ گھڑی سے باہر دیکھنے کی اس نے شاید صوفی صاحب کو باہر جاتے نہیں دیکھا تھا جسے ہی گاڑی میں بیٹھ کر سسٹن کے اشارے پر رکھتے ہوئے عبدالستین نے دائیں طرف لٹا پلٹر بیٹھے صوفی صاحب کو دیکھا۔ وہ لوہوں کی پیشین میں سے ایک گھلی نکال کر اپنی زبان کے نیچے رکھ رہے تھے۔

”ستین! اسٹارٹ پاس کچھ بڑھ کر گاڑی ہوگی؟“ موبائل آواز پر اس نے چونک کر اسے دیکھا۔  
 ”نہیں۔“ وہ سو سوئی سے بولا۔ ”کیوں؟“  
 ”یہ لپاٹے جا رہا ہے اور وہ لپاٹا کھا رہا ہے اس کو دیتے ہیں کتا غریب دبا ہے کچھ لوہے پر بیٹھ گئے ہیں۔ ایسے لوگ ہی تو اصل سچے ہوتے ہیں۔“ سٹین کا کانا اس نے کچھ غریب نہیں بنایا اور دوسرے پر غریب تو کتہ مشکل زندگی ہے۔ سچے سچے تمہارے ہیں؟“  
 ”نہیں۔“ سٹین سٹین گھلتے ہی عبدالستین نے تیز رفتاری سے گاڑی آگے بڑھائی۔ اس کا پی چاہ رہا تھا گاڑی کسی اندر کی گھنٹی میں دو مارے۔

”اے اوجھ سے دبا زانو سے۔ جان نہیں ہے تیرے ہاتھوں میں۔ سید نے تیرے جسے کہا۔ گاڑی کی روانی نیچے زمین پر ٹھسکی ان کی پنڈلیاں اور پاؤں باریں تھی۔ کڑے وقت سے سیدہ کو جو لوگوں کے دو دور بڑھ چکے کا تھکا ہوا تھا۔

”ہاں اوجھ سے۔“ سیدہ نے مسکون انداز میں آنکھیں بند کیں۔ کچھ دیر یوں ہی گزری۔  
 ”صاف لپٹی کے اگلے پاس آیا تو؟“  
 ”نہیں ہی میں کی کسی ان کے کمرے میں وہ سو رہی تھیں۔“ وہ سوٹھکے ہوئے بولی۔  
 ”تاکا سوئی سے صاحب! نہیں کہوتے چہرہ لڑکی ہو۔“ سیدہ منہ میں بڑھا کیں۔  
 ”جی آپ نے مجھ سے کچھ کہا؟“ والی نے سن کر بھی انجان ہوتے ہوئے پوچھا۔  
 ”میں آتیرے کان بڑے جیتے ہیں۔ اپنے کام سے راکم۔“ انہوں نے ایک ہلکی سی لالت اس کے گھٹنے پر۔

”تیرا اندازہ کیا کرتا ہے۔ کتب تک ہوگی صاحب کی بی بی کے ہاں سچے کی پیرا گھل؟“ چند لمحوں کے بعد سیدہ نے پوچھا۔  
 ”کچھ مینے چہرے جانو کی پہلی بار نہیں ہی۔“ وہ بڑے اعتماد سے بولی۔  
 ”ہوں! ڈاکٹری کی کسی کمرے کی گھنٹہ کدے اس بار ہماری امیدیں بڑھ آئیں۔ سچا سچاں میں تین بیٹیاں بھی اس حویلی میں بیٹھنے نہ ہوئی تھیں۔ اب تو کان بیٹے کی آواز کتے کو ترسن گئے ہیں۔ کب اس حویلی کا وارث پیدا ہوگا۔“ وہ حیرت سے لہجے میں بولی۔  
 ”تین! سونہا اس بار بھی ضرور دکھائے گا۔“ والی خوشامدی لہجے میں بولی۔

”وہاں کسٹری کرانی ہے؟“  
 ”نہیں۔ ہمارا ان چیزوں پر یقین نہیں اللہ کے شریک بنتے ہیں۔ یہ لوگ ہم تو اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں اور مجھے یقین ہے وہ اس بار ہماری ضرورت سے گا۔“ سیدہ نے وہی ٹانگے اس کے آگے کی۔  
 ”مجھے اس بار اللہ کے کھرے پوری امید ہے۔ ہاں تو صاحب کی ساری انتہاں ہی اگٹ ہیں۔ چال بھی ہوتی ہی ہے۔ میرا تو دل پکا ہے بیٹیاں ہوگا اس بار۔“ دیکھنا پورے سال کا جشن منانا اس کا کوشش نہیں۔ اللہ ہمیں یہ خوشی

”سیدہ خوش نہیں آ رہی ہو۔“  
 ”تیرا منہ سوتوں سے بھریوں کی کیا کو خانا چل سال کے دانے بگڑا، کھی ڈالو لوگوں کی کپڑا اتنا کہ تیری گل اولاد ایک چھارے ایک آمارے پھر بھی حتم۔“ سیدہ ہونے والے بچے کے خیال سے ہی خوشی میں بولے باری تھیں۔

”ستین جی تم آئیں! انشاء اللہ بی بی اللہ سونے کے گھر میں رہے اندر نہیں۔ چنا ہو گا بی بی اس بار شادی کے گھر۔ میں تو سوتے جاتے آتھے بیٹھے، پہلے پھر تے ایک ہی سچ کر دیں کہ اللہ صاحب میں اس بار حویلی کے وارث کی شکل رکھائے ہمیں۔ کب پڑھا ہوں میں! صاحب نے سیدہ کو بڑا زمینوں کو بیٹیوں میں اٹھائے۔ وہ صحت دولت میں بڑھو تری ہو۔“ والی کے سوال میں طاقت بڑھتی تھی اور دیر میں۔ وہ بیٹی لگن سے دیاری تھی۔  
 ”انشاء اللہ! انشاء اللہ۔“ سیدہ سہل کر بولیں۔  
 ”کیا بیات کموں ہی؟“ چند لمحوں بعد والی نے پھر سے بولی۔  
 ”ہاں یوں۔“ سیدہ نے پھر ٹانگہ بدلی۔

”وہی تیرے پتر کا کھی دوست۔“ چہرہ میں ڈاکٹری بڑھ رہا ہے بلکہ بڑھتی ہے اس بار بڑا کیا تو بڑی دیر ہر سے دوسرے میں۔ چشیاں میں کر ماہا اس نے ایک بیٹی عجیب بیات کہی تھی۔“ والی نے پاؤں کی انگلیاں آہستہ آہستہ دباوتے ہوئے کہا۔  
 ”کیا؟“ سیدہ نے سائے تڑپ ڈال کر پوچھا۔

”کہہ رہا تھا جی عجیب بیات ہے پر یہ تو ہمارے بڑے سائے بھی ہیں کہ یہ رونق عورت سے اور اولاد مہو کے نصیب سے ہوتی ہے پر کہہ رہا تھا سسٹن (سائیں) کوئی ہے کہ اگر مہو کے گھر لگا کر لڑکیاں ہوں تو ڈکڑا کس کا ہی بھانج کرستے ہیں جس سے پھر لڑکے پیدا ہونے لگ جاتے ہیں اور۔“  
 ”کیا پکا اس کی تو سنے۔“ سیدہ نے ایک دم سے کھنکھنیں۔  
 ”خیر دور۔“ حرام لڑکی تیسرا میری باخو بیان کو لپٹ کر یا تو نے مسٹری تیرا مطلب ہے شادی میں نقیص ہے۔“  
 ”خیر! بے علاج کر میں اپنا۔“ حرام خواتین نے بھانج کر ان میں۔ تیرا بیٹھنا درست کر ان میں۔ مجھے اتنا لگا کر کہ سیدہ کو تھا سونہا اور لالتوں سے کئی کوچھا شروع کر دیا۔

”نہیں! سائیں۔“ نہیں تیرم نصیب میرا یہ مطلب (طلب) نہیں جی۔“ لالتیں گھونٹے اسے بولنے کا موقع ہی نہیں پڑے رہے تھے۔

”دور دور ہو جا میرا سے لگا۔“ آندھ میں تیری صورت نہ دیکھوں۔ اس حویلی کے اور گرد و پڑاؤ کس کے اندر۔ نہ تیری نہ تیری گل اولاد کی اور ہو جا میری نظموں کے سامنے سے۔ تیراں فضیلاں مڑوا لیں کہاں سرگھیں ساری کدے کے کرنا کلاس حرام خود۔“ سیدہ کی بیٹی پھر پکارا پکارا تھا۔ ساری ماہانہ میں اٹھی ہو کر کھیں اور چند منٹوں میں روٹی صوفی معانی پوچھنے والی کو اٹھا کر حویلی سے باہر بیٹھ گیا۔ آئیں۔ سیدہ کا جلال بھرا چولہا جسکو کاروبار تھا پختہ والی کو مار مار کر کھینچنے والی اور بولے ہوئے لپکا رہی۔  
 ”کھک حرام! بے غیبت بکواس کرتی ہے آگے سے شادی اپنا بھانج کر میں مڑوا لیں ٹھنڈے جو اس لگا کلاس لے کر آتیرے لیے چل دی۔“ سامنے سے آتی ماہرہ دو کھار کر انہوں نے کھمبوں دو لہتے مڑوں پلٹ گئی۔  
 ”خیر تو ہے کیا؟ اس پر چلا رہی ہیں اس وقت؟“ سلطان بھٹا اندر دھلے ہوئے مسؤ کلر کا سفاری سوٹ پہنے ہاتھ میں گولڈن کی چین گھڑتے وہ میں جانے کو تیار دیکھتی رہے تھے۔ دونوں کپٹیوں پر سفید کرے بال بل بن کر ان کی بیٹی کا اعلان کر رہے ہیں۔ ہر گھر کے اندر اس طرح سرخ سفید کی مہو ہوا تو بیا ہم لڑکی کہاں کی طرح جاتا تھا۔ سیدہ نے اس کی نظر اڑی۔



”میرے صحت مند شہزادے کو تو کسی کلب یا نکل والی کی بدخواہی کی نظر بند لگے۔ سات بیٹوں کا گھر دیکھے مگر وہی دھن دھن اس کی چوٹ کی اونچی ریتھیل ہی بل میں بھائی کی بلا میں آ رہی تھیں۔“  
 ”جی! ایک ننگ چاہ رہا ہے کہ اس کے ذرا کوڑے تمہیں چارے ہو؟“ وہ اب خود پر قابو پا چکی تھیں۔ آرام سے بیٹھے ہوئے تھیں۔

”بھول گئیں آپ“ آج ہماری ملٹی بیٹھل کھلی کی سب سے بڑی کھلی افتتاحی تقریب ہے جو ہمارا ہاؤس۔ کل واپسی ہوگی۔ بیٹن شاہد آئیں گے، نالو ماہر آئیں گے، آکھری بھی؟“  
 ”ہاں کل بھی ڈیکو کر دوں گے تھے آگے ان کی مرضی تمہیں تمام تکس واپس نہیں آسکتے؟“  
 ”کیوں تجربت کوئی کام ہے؟“

”نکل یا پھر شاہد کے ملازم چارہ چڑھائی ہے۔ لنگڑو خیر اور کھلا سادے چاری ہے۔ چوٹی کی طرف سے سو مٹاجوں کو کھانا کھایا جا رہا ہے۔ کل حضرت پیرولی کے سرکار بھی جانا ہے انہوں نے آخری تصویر بنا ہے اس کے بعد تو ضرورت نہیں جانے کی۔ بس پھر چوٹی کی دھیں چڑھانے ہی جائیں گے۔“ وہ جلدی جلدی تھانستے لگیں۔

”پا! آپ خود ہی ہو آئیے گا میں رات کو جانے کس باغ ہو تا ہوں۔“ آج کل رات کا سفر یوں بھی خاصا ڈیپتیرس ہو چکا ہے۔ میں کل بھی آسکوں گا۔“  
 ”نکل! سادے چیکساپ کے لیے بھی جانا ہے۔“  
 ”معلوم ہے سمجھے۔“ ان کی چہرے کے اثرات کا کچھ بول گئے تھے بیٹن شاہد یا نالو ماہر کی کھلیں اب کھڑی تھیں۔  
 ”نکل! وہ کونسا مکمل چیکساپ کے بعد اور کبھی نہ ڈیٹ تادے گی۔ الٹا سادہ بھی کرے گی اور دوسرے ایک سادہ بیٹ بھی۔“ میوہ نے بھائی کی نالو ماہر کی کو محسوس کرنے کے بعد جو بیان جاری رکھا۔

”نکل! اس سے معلوم کر ہی سکتے ہیں اس سادہ سادہ نالو ماہر کی نکل۔“ وہ طفرے ہوئے۔  
 ”نکل! کانا اور سلطان شاہ! بیٹن شاہد کی تیسری بیٹی کی ذبح اتفاقاً صالحہ ہو گئے مگر وہاں کھانا کھائی ہوئے والی ہے تو دیکھا گیا سادہ بیٹن ہو تھا۔“ میوہ نے پتہ چلنے لگی۔  
 ”میری تو نہیں جانتا۔“ وہ ختمی سے بولے۔  
 ”وہ تیس مہینوں کی تھیں۔“ وہ گھر ہوئے۔ تمہارے بیٹے پر موٹنگ لے کر نونہر ہوں گی ہزار برس تک بگڑے اس سے بھی زیادہ۔“ صالحہ جانے کس کرے میں داخل ہوئی تھی اور سلطان بخت کا آخری بھلاں نہ کرتی تھی سے دھائی۔

”گورمہ حسرت والی وہ بھی نہیں۔ مگر یہی جاؤ گی تو تمہاری ننھوں روح میری زندگی کے پیچھے پڑ رہے گی۔ میں نے تو اب اس گڑھی کو بھی روکا چھوڑ دیا ہے۔ جب تم میری زندگی کو خراب بنا لے چلی آئی تھیں۔“ سلطان بخت نفرت بھرے لہجے میں بولے۔  
 ”غدا پتہ نہیں۔ سہی ہوں اس دن بزم گئے تھے کس بعد۔“  
 ”تقریباً تمہارا سہ نہیں پڑیں۔ غدا پتہ آ کر رہی ہو۔ ہر سال ایک ننگی تلوار ایک بیٹی کی شکل میں ایک غدا پتہ کی صورت میں میری زندگی پر مسلط کر رہی ہو ننھوں سے غور تہ۔“ سلطان بخت غصے سے چلائے۔  
 ”میں رہی ہیں آپ سب ساری کھلاں۔“ صالحہ بھائی سے بولے۔  
 ”میں رہی ہیں اور ڈیوڈر ہیں اور بھگت دہی ہیں تمہاری صورت میں بیٹن جا کا غدا پتہ کا ختم۔“ چینی کی ضرورت تھیں۔  
 ”سلطان بخت۔ نہ دانت بیٹھے ہوئے ہر کراہ گیا۔“  
 ”بہت ہے تو ہمارا کڑے ہو کر مقابلہ کر دو۔ میں سب بھگت دہی ہوں جیتے ہی بزم میں بل رہی ہوں۔“ ہا

”گرجو کیش تو ہوا ان ٹریڈ ان ٹریڈ لڈی نیچر ڈی فوری ضرورت ہے۔“ ڈاکو ننھیں براہ راہ لیا ڈاکو کل صبح ہوئے، وہ کا معتدل ٹھنڈا اور اڈا ٹنڈو دے جانے کے لیے۔  
 ”بڑھا کرتے؟“ آندر نے ارجی آواز میں بڑھتے ہوئے نہ زہب سے پوچھا۔  
 ”بڑھنے کی ضرورت نہیں میں تم سے جوتا ہوا ہے۔“  
 ”کیا خیال ہے پھر؟“ آندر بھگتے باہی سے بولی۔  
 ”کس بارے میں؟“  
 ”بھئی ایسا ہی کرنے کے بارے میں؟“  
 ”تمہیں پڑھا نہیں انہوں نے گرجو کیش نیچر ڈیڈا ہندی ہیں۔“  
 ”تو کیا میں گرجو کیش نہیں ہوں۔“ آندر جلدی سے بولی۔  
 ”تم کلاخ میں رہے جانے کے شوق میں پانچواں سال بھی اور رگاری ہی ہو تو میرا کیا قصور رہا نکل گھر کے پاس ہے اسکول۔ تمہارا اور جویریہ کا کلاخ بھی پاس ہے اگر کچھ اور چاہا بل جانے تو بس۔“ وہ جو ش سے اسکول کی بی خوبصورت عمارت کو دیکھتے ہوئے بولی۔  
 ”تو بس۔“ زہب نے اس کی نقل آ رہی۔  
 ”بابا صاحب کو بتا چل گیا تو وہ بھی تمہاری سہی نہیں کریں گے۔“  
 ”کلاخ میں بڑھنے کی اجازت بھی تو انہوں نے دی تھی اب میں چھ ماہ کے گھر میں فارغ ہونے کی کیا کمال کر رہی ہوں۔ گھر کے حالات دیکھتے ہیں تا کہ میں بابا صاحب سے چارے کی کراہ کر دوں۔ میں اسل ان ریسٹارنٹ میں رہنے کے ہیں پھر کم کیا کریں گے۔“ آندر نے ایک بار پھر پھر اس اسکول کی عمارت کو دیکھا۔  
 ”میں میں کیا زبان تصور بابا صاحب کا خود بنا ہے۔ میں اس قدر ضروری ہیں وہ دونوں بھائیوں کو نکال باہر کیا تو اب خود ہی ساری ذمہ داریاں سنبھالیں گے۔“ اس قدر بھی انسان کو اپنا پرست نہیں ہونا چاہیے۔“ زہب نے اپنا موٹہ دہرایا۔

”تو ان دونوں نے کون سا پتہ کر خراب لے لیا۔ اگر بابا صاحب غصے میں آ کر انہیں برا بھلا کر گھر کے نکال سکے ہیں تو پتہ کس کھانا یا ننگ لیتے۔ دو چار روز حلال یا ننگ لیتے تو کیا بابا صاحب ان کو معاف نہ کر دے؟“ کس باپ کا دل اس قدر ختم نہیں ہو گا کہ اولاد کو یوں خود سے الگ کر بیٹھے اور مطابق ہاتھ پر معاف بھی نہ کرے۔ ان دونوں کے دل تو بابا صاحب سے بھی ختم تھے۔ آندر نے جویش کی طرح باپ کی طرف اشاری کی۔  
 ”کس باپ کا دل اس قدر ختم نہیں ہو تا تمہارا صاحب کا تو ہے۔ ناوردہ دونوں بھی ان کے بیٹے ہیں۔ خود انہیں کر کے انہوں نے نکالا۔ میں ان اور ہمارے ہزارا حصار پر بھی نہیں دیا۔ وہاں پٹ کراس سے رابطہ نہیں کیا۔ جیل سے تیار نہیں کر دہ میں کسی اعلا زندگی گزار رہے ہیں۔ کس بات پر بڑے آدمی کے دامان کر گرو دونوں میں تکلیں رہے ہیں اگر بابا صاحب اپنی ناکاؤنی خود کھری پتہ ڈال کر ایک بار ان سے ملنے چلے جاتے تو کیا بھائی کا دل نرم نہ ہا۔“ زہب نے زہب سے بولی۔  
 ”بھائی کو خود کون سا خیال آیا۔ صرف بابا صاحب نہیں ماں ہی بھی تو ہیں۔ ہمیں نہیں بھی تو ہیں انہوں نے کسی

”میرے صحت مند شہزادے کو تو کسی کلب یا نکل والی کی بدخواہی کی نظر بند لگے۔ سات بیٹوں کا گھر دیکھے مگر وہی دھن دھن اس کی چوٹ کی اونچی ریتھیل ہی بل میں بھائی کی بلا میں آ رہی تھیں۔“  
 ”جی! ایک ننگ چاہ رہا ہے کہ اس کے ذرا کوڑے تمہیں چارے ہو؟“ وہ اب خود پر قابو پا چکی تھیں۔ آرام سے بیٹھے ہوئے تھیں۔

”بھول گئیں آپ“ آج ہماری ملٹی بیٹھل کھلی کی سب سے بڑی کھلی افتتاحی تقریب ہے جو ہمارا ہاؤس۔ کل واپسی ہوگی۔ بیٹن شاہد آئیں گے، نالو ماہر آئیں گے، آکھری بھی؟“  
 ”ہاں کل بھی ڈیکو کر دوں گے تھے آگے ان کی مرضی تمہیں تمام تکس واپس نہیں آسکتے؟“  
 ”کیوں تجربت کوئی کام ہے؟“

”نکل یا پھر شاہد کے ملازم چارہ چڑھائی ہے۔ لنگڑو خیر اور کھلا سادے چاری ہے۔ چوٹی کی طرف سے سو مٹاجوں کو کھانا کھایا جا رہا ہے۔ کل حضرت پیرولی کے سرکار بھی جانا ہے انہوں نے آخری تصویر بنا ہے اس کے بعد تو ضرورت نہیں جانے کی۔ بس پھر چوٹی کی دھیں چڑھانے ہی جائیں گے۔“ وہ جلدی جلدی تھانستے لگیں۔

”پا! آپ خود ہی ہو آئیے گا میں رات کو جانے کس باغ ہو تا ہوں۔“ آج کل رات کا سفر یوں بھی خاصا ڈیپتیرس ہو چکا ہے۔ میں کل بھی آسکوں گا۔“  
 ”نکل! سادے چیکساپ کے لیے بھی جانا ہے۔“  
 ”معلوم ہے سمجھے۔“ ان کی چہرے کے اثرات کا کچھ بول گئے تھے بیٹن شاہد یا نالو ماہر کی کھلیں اب کھڑی تھیں۔  
 ”نکل! وہ کونسا مکمل چیکساپ کے بعد اور کبھی نہ ڈیٹ تادے گی۔ الٹا سادہ بھی کرے گی اور دوسرے ایک سادہ بیٹ بھی۔“ میوہ نے بھائی کی نالو ماہر کی کو محسوس کرنے کے بعد جو بیان جاری رکھا۔

”نکل! اس سے معلوم کر ہی سکتے ہیں اس سادہ سادہ نالو ماہر کی نکل۔“ وہ طفرے ہوئے۔  
 ”نکل! کانا اور سلطان شاہ! بیٹن شاہد کی تیسری بیٹی کی ذبح اتفاقاً صالحہ ہو گئے مگر وہاں کھانا کھائی ہوئے والی ہے تو دیکھا گیا سادہ بیٹن ہو تھا۔“ میوہ نے پتہ چلنے لگی۔  
 ”میری تو نہیں جانتا۔“ وہ ختمی سے بولے۔  
 ”وہ تیس مہینوں کی تھیں۔“ وہ گھر ہوئے۔ تمہارے بیٹے پر موٹنگ لے کر نونہر ہوں گی ہزار برس تک بگڑے اس سے بھی زیادہ۔“ صالحہ جانے کس کرے میں داخل ہوئی تھی اور سلطان بخت کا آخری بھلاں نہ کرتی تھی سے دھائی۔

”گورمہ حسرت والی وہ بھی نہیں۔ مگر یہی جاؤ گی تو تمہاری ننھوں روح میری زندگی کے پیچھے پڑ رہے گی۔ میں نے تو اب اس گڑھی کو بھی روکا چھوڑ دیا ہے۔ جب تم میری زندگی کو خراب بنا لے چلی آئی تھیں۔“ سلطان بخت نفرت بھرے لہجے میں بولے۔  
 ”غدا پتہ نہیں۔ سہی ہوں اس دن بزم گئے تھے کس بعد۔“  
 ”تقریباً تمہارا سہ نہیں پڑیں۔ غدا پتہ آ کر رہی ہو۔ ہر سال ایک ننگی تلوار ایک بیٹی کی شکل میں ایک غدا پتہ کی صورت میں میری زندگی پر مسلط کر رہی ہو ننھوں سے غور تہ۔“ سلطان بخت غصے سے چلائے۔  
 ”میں رہی ہیں آپ سب ساری کھلاں۔“ صالحہ بھائی سے بولے۔  
 ”میں رہی ہیں اور ڈیوڈر ہیں اور بھگت دہی ہیں تمہاری صورت میں بیٹن جا کا غدا پتہ کا ختم۔“ چینی کی ضرورت تھیں۔  
 ”سلطان بخت۔ نہ دانت بیٹھے ہوئے ہر کراہ گیا۔“  
 ”بہت ہے تو ہمارا کڑے ہو کر مقابلہ کر دو۔ میں سب بھگت دہی ہوں جیتے ہی بزم میں بل رہی ہوں۔“ ہا

”گرجو کیش تو ہوا ان ٹریڈ ان ٹریڈ لڈی نیچر ڈی فوری ضرورت ہے۔“ ڈاکو ننھیں براہ راہ لیا ڈاکو کل صبح ہوئے، وہ کا معتدل ٹھنڈا اور اڈا ٹنڈو دے جانے کے لیے۔  
 ”بڑھا کرتے؟“ آندر نے ارجی آواز میں بڑھتے ہوئے نہ زہب سے پوچھا۔  
 ”بڑھنے کی ضرورت نہیں میں تم سے جوتا ہوا ہے۔“  
 ”کیا خیال ہے پھر؟“ آندر بھگتے باہی سے بولی۔  
 ”کس بارے میں؟“  
 ”بھئی ایسا ہی کرنے کے بارے میں؟“  
 ”تمہیں پڑھا نہیں انہوں نے گرجو کیش نیچر ڈیڈا ہندی ہیں۔“  
 ”تو کیا میں گرجو کیش نہیں ہوں۔“ آندر جلدی سے بولی۔  
 ”تمہارا اور جویریہ کا کلاخ بھی پاس ہے اگر کچھ اور چاہا بل جانے تو بس۔“ وہ جو ش سے اسکول کی بی خوبصورت عمارت کو دیکھتے ہوئے بولی۔  
 ”تو بس۔“ زہب نے اس کی نقل آ رہی۔  
 ”بابا صاحب کو بتا چل گیا تو وہ بھی تمہاری سہی نہیں کریں گے۔“  
 ”کلاخ میں بڑھنے کی اجازت بھی تو انہوں نے دی تھی اب میں چھ ماہ کے گھر میں فارغ ہونے کی کیا کمال کر رہی ہوں۔ گھر کے حالات دیکھتے ہیں تا کہ میں بابا صاحب سے چارے کی کراہ کر دوں۔ میں اسل ان ریسٹارنٹ میں رہنے کے ہیں پھر کم کیا کریں گے۔“ آندر نے ایک بار پھر پھر اس اسکول کی عمارت کو دیکھا۔  
 ”میں میں کیا زبان تصور بابا صاحب کا خود بنا ہے۔ میں اس قدر ضروری ہیں وہ دونوں بھائیوں کو نکال باہر کیا تو اب خود ہی ساری ذمہ داریاں سنبھالیں گے۔“ اس قدر بھی انسان کو اپنا پرست نہیں ہونا چاہیے۔“ زہب نے اپنا موٹہ دہرایا۔

”تو ان دونوں نے کون سا پتہ کر خراب لے لیا۔ اگر بابا صاحب غصے میں آ کر انہیں برا بھلا کر گھر کے نکال سکے ہیں تو پتہ کس کھانا یا ننگ لیتے۔ دو چار روز حلال یا ننگ لیتے تو کیا بابا صاحب ان کو معاف نہ کر دے؟“ کس باپ کا دل اس قدر ختم نہیں ہو گا کہ اولاد کو یوں خود سے الگ کر بیٹھے اور مطابق ہاتھ پر معاف بھی نہ کرے۔ ان دونوں کے دل تو بابا صاحب سے بھی ختم تھے۔ آندر نے جویش کی طرح باپ کی طرف اشاری کی۔  
 ”کس باپ کا دل اس قدر ختم نہیں ہو تا تمہارا صاحب کا تو ہے۔ ناوردہ دونوں بھی ان کے بیٹے ہیں۔ خود انہیں کر کے انہوں نے نکالا۔ میں ان اور ہمارے ہزارا حصار پر بھی نہیں دیا۔ وہاں پٹ کراس سے رابطہ نہیں کیا۔ جیل سے تیار نہیں کر دہ میں کسی اعلا زندگی گزار رہے ہیں۔ کس بات پر بڑے آدمی کے دامان کر گرو دونوں میں تکلیں رہے ہیں اگر بابا صاحب اپنی ناکاؤنی خود کھری پتہ ڈال کر ایک بار ان سے ملنے چلے جاتے تو کیا بھائی کا دل نرم نہ ہا۔“ زہب نے زہب سے بولی۔  
 ”بھائی کو خود کون سا خیال آیا۔ صرف بابا صاحب نہیں ماں ہی بھی تو ہیں۔ ہمیں نہیں بھی تو ہیں انہوں نے کسی

کا بھی خیال نہ کیا اور دونوں کا آخری خط دیا ہے تاہم؟  
"میں نے فعلوں کا میں لکھی تھیں بلکہ صاحب کے بارے میں۔ ہمیں وہ پڑھ کر اس قدر غصہ آیا اگر بیا پڑھ لیتے تو  
جانے ان کا کیا حال ہو۔"  
"تو پھر کیا کچھ ہوتا ہے نائب اولاد خاص طور پر بیٹے جوان ہوجاتے ہیں تو والدین کو ان کی بہت سی باتیں نظر  
اندر آکر اڑتی ہیں اور بیا صاحب تو ایک دم سے غمے میں آجاتے ہیں۔ مرنے مارنے براز آتے ہیں۔ کسی کی عزت  
نفس ان کی نظر میں پھونچتی ہے۔ میں اس رشتہ اور پیار سے عبدالعین کے ساتھ کیا ایک ایسا کیوں نہیں چھتاتے ہیں بل  
میں۔"

"تمہیں خبر ہے کہ وہ بل میں بیٹھتا ہے؟"  
"آدم نکل کر بولی۔"

"میرے آئندہ بل میں اپنی بی بی کا کچھ نہیں ہونے معلوم ہے۔ آج کل دو گھر کے حالات جارہے ہیں بلکہ  
گھر شہ چار پانچ سالوں سے بیا صاحب اول ہی بل میں خوب بیچتا ہے۔ مگر اس کا اظہار نہیں کرتے۔ آؤ کر  
انہیں آج تک مجھے نہیں ملا۔ صاحب جا چکا ہے۔ یہاں رہتا ہے۔ وہاں وہ بدست رفتاری سے کھڑی  
طرف جاری تھیں کراچی میں کلاؤشیں تھا اپنی ڈگری لے کر آئی تھی اور زندگی اس کے ساتھ ہی گئی۔  
اب ہوشمال ہو گئے بلکہ اس سے بھی زیادہ گھر کے حالات نے پھینچے جا چکے ہیں اور کل عمل نظر نہیں  
آتا جو میرے کان کے اخراجات میں شامل ہو گئے ہیں اور عبدالعین یوں بیچتا ہے پھر کدواری ہونے کا نشانہ  
ہو۔ دونوں بڑھ چکے تھے مگر گھر کے خرچ کے معاملے میں بیا صاحب کی لڑکی نظروں سے ہے۔ میرا عبدالعین کے  
ہمہواری سے خرچ میں شامل نہیں کرتے۔ اس کو کئی کو حوالہ کب نہیں تھے۔ اس کا ایک آدمی خود پر حرام قرار  
دے رکھا ہے۔" آدمی شرفی سے بولی۔

"تھے سال ہو گئے عبدالعین بیچتا ہے کیا کر آتا ہے۔ ایک دو بار بیا صاحب سے معافی بھی مانگی۔ انہوں نے  
اسے کون سا معاف کر دیا۔ آئندہ اس اب کھٹے گئے ہیں۔" زینب ایک سزاؤ گھر بولی۔  
"یہ تو تیرا چلونا تہی من من کے قدم اٹھا کر دست رفتاری سے چل رہی ہو۔ سر پر دو سو پچسک رہی ہے اور تم  
بیڑی کی کڑی رفتار سے چل رہی ہو۔" کھانا تو ہے۔ آئندہ تیری سے بولی۔

"میں اس شخص کی بات کب کر رہی ہوں۔" زینب کے قدم اور دست چمکے

"تو پھر کون سی مشکل؟" آئندہ نے روک کر پوچھا۔

"تمہاری زندگی تو نکلا ہے کنگہ سے جو بڑے رکھنے والی بی بی ہو گئیں۔ ایک ہی جگہ ایک ہی مقام پر جیسے ساکن  
ہو گئی ہیں۔ کہیں کوئی بھی ناگزیر ہوئی یا نیا نظر نہیں آتا اور نیا کھنہ حالات سے نجات کا کوئی عمل کرنا دست  
آخر یہ کدواری تکلیف دہ زندگی ہم کب تک ہو گی بیٹھے رہیں گے؟ جس برس کدواری روٹی کے چار لوٹے ملتے ہیں  
اور تن بڑھانے کو جو پڑے ہوتے ہیں۔ عقین یا تو خود پریشانی ہے ہمارے تو قبوں سے جو کدو اور مکتبی ہفتی  
ہے۔ میں نے کسی کو نہیں بتایا تھا کہ میں صوفی عبدالحامد الرحمن کی بی بی ہوں پھر کسی نے جانے کے سارے کام کو میرے  
پہلے قدم سے ہی چل چلا کھا تھا۔ میں ایک مولوی کی بی بی ہوں۔ میں کئی خواہشیں اس دن خرچ بھی زندگی کی سانسوں کا  
رشتہ بھٹکل فرار رکھا جا سکتا ہے۔ تم نے دیکھا ان چار سالوں میں کسی بھی ایسی مشکل کوئی نہ ہم سے دوستی  
کرنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ تمہارے قریب آنے کی بھیجئے۔ میں کوئی مولوی روگ لگا ہوا ہمارے قریب آنے  
سے ان کو بھی لگا جائے گا۔" آخر ہمارا اس سے کار زندگی کا مصرف کیا ہے اور آخر کب تک ہم اسے پونی سہے  
چلے جائیں گے۔" زینب رو دینے کو کسی کے معلوم تھا کہ اب آئندہ ایک ایک گھرانے کی بہت سوں سے  
بہتر زندگی گزارنے پر مجبور ہیں صحت کڑے کڑے بہتے سرک پر اس کے قدموں کی اپنی چاہ تو سناؤ اپنی رنج گمان  
کچھ نہ بولی۔ زینب نے سر اٹھا کر سن کا چوڑا کھنہ۔ آئندہ سب نظروں سے کھڑی طرف جاتی گئی کو بیرونی دی۔

"تم نے کوئی جواب نہیں دیا۔"  
"میرے پاس اس کا کچھ جواب نہیں سوائے اس کے کہ تم اس زندگی اپنی اس بیکار زندگی کے بارے میں بہت ناانوار  
سوچتی ہو۔ تمہاری اسے زرا نا مشکل ہو جائے گا۔ آج تیری سانسوں کا ہوا بڑا کرک جائے گا۔ یہ چاہیے  
طرز ہے جو اس کے متعلق سوچو نہیں ورنہ پتہ نہیں کیا ہو جائے گا۔ بہت جگہوں سے ضبط نہ لگائے گا کھڑ  
بائیں گے تو آئے والے سیلاب کو روکے گا۔" آئندہ نے خود سے بڑھ کر کہا۔  
"میں تم بھی مایوس ہوا اندر سے۔" زینب نے گویا سرگوشی کے انداز میں پوچھا۔  
"میں کل ادھر اسکول میں آٹھویں ویٹے کوں کی۔" آئندہ نے کسی میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔  
"کیسے بیا صاحب اجازت سے دس گے؟" زینب جرت سے بولی۔

"خود دوس نے غمزدگی میں لولہ کی اجازت۔ میں بھی انہوں میں دس کر بیٹھے ہیں اپنے مرنے کا تماشیا نہیں دیکھ  
کئی، کسی کو تو اس کوئی کس منڈر سے بہرہ رخصتا ہونا کہ کب تک ہوں۔ دونوں بھائیوں کے خیالات بدلنے کا انتظار  
کر رہی تھی کہ وہ آئیں اور اندر سے کچھ پکڑ کر نہیں اس اندھے کوں سے باہر نکالیں۔ میں خود ہی کچھ کرنا ہو گا۔ خود  
ہی۔" کہتے ہوئے آئندہ تیزی سے کھڑکی بیڑیاں چڑھنے لگی۔ زینب اب بھی تیزان ہی آئندہ کے خیالات سن  
کر بہت مستندہ دل سے چل رہی تھی۔

"ایک اچھی خوش آئند نشانی ہے کہ آئندہ بل کے خیالات بدل گئے ہیں۔ اب خود کچھ نہ کچھ ہو کر رہے  
گا۔" یہ گفتار جھوٹے کی سرسراہٹ کا احساس اس کے اندر جاگا کہ وہ مسکراتے ہوئے آئندہ کے پیچھے بیڑیاں  
چڑھنے لگی۔

"میرا اسٹری کارڈ لٹ گیا تھا۔" شہین نے چھوٹے ہی فون پر عبدالعین سے کہا۔

"پتھا۔" عبدالعین نے منہ کے آگے ہاتھ رکھ کر جوابی بولی۔

"چھوٹے نہیں کیا آیا ہے؟" وہ کچھ ٹھکی سے بولی۔

"مجھے معلوم ہے۔ تم بہت اچھے ماہر کے پاس ہوئی ہو۔ کون اور میرے پوچھنے سے پہلے ہی بتا دو گی۔" وہ  
اپر داتی سے بولا۔

"گھر نہیں پوچھتا تو چاہیے تھا۔ اول تو میں خود کرنا چاہیے تھا۔ میں جس حسین بتا چکی تھی کہ آج میرا  
رزات آؤت ہوئے والا ہے۔ سارا ان ساری شام میں سے تمہارے فون کا بے آلی سے انتظار کیا۔ آخر مجبور  
ہو کر میں نے خود فون کیا۔ دو گھر کے گھر ہوئے بولی۔

"شہزادہ! میں اس معلوم سے بہرہ رخصتا ہونا کہ کب تک ہوں۔ دونوں بھائیوں کے خیالات بدلنے کا انتظار  
کھانے سے ہی فرصت نہیں ہے۔ خدا خذنا اگر کسے تو یوں انہیں ہے بڑا انتظار کب بعد۔  
چار سالوں کی دن رات سخت اور چل خاوری کے ایوب جو میرا کچھ مقام ہے چلا ہے لوگ مجھے پہچانتے لگے  
ہیں میں زندگی کے مکملتا ہرے آسمان پر ایک انسان بن چلا ہوں تو اس کے لیے کچھ نہ کچھ تو قرآن کرنا پڑے  
تھا۔ جس میں خود ہی تو میرے پیچھے چلنے کا تقاضا تھا۔ ایک گھر گیا۔ کئی گھر۔"

"عبدالعین نے وضاحت نہیں کی گرائی ابھی کچھ ہی کرنا سکتا ہے۔  
"مٹراس کا یہ مطلب تو میں کہ تمہیں یہ فراموش کرنا ہو۔ آج دنوں بعد فون پر ہماری بات ہو رہی ہے  
تمہیں کچھ اندازہ ہے۔"

"پہری ہو گیا۔" شہین نے جواب دیا کہ مصروفیت ہے آج کل۔ میری تمن فہمیں آئی ہو کہ آئی ہیں میرا



# پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش پہلے پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے کس کا یہ ہم خاص کیوں نہیں؟

- ❖ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ❖ ہر ای کوئی آن لائن پڑھنے
- ❖ کی سہولت
- ❖ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف
- ❖ سائزوں میں ایڈیو ڈاٹ
- ❖ کی بک ڈاؤن لوڈنگ اور آڈیو فائلز
- ❖ عمران میرزا اور مظہر کلیم اور
- ❖ این جی کی تصویلات
- ❖ ایڈیٹری لکس، لکس کو بیسے کرنے
- ❖ کے لئے شکر نہیں کیا جاتا
- ❖ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ڈیوٹ ایبل لنک
- ❖ ڈاؤن لوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو
- ❖ ہر ای بک کے ساتھ
- ❖ کیلئے موجود مواد کی ٹیکنگ اور اچھے پرنٹ کے
- ❖ ساتھ تبدیلی
- ❖ مشہور مصنفین کی سب کی تصویلات
- ❖ ہر سب کا ایک سٹیٹس
- ❖ ویب سائٹی کی آسان براؤزنگ
- ❖ سائٹ پر کوئی بھی ٹیکہ ڈیڈ لینس

We Are Anti Waiting Website

تازہ ترین سائٹ جہاں ہر کتاب فوراً سے ہی ڈاؤن لوڈ کی جا سکتی ہے



❖ ڈاؤن لوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں اور

www.paksociety.com

ڈاؤن لوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک ویڈیو متعارف کرائیں

## WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

دوسرا اہم اثر ہے۔ اس لئے ماہر کتب میں اس کی افتتاحی تقریب ایک بڑے پیمانے پر منعقد کی جائے گی۔ اس کے بعد ایک خوبصورت زندگی کو جانی شاہ راہ پر دست بائیں رکھنا اور صاف ہو گا۔ پھر دونوں کو ایک ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ پھر چھپ چھپ کر ملنے اور فن کرنے کی مصیبت سے بھی چھٹکارا مل جائے گا۔ اس ایک بار میں اپنا ہاتھ نام پائے۔ دو برس میں تمہاری ایک نہیں سنوں گا، تمہیں اٹھا کر بھی لوگ نہ سمجھتے۔ خود اپنے دوری نہیں سہی جانی اور یہ دو بھی پہلی کتاب میں چھپ چھپ کر ڈر ڈر کر ملتا آؤ گی اور تین کو ہر برس میں پچاس کروڑ روپے کی کوئی کتاب ہے کہ کرنا ڈاک ٹکٹوں میں فن بند کرنا چاہتے۔ اب نہیں برداشت ہوتا۔" وہ ہنسنے پر دست بڑا۔

"مجھے تو ہے برداشت، نگہ میرے سب کچھ اس قدر آسان بھی نہیں۔" شہرینہ نے نرم آواز میں کہا۔  
"جانتا ہوں میں ٹراپ میں یہ سب کچھ نہیں بہت آسانی سے کر کے دکھاؤں گا تمہیں جیسے چند ماہ کی مصلحت اور دے دو۔"

"تمہارا سیاسی اب شاید یہ زمانہ ہی ہوں۔" شہرینہ اسی دھم دھم سے بولی۔  
"اب کیا ہو گیا؟" وہ جیسے تنگ آکر بولا۔  
"مصلحت یہ جہاں کی گوارا ہے تو جی اس بار کیا مجھے شاید ایک ماہ کی بھی مصلحت دے دو۔"  
"مصلحت؟"  
"مصلحت یہ جہاں جی بتاؤں۔" وہ تضحیی سے بولی۔  
"میں واقعی نہیں سمجھا، وہ مجھے ہونے بھی انجان ہیں کر بولا۔  
"کیا یہ بڑی مشکل سے میرے سامنے ہوئے؟" شہم کیا ہے۔ اب یہ میری شادی کے لیے ایک دن بھی نہ دے سکتی گی۔  
"یہاں بھی پیسہ کے تقاضا ہوتے ہیں۔"  
"تمہاری یہاں بھی پیسہ کا تقاضا ہوں؟ تو تمہاری آپا جان کو سوگ یا خوشی منانے میں ننگے تھے جیسے گسے ہوئے تو قرن اڑا لیں سے ہر بار بھی وہ کوئی ایک اور اور ادا کو جنم دیتے ہیں۔" وہ مسخرانہ انداز میں بولا۔  
"غدار نہ کرے۔" شہم نے اطمینان سے کہا۔ "میں انہیں کتنا چاہتا ہے۔" شہرینہ نے دل کر کہا۔  
"میرا ڈیجیٹل ہے کہ مجھے یہ نہ کرنا چاہیے بلکہ اس کے لیے باقاعدہ متناہی چاہیے ہے۔"

"کہیں تمہارا اپنا غدار ہے اس میں؟" وہ کچھ ہنسنے سے بولی۔  
"میرا خداداد تو اس میں ہے کہ شہرینہ بہت سنبھلے شاہ میری ہوجا ہے اور یہ دور دور ہو جائیں اور مجھے حوصلی سے کچھ غرض نہیں پائیں۔ یہاں ان لوگوں کی نظار میں لکس کو جنم دیتے ہیں۔" وہ فوراً اپنا دست بڑا کر بولا۔  
"تجربے پائے تالی نہیں تمہارے اس لئے آئے ہیں؟"  
"وہ نہیں اس سے کیا؟" وہ ناراضی سے بولی۔  
"پھر وہی فنڈوں کی کٹھی۔" اچھا لگے تب کہ آ رہی ہو۔ تمہاری کامیابی کی خوشی میں ٹٹ ٹٹ تو رہی ہے اور گفٹ بھی اس بار ڈر زری آتی ہے۔ ہونے میں نہ کر رہی؟" شہرینہ کو لگا کہ اس کا نام گفٹ لکھا گیا ہے۔  
"نہ جانے تم کسی بات میں کر رہے ہو؟ میرا خیال ہے تمہیں فکر آ رہی ہے۔ سو جاؤ جاگہ۔" وہ نرہ نے ہنسنے سے بولی۔  
"تمہاری آوازوں کو تو میری خنداؤں جاتی ہے اور جو یہ بھی کہتی باتیں ہیں تو تیار کا شہ ہے۔" وہ لمبے کو لہو ہناتے ہوئے بولا۔  
"میرا خیال ہے اب اس کر رہے ہیں کافی ناگم ہو گیا ہے۔" شہرینہ اس کے انداز سے ڈر کر بولی۔







”وہ کیوں؟“ وہ ہاتھ پر بل ڈال کر بولا۔

”مشقی کو لے کر آتا ہے۔ اس کی گاڑی آج خراب ہو گئی تھی، صبح اٹھتا رہا اسے ڈراپ کر کیا تھا۔ اسی لیے اس کی فون کیا ہے۔ کہ میں کوئی اور تو بے میں، میں نے اس سے کہہ دیا کہ آج آگے گھٹنے تک تم سے پک کر ملے گا۔“

”ام جان! وہ“ وہ احتجاجی لہجے میں بولا۔ ”آپ کو معلوم ہے مجھے یہ سب“ وہ لہجے میں ہونے چاہئے نہ کہ۔ ”معلوم ہے مجھے یہ جتنا اچھا مجھو رہی ہے جاو، یعنی انتظار کر رہی ہوگی۔ چنانچہ میں کیسے آئے گی۔ تم سے تو مجھت سے تین آگے آئے، ہائے اللہ میں کے برعکس۔“

”معلوم ہے مجھے۔“ وہ تڑپتی سے بولا۔

”ابھی جاؤ اس کا فون آئے بھی آ رہا گھنٹہ دو چلا ہے۔ انتظار کر رہی ہوگی۔“ مسزخان نے کہنے پر وہ بل ٹاپ کر ڈھٹے ہوئے کھڑا ہوا۔

اظہر بھائی کی یہ ساہوکاروں کی حد سے زیادہ اس پر فریفتہ تھی۔ معاذ کے خشک اور اچھی روئے کے باوجود وہاں آگے کی پیچھے پہنچتی تھی۔ اسے دیکھتے ہی مشقی کی آنکھوں کی چمک چمکے کی رنگت اور چال چلی روٹلی میں اس طرح نمایاں فرق تھا کہ ایک ہی لمحے اس کی تھریل بل کا فوراً معلوم ہو جاتا۔ مسزخان اس کی روٹی پانی سے آگاہ نہیں اور اس میں نظا ہر گز اعتراض بھی نہیں تھا مگر معاذ اس سے بے حد متوجہ تھا۔

”اہستہ آہستہ سمجھ جائے گا اس کے مضمون میں اس کی خوشی کو۔“ مسزخان سوچتھی۔

”ہائے“ مشعل سہجہ تو یہ کہ اس کی سہجہ سہجہ کی کوئی لگی لگی اپنی دوستوں کو ہاتھ ملاتی وہ گاڑی کے اشاروں کی گریوٹی۔

معاذ نے کوئی جواب نہیں دیا، ہاتھ پر ہاتھ کر بھینچ کر دوڑانے کا لاگ کھول دیا۔

”جہیں میرا ڈرائیور نے کام شروع ہے۔“ اس نے فرزند پور کھولا اور فریفتہ لگی۔ ”مجھے تمہارے ساتھ دیکھنے کا شوق ہے گریوٹی بلکہ میرا خواب ہے۔ تمہارے ساتھ زندگی کے لمبے سفر میں ساتھ ساتھ رہنے کا۔“

گاڑی کا ڈرائیور نے کہہ کر بڑے آرام سے بولی۔

”تم نے ام جان سے جھوٹ کیوں بولا؟“ معاذ نے گاڑی اشارت کرتے ہوئے پوچھ چکی ہے کہا۔

”دونوں سا جھوٹ؟“ وہ لہجے میں ایک سے دوسرے پریشاں نکال کر کہتا۔ ”اہستہ آہستہ یہ باتوں میں چلائے گی۔“

”تمہاری گاڑی خراب ہے، جبکہ میں نے خود بھی گاڑی ڈرائیو کر کے پتھر پتھر جاتے دیکھا تھا۔“ معاذ نے ذرا سی کر کہنے کو ڈکارتے ہوئے کہا۔

”یہی گھر لگتی کرتے ہو پچھت چھپ کر۔ سامنے آکر جو اس قدر ہماری خبر رکھو تو شاید ہم خود خوشی سے مر ہی جائیں۔“ وہ تیسرے لہجے میں بولا۔

”تمہیں فضول بھی ڈانٹا لاگ ڈانٹا نہ کر اور میری بات کا جواب دو۔“ وہ تڑپ کر بولا۔

”یہ کیا راز تو ہے تب نہ چایا اور یہ میری گاڑی میں ہی سے خرچہ دکھائی تھی۔ ابھی ایک دوست کو ضرورت تھی، اس نے کہا۔ میں گاڑی کا کھل چیک اب بھی کروا دوں گا اور سچ واپس بھی کروں گا اور میں نے بھی سوا سا سامنے سے موسم میں اس کیلئے تیار ہی گاڑی تیار ہی ہوئی اور ان تمام لوگوں پر ڈرائیو کرنا چاہتا نہیں لگتا۔ کوئی ہینڈ کم اسٹیم سٹرو ہو چکا ہے میری ہاتھ لگے۔“ ہنسی میں وہ لہجے میں سبک سبک بھینچنے لگی۔ ”وہ مہرگے کو روئے ہر گز ہو گیا جس جھوٹے دوستوں کو دیکھ کر ہی تو فریوٹی کرنا پڑتی۔“

”مگر تمہارے لیا کہ تمہارے اس دن سے وہاں کی خبر ہو جائے تو۔“ معاذ نے اسے ڈرایا۔

”یہی جان! انہوں نے اس کی طرف دیکھی۔“ مگر مگر کوئی لیا کی میں جان اپنا لیا میرے بل سے وہاں سے کوڈ طرف۔ ”بے ضرورت“ ہر حال میں۔ تم مگر میرے وہاں ہی انرا ت سے چپتا چاہتے ہو تو دعا کرو میرے پیلا بے خبر اس دن تمہاری خبر نہیں۔“ وہ لہجے والی سے بولی۔

”بہتر نہ ڈھبت ہو۔“ معاذ نے زانت کچھ کر کہا۔

”سہانائی کرو اس کی پہلی بیٹی میں اس کی بیٹی میں جو ہم گیا وہ تیزی سے باقی کے زینے عبور کر گیا۔ چلو اور نہیں کرو، لہجے اچھا سا روٹا ہنک سا میری ڈک گاؤ۔“ وہ کہہ کر خود ہی کیسٹس چیک کرنے لگی تو معاذ نے ایک کمرہ ماں لے کر گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔



”آپ کو کوئی چیک کروا دی آتے تو اچھا تھا۔ ابھی میں اس رات پر ہی ہے، خدا نخواستہ اگر درود بھہ گیا تو۔“ ماں ہی نے آہستہ آہستہ صوفی صاحب کا سینہ ملنے ہوئے کہا۔

”درود بھہ گیا تو کیا ہو گا۔ زیادہ سے زیادہ یہاں سے چلا جاؤں گا۔“ صوفی صاحب اپنے چہرے سے تکلیف کے ازالہ کرتے ہوئے بڑی مشکل سے مسکرائے۔

”تقدیر تیرے پیلا صاحبہ کی یہی باتیں کر رہے ہیں۔“ آہستہ لہجے میں کہا۔ وہ ان کے بازو داری تھی زینت نے لہجے میں کہا۔ ”ابھی تو میری سہانے کی طرف پھولتی میری بیٹی، اب اس کا سروا باری لگی۔“

صوفی صاحب کی طبیعت دوسرے خراب تھی۔ جب سے وہ عبدالستین کی طرف سے ہو کر آئے تھے ان کے پیٹے کا درد بڑھتا جا رہا تھا۔ اس پر سبک سبک کرتے رہے اور مغرب پڑے کر جو اوپر آئے تو پھر عشاء کے لیے نیچے کھینچ نہ جاسکے۔ ان کے چہرے کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔ نیچے میں درد کھولنا میں درد کا طوفان، مگر وہ اس طوفان سے کی کوئی کھٹک نہیں کرنا چاہتا رہتے تھے۔

”ابھی صاحبہ! میں سے کہہ کر ڈاکٹر کو اور ہولیاں۔“ زینت نے آہستگی سے کہا۔

”وہ ڈاکٹر کیا کرے گا زینت بیٹا! وہاں میں نے کہا ہے۔ ڈاکٹر نے بھی وہی دہرائی تھی۔ اب آہستہ آہستہ آرام آئے گا۔ تم لوگ سو جاؤ، جا کر رات ہو گئی ہے۔ میں بھی سو جاؤں گا۔ وہاں میں نیند بھی تو ہوتی ہے۔“

وہ بہت نرم سے میں بات کر رہے تھے۔ چنانچہ اس وقت سے ہی زنی ان کے گیسے میں بوٹی تھی اب اپنی بے بسی کے احساس سے وہ اب تین تینوں سے بھی بہت نرمی سے بات کرنے لگے تھے۔ وہ دنوں وہ تینوں کے نام لینے کے بھی روادار نہیں تھے۔

”جب تک آپ نہیں سوئیں گے، چورینڈ نہیں آئے گی۔“ چورینڈ نے آہستگی سے کہا۔ ”تپ لے لکھنا بھی نہیں کیا۔“

”چورینڈ! تم جاکر جو چاہو، صبح جھینس کا لچ بھی چاہا ہے۔“ وہ اس کی بات نظر انداز کر کے بولے۔

”ابھی صاحبہ! آپ کی تمک میں طبیعت کچھ بہتر ہوئی؟“ آہستہ بولی۔

”ہاں سچے لہجے کا کھنکھنہ بہتر ہوئی ہے۔“ وہ ہنست سے اس کی طرف دیکھ کر بولے۔

”ابھی صاحبہ! آپ کی کیا بات تھی۔“ وہ کھیرتے ہی بولی۔

زینت نے بے اقتدار آہستہ کی طرف دیکھا۔ اشارے سے اسے بات کرنے سے منع کیا کہ ابھی موقع نہیں ہے۔ صبح اٹھو تو تھا اور آہستہ ہی موقع کھوٹا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے زینت کی ستیہر کو نظر انداز کر کے نظروں صوفی صاحبہ پر جمائیں۔







# راہیل رانا کی بات

ناولٹ



”راہیل رانا! یہی نام بتایا تا آپ نے اپنا؟“  
 ”جی سر! اسی نام سے سامنے بیٹھے انٹرویو کے  
 پیش کو ایک نظر میں جان گیا۔“  
 (سرراہیل رانا! آپ کا نام اس وقت میں ہونے والا  
 نہیں اس نے پہلے ہی اسے آپ کو سلی وائس والی۔  
 ”ووالیفیکیشن تو آپ کی بہت ستائش کن ہیں اور  
 تقدیری ریکارڈ بھی اچھا ہے جیسن۔“ وہ شاید دفتر کے ایم  
 ڈی تھے اس کی تلمیحی ریکارڈ کی فائل کو انہوں نے  
 ڈیڑھ دو منٹ تک اسٹاپٹ کر رکھا۔

”تینک پوسٹ آپ نے میری تلمیحی ریکارڈ پر نظر  
 ڈالنے کی زحمت کی۔ ساتھ میں سو رہی کہ میرا نے اپنا

”عجب بد حال لڑکا ہے۔ آج کل کے نوجوانوں میں  
 اتنا افسوسنا نہیں ہے کہ روک کر سلی سے بیٹھ کر کسی  
 کی دیکھا میں۔ یہ تو کہیاں کیا کریں گے۔“ ایم ڈی  
 بی بی صاحب نے اس کی فائل اٹھا کر میز پر اس  
 طرف بد دل سے پھینک دی اور دو سری فائل دیکھنے  
 لگے۔

”سرراہیل ہے سرراہیل رانا ہمارے شراکت دار پورا  
 اتر ہے وہ سوچ میں ڈوب گئے کوئی بھی ان کے  
 معیار پر پورا نہ اترتا۔“  
 ”واٹ! وہ سر بھرا لڑکا جس نے ڈھنگ سے انٹرویو  
 بھی نہ دی۔ جاں بوں چڑھا کر کیا تمہارے کوئی  
 بادشاہ اپنی جاگیر پر آیا ہو۔ اتنا خود مراد و مغرورہ کسی کی  
 سے کا توئی کام کیا کرے گا۔“  
 میرا خیال ہے سرراہیل ایک پر اعتماد ذہن اور  
 Conceited (خود گام) نوجوان ہی کی ضرورت  
 ہے۔ ”مٹیگر صاحب نے یاد دلایا۔“



ہے۔

”ہم بھی نہیں کہ جو شام میرا ملنے پر بیٹھ رہتا تھا“

”نہ لے گی اور ساتھ سے تمہاری شادی بھی نہ ہو سکے گی“



”تم تو کئی اگلے گئے تھے تب جا کر اداوش اپنا حصہ“  
اس کی ساری بات سن کر حوزہ نورانی نے عادیما کہنے  
اور اداوش ہاتھ کی اٹھی وہ اداوش سے پشیمان ہو کر رگڑنے  
ہوئے کہ جو اس کی ذہنی باتیں نہیں کرنا چاہتا  
”تو تم کیا چاہتے ہو تو کئی ٹھیک کی طرح تھا اور؟“

”تمہارا خیال ہے کہ اچھی تو کئی اور صلہ کو  
مائل کرنے کے لیے مجھے جو کچھ کرنا چاہیے وہ سن  
نہیں کر لیا؟ میں اپنی طرف سے پوری کوشش کرنا  
ہوں۔ ہاں جو قسمت نکالنا ہوگا۔“



وہ ایک بہت ذہین باہمت شخص تھا لیکن تھوڑا ضدی  
اور خود مرنا چاہتا تھا۔ اس نے زندگی میں بہت دکھ  
دیکھے تھے لیکن کوئی اس سے مل کر مے جان نہ تھی کہ  
اس کے ساتھ رہ کر بھی یہ نہیں چاہن سکتا تھا اس  
سے بچ چکا ایک مشکل اور سخت ذہنی کڑی تھی۔  
اسنے والدین کی اگلی اولاد تھا لیکن اولاد نہ تھا کیونکہ لاڈ  
انسانے کے لیے جن کمزور اقسام نیتوں کی ضرورت  
ہوتی ہے وہ اس کے گھر میں تھیں۔ گھر میں تھا  
لیکن انھیں صرف ایک ماں باپ کا انتقال اس وقت ہو چکا  
تھا جب وہ صرف چھ سال کا تھا۔ وہ عیال واسلے ایک  
بڑھ کر رہے اور اور موت تھے۔ دادا تھے تو  
سوچنے لگتے اور کمانے کے سوا کئی اور کام نہ چاہتے  
تھے۔ دادی ایسی سخت کر اور تھوڑے مزاج کہ لگتا تھا  
میں چھوڑ کر نہیں گزری۔ میں بچتا تھا۔ وہ پھر  
لیکن میں مل لیتا تھا لیکن میں اور نہیں سمجھتا ہوں کہ اس  
اس پر میرے خاندان میں واحد شخص تھا جسے دولت سے  
محبت نہ تھی نہ اس نے کسی باہنہ کر لیا تھا۔ اس کا لپٹا  
شاید ہی ہے وہ اپنے گھر میں اپنا بیٹا ہونے تھا۔  
اس کی زندگی میں تو قسمت تھے گھر اس کے حصے  
کے بعد آہستہ آہستہ وہ سب مکمل کر سکتا ہے آگے  
حالانکہ وہ بھائیوں میں وہ سب سے بڑا تھا لیکن دادا کو  
اپنے اس بڑے بیٹے سے عجب چور اور بڑی بھی محبت  
ہات پر ان باپ بیٹوں میں انہیں میں سمجھنے ہوئے  
آئے تھے۔ دادا ہمیشہ ہوجاتی جو کئی کئی دفاتر تک چلتی  
مرتقی بڑھتی رہیں جن کے سب کے انداز پر۔

شادی کے چار سال بعد ہی وہ اپنے لے ایک گھر  
لے کر رہنے لگا۔ کیونکہ اس نے دیکھا تھا کہ ساتھ  
رہنے میں اس کی بیوی پر بھی بے شمار زیادتیاں ہونے  
لگی تھیں۔ سو اس نے اپنا پاس ”جو کچھ کرنا کرنا  
لے ایک تین کمروں کا کالین لے لیا۔ دادا کو اس کا یہ  
نقص بھی بہت نہ آیا اور میں پانچ پندرہ لاکھ کی اس اتھنا  
نے اس کی زندگی اتنی مختصر ہوئی۔

پچھوہوہو کے بعد جو مدت کے پہاڑ تھے دن صوفیہ  
خانوں نے اپنے سرسراہ میں مگر اسے اس کا کڑا آج  
بھی کوئی کرے تو ان کی آنکھیں نم ہوجاتی تھیں۔  
ظلم کرنا پڑا ”بائضانی“ طعنہ دے دیتی تھی وہ وہ جانتی کہ  
اسی بے رحم اور شہید باہم کس طرح ان کی ذات  
سے وابستہ ہو گئیں۔

اور سننے ہی ان حالات تھے ان کے اور بے حساب  
اور جھوٹے اپنے شوہر کو اور ملائے جانے کا الزام  
”انہا پاس“ چھوڑنے پر مجبور کرنے کا الزام وہ اس  
کا باغی تھا اور بھائیوں کا قاتل یہ بھی ان ہی  
وجہ سے تھا۔ اس نے بھی اس گھر کے اصولوں سے  
تعمیر نہ کیا تھا یہ بھی ان کا جرم تھا۔ یہاں تک کہ  
شوہر کے بے وقت مرنے کا الزام بھی انہیں ہی دے  
دیا گیا۔

چار بیٹے دس دن تک وہ بے سب برداشت کرتی  
رہیں۔ انہیں سب کا حق ان سب سے لے لیا تھا ان کے  
دیں ان کی بات نہ تھی اور اب تو وہی نہ رہا تھا کہ جس کی  
وجہ سے وہ لڑتیں سو وہ جب چاہتے چار ماہ راجل رانا کو  
لے کر فرما لیا پاس۔ ”تو کل کر لیتے تھے علی آہیں۔  
محبت جس کیسے کہ شادی سے پہلے ہی راجد حافی  
کھینچی تھی شادی ہوجانے کے بعد وہ اس کے لیے کہتا  
پرایا ہوجانا ہے یہ انہیں اب چاہتا تھا جس کی وہ  
تھے تھا مگر بھلے جیسا کہ بھی نہ تھا۔ وہ پانچ تین بھائی  
تھے تین بھائی اور وہ ہمیشہ بیٹی ہی کی شادی کو تو  
عرصہ ہو گیا تھا پھر بھائی تھے ان کی شادیاں کسی ان کی  
شادی سے پہلے ہوئی تھیں اور پھر بھائی کی شادی  
تین سال پہلے ہی ہوئی گی اور وہ ملک سے بڑا رہتا

تھا۔  
ماں باپ بھائی بھانجی بڑی بہن ان کے بچے سب  
وہی تھے مگر اب وہ بہت میں بے اختیار ہی محسوس  
رہتی تھی۔ وہ دادی اور دو بیٹوں میں اپنا حصہ نہ تھی۔ انساہوں  
کی فکرت میں عجب دباؤ ہی ہے۔ جب تک کوئی  
ساتھ رہتا ہے بھلا لگتا ہے۔ جب چاہا ہو کر وہ اپنی آنا  
ہے تو اس نے جگہ نہ مشکل ہوجاتا ہے۔ سب سے  
کتنے سے چلنا بھی ہماری ضرورت نہیں ہے اگر کچھ سے تو  
رہنے کے لیے میں خدا ہی کو مدعا ہی کو بندہ نہیں  
سمجھتا۔ اپنے گھر کی بیوی میں کسی کو شریک کرنا  
بڑھانے تو کیا بلکہ چھوڑنا کرنا ہے۔ ان کی بھانجیوں  
کے دورے سے خاصی رکھائی گئی تھی۔

بھائی بھی اب آہستہ آہستہ ”بسی ہو میں“  
پوچھ کر کہا کہ فرس اور آہستہ تھے پھر بھی لے جانے  
ان کے بچے کے نظر لڑائی تو کمال رہا تھا کبھی کبھت میں  
مسکرا کر آگے بڑھ جاتے۔ شروع شروع میں سب نے  
ہمت خیال کیا کوئی نہیں جانے تو راجل کو لینا نہ  
ہوئے۔ پلے لیا جانے تو راجل کو سب سے پہلے  
چاہئے۔ لیکن گوشت آہستہ سے سب باہم خواب ہی  
ہو گئیں۔ ان سے پلٹ لٹ کر پوچھا گیا تو دلایا گیا پھر  
آسلیا بھی کیا کہ انہیں اپنے شوہر کا حق پورا لینا  
چاہئے۔ ان کے بچے کا حق ہے لیکن ان کی خاموشی پھر  
مکمل خاموشی سے سب کو فوج کر لیا۔

”میں صوفیہ آہستہ آہستہ پنڈے میں سب باہم خواب ہی  
ایک دن ان کے ابا بھائی صاف کرنے کے لیے ہی  
ان کے کمرے میں آئے تھے۔  
سب کیا سچوں لیا بہن ان حالات میرے اختیار میں  
کے ہیں۔“  
”کھنکھن تو زندگی نہیں گزارا ہی پاسکتی ہیں اب تمہارے  
بچے کا مسئلہ ہے۔ ورنہ میں تو تمہارے عقد خانی کا ارادہ  
رکھتا ہوں۔“ وہ حیران ہو گئیں۔  
”ابا جان آپ کسی باہم سوچ رہے ہیں۔ اب  
بھلا میں۔“ آنسوؤں نے ان کی آنکھوں کو بند کر دیا۔ بھلا  
ماں باپ کے دل میں اور گھر میں ان کے لئے کوئی جگہ



نہ تھی؟ لیکن شاید وہ بھی زیاداری برپا ہوئی ہوگی؟  
 خود کوئی زیادتی اور اپنی سفید پوشی سے تلافی  
 تھے۔ متواتر بلیغ کے لوگ اور خرچ کے توازن  
 کے پیکر میں سے وہ چلیا کر رہے۔  
 ”اب جاننا چاہئے چند دن کی مہلت میں میں کوئی نہ  
 کوئی حل منبوج ملے گا۔“

”ہم کو فراناؤس“ جانا چاہیے آخر تمہارے بیٹے  
 کا حق ہے، اگر تمہارے ساتھ بچہ نہ ہوتا تو ہم تم کو  
 وہاں جانے کا نہ کہتے، لیکن اب تمہارے سامنے اس  
 کی پوری زندگی ہے۔ اس کا مستقبل، پھلتی، پھین  
 سوجنا چاہیے کہ اس کا حق اسے ضرور ہے وہ یہاں  
 غمزدار ہے۔“

”اب جان! آپ تو میری حالت سے ناواقف  
 نہیں۔ آپ ہی اپنا جو سمجھائیں وہ حق دینے والے  
 ہوتے تو لپٹ کر لے اور میرے گلوپھٹے تو کسی  
 ”ہم نے بھی تو ذمہ دار آئے ان لوگوں کی طرف سے  
 برائی ہی تصور کر لی ہے۔ حق دینے اور لینے کی تو کسی  
 تمہارے اور ان کے درمیان بات ہی نہیں ہوئی۔ ہم  
 تو سمجھے ہیں کہ راجیل کی زبرداری ان لوگوں کا اٹھانی  
 چاہیے اور وہ اٹھا نہیں سکی۔“

”وہ انہیں چھڑائے اپنی ماں کو دیکھ رہی تھیں! اب  
 میں ان کی حالت میں سہارا ہے۔  
 پھر انہوں نے سوجا سے سوجا چھڑے وہ ہر موٹی  
 اور دوپیرے شام۔ آخر رات کے ٹھلنے پر انہوں  
 نے اعلان کر دیا۔“

”اب! میں نے اپنا مسلمان رکھ لیا ہے۔ یہاں بیٹا  
 کل بیچ جائے، چلے جائیں گے۔ ایک بگنی سی  
 امید کی کوئی انمولی آس ہی کئی اپنی بیٹیوں پر۔  
 سر نہ کھانے لوگوں میں سے کوئی انہیں روکے گا۔  
 روکے پوچھے گا تو کہ آخر کیوں جاری ہو گیا تکلیف  
 دے کوئی مشکل ہو تو بیٹا نہ گمراہ غاشمی بہت کمزری  
 تھی! سب اپنی ذہن میں گمن یا اپنے حالات سے  
 بچو۔“

”ہم نے سمجھا کہ ہم کو تہماری دو اہلیں ہیں، یہ ہم  
 جسیں مشکلات میں غما چھوڑ رہے ہیں۔ ہم تو یہ  
 چاہتے ہیں کہ تم حالات کا ہمت سے مقابلہ کر لو۔  
 اپنے لیے جب تک یہاں کے چھوٹے انسان ہٹاؤ۔ یہاں رہ کر  
 کسی بھائی کی تھوڑی سی مدد کی تھوڑی سی محبت  
 کسی کی تھوڑی مہربانی سے تمہارے بیٹے کا کوئی  
 وصال مستقبل میں نہ پائے۔ گھم گھم اس کا حق  
 کو لاپتہ ضرور پھرنے جانا ہے۔“

”چھا جانے وہ تمہیں وہ جاؤ صوفیہ یوں اکل  
 قلت میں جانے کی ضرورت نہیں بل کو لوگ پائیں  
 ہائیں گے تو ہمیں ہی سنا نہیں کی تمہارا کیا بگنے  
 گا۔“ بڑے بھائی نے بڑے روئے انداز میں کہا صوفیہ  
 بیگم کے دل و دماغ کے اندر عجیب درد کی لہر تھی۔  
 اوروں نے غم کیا وہ نہیں سمجھیں۔ لیکن ان کے  
 بیٹے بھی اتنا ہی بے رحم تھے۔ غم اس وقت اس  
 گھڑی انہوں نے سوچ لیا کہ وہ کسی سے نصیب کی۔  
 کبھی قسمت نے انہوں کو اس کی نصیب میں لکھ  
 دی تھی تو کسی کا کیا تصور اور ان کو کیا حق پہنچاتا تھا کہ وہ  
 ہر کسی کے حرف کو آزادی پھر جس نام حالات میں وہاں  
 باپ بھائی بہنوں کے فرائض تھے وہ سب تو انہوں نے  
 سونپے ہی تھے۔ ان کے بھائی نے اچھا اٹھایا پایا، اچھی  
 تکمیل ہی، جب وقت آئی تو پھر کر اچھے، معزز اور اچھی  
 گھرانے میں شادی کر دی، اپنی حیثیت کے مطابق چیز  
 دیا پھر اب اس کے ان کے ان کے آسے اور مسلمان کی  
 ضرورتیں ہی ہم نے میں نہ آئی تھیں تو اس میں  
 کسی کا کیا قصور؟ وہ اس وقت بڑے بھائی کے  
 غم سے باپ کی اتنا اور اکل کے بھائی پر اندر کمرے  
 میں جا کر بیٹھ گئے۔

”اب جان! آپ تو میری حالت سے ناواقف  
 نہیں۔ آپ ہی اپنا جو سمجھائیں وہ حق دینے والے  
 ہوتے تو لپٹ کر لے اور میرے گلوپھٹے تو کسی  
 ”ہم نے بھی تو ذمہ دار آئے ان لوگوں کی طرف سے  
 برائی ہی تصور کر لی ہے۔ حق دینے اور لینے کی تو کسی  
 تمہارے اور ان کے درمیان بات ہی نہیں ہوئی۔ ہم  
 تو سمجھے ہیں کہ راجیل کی زبرداری ان لوگوں کا اٹھانی  
 چاہیے اور وہ اٹھا نہیں سکی۔“

”وہ انہیں چھڑائے اپنی ماں کو دیکھ رہی تھیں! اب  
 میں ان کی حالت میں سہارا ہے۔  
 پھر انہوں نے سوجا سے سوجا چھڑے وہ ہر موٹی  
 اور دوپیرے شام۔ آخر رات کے ٹھلنے پر انہوں  
 نے اعلان کر دیا۔“

”اب! میں نے اپنا مسلمان رکھ لیا ہے۔ یہاں بیٹا  
 کل بیچ جائے، چلے جائیں گے۔ ایک بگنی سی  
 امید کی کوئی انمولی آس ہی کئی اپنی بیٹیوں پر۔  
 سر نہ کھانے لوگوں میں سے کوئی انہیں روکے گا۔  
 روکے پوچھے گا تو کہ آخر کیوں جاری ہو گیا تکلیف  
 دے کوئی مشکل ہو تو بیٹا نہ گمراہ غاشمی بہت کمزری  
 تھی! سب اپنی ذہن میں گمن یا اپنے حالات سے  
 بچو۔“

”ہم نے سمجھا کہ ہم کو تہماری دو اہلیں ہیں، یہ ہم  
 جسیں مشکلات میں غما چھوڑ رہے ہیں۔ ہم تو یہ  
 چاہتے ہیں کہ تم حالات کا ہمت سے مقابلہ کر لو۔  
 اپنے لیے جب تک یہاں کے چھوٹے انسان ہٹاؤ۔ یہاں رہ کر  
 کسی بھائی کی تھوڑی سی مدد کی تھوڑی سی محبت  
 کسی کی تھوڑی مہربانی سے تمہارے بیٹے کا کوئی  
 وصال مستقبل میں نہ پائے۔ گھم گھم اس کا حق  
 کو لاپتہ ضرور پھرنے جانا ہے۔“

ساتھ رہیں گے، جب تک وہ وہ قلت میں سینٹ  
 ہوں گی اپنے بچے کے اسکول آنے جانے کا انتظام  
 کریں گی اور اپنی ضروریات کا حساب کتاب کریں گی۔  
 پھر وہی بات سامنے آئی، اپنی ضروریات وہ کہاں  
 سے پوری کریں گی؟ اس مسئلے پر انہوں نے کسی سے  
 بحث کی نہ ہی سے مشورہ کیا اور شاید ایسا مسئلے سے ہر  
 کوئی بچتا ہی چاہا رہتا۔

جب بندوں کے آسے پر انسان کو غم و غصہ ہوتا  
 تو وہ فائدہ سے آس لگاتا ہے، اور دراصل بگنی  
 آس ہوتی ہے، پوری کن، بچھو اور ایمان سے بس  
 بندے کو بھلائے کے ہی ہوتے ہیں۔  
 شوہر نے بھی ان سے اپنے بیٹے کا لکھنا  
 تھا اور اپنی تمام چیزیں بس ہی وہ صوفیہ بیگم کے پاس ہی  
 رکھوائے تھے۔

اس دن رات گئے سب کے سو جانے کے بعد  
 انہوں نے ان کی الماریوں اور درازیں ٹوٹانا شروع  
 کر دیں۔ بے شمار کفایت ان کی دکھوں جا رہی تھیں۔  
 بیگم کی لکھناؤں، بس اور اسی قلت کے ہاتھ نہ  
 فائلوں میں سمجھوتے، زیادہ کفایت فوٹو اسٹینٹ سے  
 لکھن وہ چاہتیں تو اگلے دن ہی دکھا کر سکتی تھیں اور  
 اپنے بیٹے کا حق ضرور وصول کر سکتی تھیں لیکن ان کے  
 ہاتھ نہ چاہتے تھے اور وہ بے چین نہ رہا۔

انہیں تو صرف اپنے بیٹے کی اچھی پرورش کے لیے  
 تو خود آسرا چاہتے تھے، خاتون کی اپنی زندگی عزت سے گزار  
 جانے اور راجیل رانا بڑھ لکھ کر بچہ نہ جانے انہوں  
 نے سارے کفایت و غصہ سمیت کر الماری کی چلی  
 دراز میں بائیں کونے میں ڈال دیے، صرف ان میں  
 اپنے لیے قلت کے کفایت اپنے خود اور اپنی ذاتی  
 چیک بک کو الگ کیا اور اس پہلی دروازے کو قفل کر کے  
 چابی کی الماری میں بچے نہیں دی۔

ان کے دن راجیل کو اسکول بھیج کر اور ناشتہ وغیرہ  
 کرنے کے بعد انہوں نے اہل سے کہا کہ انہیں  
 راجیل کے اسکول جانا ہے اور اس ہلنے وہ گھر سے  
 (299)





”راہل لڑائی اسے کرنے کے لیے جواب کرنا چاہتا تھا۔ مگر صوفیہ عظیم کا خیال تھا کہ وہ ابھی مزید پڑھے یہ راہل کی بھی منزل نہ تھی مگر اس کا خیال تھا کہ اب اسے اس کے ساتھ اپنی زندگی داری سیکرنگ کرنا چاہیے۔ ظاہر ہے جب کے ساتھ وہ لکھنؤ لے آئے تو کہا گیا اسی لیے صوفیہ عظیم کا قل نہ ہو رہی تھی۔ لیکن وہ جہ پر زبردستی بھی کرنا چاہیے تھی۔

”مگر صوفیہ عظیم کہہ سکتے تھے وہ ہونگے ہو کہ اپنے لیے کوئی فیصلہ کر سکو مگر صرف اس لیے کہ تم میری زندگی داری میں میرا ساتھ دینا چاہتے ہو۔ اسے سیکرنگ نہ ہو سکا مگر اس کا میں نے تمہارے لیے خواب دیکھا ہے اور خود تمہیں اسی کے بارے سوچتے رہے ہو۔“

انہوں نے اپنی بات کہہ کر فیصلہ اس پر چھوڑ دیا تھا۔

انہی دنوں راہل وہاں جا کر بہت زیادہ بتا رہے تھے کہ اطلاع ان کوئی انسان کی زندگی میں اتنی ضروری کیا اور یہ بھی کہا کہ آپ ضرور آئیں اور راہل کو بھی ساتھ لے کر آئیں۔ وہ کچھ تہذیب میں پڑھیں وہ خود بخوبی جانتے مگر کمال؟

لیکن سب راہل جانے کے لیے تیار ہو گیا تو وہ مطمئن ہو گیا۔

”ہاں اب ہمیں بہت سی تبدیلیوں کے باوجود یہ تھا۔ وہی لوگوں اور سخت دیواریں، کھٹے ہوئے ہند کرے جن میں وہ دن بھی انہی استے اور تھے کہ کوئی ان میں سے باہر نہ جاتا تھا۔ کبکے لوگ مگر کسی خاص بات میں بھی کہ جھٹک اور حسن کے علاوہ کہیں بھی گھر نہیں یا اٹھانی دروازے نہ تھے مٹیوں میں لے دیکھیں اب بہت کم ملتے ہیں لیکن راہل وہاں جان اس لیے اندر رہنے ساخت اور بناوٹ میں تبدیلی کے سخت مخالف تھے کتنا ضرور وہاں تھا کہ اب ہر کسے سے اسے ہی لگ گیا تھا۔ فریج، ٹیلیوین، پڑے وغیرہ سب کمروں کے تبدیل ہو گئے تھے، لیکن لوگ نہ بدلے تھے اس

راہل نے صاف کوئی نہ کہا۔ اور اس کے بعد ہر کسی کے لیے اس کا بھی اندازہ تھا۔

کچھ حیران ہوئے کچھ پریشان، ”ہیشاں شاید ہی کوئی ہو اور۔“ صوفیہ خاتون کا بیٹا تیز حاضر جواب اس میں تھکا۔ ”تو اس نے باپ کی جھلک بھی نہ ماں کی شخصیت کا ٹکڑا۔“

”کیا ہوا کسی نے جانے کے لیے کہا یا نہیں؟“

”راہل جان نے اپنی بہو صوفیہ خاتون کی دیواریں علاوہ خاتون سے کہا۔

”ہاں میں نے ہی وقت کھلوایا تھا صاف خود جانے بھاری سے نکلے گا۔“

راہل کی اس پر پڑنے والی پہلی بھرت مگر سرری تھی مگر کمال یہ تھا کہ وہ نظریہ رکھیں آئی۔

”صاف! تم یہاں کیوں آئیں؟“ ”راہل جان کے تیرے پر یکدم مگر کچھ حیران ہو کر اپنی نظر کے ڈاؤنے کو فوراً دور کر کے پھر دوبارہ صوفیہ خاتون بھی اپنی ماس کے لیے پھر حیران ہو گیا۔

”راہل! لہن! کئی جان سے ملنے آئی تھی۔ مجھے اس سے ملنے کا بہت شوق تھا۔“ وہ سلیبی ہوئی نرم آواز پر لڑکھانے جانے پر کچھ ناراض ہی ہوا جیسے کئی مگر ہوئی نہ تھی۔ راہل نے نوکے جانے کی سادگی بھی یا برداشت کی انتہائی صلاحیت رکھتی تھی۔

”اسلام بھائی کئی ماں میں ملے ہوں۔“ آپ کے بڑے دیواریں بھی کھٹے آپ سے ملنے کا براہین تھا۔

”اس نے ایسے کما پیچھے ہر کئی نہ مل کے کیا بات نہ ہو سکتی۔“

”میں اندر چلو چاہے ملازمت دے دے گی۔“ صوفیہ خاتون صاف کو بیار کر رہی تھی اور ساتھ ہیخرا راہل بظاہر دل و دماغ اتھار دیا جان سے پھر ٹوکا۔

”چاہئے تو وہ خود راہل جان! اتنے شوق سے مانگے۔ وہ نرالی کی طرف بڑھ کر اور اسی کے اس کے سر پر احتیاط سے رکھا کہ آجکل بچے وھلک گیا کھٹے باہر باہل کی چھٹی کرک لہرائی تھی وہ بڑھ وھلک بانے سے وہ کچھ سمجھی تھی۔ ساری پر احتیاطی پہل میں

ہو ہو گئی۔ جلدی سے منہ پھیر کر وہ دست کرنے لگی۔

علاوہ خاتون اصاف سے کو اندر جانے پر اس کی پڑھائی کا وقت سے چاہئے دینے میں وقت کے گا۔“

اب راہل جان نے کئی سے کہا اور صاف تیزی سے تقریباً دوڑتے ہوئے اندر میں غائب ہو گئی۔

اپنی ماس کا روتہ صوفیہ خاتون کو بھی برا لگا انہوں نے اپنی دیواریں پر لکھ دلی جن کا چہرہ اٹھا تھا۔ لیکن کچھ روزہ ان صلاحیت میں کیا کہ سکتی تھی۔ سر کی صلاحیت کے لیے آئی تھیں۔ سو چاہئے کی اسرکی شخصیت پر بھی کچھ رکھی سی بات چیت کی اور اٹھ گیا۔

”تو رہنا چاہئے دوا کو پھینکے کے ہمارے ہی آجیا کر۔“ راہل جان نے چلنے پھرنے کے راہل سے

نہ کوئی بات تھی نہ تعارف لیکن راہل کے ذہن پر وہ لڑکھانے جیسی کئی گویا کچھ اندازہ نہیں کیا رہا تھا کہ یہاں؟ کوئی ایک چہرہ ایک آنکھ آنکھانہ تو ہے لیکن وہ شہر کا رستہ ہے۔ ایسا بھی نہیں ہوا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو بڑا قابل کیا بہت جھلا۔ یو بھی ماسٹرز سے چند دنوں میں خود چھوٹے گا۔ لیکن نہ چند دنوں میں اسے سمجھنا نہ ہوا نہ تاثر نہ سک۔ راہل کو اپنی بات کچھ پسند نہ ہوئی۔ اس نے کسی چکر زندگی میں اپنی کمزوری نہ بنانے کا کام نہ کر رکھا تھا لیکن بعض جہان نے اقتدار سے نکل کر یہ اقتدار کی دوازے میں چلے جاتے ہیں اور ہمارا منہ چراتے ہیں۔

”تم چاہتے ہو جن فرصت جیسی مگر آئی تھیں۔“

شام کچھ بیٹھے ہوئے صوفیہ عظیم نے اپنے بیٹے سے کہا۔ راہل کو ان کا کچھ نہیں تیز سا لگا۔

”کئی ایسی ہیج جا رہا تھا اسی وقت تو وہ آئی تھیں۔ میری ملاقات ہوئی تھی۔“

”وہ عمو کے بارے میں بات کر رہی تھیں۔ اس

کے آج کل بہت اچھے اچھے رشتے کر رہے ہیں۔ وہ بغیر کسی ترمیم کے اصل بات پر آئیں۔ تو بہت اچھی بات ہے اور جاننا دینے بھی عہدہ ایک بہت اچھی پادری اور ذہین لڑکی ہے۔ اس نے چلادی سے کہا۔

اور یہ اچھی اور ذہین لڑکی تھی بہت پسند ہے؟ نہیں پسند نہیں؟ انہوں نے صاف بات کی۔

ہاں جاننا آپ کسی بائیں کر رہی ہیں۔ میری زندگی میں ابھی ان باتوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ مجھے تو ابھی زندگی میں بیٹھ ہونے کے لیے بہت لمبا سفر کرنا ہے۔ وہ بھی کسی بات ہی لگا جہاں نہ ہو سکا۔ تاہم ان بات پر اسے جانے کیا ہو رہا تھا۔

ہاں اگر وہ دل فرخت بھی ہو جائے تو اسے بلا میں تو بہر جتنا چاہو وہ انتظار کر لیں گے۔ صوفیہ بیگم شاید دل میں بڑے ادا رہنے کے لیے سمجھاری تھیں۔

لیکن کون؟ ایک اچھی لڑکی آپ چاہتی ہیں کہ میرے انتظار میں ضائع ہو جائے؟ آج کا یہ تو ابھی میری پریمانی بھی نہیں ہوئی۔ اور آگے بھی مجھے ایسی بات سوچنا بھی نہیں۔ اس نے بھی اٹھان لیا کہ کوئی بھی چیز میری اولیات کو نہ تاننا ہوا۔

مجھے لگتا ہے کہ جہاں جان اور جہاں بہت اس لگا ہے مجھے میں نے جانا۔ صوفیہ بیگم نے دل کی بات سے جتا نہیں پادری تھیں۔

تو بھئی اے آپ نے تو سوچی ہی بھی تری رہا تھا؟ اور لوگ امید لگائیں گے اور ہم کبھی پھر نہیں ملنے پائے گا کہ آپ کو اپنے دل کی خواہش کی ہی پورا نہیں جتنا ہے سوچ کر پریشان ہو رہی ہیں کہ فرحت بھی جیسی ہے کیا باتوں کی؟ یا جہاں جان کو کیا بتاؤں گی وہ کیا سوچیں گے سوچیں۔

”تمہاری ساری باتیں مجھ تک نہیں پہنچائیں پتہ چل جائے لگ رہیں جتنا ہے کہ یہ بات اس سے کہیے کہوں گی مجھے خوب نواز دے کہ ان کے دل میں اس سے۔“ وہ اپنی پریشانی سے تیرسکری رہیں۔

”سو طریقے ہیں ابی! حالہ سے بات کر لیں،

تنا جان سے کہ نہ دے یا ایسا کریں آپ بھی عہدہ کے لیے اچھا سار شہرت و عرصہ شروع کریں۔“ وہ سمجھا لگا۔

اور پریشانی میں پہلا بار ان کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔

”ارے میرا بیٹا تو کچھ معاملات میں بھی طاق ہے۔ دیکھو مجھے دو ایسے دل جھالی ہی نہیں دیتے۔“

اس لیے کہ آپ پریشان ہو جاتی ہیں اور پریشانی بندے کی عقل کو غلبہ دیتی ہے۔ ذرا دل سے کام لیتے ہی ظاہر ہو جائے تو آپ کو اس کے بہت ہوا تھا۔ لیکن راضی کی مرضی کے بغیر وہ اپنی اور ہمیں تکمیل میں کر سکتی تھیں۔

عہدہ کے سلسلے میں ان کی ماں کو ہتھیار کر کے راضی کو ان کی دوسری خواہش کا لاشعور کی طور پر اجازت کرنا اور اسے لہو لہو سے میں داخلہ لے لیا تھا۔ اس کی اپنی بھی زندگی میں گریبان کا مسلسل اس لیے پریشان رہنا اس لیے کہ گھر کا گھر چلانے کے لیے آٹھ لاکھ روپے کو ناپانے تو لے کر رہنا اس کے دل کو دکھانا اور جتنا اسے خود کو ملتا۔ وہ میں خود اس کا منظر پایا کرتا تھا۔ اس میں نہیں۔ تینوں لائقوں کو ضرور کامیاب کرتی ہے اور اس کی منت سے روز و رات کیا کرے اس نے ہرگز نہیں کیے کے ساتھ لہو لہو سے کامیاب کر لیا اور اب آپ بھی جاب کی تلاش میں لگا تھا۔ اور آج بڑے صاحب کے اسے پہلا موقع دے رہی تھی۔ کیا تھا اور انٹرویو بھی کیا تھا اس جان لیا کہ وہاں تو صرف صوفیہ بیگم سے ہی اخبارات جھانک جھانک کر پڑھوں میں پھر لگائے شہرے کو لے دو ایک جگہ ماموں جان سے بھی حوالہ دیا اور وہ لگتا ہے کہ ان میں پہلا چکر لہو لہو چٹا تھا۔

آج وہ چلادی کو لہو لہو آیا ابھی تک راکت ہی وہ تھا۔ صوفیہ بیگم پھر تیرا جہاں وہ میں گراں وقت کامیاب نہیں کیے تھے۔ میرے گھر کے راضی بڑے شوق سے لگا

تھا۔ وہ تیرے ہر کرکٹوں پر دھماکا پلٹ کر ایک چھوٹی پلٹ میں رکھ چکی تھیں۔ اب آہستہ آہستہ کر کے پلٹے لگتے۔ لڑکی کے بچے کے ہاں کس کو لے کر ان کو دوسری طرف گھمائے ہوئے وہ اختیار کرتی رہی تھیں۔ جب کر کے دونوں سے طرف سرخ ہو گئے تو انہوں نے چھوٹی ہانڈیاں میں بھجائی تھی اس میں شامل کرنا کام کر کے پیش رو جان کے دروازے میں کھڑے راضی کو دیکھ کر مسکرائیں۔

”بہت بھوک لگی ہے تمیں؟“

”ہاں اب صرف میرے لیے اتنا تو کھانا کھا کر ہی نہیں ہو رہا۔ میرا حیدر صاحب کوئی دل بھری یا گورٹھ کیا کر رہی ہیں۔ وہ لوگوں کو بھی نہیں رہے۔“

”میں اس معاملے میں داخلہ لیا اسے بہت صوفیہ خاتون کے دل پر منتقل کر گئے تھے۔“

”ارے بیٹا تو ایک تیری ہی بیوی لگتی ہے۔“

”نہ نہ ایک لڑکی کبھی تیری کے استے چھوٹے اسی دور تو آپ کو مرگ جائے تو میں بھی نہ لگے۔“ وہ ہنسنے لگا۔ اسے واقعی بھوک لگی تھی اور وہ بھی میں چل رہا تھا۔ اپنی ماں کو خوش کرنے کے لیے جس کی لہجہ سے وہ جان چلادی لہو لہو گیا تھا۔

”میں لڑکی کبھی تیری کو ڈاسی تو چہرہ دانی ہے تو کتنی عمدہ اور لذت مند جانی ہے۔ بھوک کر کے لے لیا تو کتنی بھوتہ۔“

”چلیز آئی! مجھے کر کے کے فائدہ والا اور کام نہیں ملتا۔“

”میں جلدی میں ہوں مجھے بہت سے چینی دوری ہے۔“

”اے اے اے کھانے کی چلادی ہے تو چلو کھانا تو بالکل تیار ہے۔ آج میں نے اپنی بیوی کو کھانا کھا رہی تھی۔“

”ہاں! مجھے کھانے کی نہیں آپ کے فارغ ہونے کی چلادی ہے۔ مجھے آپ کو ایک زبردست بات بتانی ہے کہ تم باتوں سے لگتی نہیں ہیں۔“

”تمہا تو میں کھڑے کھڑے کہہ رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس کا ساتھ ساتھ راکت بھی کرتی ہیں۔“

”میں نے تو سوچی ہی آپ باہر آئیں۔ سلی سے

صوفیہ نے پریشانی سمجھتے سے میرا چہرہ دیکھیں پھر بتائیں گے۔“

”چلادی پر سلی! وہ اس کے ساتھ باہر آئیں اور جب صوفیہ نے پتہ پکارا اس کا چہرہ تک رہی تھیں جیسا اس نے بتایا کہ اسے چاہب لگی ہے۔“

”کام ہی؟ انہوں نے پوچھا۔“

”ان ہی بٹ صاحب کے دو ترمیم ہمارا میں بٹ صاحب سے ملے ہمارا انٹرویو ہے۔ کیا تھا۔“

”مگر تم نے تو بتایا تھا کہ انہوں نے دھتک سے تمہارا انٹرویو بھی نہیں لیا تھا۔“

”انہوں نے تیرا دل سے پوچھا۔“

”اسی جویری کو تیرے کی بچکان ایک نظر میں ہو جاتی ہے۔ وہ میرے سے بہت۔“

”ہاں! بڑے اچھے رہے ہیں ان کی خوش نمئی لیکن بیٹا پھر خود پر ناز کرنے کی حد تک اچھا ہوا ہے۔“

”تیرے نہ پوچھا۔ انہوں نے فوراً سمجھ لیا۔“

”آپ اپنے کی طبیعت سے واقف نہیں ہیں کیا؟ اس نے ان کو دیکھا۔“

”بھگت سے زیادہ نہیں کون ہو سکتا۔ لیکن تمہیں تو ابھی میرا فرض ہے۔“ وہ سر ملانے لگا۔ اسے خود بھی وہ اصل اس کو لڑکی کے دل چاہنے پر سخت حیرت ہوئی تھی۔ یہ بہت اچھی صاحب کی اور اچھی لہو لہو کا مطلب تھا۔ وہ اس نے اپنی قابلیت پر مجبور ہوا تھا اور اس کے خیالات میں سب سے زیادہ ابراز کرتی تھی۔

اسی امید کے سفر میں اس کی ایک نظر صاف پر بھی تھی۔ جلا کر کھجیب میں ہاتھ دے وہ اس کے ان چٹکی لگتی تھی جن سے اس کے والدین کے کبھی اچھے تعلقات نہیں رہے تھے۔ لیکن اس کی کسی چمکا دکاؤں میں وہ اسے اپنی اچھی لگی کاسے میں ہان ہان لیا تھا۔ لطف کی بات ہے کہ اس نے ان کا توں میں کوئی خاص بات بھی نہ ہوئی تھی۔ وہ رانا تو اس وقت کیا تھا جب خود با شعور نہ تھا کہ صاف کا خیال آتا۔ دوسری بار پورے خاندان کا جوڑم و رشہ داروں کی بھیجڑ میں سے آئے لوگوں کو تو پتہ چل گیا ہی نہ تھا۔



گزارے گا اپنا انداز اور رویہ اس طرح رکھے گا کہ ضرور سب کو متاثر کرے۔ عمر و اس وقت اپنے پاس کے سامنے گنگ تھا جو سوچا جائے وہ ہوتا نہیں اسی کا نام زندگی ہے۔

”آپ بہت حیران ہیں؟“  
 ”نہیں میں آپ کی حیرانی پر پریشان ہوں سر۔“ اس نے اپنی کیفیت پر قابو پایا۔

”تمہیں ہونا چاہیے پریشان کیونکہ تم خود جتنے اکھڑ مزاج اور تند خو ہو میں اس سے کہیں زیادہ سخت مزاج ہوں۔ اور میرا بگڑا ہوا مزاج اسی بات پر اڑا ہوا ہے کہ تمہیں ابھی کھڑے کھڑے اس نوکری سے نکال دوں جسے تم نے ابھی ابھی جو انجان کیا ہے۔“  
 وہ کرسی کھسکا کر کھڑا ہو گیا۔

”تھینک یو سر! یہ بھی آپ کی ذرہ نوازی ہے کہ آپ نے مجھے یہ بتانے کے لیے بلایا اور نہ میرا خیال ہے کہ میری طرح آپ کو بھی اپنا وقت ضائع کرنا پسند نہ ہوگا۔“ اب بٹ صاحب اس کی صورت دیکھنے لگے۔

”ٹناک برکھی نہیں بیٹھے دیتے بر خوردار! میں نے تو پہلے ہی دن کہا تھا نوکری کرنا تمہارے بس کی بات تمہیں۔ میں نے تمہیں نوکری سے نکالا نہیں ہے صرف یہ بتا رہا ہوں کہ میرا موڈ کیا کہتا ہے۔ بیٹھ جاؤ!“

انہوں نے تقریباً ”تھکنا نہ انداز میں کہا اور اس لمبے کو پسند کرتے ہوئے وہ کھڑا ہوا کچھ وقفے کے بعد وہ بیٹھ گیا۔ اور وہ کچھ سیکنڈ بٹ صاحب کو بہت بھاری لگے لیکن انہوں نے بہت تحمل سے برداشت کیا۔

”سوری سر! میری جا ب کی ابتدا ہی دھمکیوں پر ہو رہی ہے؟“

”یہ صرف تمہارے غلط رویے کا جواب ہے مسٹر راجیل! تمہاری بیک اگر اتنی مضبوط ہے تو تمہیں اس کا خالہ دینا چاہیے تھا۔“

”آپ کون سے حوالے کی بات کر رہے ہیں میں اب بھی سمجھ نہیں پایا ہوں۔ عظمت رانا سے میری رشتہ داری پر آپ کو اعتراض کیوں ہے، آپ کو اپنے کام کے لیے ایک باصلاحیت اور کوالیفائیڈ نوجوان کی

”واوا کے سوچم والے دن وہ وہاں جاتا نہ چاہ رہا تھا لیکن صوفیہ خاتون نے زبردستی کی تو اسے جانا پڑا۔ وہی جھوم تھا اور وہی اس کا اور اس کی ماں کا اکیلا پین۔ وادی جہاں نے پہلی بار اسے دیکھ کر جس بے تابی اور گرم جوشی کا مظاہرہ کیا تھا وہ اسے لگا و تھی اپنی ہی تھا۔ بعد میں انہوں نے ہمیشہ اس کے سلام کا سرسری سرہلا کر جواب دینے کے سوا کوئی تعلق انہوں نے نہ جتایا۔ صالحہ اتنا چھپ چھپ کر آئی اور جھٹک دکھائی اور ہر لگتا پھر جھپٹتی۔ جستجو میں ہے وہ اس کے بارے میں متحسس تھا اور محتاط بھی کسی سے اس کا ذکر تو کیا اس کی طرف اشارہ بھی نہ کیا تھا یہاں تک کہ اپنی ماں سے بھی نہیں ہاں مگر حمزہ نورانی اس کا وہ دوست تھا جو اس کے ہر راز احساس اور اختیار سے واقف تھا۔ اور اس واقفیت پر اسے بڑا بھروسہ تھا۔“



”جی مسٹر راجیل! اگر میں نے دھوکہ نہیں کھلایا تو آپ مسٹر عظمت رانا کے کوئی قریبی رشتہ دار ہیں۔ غالباً وہ آپ کے دادا ہیں!“

وہ بہت حیرانی سے بٹ صاحب کو دیکھ رہا تھا۔ دفتر میں پہلا دن تھا اور بٹ صاحب کے سامنے یہ اس کی پہلی حاضری تھی۔

”آپ نے مجھے نوکری کیا اس رشتہ داری کی بنا پر دی ہے؟“ سوال لازمی تھا۔

”مسٹر راجیل! اس رشتہ داری کا اگر مجھے پہلے علم ہو جاتا تو میں شاید آپ کو نوکری نہ دیتا۔“ وہ پھر ان کی صورت دیکھنے لگا۔ ”آئی ڈونٹ بلوو کہ رانا گروپ آف اینڈسٹریز کے شیئرز کا حصہ دار یا عظمت اینڈ سنز پرائیویٹ لیٹڈ کے مالکوں کا بیٹا میرے پاس نوکری کے لیے درخواست دے سکتا ہے، حتیٰ کہ اب میرے دفتر میں ملازم کی حیثیت سے کام شروع کر رہا ہے لیکن تمہارے ہر انداز اور باتوں سے یہ رشتہ داری ثابت ہو جاتی ہے۔“

اس نے کیا کیا نہ سوچا تھا پہلا دن دفتر میں کیسے

ضرورت سے وہ ہوں لیکن آپ میرے خاندانی بیک کارڈ میں یوں دیکھیے کہ رے میں جیسے مجھے چاہئیں رشتہ سے رہے ہوں۔“

”صرف اس لیے کہ عظمت ایڈ منسٹرے ہمارے گھر سے کاروباری مراسم میں سوشل سے ضرور جانا چاہیے ہوں گا کہ اس کھٹی کے مالوں کا بیٹا ہمارے ہاں کیوں ملازمت کرنا چاہتا ہے اس پر سوچئے تو بیسیوں ملازم ان کی اپنی کھٹی میں کلم کر رہے ہیں۔“ اب سب صاحبہ سلفا غریب پڑھتی تھیں۔

”شاید آپ کو یہ اور ہی دوری ہے کہ میری ملازمت نہیں آپ کی بہترین کاروباری دکان میں غفلت نہ ڈال رہے۔“ اس کا جواب مشروط اور رواں تھا۔

”تف کو رس یا ہٹ ہو آ رہے جیسا تم نے بالکل ٹھیک اندازہ لگایا ہے۔“ وہ اس کی صورت دیکھنے لگے۔

”پھر فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے آپ چاہیں تو میری چاہ فرم کریں۔“

”تم صاف بات بتاؤ۔ تم ملازمت کیوں کرنا چاہتے ہو؟“

”اس لیے کہ میری ماں نے بہت تکلیفیں اٹھا کر میری پرورش کی ہے، پھر بڑھ لکھا اس کا کل ہاتھ ہے کہ آج آپ کے سامنے پیش کر رہی ہوں اتنے اجازت سے بات کر رہا ہوں۔ اب میرا فرض ہے کہ میں انہیں آرام پہنچاؤں اور ان سے کما کر خرچ چلاؤں۔“

”میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ ہر صدی کا کون سا مذاق تم میرے ساتھ کر رہے ہو۔“

”ہو سکتا ہے کہ کوئی فائدہ دہا ہو لیکن پتہ ہے کہ عظمت رانا نے مجھے سوا لگے نام کے کچھ نہیں دیا اور یہ بھی انہوں نے نہیں دیا میں نے خود ہی اپنایا ہے۔“

”تو رانا شاید یہ منتقل بھی وہ میرے پاس نہ رہتے۔“

”لیکن ایسا کیوں؟ شاید تمہارے والد نے کوئی غلط قدم اٹھایا ہوگا؟“

”گھر نہیں“ وہ بری طرح حیران لگا انہوں نے بھی ماں باپ کی تافرفانی میں نہیں لیکن بھی فریادہ رازدار لگا اندازہ رازدار بھی والدین کو اس میں آئی۔

پھر اس کی مختصر گفتگو میں اپنے حالات زندگی بڑھ صاحب کو بتائے۔

”مجھے نہیں نہیں آ رہا کہ تم کچھ کر رہے ہو کاروبار میں اتنے بڑے اصول پر بند کوی بھی زندگی میں اتنے بڑے اصول کیسے ہو سکتے ہیں۔“

پھر اس کی جگہ بولنے تو سمجھ لے کر کہیے ہو سکتے ہیں۔“ وہ بڑھ صاحب کی عظمت کو رپ کے ساتھ کاروباری دکان پر گھر لیا تھا۔ ان کے بیٹے پریشان ہوا۔

لیکن آج چند دنوں میں کوئی کے دوران اسے اندازہ ہوا کہ بڑھ صاحب اس سے اور اس کے کام سے متاثر ہیں اور اس کے گورے کل پر کچھ شکر سے بھی۔

\* \* \*

”پلیر جو بھی جان! آپ سفارش کروں گا پلینا مجھے آگے بڑھنے کے لیے کاج چاہے گی اجازت میں اسے روکنے۔“ عاصمہ سچ سے ہی اپنی بوجھی کے ہاں آئی ہوئی تھی۔

صرف بیگم کے گھر اور دل میں عاصمہ کے آنے سے بڑی رونق ہو جاتی اس کے لپٹر کے استحضات سے پوریس چھڑیاں تھیں۔ وہ لڑائی بوجھی کے ہاں پہلی آئی۔ راجیل سے بھی اس کی اچھی انڈر اسٹینڈنگ تھی اور صرف بیگم تو اس کے استنہ لڑا اٹھائیں کہ وہ شرمندہ ہو جائے۔

”بس! اتنا بڑھ کر کیا کر سکتی ہو تمہارے گھر میں۔“

”ہاں اتنا بڑھ کر کیا کر سکتی ہو تمہارے گھر میں؟ تو میں نے سفارش کروں گی کہ بس بہت ہو جی، جلدی کوئی اچھا رشتہ دیکھ تمہاری شادی طے کر دیں۔“

”وہ چاہئے نہ پالیسی انداز بیٹھ ہوئے رک گئی۔“

”خدا ہے جو بھی جان! میں دنیا میں واحد آپ کو اپنا

بھرا دور ہو گیا۔ مگر ماں کر آپ کے پاس آئی ہوں تو آپ بھی دل جلائے والی بات کرتی ہیں کھٹیں تو ہر وقت ہی یہ بحث چلتی ہے اور بڑی بچپوری زندگی کا تو اوسن مقدس ہی ہے کہ میری شادی کروں! ایک آپ اس امر تھا آپ نے بھی اسی فرسرت میں نام لگوا دیا۔“

”ہرے تو میں اپنی بیٹی کے خیر خواہوں میں سے نہ ہوں گی کیا؟ شادی تو سب لڑکیوں کرتی ہیں اور شادی سے بے لگائی طرح سے نہیں کر سکتی ہیں۔“

”لیکن میں طرح سے نہیں کر رہی بہت شادیوں سے بات کر رہی ہوں اور آپ جیسے سفارش نہ کر سکتی ہیں تو میں خود بات کروں گی۔ مجھے تو بڑھتا ہے اس۔“

”عاصمہ چند ایسی لڑکیاں ہے بیٹا بیٹیوں کے ہاں باپ کا ایک ہی تو اوسن ہو تا ہے کہ ان کی جگہ سے جلد اور اچھی سے اچھی نگہ ر شادی کریں۔“

”پھر بھی جان! میں بھر چاری ہوں سمجھتے ہے جائے بھی نہیں چینی۔“ اس نے سبز پڑی پہانی کو کھسکا کر رو دیا اور منہ پھلا کر اٹھنے لگی۔ مجھے میں اس کا چہرہ اوس گانہ ہو گیا تھا۔ کل پڑی بیٹیوں کی ہالوں کی اور اوس بھی ناراضی دکھانے لگیں۔ وہ اتنی خصوصیت لگی کہ دیکھنے والے کو دبے دہے چار اچانکے۔ صرف بیگم اس کے کپاؤں میں بہار سے ہاتھ جوڑتے ہوئے ہو گئیں۔

”پلو ساری دنیا میں سمجھتی ہے، ہر دو دو ٹھیکر ہاں تو بیٹہ کرتا ہے میں عاصمہ کی زندگی بات کروں گی جو تمہارا دل اتنا ہے۔“ وہ جلتے جلتے تھی۔

”بس یہی کہ مجھے سکون سے بڑھتے ہیں اور پڑھائی کے دوران ایسی کوئی شرمندہ چاہئے نہیں شادی فیروزہ کی۔“ اسے خبر تھی کہ حور بیچ پوری بات ملتی جانتے گی۔

”تمہیں آگے بڑھنے کی زیادہ فکر ہے یا شادی نہ کرنے کی؟ دیکھو میں اپنے بھائی سے ایک بات منوالتی ہوں، لیکن یہ بیک وقت وہ مطالبے ناممکن ہیں۔“

”کھمک ہے پھر آپ یہ بات منوالیں کہ مجھے ابھی شادی نہیں کرنی۔“ یکدم عاصمہ نے کہا تو صرف بیگم



تھا کہ سارا دن آرام کرتے ہوئے گزارا لگے۔  
 "ہاں تمہارے چچا کی بیٹی کی نسبت ملے، ہوئی ہے" میں نے سوچا چچا کو مبارکباد دے دوں۔ "اس کا دل وہ دکھ ہے کہ ایک جانے کون سے چچا کی کون سی بیٹی ہوگی۔ وہ پوچھنا چاہ رہا تھا لیکن جیسے زبان نکل گئی ہوگی۔"

"بیٹا! اگر تمہیں دوبارہ چاہئے بیٹی ہو تو میں نے تمہارا میں ڈال کر رکھ دی ہے" اس سرسراہے سے تعلق رکھے ہوئے نہ چاہتے ہوئے اپنے سرسراہے سے تعلق رکھے ہوئے ہیں کیوں ای؟ اس تعلق میں اب اس کی بھی غرض نہیں ہوئی تھی۔ لیکن شاید یہ غرض یہی تھی کہ بیٹی کی منشا اس فن کا حاصل ہی ہو یا کسی اور کون سے اصطلاح کے سوا کچھ نہ لگتا تھا۔

"میرا خیال ہے بیٹا خانہ والوں سے بڑے بڑے رہتا ہے۔ ہمیں نہ نہیں اچھا لگا کلاؤں آتا ہے۔" "ہی ان لوگوں نے آپ کے ساتھ اچھا نہیں کیا پھر میری آپ اتنی ہی تعلق ہیں۔"

"میرے سچا س تو یہی چندا ہے جس بات میں لوگوں کا اپنا بھلا ہے اور میرا اپنا۔" "راہیل میں ہی صورت دیکھتے ہوئے سوئے لگا کہ انسان جگ کے ساتھ چلے تو اسے پکچان ضرور ہوتی ہے۔"

"آپ بہتر کیا کیا کہاں جا سیں گی میں ساتھ چلا ہوں۔"

"میرے آرام کرنا میں غرضی ملی جاؤں گی یوں بھی تمہاری کو فری تھی ہے جب تمہارے تو ایک بار مٹھائی لے کر بیٹا جانا۔" انہوں نے اسے روک لیا۔ "ہاں! بار بار نہ دیکھا؟"

"ہاں! بار بار نہ ہی جاؤ تو اچھا ہے۔"

"ہم بھی تم کو کامیابی دے جسے تعلق رکھے ہوئے ہیں آپ آپ میرے چلنے پر اعتراض کروا دیں۔" اس نے کہا تو وہ چپ ہو گئیں۔

"دل ڈرنا ہے بیٹا! مجھ والوں میں کمری رہتی ہوں اور اس میں تمہارا بھی تصور نہیں لیکن تمہارے ہی ایسی تمہارے ہی کسی نظر ڈالتا ہے تو میرا دواں دواں

دعا بن جاتا ہے کہ یا اللہ میرے وجود کے حصے کو میرے ساتھ ہی رکھنا تمہارے دھیال سے تو میرا دل چاہیے بھی کاپتا رہتا ہے۔ انہوں نے میرے لئے اور وہی کی ہر وہی سے تھکے ہوئے تھے۔

"صرف بیگم کی آنکھیں غم ہو گئی تھیں اور کوار بھر بھی کہ مزید بات ہی نہ ہو گی۔"

"رہے ہی آپ آپ کی دنیا ہی میں میرے معاملے میں کچھ تو خبریں نہ تھیں۔ یاد ہے آپ نے بتایا۔ اب لے کر گیا ہے کہ آپ کے ہاں وہ چچاوں کا؟ آپ کے نزدیک وہ رکھی ہے آپ کو ستایا کیوں تک۔ اس نے اس کو صرف بیگم کو بھی سکرانے پر مجبور کیا۔"

"اور ای؟" "انا پوس" والوں کی نظر مجھ پر تھی ہی گھری ہوئی ہے۔ آپ کے جبت کے حصار کو نہیں توڑ سکتی وہ تو اپنی بانی قدرت کی دیوار بھی نہیں کر سکتے۔"

"انہوں نے بیٹے کی بیٹی چاہی ہو چکی ہو گی۔"

"تم اپنے دل میں قدرت کی جگہ کسی کے لیے نہ رکھنا۔ یہ جذبہ انسان کو اندر سے کھاجا تا اس کی شخصیت کی ساری اچھائیوں کو چن چن کر نشانہ بنا دیتا ہے۔"

"وہ ای! قدرت نہ رکھوں گا تو آپ کے خدشے درست ثابت ہونے لگیں گے۔"

"میں خاموشی رکھ دوں گی رکھو بے رقی رکھو لیکن قدرت نہ رکھو۔"

"جب ایک انسان سے اسے واسطہ ہی نہیں رکھنا تو وہ آپ کو بار بار دہرایا جاتا ہے۔" انہوں نے یوں سر ملایا جیسے اس کی بات انہی ان میں ہی کہ کر کھانا خدشے یوں گھری ہر جہنم جان بھڑکتے ہیں۔

"مجھ میں ہر سادہ ہی بیٹھے ہیں اور آپ کو بھی میری طرف سے کسی تشویش ہی خدشے میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں نہیں اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں اور اللہ ہم کو سبھی باتوں سے نہ کرے گا۔" وہ تار ہونے کے لئے اندر آئے تھے میں چاہا اور چند ہی منٹوں میں ٹیبل چنیز اور ٹیبل شیز کی چیک کول میں شرت بن کر گیا۔

"اللہ سے تم کو اتنا بھروسہ اور ذہین بتایا ہے اس کا بار

"انہوں نے پھر بیٹے کو بار کیا۔"

"ہاں اس کے ساتھ تو خصوصیت اور اہمیت بھی تو بنایا ہے۔ آپ ذرا ٹھیک طرح سے دیکھیں تو کسی نہ ان کے سامنے اپنے ایک لاکھ کی بڑی پر لکھا ہو کر پورا گھوم گیا تو وہ پریں۔"

"یہ دعا نظر ہے سے چھلے۔" انہوں نے دل کی دل میں دعا کی اور بیٹے کے ساتھ چل پریں۔

"انا پوس" تک بیٹے پھر پراہیل کا دل ساتھ کے خیال میں ہی ایک لاکھ اس میں اتنی بھی جرات نہ تھی کہ اپنی ماں سے پوچھتا کہ آفراس کی کن ہی کنز کی کتنی ہوئی ہے۔ پتلا وہ بھی ان کے سامنے اس کا پتلا نہیں لگے گا۔"

"اس کا دل کم بخت بھی کسی "شیر موصوف" سے عاشق اور ہوا۔ وہ روز روز اور رات کے سانسے میں اس کی ماں کی بے بسی اور پڑھنے سے جاگن اور بے چینی کی کمانی شروع ہوئی کہ ماں وہ اپنی محبت کی کوئی داستان لیسے لکھ سکتا تھا۔ وہ اپنی داوی جان کو سلام کر کے ڈرا تک دوسری ماں بیٹہ گیا۔"

"یہاں اس کے لیے کچھ نہیں ہے اسے اچھی طرح بیہوش خود کو سمجھانا چاہیے۔"

"نہاں کئی ہوئی کئی وہ کھیلے چچا کی بیٹی تھی سن کر اس نے کھل کر اس ماں کی اور پھر خود کو بہت ڈانڈا۔"

"جب ایک انسان سے اسے واسطہ ہی نہیں رکھنا تو وہ آپ کو بار بار دہرایا جاتا ہے۔"

"استاذ! علیکم تنلی جان! آپ کب آئیں؟" آج پھر لگا تھا وہ لٹی جان سے لے کے شرف میں اور حرف کل تکی ہی اور موعج بھی خوب قند ایسی اچھی داوی جان کا سب کی فزاکے لے اٹھ کر اندر کی تھیں ورنہ اس ماں کے بعد داوی جان کے ہوتے ہوئے وہ ان کے سامنے آنے کی جرات نہ کر سکتی تھی۔ لگا تھا اسے افسانہ میں زندگی پر اچھا لگا رہا لیکن اس سوچوں کے گرداب سننے لگے۔ احتیاطی سب باتیں سب بکھر گئیں۔ وہ سامنے آئی تو اسے سب کچھ بھولنے لگا۔

وہاں عابدہ خاتون اور اس سے چھوٹی بیوی اور اپنی بیٹی نہا کی اسی جنہیں موصوفہ خانہ مبارکباد دے آئی تھیں وہ بھی موجود تھیں۔ انہی اسی حضور پر پیرا لائی تھی ابی سے مل کر گئی تھی اور وہ اپنی داوی جان کے سامنے آئی تھی اور وہی جان نے اسے نہ تو کتا نہ بھڑکا نہ گھورا کہ ساکن ہیں لٹی سے اچھا بھلا پر روک ٹوک کسی کو لگا نہ سکتا۔

"بیٹا! تم آگیا ہو؟" آج سامنے بیٹھی تو موصوفہ خاتون نے بھی صلہ سے بات کی ورنہ اس سے بے لگانہ کی بھی صلہ سے ہر بار تقریباً "سر سری ہی ملاقات ہوتی ہے۔"

"عبدی! تم نے کڑھائی کھینچی ہے اور اونٹن کے پرائیٹ امتحان کی تیار کی ہوئی ہے اور اگر پلانے اہمیت سے وہی اونٹن کا امتحان ضرور ہوا گی۔" سر ہلاتے ہوئے انہوں نے عابدہ خاتون کو کھل لیا۔

"آپ تو جا چکی ہیں اور انہوں کے مزاج کو اور اہل جان اس کے لیے درحالی کے بہت خلاف ہیں لیکن اس کے بعد اس کی کنزوں کا کافی بے جس کام کو منع کیا جاتا ہے اسی کام کے پیچھے پڑ جاتی ہے۔ عابدہ خاتون نے کھل۔"

"وہ ای! اب آپ نے لٹی جان کے سامنے بھی میری بڑیاں شروع کر دیں۔ آپ کو اپنی بیٹی سے پیار نہیں ہے۔"

"میں بیٹا! بیٹیوں سے تو سب کو پیار ہوتا ہے۔ صلہ اور میرے گھر تان میں نہیں اچھی ہی کڑھائی کھانوں کو نہیں بھاگی اے کہ آئیں ضرور بھی بیچوں کہ اور چھل بھانگی آپ بھی میرا ہے صلہ سے پھر ادا تھا میں لیکن رابعہ خاتون کی بیٹیوں تو تقریب نہیں آئیں۔" انہوں نے سب سے چھوٹی بیوی کو نام لے کر پوچھا۔

"بھلا اہل جان کہاں بیچوں کاہوں انا چاہتا ہوں کہ بیٹی ہے۔ یہ تو سال ہی ہی ہوا ہے کہ کڑھی کھینچی کر کر بھی اور سب سے کڑھ بیٹھی ہے جو نہ رابعہ خاتون اور ان کی بیٹیاں تو قدم بھی لہاں جان کی مرضی سے

اصناف ہیں جو بیاد میں ہیں یا مٹتی ہوئی ہیں ان کے لیے تو اہل جان کا رویہ غریب ہے لیکن کوٹاری کی چیزوں کو تو اپنی مرضی حرام ہی سمجھیں۔۔۔ نرا کی امی آمنت خانوں نماں کے رویوں سے بہت شاکہ لگ رہی تھیں۔

”جب گھر تو بھی بھی امی لے کر نہیں آئیں گی۔“ صاحبانہ منہ نہ کرنا بی بی سے کہا۔

”دیکھا اسے امی باپ کی دھن لگ جائے گی۔“ علاوہ مغلان نے اپنی جھانسی سے کہا۔ امی وقت اندر کمرے کا دروازہ کھلے اور بند ہونے کی آواز آئی اور صاحبہ اپنی سرعت سے اندر کمرے میں رخ پھوٹ گئی کہ ایک لمبے کوسب دیکھتے دیکھتے اور لگنے ہی سے دادی جان اندر کی طرف سے آئی نظر آئیں۔

”وہ گالٹی چہرے کی بیویوں کو دیکھ کر جھٹک دیکھنا کسی کو ابھما کسی کو پریشان کرنا۔ اس کا کوئی کافر مرادوسری طرف مٹا نہیں تھا۔ وہ دمیو تھا۔ فرزند مینوال تھا۔ راجھا کہ اپنی محبوب کو صدمہ کھوج میں لگن برنایا سامنے گھرا دیا ہو تو اس میں اثر چاہا کہ اگر امی کرف محبوب سے ملنے کی اس آہٹوں کی سوسوں صدی کے اس تیز رفتار اس دور میں جب بندہ اپنی پنڈل سے نہیں کھینچوڑے پوچھتا ہے کہ (Who is the best) اس کے لیے کیا ٹھیک رہے گا اور کیا لانا وہ کس پیکر میں رہا تھا۔ اس نے بے بسی سے سوچا۔“



”تم سے میں نے کہا تھا کہ اب وہاں نہ جانا مگر تم تو اہل کے ساتھ دوڑے ہو پڑے ہو بھائی میرے کسی کو بھونا ہو تو اس سے دور بھاگتے ہیں اس کی طرف نہیں“ متروہ نورانی سے بتا رہا تھا۔ سب سے وہ کہتی ہو۔

”میں تو ابی جان کے اکیلے پن کے خیال سے ان کے ساتھ چلا گیا تھا۔“ وہ صفائی دیتے لگا۔

”اب اس چھوڑ کر آجائیں آجائیں۔ بھائی ابی میں سے کہ تم ابھی سے اپنا پروہیاں اس کی طرف سے بنا دو۔ اپنی زندگی کو زاریا دیکھ لعل پھینس رہے ہو۔“

”میں نے ایک موقعی احساس سمجھ کر لاپا ہوا ہوں، بہت مگر بچہ نکلا ہے میں اسے حاصل نہیں کر سکتا لیکن اسے دیکھ تو سکتا ہوں اس سے محبت تو کر سکتا ہوں۔“

”چھوڑو میرے بار بار اہوں عورت کے پیکر میں بڑے تو خوار ہی بن گئے کی۔“ مترو کا اندازہ درست ہو سکتا تھا لیکن اس کا دل اب فطری کا سمجھتا بہت کم چل رہا تھا۔ جو بھلا ہوا ہے خوش سلگ۔ وہ نہ جانتے تھے کہ امی کے پاس کھڑے ہو کر شیشے میں سے دیکھ تو سکتا ہے۔

”میں پیکر میں ہوں بس ہی ہوتی ہوں اور ہوں۔“

”یہ تو اپنی عیبی سیدھی ساوی زندگی کو بھلا رہے ہو“ وہ اپنی بیاری لڑکی عموہ صرف شہادے اشارے سے انظار میں سمجھی ہے اس سے متاثر ہو کر ہمارے دل میں بھی وحاشیں دیں لی اور تمہارا پیدائنی پن بھی تم ہو جائے گا۔“

”سنو تم میرے دوست ہو نا مجھنے کی خوش نہ کرو سمجھتے۔“ مترو تو اس نے خنجر کا ٹکڑا لیکن پھر ہر گز دورے دن کے ساتھ اسے مترو کی ماری بائیں دست لگ رہی تھیں۔ پچ ہی تھا یہ تو خود کو ضائع کرنے والا راستہ تھا اور مٹکنی کا تقاضا بھی تھا کہ وہ سو دو نواں کے مترو میں نہ بیٹھنے۔



وہ اپنے کام کی مصروفیات میں الجھ گیا۔ اپنے کوڑا دو ستون اور چلنے والوں کی مٹھل میں ملامتوں وقت کوڑا نہ لگے گی کہ کوبھلا ناٹان آسان نہیں“ صاحبہ کر اس وقت جب سب کی پوری طرح سے اہیاں ہوا ہوں بدینی میں بیٹلا ہو اور ایک کے بندے خود آپ کو صدمہ دینے پر تے ہوں۔ دو داخل جھٹل سے انسانی کی کمزوری رہی ہے کسی کے سینے دیکھا اس کی کوٹن میں رہتا اس کو بانی کی آرزو کرتا پڑا سرور ہے اس جتو میں بیٹی رنگیں ہے اس خواب میں انسان بد نہیں آسکتا۔

آج وہ انہیں سے اندھ کر سیدھا صاحبہ سمندر کی

خرف گیا تھا شام ہونے والی تھی، چھٹی کا دن نہیں تھا اس نے وہاں اتنا رخ نہیں تھا لیکن سکون اس کے اپنے دل میں نہ تھا۔

”وہ ساحل کے کنارے۔۔۔ قدر سے تیز تیز چلنے لگا اور پھر بھاگنے لگا اس کا پورا جسم ٹھکن میں لوب کر رہی کی طرف سے اپنا صحیان بھانے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ تھوڑی اور ڈونڈ پینڈ کر کے لے کے سامنے لگے گا اور سامنے سمندر کی طرف دور تک لے کے نظر ڈال کر وہ دیکھنے والا تھا کہ اپنے برابر میں بائیں تھوڑے ہی فاصلے پر کھڑے ایک دوڑے پر اس کی نظر پڑی۔

”نہا ایک تم ہو مجھے یقین نہیں آیا؟ وہ نہ نہ سکا تو را۔“ توجہ حاکم لولا۔

”اے راجا بھائی آپ! آپ بھی تو ای دنیا ہی شہر میں رہتے ہوئے بھی نہیں فکھ نہیں آتے۔“ وہ اپنی اور پھر سامنے کھڑے اپنے سمیت سے راجیل کو ہلایا۔

”یہ جمل اچھے ہیں اور بھلی ہے راجیل میں میرے کزن“ وہ ڈونڈ ایک دوسرے سے طورا راجیل نے ادا اور دلور کھلا۔

”آج کی بھلی تکی ہو نرا! میرا مطلب ہے کوئی اور ساتھ تھیں“ اس سے متال سے کوئی کہ فرور! متال۔“ نرا پھلے کچھ بھلائی لیکن اب قدر سے سمیٹل چلی گئی۔

”میرے ساتھ ہوتے ہوئے یہ اکیلی کیسے ہوگی“ متال نے فوراً کھلا۔

”آپ کو ابھی اکیلے ساتھ مٹھنے کی عمل دستاویز نہیں ہیں۔“

”جہاں سے سارے خاندان والے ایک ہی سوچ دینے پر تے ہوں۔ دو داخل جھٹل سے انسانی کی کمزوری رہی ہے کسی کے سینے دیکھا اس کی کوٹن میں رہتا اس کو بانی کی آرزو کرتا پڑا سرور ہے اس جتو میں بیٹی رنگیں ہے اس خواب میں انسان بد نہیں آسکتا۔“

وہ دھار اور ایک دوست۔“

اس نے پشتمے ہوئے کہا۔ لیکن اس کا دل تو ابی پر

سے جتن ہو گیا کہ دوست کون! ابھی کے ساتھ صاحبہ سے گور کی طرف گاڑی میں بیٹھی کوئی ہیں آپ تو ابی جان کے مزاج سے واقف ہیں۔“ اس نے بس صاحبہ کا کھنہ بنا کر دیا۔

”پھر آپ باتیں کر میں میں چچی میں سے مل لیتا ہوں۔“ وہ چل رہی تھی۔

”چچی! آپیز چلیں نا تھوڑی دور تک مٹھ لے رہتے ہیں۔“

”پہلے سے آپ نے اپنی منتقلی میں سامنے کھلا سمندر سے اور آپ سمجھتے ہیں کہ میں“ وہ سفید ٹوپا کھولا نکلتے پچانچا تو اندر سے بائیں کی آواز آئی تھی وہ صاحبہ ہی تھی۔

”وہ ایک لمبے کے لیے رک گیا۔“

”وہ کچھ صاحبہ چننا لاتی بائی بہن بھی لیتے ہیں میں کھلے اپنی نڈی کی وجہ سے پریشان ہوں گور پھر اسی نے دیکھ لیا تو پھر سزا حاشیہ ہی میں کھولیں والا جائے گا۔ تمہارے معاملے میں تو ویسے ہی اہل جان بہت حاسن ہیں۔“ آمنت خانہ اسے سمجھاتے ہوئے کہ رہی تھی۔

”وہ نرسہ آپ کو دنیا میں اپنی ماں سے علاوہ بھی کوئی جیتا یا کتا انسان نظر آتا ہے آپ نہیں اور آپ صدمے لیں دادی جان میں اس وقت بھی نہیں آتھیں۔“

”ہاں صاحبہ! علم چچی جان کسی ہیں آپ! اس وقت وہاں اس کا جو رخ ہی تھا وہاں اس کے سر سے بائیں راجیل نے جھک کر گاڑی کے اندر دیکھتے ہوئے اپنی چچی کو سلام کیا۔

”وہ راجیل راجیل تو اترا کیسے آئے؟ وہ پھینکا کچھ گور پڑا لیکن سکون حاصل ہے دیکھ کر اٹھائی گی۔ اس کی آنکھوں سے اس کا جو رخ ہی تھا وہاں اس کے سر سے بائیں باقی تو اس کا پورا چھوڑا دکھا ہوا تھا۔ امی کی سر سے بائیں تک چادر کے ساتھ اس نے چہرے پر بھی نقاب ڈالا ہوا تھا۔

”ابن کو سمندر پر بندے جب ہی تو امیل آتے ہوں گے۔“ صاحبہ جلد ہی پھلے سے پھلے۔

”اور آپ بھی اسی لیے آپ ہیں کہ آپ کو سمندر



ہمت بست ہے۔“ اس نے لطف لیتے ہوئے کہا۔  
 ”نہیں، ہم لوگ۔“ لیکن اسی وقت چچی نے اس کا ہاتھ زور سے دیا۔

”ہاں، ہم بھی اسی لیے آئے ہیں۔“ اس نے ”سی“ کرتے ہوئے بات یوں پلٹی کہ سامنے والا کوئی اتاڑی ہی ہو جو نہ سمجھے کہ اس نے غلط بیانی کی ہے۔  
 ”تو پھر باہر آئیں تا سمندر گاڑی کے اندر تو نہیں آئے گا۔“ راجیل دلچسپی سے کہہ رہا تھا۔

”کی تو میں بھی چچی جان کو سمجھا رہی ہوں لیکن یہ ٹھانٹھیں مارتے سمندر کو دیکھ کر بھی ہمارا نہیں ہوئی ہر وقت ہمیں بھوت پرست اور چڑیلوں سے ڈرائی رہتی ہیں۔“

”افوہ صالحہ! آئندہ میں تمہیں کبھی ساتھ لے کر کہیں نہ جاؤں گی۔“ آمنہ خاتون زچ ہو گئیں۔ انہیں پہلے ہی نڈکی فکر کھائے جا رہی تھی اب راجیل کو بھی ان کی پریشانی کا احساس ہوا۔

”لگتا ہے چچی جان! آپ مجھے یہاں دیکھ کر پریشان ہو گئی ہیں۔ اچھا پھر میں جاتا ہوں۔“ وہ پلٹنے لگا تو انہوں نے جلدی سے دورانہ کھول کر اسے پکارا۔

”ارے نہیں بیٹا! تم سے کیا پریشانی، صالحہ کی باتوں سے الجھ رہی ہوں۔ ہر انسان کو اپنی حدود جانتے ہوئے انہیں مان کر ان کا بند ہونا چاہیے۔“ انہوں نے کہا۔

”آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں لیکن بے جا پابندیوں پر باغی ہو جانا بھی انسان کی فطرت ہے اسی لیے ٹھوڑی نرمی جائز ہے کہ انسان اپنے ماحول میں جی تو سکے۔“ وہ دسمان سے بولا۔

”آپ گاڑی سے باہر تو آجائیں، ایک طرف کنارے کی دیوار پر بیٹھ جائیں گے، یوں گاڑی کے اندر بیٹھے ڈھنگ سے بات بھی نہیں ہو رہی۔“ راجیل کہہ رہا تھا اور صالحہ جی ہی جی میں ورد کر رہی تھی کہ چچی جان مان جائیں۔

”اچھا آؤ صالحہ! چارو اچھی طرح اوڑھ لو۔“ انہوں نے جیسے نہ چاہتے ہوئے کہا۔  
 ”اے چچی جان! اس سے زیادہ اچھی طرح کیونکر

اوڑھی جاسکتی ہے۔“ وہ کہتا چاہتی تھی لیکن باہر نکلنے کی خوشی میں کچھ نہ بولی۔  
 صالحہ گاڑی سے باہر نکلی تو جیسے اس کا رول روٹا خوشی سے بے تاب ہوا جا رہا تھا۔

”بس یہاں بیٹھ جاؤ صالحہ!“ چچی جان نے گاڑی سے کافی قریب جگہ بتائی۔ ساحل کے ساتھ ساتھ نی سیدھی لمبی دیوار پر دو دروازے اور گاڑی کا لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ سامنے سمندر دیکھ کر صالحہ کا دل بلیوں اچھل رہا تھا۔ وہ اپنی بے قابو ہوئی دھڑکن کو سنبھالنے میں مصروف تھی اور راجیل اس کا جوش دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔

”کیا آپ نے کبھی سمندر نہیں دیکھا؟“ وہ یونہی پوچھنے لگا۔

”دیکھا ہے، جب ہی تو اتنا شوق ہے لیکن ہمارے گھر میں سب شوق کا قائل کرنے والے لوگ ہی رہتے ہیں، سو مہینوں بلکہ سالوں میں کبھی ایسے شوق پورے ہوتے ہیں۔“ وہ اپنی دھن میں مگن اتنی اچھی لگ رہی تھی۔

”بیٹھ جاؤ نا صالحہ!“ چچی جان اپنی گھبراہٹ اور جھنجھلاہٹ چھپانے میں بری طرح ناکام ہو رہی تھیں۔ ان کے تیز لہجے میں کہنے پر صالحہ فوراً ”بیٹھ سکی۔“ لیکن اتنے اہمک سے آتی جاتی ڈوبتی، ابھرتی ڈوبتی سوجوں کو دیکھ رہی تھی کہ چچی جان اس کی محویت کو دیکھ کر تھوڑی دیر چپ ہو گئیں۔

راجیل خود اپنی زندگی کے ان خوش نصیب لمحوں پر حیران ہو رہا تھا۔ یوں ایسی جگہ پر صالحہ کا ملنا کتنا ناممکن تھا لیکن یہ نصیب ہی تو تھا جو مہیاں ہوا تھا۔ اور اس مہیاں سے وہ کون سا فائدہ اٹھالینے والا تھا۔

”بس اب واپس چلو!“ چچی جان اٹھنے لگیں۔  
 ”اوہ چچی جان! بیٹھیں نا، ابھی نہیں آئے گی۔“ اس بار صالحہ کے بجائے راجیل نے کہا اور نڈکا نام اس کے منہ سے سن کر وہ حیران ہوئیں۔

”تم نڈا سے مل چکے ہو۔“ وہ پوچھنے لگیں۔  
 ”جی، اسی نے مجھے آپ کے بارے میں بتایا تو میں نے آپ لوگوں کو ڈھونڈا۔ ابھی سمندر میں سورج

دوسے کا سنہرہ پڑا اور غیب دکھائی دے گا پھر بیچ جان  
اجمالگ رہا ہے۔ وہ کب ہو چکے ہیں۔  
چچی بلیزیا کب سے پلے جانوں۔ صرف سمندر کو  
چھو کر وہیں پہنچیں تو کسی کی؟ اس نے اپنی کج بات اور  
امید سے کہا کہ جانے کیسے انہوں نے سہرا لیا۔  
وہ ٹھیک ہو چکی تو آ کر کھٹے۔ وہ فوراً اٹھ کر  
دو سرے دیر سے اتر کر کھولے سے بیٹھے جانے لگی۔

اور آندہ خاتون غیب ہی سوچ میں ڈوب رہی  
تھی۔ ایک رگ چھوڑ کر دوسرے منڈر میں مبتلا  
ہو رہی تھی۔ داخل کین کیا تو دیر سے ان لوگوں کے  
ساتھ وقت بہا کر گریا تھا۔ انہوں نے بائیں طرف رخ  
کر کے غور سے داخل کو دیکھا لیکن داخل کو حیرت  
سے بیچے جاتی صاف کو دیکھنے میں کین تھا۔  
مگر وہ اپنی جان کا کیومر داخل کو اپنے اوپر چچی  
جان کی تیز نظروں محسوس ہوئیں تو وہ گریا کر سہرایا۔  
”میں تم سے پوچھ رہی ہوں کہ تمس کب آیا ہوا ہے  
ہمارے پیچھے اپنا وقت نہیں بگاڑ کر رہے ہو؟“

”جو کچھ میں یوں ہی سمجھی تھی رشہ داروں سے ملنا  
اجمالگ سے بنا۔“

”تھے سالوں میں تو تمہیں کبھی ہم سے ملنا اچھا نہ  
لگا؟“ اچانک ہی ان کا ناز اور غم بدل گیا۔ اس  
وقت وہ اپنی ”رانا ہاؤس“ کی بائی گلب رہی تھی۔  
”چچی جان! میں تو آپ لوگوں کو پہنچا دینے کے  
شہال سے گھر گیا ہوں روز میرا کیا ہے میں تو کیا لای  
معلوم پھر گریا چلا گیا شہہ خرم نہ ہونے لگا۔  
”میں سچ بول رہی ہوں۔ اگر کسی نے لیا یا دیکھا تو  
تم اپنی جان نواؤں کے تم جانتے نہیں کہ ”رانا ہاؤس“  
میں آپ بھی کچھ لوگ ہر روز تمہیں مار دینے کے  
منصوبے بناتے ہیں۔“

”آپ رانا ہاؤس کے رہنے والے خود کو سمجھتے کیا  
ہیں! احکام بادشاہی اٹھانے والی بن جیتھے ہیں لیکن  
میرا اور ادا لیکن ہے کہ میری جان میرے اللہ کی اہانت  
سے کسی نے دی ہے اور اسے ہی لینے کا اختیار ہے“  
کوئی وہ سزا میرا جو کچھ نہیں بگاڑ سکا۔“ لے کر بھر کے

لیے جب ہوا۔  
”میں نے رانا ہاؤس کے معاملات میں کبھی ہونچا  
میں رہی لیکن آپ بڑے لوگوں کی بدگوشی کے کٹھ  
جیسے معمولی کوئی لاج سے ڈر رہے ہوتے ہیں۔“  
اچھے گیار ہنسنے لگا۔  
”سنو ڈو ایک منٹ کے لیے روکو۔“ وہ بھی اللہ  
کڑھی ہوئی اور اسے روکنے سے ٹوٹی۔

”یہ بتاتے ہو تاکہ ”رانا ہاؤس“ میں تمہاری دلچسپی کا  
غور کیا ہے؟“ انہوں نے پوچھ لیا حالانکہ جانتی  
تھی کہ اس کا جواب خطرناک ہو سکتا تھا مگر بہت  
گہری باتوں میں تھی۔  
”صاف۔“ انہوں نے کھینچ پلٹ کرنا بھیجے فوراً جواب  
دیا اور بیچے سمندر کو چھو کر اپنے دوسرے کے مطابق  
”فوراً“ دلچسپی کی صاف اپنا بار داخل کے منہ سے نر  
اپنی جڑوں ہونے کی جب ہی کہی۔  
”کتنے پاگل ہے جو تمہاری مہل جن رشہ داروں کے  
معاملے میں ساری عمر اپنی مٹکا رہی تم انہیں پر اپنی  
ساری اہمیاں حلیم کر رہے ہو لیکن سچ ہے کہ جب  
انسان کی عقل دلاؤ رنگ جائے تو اس کے پاس کچھ  
نہیں بچتا۔“ انہیں نے صرف شہد ہی فصرہ کا ٹھکانا بلکہ  
انتہائی افسوس بھی ہوا تھا۔

”میرے چہنچا ہوا۔  
ذہانت کو کبھی پہنچ کر رہی ہیں۔  
لیکن میں جس دن صرف صرف خاتون کا پلٹا نہیں  
عقلت رانا کو پانا تو آپ لوگوں کے سامنے کھڑا  
ہو گیا اس دن آپ سب لوگوں کو اپنی عقل کا کام کرنا  
پڑا ہے گا۔“

”آپ رانا ہاؤس کے رہنے والے خود کو سمجھتے کیا  
ہیں! احکام بادشاہی اٹھانے والی بن جیتھے ہیں لیکن  
میرا اور ادا لیکن ہے کہ میری جان میرے اللہ کی اہانت  
سے کسی نے دی ہے اور اسے ہی لینے کا اختیار ہے“  
کوئی وہ سزا میرا جو کچھ نہیں بگاڑ سکا۔“ لے کر بھر کے

”آپ رانا ہاؤس کے رہنے والے خود کو سمجھتے کیا  
ہیں! احکام بادشاہی اٹھانے والی بن جیتھے ہیں لیکن  
میرا اور ادا لیکن ہے کہ میری جان میرے اللہ کی اہانت  
سے کسی نے دی ہے اور اسے ہی لینے کا اختیار ہے“  
کوئی وہ سزا میرا جو کچھ نہیں بگاڑ سکا۔“ لے کر بھر کے

”بٹ صاحب! ذرا اپنی جلدی کسی کو اتارنا نہیں  
چاہتے۔“  
ان کے ٹیچر نے انہیں ہر بار روک دیا۔ لیکن ان کا پانا  
تھریے تھا جو خود ترقی کے لیے ترقی سے پیش رفت کرنا  
چاہتا ہوا اس کی رفتار پر قابو کرنا چھوڑا۔ جیسے ترقی  
چھوڑ دیا۔  
”بس ایک جھٹکا کرنا ہے مجھے عقلت اپنا سڑو گورو  
اسی کے لیے میں اسے خود ان داخل کو تیار کر رہا ہوں۔  
کیونکہ یہ لوگ اندر سے تھیں نہیں ہیں یہ بی خاص  
بات ہے جو مجھے اس کے متعلق اظہار ہونے سے بتائیں  
ہے بس۔“ جھولنا کشیا کا رویہ جیکٹ ڈھونڈ رہے تھے۔  
دار کرنا ہے۔ اگر ہم نے اس پر جیکٹ نہ اپنا ٹارگٹ  
حاصل کرنا تو سیرنگا جان کامیاب ہی ہے۔“ وہ اپنے  
مہینے سے اچھائی اہم منٹنگ کر رہے تھے۔

”مگر میں غلط نہیں سوچتا جو آپ مانگتا بھی  
داخل کوئی بھیجے والے ہیں۔“  
”آپ کورس رازیل تو اس پر جیکٹ کی کاپی کی  
مہلی دسل ہے کیا کیورت نونون چاہے نیازی تم  
نے اپنی بار سنے بہرا کھٹ کر اپنی تین میں ملازم  
رکھا ہے۔“

”ٹھیک ہو سزا! اس کے اندر جو اہانت ہے وہ  
اسے وہ سہولت سے ممتاز کرتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو  
ذہانت کرنا جانتا ہے اس کے کہہ اپنے آپ کو بہت  
کچھ بتاتا ہے۔“ پیچھے انہیں صاحب نے کہا۔  
”ٹھیک ہے نیازی! اس کی ہماری ٹینٹک میں  
ہمارے ساتھ ساتھ فوراً داخل ہو گا۔ اس کے اندر ہم  
اکہم شاف بمزنی ٹینٹک رہیں گے۔“ انہوں نے  
کہہ کر شگفتہ بر خفا ت کر دی۔

وہ چھت کو گھور رہے ہوئے مسز ہر پائل سیدھا لایا  
مسلسل سوچ میں کھتا۔ بٹ صاحب کی اس پر کئی  
مہلوں سے نہیں سمجھ ہو رہی تھی۔ اپنی ترقی تھوڑا  
میں ہے حد اضافہ گاڑی سمبال فنون کھڑے کے فنون  
ہیں۔

وہ چھت کو گھور رہے ہوئے مسز ہر پائل سیدھا لایا  
مسلسل سوچ میں کھتا۔ بٹ صاحب کی اس پر کئی  
مہلوں سے نہیں سمجھ ہو رہی تھی۔ اپنی ترقی تھوڑا  
میں ہے حد اضافہ گاڑی سمبال فنون کھڑے کے فنون  
ہیں۔

تھی کہ شہر کے مہتمن علاقے میں گھر کے لیے بات  
بھی اسے دیا گیا تھا جس پر کسٹومر کسٹومر کا کام بھی ترقی  
سے ہوا تھا۔ لیکن مالٹیا جیسے جانے کی بات نے  
اس کچھ جو نکلیا تھا۔ وہ کیا تھی جلدی اتنا قابل محسوس  
ہو گیا تھا کہ بٹ صاحب نے اپنے سٹریٹائف بمز کو  
چھوڑ دیا۔ اسے اپنے ہم پڑس برز پر صرف اسے بھیجے  
کا پیلر کا تھا۔

وہ ترقی اور کامیابی کو اپنا حق سمجھ کر وصول کر رہا  
تھا۔ لیکن آج ٹھٹک کا تھا۔  
وہ بہت بڑا آدمی چاہتا تھا ہر سہا سہا حاصل کرنا  
چاہتا تھا۔ لیکن اس جنون شہہ وہ انہیں بند کر کے  
پانگن تھا۔ سوچ سوچ کر وہ ٹھٹک گیا تو اٹھا اور پل  
دورست کرتے ہوئے باہر نکل گیا۔  
”اسی میں حمزہ کے پاس جا رہا ہوں تیری دیر میں  
آ جاؤں گا۔“

”صاف بات ہے وہ تم پر اپنی مہمانی کر رہے ہیں کہ  
اس کے بدلے کہ تم سے جو اور جیسا کام چاہیں آئندہ  
میں گے۔“ حمزہ سے بات کر کے اسے پیشہ نسلی ہوا  
کھی۔  
”کونسی بھی کچھ ہے۔ میرے دل میں بھی  
ایسے ہی کچھ فکرتا ہے۔“ وہ کہے۔  
”اس ٹرپ میں کوئی پھرتو نہیں ہے؟“ حمزہ پوچھتے  
لگا۔

”اب اتنا بے وقوف تمہیں نہ سمجھنا! جہاں بیٹھ کر  
کام کرنا ہوں اس ادارے کے بارے میں سیکلے دونوں  
میں ہی کچھ اچھی طرح تحقیقات کر لی تھیں۔ چلو تو ان کے  
پوسٹ کا دور بار میں نہیں نہیں ہے۔ صاف تھرا  
برز ہے اور میں نے اپنی ترقی کے نتیجے کو رکھا ہے کہ  
بٹ صاحب بھی میری نیچر کو سمجھتے ہیں۔“ اس نے  
تھوڑا کام چھوڑ کر پلٹا۔

”کیوں تو کہہ رہا ہوں کہ تمہاری خشت مزاجی انہیں  
بہت جھٹکا دیا ہے۔ بہت سے بڑے بڑس میں آؤ  
میں سلیڈز بڑس کے طور پر بڑے بڑے کام کرتے  
ہیں۔“



”نہیں عزیز! اس طرف سے میرا ذہن بالکل صاف ہے۔ ہاں البتہ ان کی کاروباری دوستوں اور دشمنوں سے مجھے مجسبہ مشقت ہی ہوتی ہے۔“

”میرا خیال ہے کہ تم انہیں نشانہ بنا جاؤ۔ ضرور اس میں ان کا کوئی بیڑا منگنا ہے۔“

”تم جانتے ہو عزیز! میں چند روز اور کاماتے ہوئے بھی کبھی اپنی ترقی نہیں کر سکتا۔ جتنی گریبا چاہتا ہوں یہ سہری سونے کو میری سب سے بڑی ضرورت ہیں کسی طرح میں بچے ہیں یا اس کا۔“

”یہاں تک کہ تم میرے پاس جاؤ گے کہ عظمت اینڈ سٹریکے مقابل کھڑے ہو جاؤ۔“

”جانتے سے کیا ہوتا ہے جہل نہ بلکہ۔“ رونی اسے سمجھا سمجھا کر ٹھٹھکی تھی لیکن اس کا جواب وہی مرقی کی ایک بات گنہگار نے کی۔

”مچھتاؤ تو کہ تمہارے ماں باپ تمہاری قرارداد پر مائل ہیں یہ عمل کھل کر کیا ہے؟“

”گناہ ازبست عیسا! تمہ۔“

”انفرد مرقی یا تمہیں کھل کر کہی ہو تمہا جتنی ہے ورد کب سے ہوئی ہو؟“

”جب تم نے روم اور شکر مل ہوئی ہو۔ بھلا وہ اولاد ہی کیا ہے جو ایسا ہی کر دوں اور اذکالت کا احترام نہ کرے۔“

ایک خواہش کو اپنی زندگی کا محور بنا لیا ہے۔ اس کی کچھ شے نہ آیا تھا کہ وہ اس صورت حال کیسے چھٹکارا حاصل کرے۔

اور عصورہ ان سب مشکلوں کے بازو ہونے بل کا راہنمائی کے سامنے نہ کھول پائی تھی۔ رونی بھی اس ٹھٹھ میں ہی رہتی اس کی زبان پر جب یہ دیکھی کوئی بات آئی وہ برقی طور پر مل رہی باقیات رد کرتی۔ اس خود کو ٹانایا یا قائل کرنا سب سے مشکل بات ہے اس وقت جب حاصل ہوئی نہ ہو اس کے پاس کچھ بھی تو آسرا نہیں تھا نہ کوئی آس کہ داخل رانا کے سامنے کھڑی ہو کر پوچھ سکتی۔

”کیا تمہیں میری نسبت کیا یہ حساب خزانہ قبول ہے؟“

”یہاں کوئی مزاج تھا لیکن خزانہ نہ تھا۔ اتنا ہے پروا کہ کسی کے احساس شدت اور جذبہ بہت کج کی بچکان نہ رکھا ہو۔ عصورہ کو تو جب سے شعور آیا تھا اس نے ہی دیکھا تھا اسے ہی چاہا تھا اس سے کہ گئے اس کا اس نظر نہیں ٹھہرتی نہ بیچنے کی طرف بھیگی اور اس انتہا کی کرنا کچھ پہلو ہے تھا کہ دوسری طرف کوئی بہتر نہ ہی تھی۔

لیکن یہ بھی ملے تھا کہ وہ ہے جبرئیل قلم جان کر اچھا بننا ہوا تھا۔ تھک کر اس کا جواب عصورہ کے پاس نہیں تھا۔ وہ دن میں سو بار خوب سے سوال پوچھتی کہ کیا وہ داخل کے قائل نہیں کسی اور طرف داخل تو وہ کیا نہ تھا اور بس کی اس کی شخصیت کی بڑی خوبی تھی۔

”سوری ایسا جان! آئی امی سوری میں لیا کچھ نہیں سوچتا لیا کچھ نہیں کر لیا۔“ وہ اپنی ماں کے قدموں میں بیٹھ کر ان کی تبدیلیوں کو سنا لے گا۔

”پلیز آئی! مجھے صاف کہیں۔“

”صاف تو کہتے کرنا۔ سوری بیٹا! مجھے حق نہیں کہ میں تمہاری پروا نہ کرے آگے یہ تو وہ ناز ہے جب ہر شخص کے پروا ہے کہ میں کو اپنی بیٹھ کر آئے کا حق کسی انسان سے کوئی نہیں جیتیں سگ۔“ ان کی آنکھوں سے پانی بہنے لگا۔

”داخل سے بہت کوشش کی اپنی ماں کو بھلا یا بیسیوں بار اپنی بات کی توجی کی لیکن صوفیہ بیگم کو مستقل طور پر جھک کر داخل سے اراوں میں نظر اچھی تھی اس کا قصور یہ لانا ممکن لگا تھا۔

”میں سوچ تو کسی۔ لیکن بات پر کوئی بھی نہیں کیا اور اسنی ہو گا جھلا یا تو تم ماںوں کی کسی ساری لانا ہی ہو۔ ان کے دل میں تمہارے پیار کے لیے بیٹے شوق اور ابرہاں پر رہے ہیں اور جب تم کہہ دو تو آرزو دیا کر دل بھی میں بند کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔“

”اب اس میں میرا قصور ہے کہ انہوں نے اسی

”میں سوچ تو کسی۔ لیکن بات پر کوئی بھی نہیں کیا اور اسنی ہو گا جھلا یا تو تم ماںوں کی کسی ساری لانا ہی ہو۔ ان کے دل میں تمہارے پیار کے لیے بیٹے شوق اور ابرہاں پر رہے ہیں اور جب تم کہہ دو تو آرزو دیا کر دل بھی میں بند کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔“

”اب اس میں میرا قصور ہے کہ انہوں نے اسی

”میں سوچ تو کسی۔ لیکن بات پر کوئی بھی نہیں کیا اور اسنی ہو گا جھلا یا تو تم ماںوں کی کسی ساری لانا ہی ہو۔ ان کے دل میں تمہارے پیار کے لیے بیٹے شوق اور ابرہاں پر رہے ہیں اور جب تم کہہ دو تو آرزو دیا کر دل بھی میں بند کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔“

”اب اس میں میرا قصور ہے کہ انہوں نے اسی

”میں سوچ تو کسی۔ لیکن بات پر کوئی بھی نہیں کیا اور اسنی ہو گا جھلا یا تو تم ماںوں کی کسی ساری لانا ہی ہو۔ ان کے دل میں تمہارے پیار کے لیے بیٹے شوق اور ابرہاں پر رہے ہیں اور جب تم کہہ دو تو آرزو دیا کر دل بھی میں بند کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔“

”اب اس میں میرا قصور ہے کہ انہوں نے اسی

”میں سوچ تو کسی۔ لیکن بات پر کوئی بھی نہیں کیا اور اسنی ہو گا جھلا یا تو تم ماںوں کی کسی ساری لانا ہی ہو۔ ان کے دل میں تمہارے پیار کے لیے بیٹے شوق اور ابرہاں پر رہے ہیں اور جب تم کہہ دو تو آرزو دیا کر دل بھی میں بند کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔“

”اب اس میں میرا قصور ہے کہ انہوں نے اسی



چودھری کی طرف سے کہتے تھے۔  
 "میں نے کچھ نہ کہنے کی قسم تو بٹھائی رکھی ہے لیکن  
 میں بھی کھوج میں لگی ہوئی تھی اور مجھے ثابت یقین ہے  
 کہ میرا اہواز غلط ہے۔"  
 "پلیز پھوپھو! آپ کوئی اہواز نہ لگا سیں۔" وہ بیدم  
 کمر کا اڑھتی تھی۔  
 "مفتوزا میں بیٹھی رہو، تمہیں نہ جاننا۔" انہوں نے  
 ہنسنے سے کہا۔

"راٹیل بالکل ہی تھکا لڑا ہے، وہ کسی کے معیار پر  
 پورا نہیں آتا۔" اس نے کہا۔ "میرا بیٹا ہے، اس لیے میں اسے اپنا  
 طرح جانتی ہوں، اس وقت حاصل کرنے سے اور بہت زیادہ  
 آدھی بننے کی دھن لگتی ہے اور ایسے موقع بھی کسی  
 عورت کو خوشیاں نہیں دے سکتے۔ اس کا خیال دانا  
 سے نکال دو۔"

صوفیہ بیگم صرف ہاتھ لیے ہیں کہہ رہی تھیں کہ  
 انہوں نے سونے سونے آسو بیٹے لگے اور چہرہ  
 سسک سسک کر رونے لگی۔ صوفیہ بیگم نے آگے  
 ہو کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو اس نے پانچواں ان کی گود  
 میں لٹک دیا۔

"بس آج آخری بار اس کے لیے رولو پیر میں سے  
 آسو تمہاری انہوں میں نہ دیکھیں اور آگے سینے  
 ہم تمہاری شادی طے کر رہے ہیں تم کوئی اعتراض نہ  
 کی کہ تمہارا بیٹا۔" عصبو ان کے مزاج اور اور اسے کی  
 تکی پر تیار کی۔

"پلیز پھوپھو! ایسا ظلم نہ کریں میں سنبھل جاؤں گی  
 مگر کبھی وقت نہ لگے گا۔"  
 "ظلم ہے جو تم خود اپنے ساتھ کر رہی ہو میں اس  
 قسم ظلم کرو۔"

عصبو کے لیے یہ سختی بالکل انوکھی تھی لیکن باپ  
 بھائی بہن دوست احباب کسی کے کسی میں وہ نہ آتی  
 لیکن صوفیہ پھوپھو کی بات انتہائی لگ بھگ اس کی دلچسپی اور  
 دونوں ہوتی کر سے ملتی تھی اور صوفیہ بیگم نے یہ تہہ  
 کیا کہ اس اپنی اس خوبصورت اور خوبصورت بیٹی بھانجی  
 کی زندگی خوشیوں سے سجھا کر دم لگتی تھی۔ وہ اس بار

چسپ سے یہاں آئی تھیں اس کھوج میں لگی ہوئی  
 تھیں "لگت تو اس لیے ہی تھا" راتیل کو دیکھ کر  
 عصبو کی آنکھوں کی جھلک اس کی ذکیر اس کی عجزیت  
 اس کی ذات سے متعلق حیرت میں اس کی بے پناہ  
 دلچسپی۔  
 اور دونوں پہلے ہی انہوں نے اسے اپنے کمر پر  
 بیٹھ کر اچھا لیل لگنے اور دیکھنے کو لیا تھا۔

اس کے موہل کی ہنسی کی پانچ بجی تھی لیکن وہ  
 بے دھانی سے بیٹھا رہا۔ ابھی تو اس کے سفر کی جھلک  
 مٹی نہ تھی کہ آج بٹ صاحب نے ایک نیا بیٹنج اس  
 کے سامنے رکھا تھا۔ وہ جرنل تھا کہ بٹ صاحب بھی  
 حسد کے بارے ہوئے ہیں اور اس حد تک اور آج وہ  
 پھر کی شرح اجور کیا تھا۔ جتنا تک جتنا جتنا جتنا جتنا جتنا  
 عمر بھر بھی نہ اچھا تھا۔

اس کے اپنے لڑی دشمن اپنی ایشی رقب عقلت  
 اینڈ سز کو صاحب لیتا۔ اب سے بڑھا چھ ماہتے  
 تھے اور اسے خرابی نہ ہوتی۔ وہ جو خود کو بٹ صاحب  
 ہوشیار سمجھتا تھا، میری طرح تھا۔ "مفتوزا راتیل کی ہی  
 کہتا آیا تھا" بٹ صاحب کی مہلتیں اور لڑاؤ میں  
 جاتے تھیں۔

"تو راتیل رانا! کتنی بے دردی سے بٹ صاحب نے  
 تمہیں اپنے مقصد کے لیے استعمال کیا ہے کہ تمہیں  
 خود خراب ہوئے۔ انہوں نے تمہیں نہیں کوئی کوئی  
 مطلب کے لیے خوب استعمال کیا ہے کہ اگر اب تم  
 ان کا مطلب پورا نہیں کر سکتے تو ہم سے جینے کا ہر  
 آسرا چھین لیں ہیں اور اگر مطلب پورا کرنا تو تیار  
 ہو۔"

عقلت اینڈ مفتوزا نے تم سے زندگی ہی چھین لیں۔  
 اس نے لاشیکہ کے ہر بوس کو ہر طرح کا خیالی  
 سے بھلیا تھا اور اسی جوش میں آگڑٹ صاحب نے  
 شاید اپنے تمام ٹارگٹ راتیل کو ہتھیارے تھے خوشی  
 سے جذباتی ہو کر انہوں نے چند ایسے نکتے بھی بیان  
 کر دیے تھے جو راتیل کے لیے بے حوصلہ تھا

اشارت تھے۔  
 پھر بھی تھی تو اس نے غصے میں موہل بند کرنا چاہا  
 لیکن ایک لمحے کے لیے چونک کر درگاہ گاہ موہل  
 کے چھوڑنے سے اس کی زبان "ہا ہا ہا ہا" کا گھر تک رہا  
 تھا اس لیے ان کا ہنسنے کا رخون کاٹوں سے لگایا۔  
 "بھولنا، انہوں نے سکتا ہے اس نے سوچا۔  
 "بیلورا میں اٹھیں صاف ہوں!" وہ اتنا زیادہ جرنل  
 ہوا کہ موہل آنکھوں کے سامنے لے کر آئے تھے  
 لگا۔

"بیلورا جیل! پلیز بٹھے آپ سے کچھ بات کرنی  
 ہے۔"  
 "مگر ہم نے تو آپ میں کبھی کوئی بات نہیں کی اس  
 نے دل میں سوچا۔  
 "کیا آپ کا نام چاندی ہے؟" اس کی حیرت بدستور  
 تھی۔

"بیلو ایک بات کفرم کرنا چاہتی ہیں صرف آپ کی  
 دلچسپی کا محور ہوں یا اس سے آگے آپ نے مجھے کوئی  
 حیثیت دی ہے؟"  
 "آپ تو شاید میری زندگی ہو کر رہ گئی ہیں۔" اس  
 نے بلا جھجک کہا۔

"مذکورہ شادی ہوئے نہ ہونے اور اس کے فوراً بعد  
 میری شادی کی تیار ہے" اس کی بھی چچا کے بیٹے کے  
 ساتھ کر دی جانے کی۔  
 "وہ چچا کا بیٹا نہیں بھی تو ہو سکتا ہوں۔" اس نے  
 محتاطا اہواز سے کہا۔  
 "ہوتو! اپنی بہت تو آپ سات جنم لے کر بھی  
 نہیں کر سکتے۔"

"آپ مجھے چیخ کر ہیں؟"  
 "میں اس حقیقت تیار ہی ہوں۔" وہ جوب ہو گیا۔  
 "آپ کسی طرح مجھ سے لے سکتی ہیں؟"  
 "بہت مشکل سے اس وقت فون بھی اس طرح  
 کر رہی ہوں کہ سب کچھ اور مذکورہ شادی کی تاریخ  
 لینے کے ہیں اس اپنی طبیعت کی خرابی کی وجہ سے بیخ  
 بگی اور لڑوں کھر پھر رہی تھی۔"

"مگر میں نے آپ کے بارے میں بہت کچھ سوچ  
 رکھا ہے اور مجھے آپ سے بہت ہی باتیں بھی کرنی  
 ہیں۔"  
 "یہ ساری بحث بیکار ہے بلکہ آپ نہیں کہ  
 آپ کی کوئی حیرت ہر بات کے بارے میں آپ نے یہی سوچا  
 ہے تاکہ شرف سے اپنی لیاں کو رونا ہوا پس نہیں اور  
 ان لوگوں سے میرا بیٹا بنا کر لیں۔ مگر ایسا بھی نہ ہو گا  
 جس دن آپ سے اس گھر میں کھلی بار میری جھجک  
 دیکھی گئی اس کے چاروں کراہنے والی جانے چائے نہ ہو  
 بے شمار باتیں سناتے ہوئے آخری بات یہی تھی کہ  
 ان تیرہ دنوں کو اپنی صورت دکھا تو ہی سے وغنا ب  
 میرے سامنے بیاہوں نہ لی ہے تو دوسرا طریقہ اپنائیں۔  
 اور میں ہر روز کسی کو اس کے لیے سب لوگ اپنی راستہ پر  
 اسی طرح جتے ہوئے ہیں۔"

"راتیل کھیل پر بھوکہ دے کے سامنے سے پھیل  
 گئے وہ جانتا تھا کہ "رانا ہا ہا" میں اس کو کوئی پند  
 نہیں کر سکتا تھا۔ یہی پند اپنا بھی یہ مفخرو اور سنگدل  
 لوگ اس کے جذبے کو تھامیں گے یا اس کی قدر کریں  
 گے؟ ہرگز نہیں شاید یہی نہیں۔"  
 "تم کو خبر نہیں صاحب! کہ میں اب صرف راتیل  
 نہیں ایک نامور مینیجنگ کا چیفنگ ڈائریکٹر راتیل رانا  
 ہوں میرا ایک بھنگے کے ایک بہترین ڈائل کی گاڑی  
 اور زندگی کی پینچر آسا نہیں ہے۔ شادی میری  
 شرائط اور اہماز اس کی لڑکی کا رشتہ مانگنے کے لیے اور  
 میں نے بڑے ذہنی کی سخت مشقت اور ریاضت کے  
 بعد یہ مقام حاصل کیا ہے۔ صرف تمہاری بیچو جس  
 نہیں حاصل کرنے کی لگن میں وہ نہ مجھے خود ہوا  
 بیخ کر کے کوئی شوق نہیں۔" وہ جوب ہو گیا۔  
 "صاف! ابھی بھی آپ جتن کچھ حاصل کرنے کی آرزو  
 اور بیچو میں اتنا کہ نکل جانا ہے کہ آرزو بجاتی  
 ہے۔" بات کی داستان بیان ہو جاتی ہے۔ میں نے بہت  
 ٹھونڈے عرصے میں بہت طویل سفر طے کیا۔" وہ  
 ٹھونڈی ہر کے لیے رکھا۔



”رائیل! تم نے یہ سوچایا کیوں کہ کبھی تم ایک کامیاب انسان بنو گے تو ”ڈانٹا پانس“ والے پھول گہرے لے کر تہہ راستہ استقبال کریں گے۔“  
 ”میں نے ایسا کچھ سوچایا نہیں جس میں کوئی توفیق ہو گیا کہ وہ لوگوں کو بھلائی یا مضامین۔“  
 ”اور تم تو دیوبند کے احساس کے بارے میں گئے ہو۔“

خودی کا احساس جج جج بخت پر ہی طرح ہزار ہو گیا تھا۔  
 ”میں بھی ایک بنگلہ ٹیک گاڑی ایک اچھی نوکری کہاں سے لاتا مہترہ پڑھنے والی تھی کہ وہ ان رہیں لوگوں کے آگے گھبراہٹ اپنی تمام تر کھجور اسی کے ہاتھ خود وہ اپنی ہی زندگی کے ہر اہم فیصلے میں یہ توفیق ثابت ہو رہا تھا۔“  
 ”اچھا پھر خدا حافظہ شاید دل کا حال متاثر انسان واقف بنا جاتا ہے۔“  
 صلہ صرف گھر سے ہونے میں ہی بسنے لگی۔  
 ”رائیل کو لگا جیسے منگوائی بھی تھی۔ کسی بد قسمی کی وجہ سے وہ بھی آج ہی میرا اس معاملے کے بارے میں متاثر نہ ہو سکی تھی اور رنج ہی اس کی امانت اس سے یہ خوشی جینتی تھی۔“



رائیل نے انگلیوں پر ہاتھ رکھ کر صاحب کے سامنے اپنا استعفیٰ لے کر صرف اٹھا لگا۔

”بندہ رہے ہمارے عین صرف اللہ ہی ہے غرض ہو کر رہ سکتا ہے۔ یہ انسان کے بس کی بات نہیں۔“

بٹ صاحب اس کے انکار پر اتنے حیران تھے کہ جب تک اس سے بات نہ ہو سکتی تھی وہ جا چکا تھا۔  
 گھر آیا تو ایسی جگہ کی تیار کر رہی تھی۔  
 ”آپ کی جگہ میں ہیں اسی جان اٹھے آپ سے کوئی بات نہیں کی۔“  
 ”میں تو اس قسم کے معاملوں کے لیے جا رہی ہوں۔“  
 ”میں نے اس کی طبیعت کی جانچ کر لی اور مزاج کی جانچ بھی کی کہ وہ اتنا ہنس مہم کی اور نہ ہی جیسے حالات میں پلنے والی اور زندگی اس کی جگہ ہوتی تو اس کی جانچ میں شک کر مریا جان کر بھی ہکتے نہ ہوتی۔“  
 ”یہاں سے لے کر قسمت کے کوئی تپنا نہیں نہ وہی ہوئی، نہیں تو کوئی اور ہو گیا؟“  
 ”یہ بات معاملہ سے ہی حلالہ کرنا شاید رائیل کو کبھی چاہیے تھی۔“  
 ”قسمت سے ہی تو کچھ اصول لیا ہے، ہم نے ذریعہ ہمارے راستے شاید کسی میں ملے۔“  
 ”رائیل کی

”تمہاری پروا نہیں! لیکن تمہارے پاس وقت ہی کہل سے کہ میری پروا کی بھی قدر کرو بیٹا۔“  
 ”اچھا صاحب کو اب ضرور قدر کروں گا۔ بس نے زبان چکڑا لے۔“

”میں بھی تجھے جسے ہاتھ کر رہے ہو ابھی پانچ مہنہ دفتر و محنتی طرف دو لگا دو گے بس اتنی ہی وقت ہو کہ چھوڑ دے۔“  
 ”میں نے جس کر کہا۔“  
 ”دیکھیں! آج آج ہی جلدی میں لیکن گن ہے آپ کو بٹ صاحب جلدی ہے اسی لیے آپ مجھے وقت کا احساس دلا رہی ہیں۔“  
 ”خیر بٹ بیٹا! کھانا کھا کر دفتر نہیں جاؤ گے؟“  
 ”جی ہاں۔“

”نہیں! اب میں نے نوکری چھوڑ دی، آپ کو پسند نہیں آتی، نوکری۔“  
 ”سو فیہ بیگم نے کسی صورت دیکھنے لگیں، جس نوکری کو ذات اور آسائش کے پیچھے وہ عمل کرنا چاہتا تھا آج اس نے وہ چھوڑ دی۔“

”پھر میں ہی چلوں آپ کے ساتھ ماسوں کے پاس۔“

”ضرور چلو، وہ بہت خوش ہوں گے۔“  
 ”ہی! آپ ان سے یہ بھی پوچھ لیجیے گا کہ اگر ایک ڈاکٹر کے مقابلے میں اپنے بے روزگار بھائی کو ترجیح دے سکیں تو ہم میں ان کی بیٹی کا رشتہ مانگ لیں۔“

”سو فیہ بیگم استعجاب کے عالم میں اسے دیکھے۔“  
 ”مجھے کمرہ سے بوجھے تو تین ہی میں آ رہا کہ ایک دن میں میری اتنی رعایتیں کیسے پوری ہو رہی ہیں۔“

”وہ شکر گزار ہی کے لیے اپنے رب کے آگے جھک گئیں۔“  
 اور چند دنوں بعد رائیل اپنی ماں کے ساتھ ”رانا پانس“ کا بارہا تھا۔

اس کے ذہن میں سالانہ کی وہی ایک ایک بات کی یاد تازہ تھی۔

داوی جان لے لکھ۔  
 ”ان غریبوں کو اپنی صورت دکھانی ہے، دیکھا اب یہ ہاتھ سے تیرے ریشے کے لیے اس گھر میں آئیں گے کہ دولت سیدھے ہاتھوں نہ لی تو دوسرا طریقہ اپنا لیں۔“

”رانا پانس“ کا وہی طرز تھا، سہانے آپ میں سکھ اور سب ان کی آمد پر ٹھکانا۔

”سو فیہ! خاتون! بہت دنوں بعد آئی ہو۔ جلدی جلدی چکر لگایا کرو، اپنی گھر سمجھا کر اب تو ہڈا کی شادی ہونے والی ہے، ایسا کو کچھ دنوں کے لیے نہیں آجاکو۔“

داوی جان کی سہانی حیران کن تھی۔  
 ”وقت ہی کہاں جاتا ہے۔“  
 ”وقت نے کھلے کا کھلے پھیرا، ان پر اس نے کیا کیا نہیں انہوں نے بھی طے کر لیا تھا کہ یہ رشتہ نہ چھوڑوں گی۔“

خواتین ڈائجسٹ کے  
 ادارے کا نیا ناول  
**زرد زمانوں کا سویرا**  
 نیلہ ابرار راجہ  
 قیمت = 150/-  
 ڈاک خرچ = 30/-  
**منگوانے کا پتہ**  
 مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار کراچی

# پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش بہ خدمت پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے غنم کیا ہے غنم خاص کیوں نہیں ہے۔

- ▶ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ڈیوٹیم ایبل لنک
- ▶ ڈاؤن لوڈنگ سے پہلے ای بک کا رینٹ پر پریو
- ▶ پریوےسٹ کے ساتھ
- ▶ پہلے سے موجود مواد کی ڈیٹنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تیارگی
- ▶ مشہور مصنفین کی بک کی نقل و اشاعت
- ▶ ہر کتاب کا الیکٹرانک
- ▶ ویب سائٹ کی آسان ناولنگ
- ▶ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

- ▶ ہائی وائی بی ڈی ایف فائلز
- ▶ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ▶ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں پبلیڈنگ
- ▶ ہر نام وائی بی ڈی ایف فائلز کا اپنی
- ▶ عمران پیریز اور مظہر کبیر اور
- ▶ انہی صفحہ کی نقل و اشاعت
- ▶ ایڈ فیری لنکس کو بیسے کمانے کے لئے شریک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

اصد دوست جہاں ہر کتاب اور دست سے لیکھا ہوا ڈاؤن لوڈ کیا جاسکے  
 ▶ ڈاؤن لوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں  
 ▶ ڈاؤن لوڈنگ کے لئے نکلے اور جانے کی ضرورت نہیں، ہر رینٹ پر آئیے اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤن لوڈ کریں  
[www.paksociety.com](http://www.paksociety.com)

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیگر مستعارف کر لیں

## WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan

Like us on Facebook [fb.com/paksociety](https://fb.com/paksociety)

[twitter.com/paksociety](https://twitter.com/paksociety)

”ہر ایک ایسی عورت مجھے تنگ تک مجھ میں نہیں لاکر کہ جس وقت مجھے تنگ میں ہے؟“ حسب حالت مقرر کے بعد انہوں نے جانے کے لیے گھولیا اور علیا خاتون نظر آئیں تو یہ بھی کہا۔

”رحمت سے ناسے بھیجا ہوا وہ اچھی جانے باقی ہے۔ ملازمہ کا نام لیا گیا۔ مطلب تم کی لڑکیاں کوئی سانس نہ آئے۔“

”ساتھ پاؤں سے بھی ہوا لیا۔“  
 ”بس اہل زبانہ تلفظ نہ کریں ہم اتنے بھی نہیں کے نہیں مجھے کہیں بڑے کام ہیں۔“  
 ”غیر مت ہمارے ایسے کام کیا بڑے ہیں۔“  
 انہوں نے روکھے سے مجھے میں کہا۔

”بچے کی منتی کی تیاری کر رہی ہوں، اسی کی دعوت دینے آئی ہوں“ اگلے پتھے پتھے والے دن ریم روہی ہے آپ سب کو ضرور تشریف لاسے گا۔“

انہوں نے بات کہہ کر ایک ہی ماس میں دعوت بھی دے ڈالی۔ اسی وقت ملازمہ کے ساتھ ڈرائیو لے کر آئی وہ سالن کی اپنی ہی تھیں جانے کیوں جو وہیں اور ان ہی کے پیچھے چند قدم کے فاصلے پر صالحہ بھی تھی۔

شاہد نے آخری بار تفریق کرنے کی کوشش کی۔  
 ”ارے کوئی خبر نہ اطلاع۔ اس طرح مجھے مکتے چلے کر دی اور کسی کے ساتھ گروی کو کوئی ڈھنگ کی لڑکی دیکھی ہے یا نہیں اگلا دارا تیل ڈیڑھا ہے۔“

انہیں اس خبر سے عجیب حیرانی کے ساتھ جانے صدہ ہوا تھا یا کیا کیا ممکن صالحہ جو پیچھے کھڑی تھی پیچھے ہی کھڑی رہ گئی اس نے آخری بار تفریق کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔

”میرٹ جھانکی بی بی سے عموہرہ! بگھوڑا، بلیقہ، شاعر، نیک میرٹ، خود دارا تیل کو میرٹ پسند ہے اسی لیے اس کی مرضی سے بات لے ہوئی ہے۔“  
 صالحہ کی صورت پر سے سارے لگن کے رنگ اتر گئے وہ سفید زاریت بھرا بے رنگ چھوہیہ مھر کے اسی کو نے میں رہ گئی۔  
 دیکھا اس کی چاہت اتنی بے اثر تھی یا اس کی لگن اتنی بے وقت۔

رانا باؤس کی لوبھی لوٹھی ہے۔ وہ وقت دیواریں، جن میں کوئی چھوٹا کھینچا ہوا بھی نہیں اور وہ تو بھی بھی نہیں۔ جیسے زمانا میں قید کوئی شہزادی اختصار کرے کہ کوئی شہزادہ آئے گا اور اسے قید سے رہائی دلا جائے گا۔

”میں میں ذرا لچکاپان سے مل لوں۔“  
 وہ اٹھا اس نے گونے کو کھڑی صالحہ کو دیکھ لیا تھا۔ اسے اچھے کراہی سمت آتے دیکھ کر وہ مڑنے لگی۔

”تمہاری کوئی پسند بھی تھی کہ تو نہ سی اور سی۔“  
 اس نے منت پر مری نظروں سے اسے دیکھا تو۔۔۔  
 رنگ کی اور آنکھوں ہی آنکھوں میں شگفتگی کی۔ صالحہ کی نظروں کی بے بسی اور بے خوفی اسے سستی تھی اور اپنی ہی بات سے ضرور متلاں تھیں۔

اسی لیے وہ کو نے میں دامن طرف والے کمروں کے درمیان کر لیا۔  
 ”چیز میری بات سن لو۔“  
 ”اب کیا حاصل؟“ وہاں سے کوئی بھی گزر سکتا تھا۔

لیکن راجیل کو رگ کر لیتا تھا۔  
 ”خدا کی قسم! مجھے اپنی جان مجھ سے زیادہ پیاری نہ تھی کہ اس خوف سے پیچھے ہٹ جاتا۔ نہ کوئی اور دنیا میں تم سے زیادہ عزیز تھا۔ میں تم بخت اس انا اور خودداری کو نہیں ہراسکا۔“

”مجھے ضرور صاف کرنا۔“  
 وہاں سے نکل تو میں اپنی میت کو یک طرفہ ہی کہتا تھا۔ ”صاف میری بات سمجھنے کی کوشش کرنا۔“

دوست کی ہوس کا تیل ہاتھ پر لگا کر تھیں حاصل کرنے کی بھی تھی، آرزوئیں تو نہ کر سکتا تھیں۔“  
 اچانک اس کی نظر صالحہ کے سائے چترے پر پڑی۔ وہ باطن ساکت کھڑی تھی اس کی کسی بات سے اڑنے سے خالی اس کی معافی اس کا اسانہ ندامت یا اس کی وضاحت سے بے نیاز۔

اور پھر وہ اس سے کچھ بھی کہنے بغیر آگے بڑھی اور رانا باؤس کے بھول جھیلان دروازوں میں گھول گئی۔ اسی اس کا صیب تھا۔





اپنے پیکر میں شعاعوں کو سوسلے کوئی  
زیست آچھل نہیں رنگوں میں بھگرے کوئی

کہہ رہی ہے یہ گھٹی گھاس پر گرتی شبنم  
علم نکھر آئیں گے کچھ دیر تو دسلے کوئی

خاموشی میں ہی گزر جائے نہ جیون کا سفر

میسری تنہائی کے ستارے میں بولے کوئی

خاک تن میسری ہواؤں میں کبھ جائے سحر

میری پرداز کے پراتنے تو کھولے کوئی

یا سین سحر

میں ہوں سچ یا کوئی خواب اک  
پانی ہوں یا سراب اک

وہ مرے ساتھ ساتھ ماقہ پل رہا ہے  
دیکھا تھا میں نے خواب اک

پھر سوال سارے ہی مر گئے  
لکھا تھا اس نے جواب اک

کسمتی ہوں، پھاڑ دیتی ہوں  
لااق سب سے یہ بھی عذاب اک

جو نکلے گلوں کی بے داستان  
گھسی ہے ایسی کتاب اک

بلنے کس نے کیسے دیا تھا  
میں ہی پڑا تھا گلاب اک

نفس



شب ماہتاب گز گئی نہ فراق تھا نہ وصل تھا  
سر بزم تھا وہ ستارہ تو مجھے دیکھنا ہی مجال تھا

وہ نہ آئینے کے قریب ہے تو یہ آئینے کا فہمیہ  
جسے آئینے کی تھی سب تو کبھی آپ اپنی مثال تھا

جو ازل سے میرا قریب ہے وہی لب بھی اس قریب  
میرے لب پہ کوئی بگ نہیں میری چشم تریں مولا تھا

میرے بارہ میاں کے کدھر گئے میرے خواب سارے بکھر گئے  
مجھے اس کی بزم میں بیٹھ کر انہیں رنگوں کا خیال تھا

وہ جو راہ و رسم تھی کیا ہوئی کوئی بات کی رنگاں کا  
وہ تھا جان بوجھ کے ابھی مجھے فراس کا مال تھا

تو یہ رفتی

حصار ذات میں سارا جہان ہونا تھا  
قریب ایسے تھے میری جان ہونا تھا

تری جیسے پہ شکن کیوں وصل لٹھے میں  
ترے لباس پہ یہ تو نشان ہونا تھا

تیرے چہرے سے کچھ روشنی بدن کوئی  
وگرنہ اس کو فقط خاکدان ہونا تھا

بہت ہی تھوڑی تھی دل میں تمہارا سہو  
تھی خواب زاد مجھے داستان ہونا تھا

بچھر گیا تو شہانہ ملال کیا کرنا  
اُسے پچھرنا تھا وہم و گمان ہونا تھا

شہانہ نوست





**یومِ شہرہ**  
 غائب دماغ پر ویسے ایک بار چنگ لہی لادو  
 نقشہ میں کسی ٹوٹی ہوئی قبر میں جا کر آکر ملا  
 تو سو گیا۔  
 صبح نسا اُترا، آنکھ کھلی تو قبر سے نکلا۔ قبرستان  
 کو آنکھیں بھانسی لگا کر دیکھا پھر بڑبڑایا۔  
 "غضب خدا کا یومِ شہرہ آ گیا میں واحد مردہ ہوں  
 جو اپنی قبر سے نکلا آیا ہوں۔" باقی مردے بے خبر سو  
 رہے ہیں۔  
 فرشتہ شب بٹ گوندا لوالہ

**علیٰ**  
 اپنے ملازموں کو تیزی سے کام پورا کر کے روانہ  
 کی خاطر ایک فرم کے مالک نے تیزی اور دقت میں  
 جا بھاگتے گواہی دی ہے جن میں سے ایک بڑے بڑے  
 جو جو جس سے پتا ہے آج سے آج ہی گولے  
 کچھ دواؤں لید اس کے ایک دوست سے اس  
 سے پوچھا۔  
 "خا تین بران کیوں کا آخر کیا رہا؟"  
 اس نے انفری سے جواب دیا "میں تو اس  
 سلسلے میں ایک سے بھرتے ہی تکلف ہوتی ہے،  
 میں انہیں ہسٹوں نے ویسے روز ہی خزاہ جھانکے  
 مطالعہ کر دیا۔ ٹیکسی کا شہر فرج میں چلا گیا۔ مزدوروں  
 نے بڑبڑایا کا اعلان کر دیا اور اسی بنا چلا ہے  
 کہ کشیدہ دلا لکھ دوہے لے کر جھاگ لیتے  
 نادہ۔ ایسا اس جج۔ سیاہ کلوٹ

**بچی بھولن**  
 شادی کے بعد میاں بھری ایک صحبت افزا بہاری  
 تمام برہنہ بیویوں منگنے کے لئے گئے تو بھولنے کے بیٹے  
 نے ماں کو اپنے بیٹے پر انداز کر لیا۔ یہ دیکھ کر بھری نے ان  
 روٹی اوردیئے گی  
 بیٹو صاحب! آپ کو میسے شوہر کا نام کیسے  
 معلوم ہوا؟  
 میں بھول ہوا "حمت مراد ایک کے شوہر ہر سال ہا  
 ہی بھولتی ہیں جن کو میں منانے آتے ہیں"

**موقع شناساں**  
 نیویارک کا ڈیزی ریسلوٹ شہر میں بڑی  
 ضرورت نہیں پڑے گی،  
 لڑکی کے باپ نے اپنے ہونے والے داماد سے

کہا "میری بچی اس قدر جاگاتی ہے کہ نہیں  
 دیکھ لو ڈاڈو ضرورت نہیں پڑے گی  
 " اچھا " ہونے والے داماد نے بڑی حیرت  
 سے کہا۔

"میری بچی اس قدر سادگی پسند ہے کہ زوروں کو  
 نہیں پڑے گی اس لیے اسے کسی زوروروز کی ضرورت  
 نہیں پڑے گی؟"  
 "بڑا پختہ بات ہے"  
 "میری بچی کو ٹھنڈی چیزوں سے لڑتی ہے اور  
 وہ باسی چیزیں استعمال نہیں کرتی لہذا ہمیں ٹپ فورز  
 کی ضرورت نہیں پڑے گی اور وہ پکڑے اتنے اچھے

دوست ہے کہ وہ اسٹینڈیشن میں ہمیں دھوکا دے گی  
 "مگر آپ نے سب کچھ کیوں بنا سہے ہیں ہا داماد  
 نے سمجھا لیا۔  
 "اس لیے زوروروز کہ نہیں ہر چیز میں کسی چیز کی بھی  
 ضرورت نہیں پڑے گی، ہونے والے سسر سے  
 معصومیت سے کہا۔  
 مددہ شوہر خان۔ کراچی

**قائدہ**

"میں نے تمہارے والد صاحب کو چھ ماہوں کے  
 ہارے میں جو زندگان ہیں پڑھنے کو دی تھیں تمہارا  
 انہیں بھاریوں کو کھینچنے میں مدد ملی ہے  
 "واں۔ بہت زیادہ۔ ان کتابوں کو پڑھنے سے  
 پہلے ان کا خیال تھا کہ انہیں میں بتا رہا ہوں لاہن میں  
 کہ ان کتابوں پڑھنے کے بعد میں بتا رہا ہوں کہ وہ  
 کو افسانہ ہر ماہوں میں مشائش ہے  
 حیدر کوکب گوندل۔ سلاوالی

**کنجوشی**

میاں بھری گھومتے پھرے ایک بونل کے سامنے  
 سے گزرنے لگا خیال ہے؟ "خاوند نے بھری سے  
 پوچھا "ایک ایک آکر تم پر ادھ بولے،  
 "آپ نے تو بول لیا ہے ایک ایک آکر کرہ

ہم کہا کچھ بھی نہ بیوی نے طنز یہ کہا۔  
 "بھولتی ہو؟" خاوند نے کہا "تجربات سال  
 گزرنے کے لیے اس بونل میں آکر تم کہا کرتی تھی؟"  
 علامہ مشن جنوں۔

**ڈوسکو**

"ڈوسکو ڈاکٹر کرتے ہوئے لڑکے اور لڑکیوں کو  
 کتنے ڈوسکو پڑے ہیں؟"  
 "کیا کر کے ہے؟" ایک کتنے سے دوسرے  
 سے پوچھا۔  
 "ہر تقریب میں جاتا، دوسرے کتنے لڑکے ہیں  
 یہ جانتا ہوں کہ جب میں اس علاج کرتا ہوں تو میسر  
 مالک کچھ پھٹ کے کیڑے مارنے کی دوا بنا پاتا ہے،  
 غمراہ کراچی

**مسردار جی**

ایک مسردار جی سے کسی نے پوچھا۔  
 "مسردار جی اٹھل بڑی کر نہیں؟"  
 مسردار نے اس کی طرف متوجہ نہ دیکھا اپنی  
 پگڑی اٹا کر ڈاسر سمجھا اور پھر منکر کر بولے۔  
 "یار اپنی تاریخ بیگانہ لاشی تو بناؤ"

**اجنبی**

درد مانی ایک ایک خاتون جو خرابی کے بعد  
 گھر چاری تھیں۔ انہوں نے جب ایک گھس کچھ تو  
 سکرٹ نوٹی کر کے بولے دیکھا تو فری۔  
 "اُدھے؟" تم مگر کت ہی سے ہو گیا ہمارے  
 والدین اس بات سے واقف ہیں؟  
 گھس لڑکے نے نہایت متواضعانہ سے عورت  
 کی جانب دیکھا اور پھر اس کے منہ پر ڈھیر ملا کر کت  
 کا دھواں چھوڑتے ہوئے بولا۔  
 "اُد لڑی۔ کیا۔؟" خاوند نے شوہر اس بات  
 سے واقف ہیں کہ تم آہ چلتے ایک اجنبی سے گفتگو ہو؟  
 عرشہ خرمین۔ دم بھارخان



### ابھی تو،

ابک شعری بہت گہرا اور ڈاکٹر کے پاس پہنچا اور دیکھا کہ اس کی بیوی کی طبیعت اچانک بے حد خراب ہو چکی ہے۔ اس نے ڈاکٹر سے التماس کی کہ وہ فوراً اس کے ساتھ چلے۔ ڈاکٹر صاحب اپنا بیگ لے کر اس کے ساتھ چل پڑے۔ وہ شخص ڈاکٹر کو یہی کہتا ہے کہ اس نے گہرا عرش ہی کی ڈاکٹر نے اسے کہا کہ وہ گھر سے باہر چلا جائے۔

شعری اور بعد ڈاکٹر نے کہا کہ یہاں سے اس شخص سے تم کو بچاؤ لار ڈاکٹر کو دیکھ کر وہ ڈاکٹر کے ساتھ چل گیا۔ شعری اور بعد ڈاکٹر نے پھر باہر آ کر کہا۔

”میرے دل میں میری بیوی کی موت ہو گئی۔“

وہ شخص ڈاکٹر کے لئے چند منٹوں کے بعد گھر کے پھر باہر آ کر کہا۔

”ابھی تو دل دا لو“

وہ شخص شعری کے لئے آیا۔ چند منٹوں کے بعد گھر کے پھر باہر آ کر کہا۔

”ابھی تو دل دا لو“

وہ شخص ہر نشان ہو چکا تھا اور ڈاکٹر کے لئے ڈاکٹر صاحب اچھے آنا کو تیار ہیں میری بیوی کو کیا تکلیف ہے؟

ڈاکٹر نے اسے دیکھ کر کہتے ہوئے کہا کہ یہ میں بتاؤں گا پہلے میرا بیگ تو نقل ہاتھ لے۔

### خدا کی پناہ

ہالی ووڈ کی ایک آکاہی سہیلی ہے کہا۔

”میرا زنا بولنے فریڈر ہر جہاں سے منہ نہیں ہے وہ نہ خراساں چاہے نہ خراساں کیلئے اور نہ ہی کسی کی طرف اٹھا کر دیکھتا ہے۔“

سہیلی نے کہا کہ خدا کی پناہ ایسی صورت میں تم اس سے طلاق کیے لو کی؟

شعری صاحب مسلا لڑائی

### سیاست

ایک مرتبہ ایک سیاسی لیڈر ووٹ مانگنے کے

”یاد رکھو کہ یہاں سے کچھ کہنا تو نہیں نا؟“

”ہیں بس۔ یہ رہتے کے دو دانت نکالنے کے کو تو شب تک سے سوچ رہا تھا۔ ان صاحب نے کچھ کہتے ہوئے کہا۔“

علیہ زہا، مہوش ناظم۔ کراچی

### بہادری

پتھر پڑا ہوا ماں کے پاس آیا۔ ماں نے رونے کی وجہ پوچھی تو پتھر نے کہا۔

”ابو دلدار رحیم کو نمک دے گئے تو چھوڑی ان کے ہاتھ رنگ گئی۔“

ماں بولی۔ ”بیٹا! بہادری آتی ہی باہر سے رو رہا ہے۔ میں نے تو نہیں دینا چاہے تھا؟“

پتھر نے کہا۔ ”اے ماں! میں ہنسنا ہی تو تھا؟“

### صحت یابی

ذہنی امراض کے ہسپتال سے ایک مریض کو صحت کے وقت ڈاکٹر نے کہا۔

”آپ ہمارے علاج سے صحت یاب ہو گئے۔“

ابتدییہ اب تو آپ آسانی سے جہازیں ادا کر لیں گے؟

مریض نے شانہ شانہ بڑی کہا۔ ”کیوں نہیں۔ کیوں نہیں۔ اگر مجھے تمہارا یہ چند لاکھ کا مال خانہ کیا تو میں ہفتا وار لاکھوں گئے گا۔“

مہربان جان محمد۔ ٹنڈوالہ یار

### پڑوسی

پڑوسی نے خیر کو جو چولہ کے آفتوں ہٹنے دیکھ کر ساتھ ولے پڑوسی کو مدد کے لئے کہا۔

”جانی ڈرا دو۔ گنا۔ میرے شوہر کو چار آدمی پیٹ رہے ہیں؟“

پڑوسی سوا ہوا تھا۔ پڑوسی نے کہا۔

”کون اور وہیں سے پیٹ رہے ہیں؟“

چار آدمی کم میں جو کچھ ہو لاری ہو۔ فریڈرین غلام سیالکوٹ

### جواب

اردو کے ایک پروفیسر سے اس کی مجبورے دل لگی کرنے کے لئے خط لکھے ہوئے تھے۔

”میں تم سے کسی کی شادی تو دہلی کی بات ہے۔ بات لکھنے کا شعور بھی نہیں رکھتی۔ نہ تمہارے دل میں کوئی آئینہ ہے نہ تمہارے ذہن کے خطوط واپس کر دو۔“

پروفیسر نے جواب لکھا۔

”مجھے تم سے خط لکھنے سے بے خطر رہنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ یہ جہلی تو یہ ہے کہ تمہاری اردو کی تعلیم یا بہت خراب ہے۔ تمہارا خط لکھنے کے لئے کہیں کہیں بیٹوں کو تیار ہونا ہی ہے۔ اور خدا کا یہ نام ہے کہ میرے لیے جو صحت نفع لانی کر سکتی ہو۔ میں سے نکلے تو نہیں لگی۔ تمہارے خطوط غائب ہونے سے کہتا ہوں۔“

مذہب صرف کراچی

### جواب

ایک دولت مند آدمی ایک بھول کے ویر کو بہت ہی بھاری ٹپ دیا تھا۔ ایک دن وہ گمانے کے لئے بھول گیا تو اس نے دیکھا کہ اس کا غصہ ویر کو اس کے پاس گھر سے کھانے کے بعد دوسرا میٹر اور پڑوسے۔ وہ ہلا۔

”بیٹا! میں منظور نظر کہاں ہے؟“

ویر نے جواب دیا۔ ”آب میں ہی آب کی قیمت کیا کر دوں گا کیونکہ میں نے رات جو میں آپ کو بیعت کیا ہے۔“

غلی کوڑہ۔ ہرٹ

### حقیات

ایک علی نے اپنی سیکرٹری سے کہا۔

”اے بیٹا! میں نے اپنی اپنے دل کے سادہ دقت پر تیار نام تحریر کر رکھا ہوں؟“

ویر نے کہا۔ ”میں نہیں بلکہ تمہارے شاعر صحت سمجھتے ہیں۔ سیکرٹری نے شہرت کے لئے کہا۔“

مذہب صرف کراچی



حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،  
 ابوہریرہ نے کہا کہ میں نے حضرت عثمان کو اس ام المومنین  
 حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس گئے، وہ بھی وہی تھیں وہ  
 لوگ نہیں رہے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ  
 نے فرمایا،

”تم کیوں بیٹھے ہو؟“  
 انہوں نے کہا: فلاں شخص خیمہ کی خطاب پر گرا  
 اور اس کی گردن یا آنکھ جاتے جاتے ہیں۔  
 ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ نے کہا: نہ مات  
 بنسواں لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،  
 ”اگر مسلمان کو ایک کاٹنا ہے، اس سے زیادہ  
 کوئی ذلہ بیٹھے تو اس کے لیے ایک درجہ بڑھے گا اور  
 ایک لٹا اس کا ثبوت جائے گا۔“ (مسلم)

**اقوال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ**

- غلڈاً لڈ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں۔
- حدیث فقہ کے سامنے جاڑی سے باادب پیش کرو جو کوئی خوش دلی سے حدیث دینا جو ہولیت کی نشانی ہے۔
- عبادت ایک تجارت ہے اس کی دکان منرت ہے اس کا کھسرا بڑا لغوی ہے۔ اور لغت
- ”جنت ہے۔“
- ہر چہ کے ثواب کا ایک اندازہ ہے سولنے
- صبر کے اس کا ثواب ہے اندازہ ہے۔
- تہذیبی نہیں رہنے کے سامان میں لوگ ہے اور
- دنیا بھٹا ہے سے نکالنے کی کوششوں میں
- مگر رہے۔
- زبان کو خشو سے روک کر غشی کی زندگی عطا کرنا۔

اس مقصد کے حصول کا نام ہے جس سے علاوہ  
 یا جس کے بعد کوئی اور مقصد نہ ہو۔  
 (واضعی و اصغی)  
 قریش سے مرگودھا

**حقیقت**

پاؤں گیلانے یعنی مقصد تو بار بار کیا جا سکتا ہے  
 جیسا کہ نوبہا نے بیکر زندگی نہیں لڑائی جا سکتی۔  
 (مستند حسین لادھی)

**دیکھو مقوم رند صلحا نوالی**

**اک نظر ادھر بھی،**

- 1) محبت اور لغت دونوں اگر صدمے بڑھ جائیں  
 تو لفظ کی حدیں داخل ہو جاتی ہیں اور جنون  
 کسی بھی چیز کا داخل ہوتا ہے۔
- 2) احسان ہی عشق کی بنیاد ہوتا ہے۔
- 3) جب دلوں سے احسان ہی ختم ہو جائے تو قوام  
 رہتے، ناپتے ہی ہوجاتے ہیں۔
- 4) اگر کم دلی لوگوں کو راحت نہ پائے ہیں اور اللہ کے  
 صبر اور شکر گزار بنائے جاتے ہیں تو وہیں  
 پابند ہے کہ عیش اپنے سے کوئی کم صورت  
 اور کم ایمان بدل کی طرف نکلیں۔

بجور کول کے بندن اور ادب بہت عارفی  
 اور نایاب ہوتے ہیں۔ اگر کسی کو یہ پتہ  
 کوئی آپ کے ساتھ بخوبی سمجھتے ہوئے  
 تو جی بھدی ہو سکتے اس اندھن سے

انڈا کر رہی۔ کیونکہ ایک دن ایک عارفی  
 بندن تو تیار ہوئے اور پتہ نہیں کر سکیں  
 خود ہی اس کو ناز کر دیا تاکہ آپ کی عزت نش  
 بقا اور خودی بہت ہی اچھی چیز ہے  
 لیکن یہ جاننا کہ آپ کو تمہاری کوئی ہے  
 علاوہ حق جنوں۔ اہاگ بگ بگ

**تکرار**

جس وقت حضرت شیخ بہاؤ الدین ذکر یا ملنا؟

کا دھال ہوا تو آپ کے بااگر ڈور دینے میں کم  
 چور ہے۔ آپ کے چار بیٹے تھے۔ آپ کی وفات کے  
 بعد ڈور سے حضرت عبداللہ بن مسعود پر بیٹے تو انہوں  
 نے سجد کیا۔

”بلکہ حق کے ایک کو ڈور دینے تقاریر میں قسم  
 کر دینے ہیں“

لوگوں نے عرض کی: ”آپ کے والد نے بااگر  
 یا خود انہوں نے کسی کے بااگر ڈور دینے کے ادب  
 اس طرح آئی برقی تم کے ختم کیے ڈالنے ہیں“

فرمایا: میرے والد نے عالی ظرف ہے۔ ان  
 کے پاس بااگر ڈور تھے۔ پھر بھی بااگر ڈور کرتے  
 لیکن میرا بااگر دل کہ جب سے شتابت کہ میرے  
 ختم کیے ایک کو ڈور دینے آئے ہیں۔ طرح طرح کے  
 خیالات۔ آپ سے۔ مجھے اندیشہ ہے ان ردیوں کی  
 جو سے منکارت عاقل نہ ہو سکاں۔ اس لیے ان کو  
 تقیر کر دینا ہی بہتر ہے۔“

تقدیر کی لٹانی۔ شیخ عرفان

**دو باتیں،**

عمر تقان ایک دن اپنے شاگردوں کو حکمت و  
 دانائی کا ڈور دینے پر تھا۔ ایک شخص سامنے آکر  
 کھڑا ہوگا اور اپنی دو رنگ ان کی صورت پر خود را  
 در آکر بیٹھا کر لولا۔  
 ”تم وہی آدمی ہو نا جو فلاں مقام پر میرے  
 ساتھ تھے کیاں چلا گیا کرتے تھے؟“  
 ”ہاں میں وہی شخص ہوں۔“ انہوں نے جواب دیا۔  
 ”پھر میرے ساتھ کیوں نہ ہو جاؤ؟“  
 شیخ تقان نے فرمایا: ”دو باتوں سے۔ ایک  
 چوں لگا دو سرے بلا تہذیب بات نہ کرنا  
 مگر صدیق۔ جید ما باو

**وہا،**

ذرا کے ہائے میں مجھے کامل یقین ہے کہ لوگوں  
 دل سے کسی بولنی ذما بیش قبول ہوتی ہے بلکہ  
 ہائے سے کہ قبولیت انسان کی مرحی کے مطابق ہو



عینی حیران



”میں بھی ابھی اپنی ماں کا پیشہ نہیں اپناتاں گی کیونکہ اس بارہا کاہری نے بی بی کی ماں کو بلا کر کہا تھا۔ لو اکاہری نے اپنی ماں سے ملنے کے لیے کہا وہ آ رہی تھی اور یہ سب تو زندگی گزار لیں۔“

سارہ کی ماں کے ساتھ یہ سب نہ ہوا تو شاید وہ لو اکاہری کی طرف بھاگنے ہی کا سوچا جاتی تھی تب یہ وہ اس طرف بھاگی ہے کیونکہ وہ ”دوئی کی بیٹی“ کے ٹیبلٹ سے ہفتہ وار پکا کر اپنی بچکان خود بنا چکی تھی۔

لڑکیاں اور تعلق

”تعلقاں“ سیرل کی سماج کے قریب قریب ان ایئر بائیکل جہاز پر اپنے موضوع کے اعتبار سے خاص کامیاب ماری ہے۔ اس کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اسے عقلی علم کی نماندگی کر رہی ہیں اور اس میں انٹرویو سے بڑی کام بھی کر رہی ہیں۔ نہ چو کہ وہ خود ایئر ہو سکتی ہے جسے



ماں کی بیٹی

سارہ جانتی تھی ہل دوڑ کی گھڑیوں میں ایک نیا چہرہ ہے۔ اسے اپنی بچکان بنانے میں کچھ وقت لگے گا۔ اس سے پہلے اس کی تربیت اپنی ماں کے حوالے سے تھی۔ اس کی ماں ساری پینسور عالی حیرت رنج تھی اور اس کے انتقال کے وقت اس کی عمر پانچ سال کی تھی۔

سارہ دوئی کی واحد اولاد تھی اور ایک سخت کیریبائی نکالنے میں فرانس میں بڑی ہوئی۔ سارہ کے باپ نے اس کی پوری تربیت کیریبی سے کی۔ اگرچہ لو اکاہری ماں کی اپنی ہونے کے باوجود سارہ کا لو اکاہری بننے کا قطعی رجحان نہیں تھا۔ یہ وہی ہے جس کی عمریں سارہ نے اس بات کا اعلان بھی کر دیا تھا کہ۔

یا اللہ کی رضا کے مطابق جو عرض قسمت لوگ اپنی خواہشات کو لاکھوں روپے کے تابع نہیں کر سکتے۔ کیا سب ہو جاتے ہیں۔ ان کی دعا اپنی مرضی کے مطابق پوری ہو یا نہ ہو۔ ان کے نزدیک دونوں صورتیں برابر ہوتی ہیں۔

عجیبیت کی یہ شان اگر مستحکم ہو کر ترقی یا قیامت سے فوری تر رفتار انسان کی دنیا کی کسی حد تک متعام کرادیتے تب بھی ممکن ہو سکتی ہے۔ (حدیث اللہ شہاب کے کہ شہاب نامہ اس کتاب سے) سارہ بول۔ اور ایلینڈی

حضرت معروف کریمؐ کے احوال

اگر صاحبِ برکت خود کی جگہ لو اکاہری پر لیا ہے تو بھی اس کو قبول نہ کرے۔ درویش وہ ہے کہ کسی چیز کی قطع نہ کرے جب سے طلب کوئی لائے تو شیخ نہ کرے اور جب سے لے تو شیخ نہ کرے۔

روشن گئے، جب تک ٹھہرا ہی تھا جتنا کے منظور ہونے کی وجہ سے حاصل ہوتے وہ اپنی چیز کی کامیت کا پتا نہ ہو اس وقت تک دعا نہ کرو۔ ہر خیال لوگ ہم سفر ہو جائیں تو مستلزم آسمان ہوجاتی ہے۔

عقل مند وہ ہے کہ اس پر جب کوئی مصیبت نازل ہو کر اول روز ہی آکر نہ جو دہمیرے روز کرے گا۔ شکر کا ظاہر ہونے کی برکتیں اور شکر کا باطن مخلوق پر ہر دور ما ادا ہے۔

درد منور ہوں پر کام کیسوی سے محدود کرتا ہے اور نہ سوتی کے حال میں ہوتا۔ اللہ کا راستہ سونے کے دل کے دروازے سے شروع ہوتا ہے۔

شیطان کو سہمے سے پیلا نہیں مسلمان اور ناپسند گندہ گار کی ہے۔ جس طرح کوڑا لگنے کو تالیاں کرتا ہے، اسی طرح اپنے آپ کو مددگار سزا سے بھی بچا کر۔

میں نے لوگ وہ ہوتے ہیں جو دوسرے کے محروم ہیں۔ میں نے لوگ نہ لیا کوئی نعمت ان کی خریدتے ہیں۔ انکے لئے مضمین اور ضمانت سے انکا لکے دشمن کا طرہ بھی انسان کو مصیبت نیا ہے۔

بغیر عمل کے ہوتے ہشت کی آرزو نہ کرنا، بغیر اولاد کے سب کے اپنے شہادت دینا ممکن ہو کر اور دھماکا اور دینے پر ناثر داری امیدوار رحمت ہونا عین جہالت اور حماقت ہے۔ عقلی کوڑے پر ہر

ضمیر کی آواز پر کان نہ دھرنے والے بڑے بڑے حکمت میں رہنے کے باوجود اپنے پیچھے پرانیاں چھوڑ جاتے ہیں۔ دشمن نہ مگر گویا

خلیل جبریل نے کہا، اسے میرے نفس اگر کوئی آفتن کرے۔ یہ کہے کہ دروغ بھی جہنم کے ساتھ بنا ہوا ہے تو اسے لو اس

واپس رہ چکی ہیں اسی لیے اس میں پیش کی جانے والے کہانیاں خالص ہی نہیں ہیں۔ اس ڈرامے کی مصروفیت کی وجہ سے وہ ایئر لائن بھی چھوڑ چکی ہیں۔ اس جانب کے بارے میں اور اس ڈرامے کے بارے میں انہوں نے جانتے ہوئے کہا۔

”عامیہ یہ ایک اچھی جانب ہے گراس کاسٹ سے بنا مسئلہ ہے کہ وہاں سے دور رہنا جو میرے لیے بہت تکلیف کا باعث تھا۔ مجھے اس دوران گھر والوں کی بہت زیادہ آتی تھی کہ انہوں نے مجھ کو چاہا کہ میں نہ اسے خدا حافظ کر کے اپنے سے شوق پر محبت کی جانے لاس کہ میں نے کہا نہ کھنے پر پھر وہ توجہ دینا شروع کر دی۔ مجھے اس کا بھی ”تعلیقات“ اس لیے عجیب کیا کہ جہاں تک تعلیقات کی طرف تھی میں اور پھر اس میں کام کرنے والی لڑکیوں کو بھی ہم ”تعلیقات“ کہہ سکتے ہیں۔ عام طور پر ہمارے یہاں لڑکیوں کو تعلیقات ہی کہا جاتا ہے جیسے تعلیقات پر نگہ برگی ہوئی ہیں۔ تعلیقات کو پکڑنے سے ان کا رنگ اتر جاتا ہے وہ بہت تازہ ہوتی ہیں۔ ذرا سی اور حاشیائی اہمیت کا حامل خلائق نقصان پہنچا دیتی ہے۔ یہی کچھ لڑکیوں کے ساتھ بھی ہے۔

**اور شادی ہو گئی**

امرا اور خوشبو کے درمیان بارود محبت کا سلسلہ گزرتا آٹھ سالوں سے چل رہا تھا لیکن یہاں ”ظالم“ اور ”بیبا“ نے کیا ٹھکان دوہلے سے کبھی ”ظالم“ اور ”بیبا“ ”سماج“ کو دور دور تھانڈا چاہا اور محبت کے ٹھنڈے لالچے رہے۔ پھر فر ۲۲ جون کو یہ دوہلے بھٹ کے لیے ایک ہوٹل (اسپتہ) پر کمرے ”ہیٹھ“ تک پہنچ رہے تھے۔ اسی وقت کوئی جین گولی نہیں کی جاسکی کہ بہت سی شامیں سے ہے۔ پھر دوسرا دن ان کی شادی ہوئی لیکن ان خوشبو کی سالگرہ کا بھی قلم اس خوشی کے موقع پر دوہما کی سات



بہنیں اپنی رشتہ دار خواتین کے ہمراہ پشتو گانوں پر رقص کر کے خوشی اور دل چاہت کا اظہار کرتی تھیں۔ دو سو مہمانوں کی موجودگی میں نکاح کی مقدس سرور ادا کی گئی جبکہ کئی مہینے لاکھ مقرر کیے گئے۔ اس موقع پر دو ہزار خواتین جیتے خوش تھے۔ انہوں نے کہا۔

”مجھے اتنے خوبیاں کی تیرمیں ہی سے اپنی منزل کو پا کر ہی بہت خوش ہوں۔ میں نے اور خوشبو نے بیرون ملک کے لیے اپنی من مانی کا اہتمام کیا ہے۔ ہم دونوں زیادہ سے زیادہ خوشبو کرنا چاہتے ہیں۔“

”خوشبو کا کام تھا۔“

”جیسے جین اپنا یہاں تک کہ بعد کو دنیا کی خوش قسمت ترین بڑی تصویر گزری ہوں۔ میں مدیہ شاہ کا حضور ذکر کرنا چاہتی تھی کہ اس نے میری من اور دوست ہونے کا حق ادا کیا۔ شادی کی تیاریاں میں وہ میرے ساتھ پیش پیش رہی ہے۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوں۔“

”میں نے اس کی طرف متوجہ نہیں کی تھی۔ اس سالگرہ کا ایک کاٹا اور مزے رشتہ داروں کو اپنے ہاتھ سے کیا۔“

**خیر و خیر و خیر و خیر**

لیسوی کیفی ہے۔ کبھی اس کے حوالے سے خیر و خیر اور کئی کئی خبریں آتی ہیں تو کبھی اس کی خبر کے حوالے سے بہت بانی ہے۔ اس حوالے سے اس سے پوچھا تو وہ اپنا دماغ کھٹے ہوئے کھٹے گی۔

”میں بیبا کی طور پر نہیں کہہ اور خوشی باش لای کی ہوں۔ میری سب سے بڑی تھکان دوہلی ہے اور اسلئے ہے اول شوق گزرتی ہیں اور اگر کسی بات پر آجائے تو پھر تپتوں گے کہ اپنی اور گھر پر نقد سے مہربان ہے جو مجھے ہر قدم پر ہے۔ میں ہم سے زیادہ بڑی لڑکی رہی ہے۔ جب حضور نے مجھے میری آفر کیا اور میرے ساتھ تھکانے کے اس کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے میری مخالفت میں نماز پڑھا اور میری طرف سے کہا کہ ایک نئے رشتہ دار فنکارہ کو کیوں کر ایک غائب ہو جائے گی۔ خیر و خیر و خیر و خیر۔“

کے مطابق ”مصالحتی“ ہے (اب جلا جاتا ہے) ایسی لڑکی خیر و خیر دار ہو سکتی ہے جو اپنا کام کرتی ہو یا ”مصری“ ایسی لڑکی (طرح)

**قصہ تمام ہوا**

نعمان مسود چلی شادی سے فارغ ہوئے تو بی بی ذرا مہینوں میں ہی طرح مصروف ہو گئے اور کامیابیوں کے قدم چومنے لگی۔ بیٹیاں امیں مہراج نامہ لیں۔ ان دونوں کے درمیان محبت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ہجرت نے نعمان کی پہلی شادی اور پھر سب رشتہ دار محبت قبول کیا اور اس شادی کے لیے نعمان کی والدہ تیار نہیں سمجھا۔ یہاں یہ شادی بھی ہو ہی گئی۔ نعمان اپنی لڑکی کے لیے مصروف ہوئے اور بی بی نے ان کی لڑکی کو ہم ہونے کی توقع انہوں نے فلم کی طرف متوجہ کیا۔ جیسے کئی دن کی والدہ نے لگا۔ فلم کا مہیا ہو سکتی تھی وہاں ایچر ملا اور گھریلو زندگی بھی مزید ہو کر رہی۔ آئے دن کے جھگڑے شروع ہو گئے۔ اب خبریں ہیں کہ ان دونوں کے درمیان طلاق کا معاملہ زیر طور سے عروج نے پایا۔ ”یہ شادی یہ روز ہونے والے اپنی جھگڑوں کی وجہ سے ختم ہو رہی ہے۔ میری برداشت ختم ہو چکی ہے۔“

اب رشتہ دار یہ ہے کہ میری شادی کے لیے نعمان کیا کرتے ہیں۔









کی زبان کو برکت لگے۔  
 اچھا تو میری نکال میں ہے یا تم کرتی ہیں کہاں ہے  
 دور رسالہ؟  
 ”ہم میں نے میری ناکل میں۔“ علیحدہ نے سننائی  
 تو آواز بڑھا لیا۔  
 ”یہ رسالہ یہاں رکھیں اور جا کر اپنی سیٹ سنبھالیں۔  
 آج صاف کر دی ہوں لیکن آگے کے لیے چلا کر کے  
 گا۔“ اسوں نے شعاع کا وہ شمارہ ڈالا اس کے سر پر رکھا اور  
 تب کہیں علیحدہ صاحب کی جان بچھی ہوئی کمری پر رکھی  
 کہ وقت ہماری حیرت کی اتنا زور ہی جب میں سنبھالوں اور  
 علیحدہ اٹھ کر روم کے آگے سے گزریں تو اس سمرن  
 نے کہیں کو اتار دے گا۔  
 ”یہ اچھا لگتا ہے۔“ علیحدہ نے اسے اچھا اور معیاری  
 ڈائجسٹ بڑھا کر اس میں ناکل فارغ کر دیا۔  
 ”یہ ان کی تہنیکہ کے بعد ہم نے اپنی سب شکایت کا  
 موجد بنا دیا۔“

”کیجے سے شام تک کتنے کام نمنائی ہوں؟“ سوال پوچھ کر تو  
 آپ نے میری کمری میں بیٹھ کر بات کر دیا ہے۔۔۔ کی زبان سے  
 میں دور سخن نہ لانی تھی کی لانی تو اب بھی ہوں بس  
 انداز بدل گیا ہے۔ (لاکھ) میں نے بھی کئی کتابیں تک نہیں پڑھی  
 تھیں۔ یہ کہنے پر بھی معلوم نہیں ہوا تھا کہ سرخ رسالہ  
 اور دیگر جرنل جن کے کسی کس کتب خانہ میں موجود ہوتی  
 ہیں۔ وہ بھی ان سے کہا کرتے تھے کہ بجز دو صدف کی  
 شادی ہوئی تو نہیں مستقل کی ہوگی میں قیام پذیر ہونا  
 پڑے گا۔ (اکتیس) ہم آ کر جب تک تیری لانی  
 میری اگلی جوتی تیار کی ہوتی تھی میرے تو  
 ایسے روزہ ہیں دو دن ہوئے کہ ان تک نہ مانع ہو سکے تھیں  
 آگے۔

ان کی تیار کی تو تھی تو کر رکھا گیا۔ انہیں اپنے علاج  
 کے سلسلے میں کئی ہفتے لاپور میں رہنا پڑا تھا اور گھر  
 میرے پردہ اندھ تھے۔ یہ تمام تو دارپور کو گمانت  
 خوش اسلوبی سے نبھایا۔ پورا خاندان اور بڑے رشتہ میں جتا  
 تھا کہ اتنی سی بچی نے دو سال کا گھر اہل خانہ کے اتنی  
 اچھی طرح سنبھال کیے رکھا ہے۔ ان ملاقات کا سب سے  
 بڑا ثبوت یہ ہوا کہ جموں کی عمریں تھیں جسے دار نہ بنایا۔

ہوں۔  
 بس پھر پوری مجھے پڑھنے کا سلسلہ ہی شروع ہو گیا۔  
 گھر والوں کا خیال تھا کہ اچھی تم جموں ہو یہ ڈائجسٹ ویڈیو  
 پڑھنے کی عادت مت ڈالو لیکن شعاع کی دوستی نے میری  
 شخصیت کو کھسکا دیا اور مجھ پر مثبت اثرات مرتب کیے  
 مجھے اپنے لئے کہے گا خود دیا۔ آج یہ بات میں نہایت فخر  
 سے کہتی ہوں کہ مجھے اس دوستی پر فخر ہے۔  
 بڑا دلچسپ اور دلکش ادیب ہیں ان کے ”خز“ کے وقت کوئی  
 اے۔ لکھنے والے سے کہے کہ ساری فریڈ میں سب سے

کیلے میں ہی شعاع ہیں وہ ہیں۔ اس ان اتفاق سے میں  
 شعاع ساتھ ہی لے گئی اور پچھلے سے رسالہ علیحدہ کی  
 ناکل میں رکھ دیا۔ پہلا پڑھیں اس سمرن اسلم کا وہ تھا جو  
 نہیں بھی بہت سخت مزاج۔ علیحدہ سر جھکائے اہم  
 دواکت نوٹ کرے میں صرف ہی اور میں اسے تینا سے  
 کرے ہے سخت۔ یہ ہیں دوری تھی۔  
 ”علیحدہ یہ تیرا دلچسپ موجد۔“ میں نے نظر بچا کر اس  
 کے دل پر اپنا ڈال مارا۔  
 ”اس دور ہی اس کا ایک سبب بھی ہوگا۔“

”زین کو لوگ کئی ہے“ میں نے سرگوشی کے انداز  
 میں انکشاف کیا تو اس کی آنکھیں جھیل گئیں۔  
 ”جی“  
 ”مجھے اس کے انداز پر سے مانتے نہیں آتی۔  
 “ کہہ کر پھر پھر وہی ”میں سمرن اسلم کی  
 عقلی نگاہوں نے نہیں سے گھورا۔ ان کی آواز کے ساتھ  
 ہی پوری کاس کی لڑائیوں کے سر جھی ہادی طرف مائل  
 ہو گئے۔

”علیحدہ یہاں آئیں میرے پاس۔“  
 جب یہی جملہ میں سے ہو میری بار علیحدہ سے (بہرا تو  
 ایک بار پھر مجھے اپنی ناک کو جرات نہ پڑی۔  
 ”کیا بات ہو رہی ہے اچھی؟“ علیحدہ نے بے بس  
 نظر والے مجھے دیکھا۔ خود بھی حالت بھی اس سے کم  
 نہیں تھی۔  
 ”م۔۔۔ وہ روز کوئی لوگ لگ گیا ہے۔“  
 ”کوئی تین؟“ ایک کے جردت سے پچھا گیا۔  
 ”کہا تو تھا اس کے چاہت کا۔“ صرف میں تارکی  
 بردی تو کی تھی اس نے ”مک۔“ میرے اشارے سے جس

پتا نہیں کس کا قہور ہے لیکن مجھے بہت پسند ہے کسی  
 رسالے میں پڑھا تھا۔ ”میں نے بھی موت کو دیکھا ہے وہ  
 باگل وکی وی ہے جیسی زندگی میں سمارے بغیر گزارا  
 ہوں۔“  
 پسندیدہ کتابیں بے شمار ہیں لیکن ”مولانا عبدالعزیز کی  
 کتاب ”راز حیات“ آج تک میری مومنت ڈوٹ ہے جو  
 میری مومنت ڈوٹ فرینڈ نے لکھ کر مجھے سالگرہ پر اس  
 وقت عنایت کی کہ ”23“ بنوں تھو ”30“ سنیں کو مومن  
 کرنا کیا ہے؟“

”وہ تین۔۔۔ سرگودھا  
 شعاع نے حسب سابق کتاب کا موقع کے  
 ایک بار پھر اپنے قلم میں کہل جیت لے ہیں لکایات  
 ہے۔ (پکی)

دیکھتے تو شعاع کی دوستی کے حوالے سے ایک ایک یاد  
 سے جس کا ہوا یا حضور آج میرے سے میرے والدین کی  
 لیے تمام رکاز کا باعث بن رہا ہے۔ سات سال کیے ہماری  
 دوستی ہوئی۔۔۔ مینی کی آخری یاد میں جب تک میری  
 ملاقات شعاع سے نہ ہو تو قتل نہیں ہوا جس کے تو تو  
 نہیں کات کھانے کو دوڑتی ہے۔ میں 9th میں تھی  
 جب بھائی محمود ان میں شعاع پڑھ کر فارغ کر دیا تھیں  
 اور میں جران ہوئی۔

”تلفٹ بھائی آپ وہ دن میں پورا رسالہ پڑھ کیسے لیتی  
 ہیں؟“  
 ”میں دن جن میں شعاع پڑھنے کا پکا کا تو یہ سوال میں  
 تم سے کر سکتی۔“

وہ ہوش سے سٹرا کر کہی وہاں جب آ کر تھیں۔ سرجان ان  
 دونوں مجھے پڑھنے سے جگہ جگہ لگاؤ تھیں قابلیت شعاع  
 میں ہے امیکسز بہت اچھے لگتے تھے اور میں اپنی  
 ڈرا تک بک میں پڑھی ہے امیکسز پڑا کر لائی تھی ایک  
 دن ہی ان میں نے اچھے لکائی میری نظر لڑنے کے نام پڑی  
 ”میں نے شمارہ پڑھی ہے۔“ مجھے خاص تھا اس نام میں اس نے  
 مجھے یہ خبر پڑنے پر اسکا۔ شمارہ پوری (تلفٹ اسس  
 بننے شعاع کے) کی کہی خبر میں نے کسی بھی ڈائجسٹ  
 میں چلا یا پڑھی تھی۔ وہ خبر اتنی اثر انگیزی کر گئے  
 یوں محسوس ہونے لگے جیسے میں ایک دم سے بڑی ہوئی



میرا سر بچکان کی طرف ہوتا ہے سب سے پہلے میں ای بو کا  
 تاثیر نہیں بے لگتی ہوں۔ اس کے بعد وہ فوج میں آکر  
 اخبار سنبھال لیتے ہیں۔ ماہرے ہاں نائٹس میں سب کی  
 جو اس حلقہ سے جاتے تھے اسے بعد اسی میرا پیوند  
 بھی لگتا نہیں ہو جاتا۔ آٹھ ماہ کیوں کا ڈیڑھ لگا  
 میرا روہانی ہوا جانا ہے۔ "غضب خدا کا اس نام کی  
 فوجی زندگی میں ہے یہاں ابھی میں مین سے لگتی نہیں کہ  
 کپڑے بھی پریش کرنے کے لیے رکھ دیکھے ایسا آپ  
 دیکھ رہے ہیں؟" آپ کے بیٹے میرا نکال میں نکال نہیں  
 کرتے تب ای بو پڑتی ہیں۔

"ہاں! کچھ شرم کرو حتیٰ کہ کہا کہ اسے کپڑے خود  
 پریش کر لو۔ کسی کا یہ تنبیہی جملہ جڑ تو حاصل رہا جانا  
 ہے۔"  
 "ہم سے ای بو ایک جب گھر نہیں ہوئیں تو سن  
 ماہرے کپڑے خود بخود پریش کر کے رکھ دیکھتی ہے آپ کے  
 سامنے تو یہ شکل بھی نہیں بن جاتی ہے۔"  
 ساڑھے دو بجے تک ابو اور کمال سب گھر سے روانہ  
 ہو جاتے ہیں۔ خود شراپے کے بعد ایک مرد خاموشی  
 جھانپتی ہے اور اس خاموشی کا لڑکھن میں رگے اسٹریٹیں  
 طوطے اپنی جگہ سے خواہموری نہیں دیتے ہیں۔  
 تقریباً ایک گھنٹہ تو بھائیوں کی بیچانی ہوتی چیرس سمیٹتے  
 ہوئے گھر جاتا ہے۔ سب سے پہلے کمال آتی ہے میں اس  
 سے برتن اور کپڑے دھوئی پانی بالوں پر اور پھر حلقہ  
 ستمالی میں خود کپڑے ہوں۔ کمال بالوں کے برتن دھوئے گئے  
 میں بھی فارغ ہو جاتی ہوں۔ "میری دیر میں وہ وہ کوال آیا  
 ہے میں جن میں لڑکی اپنے منظر سے ہوتے ہیں سیمت چلی  
 ہوں۔ ساتھ میں اور اور کی لیے کے علاوہ بھی باقی  
 ہو جاتی ہوں۔ اسے کچھ آرام دیا تو میں نے کہا کہ کوالی  
 بات ہے۔ مجھے جن میں بار بار جانا تھا میں لگتا ایسے  
 میں ایک وقت میں آسانی سے جا چکر کھڑا کھڑا فارغ  
 ہو جاتی ہوں۔ اسے کچھ آرام دیا تو میں نے کہا کہ کوالی  
 کچھ افسانہ ڈھنگا کر فریضہ میں رکھنا دیتی ہیں۔  
 وہ پریش ای میڈیٹیشن کے تحت اور آرام کرتی ہیں اور

کرتی ہوں۔ وہ اپنی زبان میں مجھے میرا تاب کا جواب  
 دیتی ہے چائے تک ہاتھ میں آتے ہی میرا سب  
 راقصنگہ جمل کی طرف ہوتا ہے۔ وہ میرے دو دھنٹے  
 میرے ہاتھ ہاتھ لگتے ہے۔ مخصوص میں پھر شام کی اپنی  
 مصروفیات ہوتی ہیں جن میں ملنے کا پتہ ہی نہیں چلا  
 مال کے گھر آئے تک باطلہ سے کیمپوزر پہنایا  
 ہوتا ہے۔ مجھے تو جی کیمپوزر سے زیادہ نکالیں خرید کر  
 ہاتھ سے دیکھی ہے مجھے اور ہاتھ سے مجھے بل سٹیکن  
 لٹی پیکر ایک آپ میری ذمہ داریوں میں خود کپڑے میں تو جیران  
 رہ جائیں کہ میں کس طرح وقت پہنچا کر شعلہ برقی

رات کے گھنٹے کے برتن سمیٹ کر میں سب کے سب  
 لگا ہوں۔ گھر کے تمام دروازوں کو کھلی ضروری چیک کر کے  
 ہوں۔ کیمپوزر سے کیے ہوئے مال اور باطلہ کو تھیسرہ دنا  
 ضروری نہیں ہوں کہ ڈور لٹکے بیٹے تاکہ ان سے کچھ نہ  
 دروازہ کھولنا ہے۔  
 سوئے سوئے گیارہ بجتی ہیں۔ رات کو گھر سے  
 کی کلیدیونگ ضروری ہوتی ہیں۔  
 اور ستر پر جانے سے پہلے میں جا بے حتیٰ ہی مٹی ہوتی  
 کیونکہ ہوں اپنی اس کے پاؤں ضروری ہوتی ہیں۔ ای کے  
 لیے میرے دل میں جتنا بھی احترام اور بہت ہوتی ہے اسے  
 میرے باہر میں کی فرمائش میں شامل ہو جاتی ہے ای کو  
 سلیپنگ کمرے کے بارہو جب تک فیکر نہیں آتی جب  
 تک میں نہیں خود کپڑے ہوتی ہیں۔  
 "شعلہ کی کسی کس سر خر کھڑا کر لوں؟" کوال یا با مشکل میں  
 رات کی خبروں میں ملان رت کے پار "سرمخ شعلہ  
 کے ہموش" شانیہ نے "میں نے شامہاری سے شرمایہ یاد  
 سے خوبصورت یا بن کر اور میں نے اس کو طرز اور تقاریر  
 کی کئی کئی خبریں سننے آج تک سب سے کسی کی۔ فارغ  
 ہیں کی خبریں" شانیہ کی گفتاروں کی قدر میں اور شام روپ  
 والے ناگارش۔ شانیہ نے "میں نے شامہاری سے شرمایہ یاد  
 کے آسمو شمرل کے ہاتھ سے "میوٹی کی "ستری راہ میں  
 ملتی ہیں۔ صدیوں کی کس سر خر کھڑا کر لوں؟" شانیہ  
 اولی دن ابھی تو بات ہی ہے" اس کا داغ "نوست"

تھیں۔ فرحت اشتیاق کی خبروں کا تو یوں بھی مجھے  
 اشتیاق رہتا ہے۔ ان کی بے شمار اچھی خبروں میں وہ ایسا  
 اک تہیزو "ہر جتنی اچھی کچھ ہو تو میں کمال کا نام سزا  
 جو فرضہ رکھتے ہیں جان پر اور اس کی اصل میں اشتیاق  
 ہوتے دلی خبر میں ہوتے آسمو اس لیے ہی سب اچھی  
 لگی ہے کہ میری فریضہ پر فرقت سے اس نال میں میرا  
 نام شامل اور غصہ ہو فرحتا۔  
 گھٹ تھیں اپنی کہ فرقت سے تم سے محبت ہوئی تھی "انف  
 میں تمام میں ملتی خوراک کے مجھے گھٹا لہا لہا قاتی ہفتے  
 میں ذہنی طور پر زبیر رہی تھی۔  
 سوال کے آخری حصے کا جواب ہے کہ اگر آپ در دشمن  
 کے ملنا چاہتے ہیں تو راحت کی عمر "جب رت مٹی  
 ہے میں رائے کے کو مار دو پیس۔ رائے کا کو مار ایسا ہی  
 قاضیے راجت سے میرے اندر کی لڑکی کو نقصان کا روپ  
 دے کر اپنی خبریں شامل کر لیا۔  
 سب سے پہلے تو غلامان تاروں کی کہ مجھے سے غلط بات  
 عوامت نہیں ہوتی نہ ہی میں اس کی زیادتی سے سکتی ہوں۔  
 میری سبست ہوں پھول سے چھوٹی بات ہے میری ہوں  
 اچھی تو ہوتی ہوں۔ سون میں ہوتا ہے اس کے سب سے دینی  
 ہوں۔ مقلد کا ڈر عمل دیکھے بغیر۔ اجماع سے مجھ  
 مگر ایسی بات ہے نہ۔"

گھر کی چیراں کو تہ تہ کیے کہ قرضہ بہت جلدی  
 آجائے بہت بے شمار غلامان ہوں۔ سارا غلامان  
 کسی اور وقت کے لیے رکھیں اور خویاں بازم آہم۔  
 اگر زیادہ جو میں تو سب سے پہلے میں غلامان  
 لیسچہ کیونکہ ایک میں جاتی ہوں اگر میں سے زرا بھی  
 چلائی اور گھلنی کر اور میں نے اسے فریضہ سے  
 تقاریر جو کہ کوئی لگا ہوں۔ سون فریضہ کی مار تو گھلانی  
 پڑے گی۔  
 نمانت ذمہ دار ہوں سب کا خیال رکھنے اور خود کو  
 بھول کر ٹونس ہوں اور کسی کی غلامت میں محبت اور دوستی  
 ہے سب سے خوش فرازی ہے۔ میں ہوں۔ صد سہور نے  
 والے لوگ باطلہ میں ملنے لگے۔ ای سے تو میں فارغ  
 اختیار چنے گی فریضہ میں فریضہ میں زیادہ دشمن  
 پالنے کی قائل نہیں ہوں۔ ای ہی تو میں نے گھلایا ہے کہ  
 بھی کسی کا اعتبار نہیں توں کیونکہ۔ اعتبار ایک ایسا لفظ

ہے سے تو ڈر کر انسان کچھ بھی نظر میں ملایا ہے۔  
 وعدہ نہیں کسی کرتی جب کہوں تو بھائی ہی خوب ہوں۔  
 ایک دینی کولے سے ملنے ہونے کی وجہ سے ڈر جان مجھ  
 پرے کوٹ کر ہوا ہے۔ چاہے میں ہی مشکل کن  
 میں سے امید کا نام نہ آسمو اس لیے ہی سب اچھی  
 نہیں پائیں سون مونی ہوں جو ہے جیسے یہ کی بنیاد  
 ملتی ہوں خوش رہتی ہوں۔

گھلنی باندن کر کے خوشی میں ہوتی۔ کن نہ باجٹ  
 میں جب پر اپنی ہاں سے گھر کے ہاتھ لگا رہے جانتے  
 کا شرت سے انتظار رہتا ہے۔ پورا ایک میمنہ میں کن  
 گھن کر گوارا کرتی ہوں۔ میری تعریف میں ہی تو کوال  
 ہے۔ (دیکھئے میں تنقید میں اپنی ہی توجہ سے ہاتھ  
 ہوں) بھارت سے میری خبروں میں فریضہ آپ مرگیا  
 ہے۔ "مجھے گھر کے کم میری سب سے فریضہ  
 فریضہ ہوں۔ ہوا کو ایک جملہ سون کر تو میری ہوں خون ہوا  
 ہے اور ای۔ میرا اعتراف اواز ہے ہونے ایس کہ میری  
 بنی خوش اسطولی ہے کہ کی تمام اندہ دار میں سنبھال  
 رہی تھی کسی شاییت کا منبع میں یاد ای کا یہ اعتراف  
 مجھے بہت سکون تھا۔ یہ ایما میں کا یہ جملہ میں گھنمانت  
 لاجواب جاتی ہے۔  
 ۶ سالن کے سینے کی بس ساگہ ہی ہے  
 باہل ہوں تو بہتات سما کہ میں ہوتی  
 بھی لڑکیوں کے سینے بہت چھوٹی ہے۔ ہر چیز چھو جاتی  
 ہے۔ ایسے موسم میں اندر کی لڑکیوں کو دیکھ کر میری  
 ہوتی ہے اور مجھے مجھے لگتا ہے کہ آسانی ہے ایسے موسم میں  
 دائری کھڑی کھڑی چھوڑ دو تو سب سے سارے رنگ نقصان  
 میں پھلتے ہیں۔  
 سالن کے حوالے سے ایک بار بھیش یاد رہتی ہے۔ تب  
 میں پھینک لیں اور میں ہی تھی۔ اپنی کا رو داری سٹلے  
 میں دو چھپا لیں آس تو ہی نے نکامہ۔  
 "ابا پی اور کھڑا کھڑا ناٹا ایک سب سے کہہ رہے ہیں  
 ہوں کولے کر گواہی تو گھر کی فریضہ میں نہیں شتاب  
 دو چھپا لیں آس تو یوں نہ گل نکالیں نکل نہیں۔"  
 "کیوں تم فریضہ میں کولے کو پتہ کپڑے  
 سب کوشش میں رکھو میری اچھی ضروری دیر میں کھل چلتے  
 ہیں۔"



تیار ہو چھا۔  
 "ابو اسحاق نے کہا تھا۔"  
 "تو؟" "ابو اسحاق نے کہا تھا۔"  
 "جیسے پاپوں پرودہ۔" "بڑے آرام سے میرے سامنے پاؤں  
 پارہے لے۔" میں پرودہ قاصد تو تھو اور تھے کہ جنہیں  
 میری بے عزتی میں بیٹھ کر کاٹنا یا کیا تو کھانگے اور اب اس  
 "مسی اللہ" کی "کافی چوری" کے سونہرے قافلے میں۔ ساجد  
 پاؤں سے اور شہنشاہ پنا۔

میری ان دونوں کی واحد اور شدید نوعیت کی مسرت  
 خیر اور صرف خیر کے لیے تو کہہ چکے تھے ساجد، جہاں میں  
 کھلے تھے اب اس کا حساب برابر ہو رہا ہے۔  
 ہاں، کا اتنا ہی ہے ایک شہنشاہ کی حجاز سے ہو تے  
 کہ جس کے بارے میں ایک لڑاکا کے "بڑے" کا کہنا ہے  
 کہ وہ "کھر" میں "بڑے" کے لئے ہے کہ "کھر" کے  
 ہیں۔ "ابو" سمجھ رہے ہیں کہ نواز بیٹے کے بعد اس اور  
 کاہلوں میں جت پائی جاتی ہے اور اس کے لئے کاہلوں  
 اسٹیڈ میں جت لکھ رہے (کے سامنے پر اور ہو جاتی ہے)  
 جی کی اس میں جت ایک یا مستقل یا عدالت اس وقت

ہوتی ہے۔ جب سائز سے چوبیس بی بی بی سے "جہاں نما"  
 لکھ رہا شروع ہوتا ہے پھر آٹھ یا آٹھ لیا جاتا ہے اور پائی  
 کے مارے کے سامنے سر ہو جاتے ہیں اس دوران تیسہ  
 رہتی ہو پائی جیک کے بیسی رتق سے اور بقول میں بھی ملام  
 چھوڑا کہلے آؤں دانی "کھوک" "پھر" "پوب" "بیکہ"  
 اور پھر "آج کے نکلا" "مولوی ہے۔" وہی کی مسرت اور  
 جہاں سائز کے ساتھ اس کی ذہنی کی آواز کی کو آواز کو  
 مات کرتی ہے۔ اس لئے سب اس لئے اپنے اپنے کام نکلتے  
 ہوئے اس سے فیصلہ یاب ہوئے ہیں اور غلطی اور کھر نہ  
 ہوں۔

ان دونوں ہمارا اپنی اپنی گولڈن جوبلی منانے کو ہے۔  
 چکھنے ایک سال سے خراب ہے اور وہ جانے ہو چکر  
 آسمانوں میں اتر آتی ہے اور پھر آٹھ مہر کی لڑائی کے ساتھ  
 ہے۔ نواز کے دوران اس کے کھانے کی تیاریاں شروع  
 ہو جاتی ہیں۔ اور اور بھائی مغرب بڑھ کر سمجھتے لوٹتے  
 تو سب کو رکھنا کھاتے ہیں۔ رات نامی اور لگتے  
 آسمانوں میں کھر میں شوق اس کی تیاریاں اور شہنشاہ  
 نوب بیلا لڑائی کی ہے براؤ کا سڑی کی آواز کو کہتے گئی  
 ہیں۔

یہ روانہ ہوئے۔ تمام راستے سامن کی بارش بھی تیار اور  
 بھی لگی ہو جاتی۔  
 رات کے دو بجے جب ہم کھاروں چھاتی سے گزرتے  
 تو گاڑی کا زینہ ہوا ایک بی بی مسیتا ہمارے منہ پر  
 لٹک گئے۔ ہونے گاڑی سے نکل کر اس یاس کا جائزہ لینا  
 بندہ بندے کی بات۔ اسی انداز میں ایک اور تھیں گئی  
 جن میں چند تو جیوں کے ساتھ گزرتے تو میں کھراؤ کچھ  
 کر کے۔ ابو نے اسے اپنا منہ تھاپا تو اوسوں نے اپنے  
 فنی جوانوں سے کہہ کر ہماری گاڑی کے بازو کو پتھر  
 لگوا دیا۔ ان ماں کے گھر تک نہیں لگتے گیوں سے ہو کر  
 باہر آنا۔ پھر گاڑی مارچ لےے ہمارے ساتھ چلی رہا خا۔  
 جہاں سے کی گھولوں سے گزرتے تھے گاڑی کے اوپر  
 کتوں کی غرابت میرا جی اچھا بل دیا رہی تھی۔ گاڑی میں  
 تھا لوگ آٹھ دو بجے تک چلے ہیں۔ تیرس منٹ کا  
 تھا میں نے اس وقت میں سے لے کر گھنٹوں کے کھر کھتے تو تانا  
 اور غالی تھا ایک اچھا اور بد وقت ہے کہ ان جگہ پر مشن  
 بھی ہوئے۔ تانے تو اب اور اور کاجا خاصا ڈانٹ بھی ہوا  
 کہ وقت کے نمائندہ پاندر اور اصولوں کے لیے انسان  
 تھے۔

پندرہ شہر تو ہمیں سامنے ہیں لگتا اس وقت خواتین  
 کے مارے نہیں جہاں ایک کاجا پھر پھر کھتے آ رہا ہے۔  
 کھی گئی ہے۔ وہ زرا گزرتے تک  
 میں خود کو جوڑا دیتا ہوں پھر کھتے تک  
 پندرہ ہوا اس میں طبل جڑاں گولہ لہے بہت پندرہ۔  
 پھر غل کھاتے ہیں۔ جب تک جیت نہ ہو اور جب  
 جیت کے ساتھ کھر لڑتے۔ وہ تھر خروا کو ہے تپ سے  
 ایک دوسرے سے اور خدا سے باندھ لیتے ہو۔  
 پندرہ کھاروں تو بہت ساری ہیں ان میں سے اگر نام  
 اور تو پتلا کر پتہ سے کی تکب "دوسرا لقمہ" کھولیں۔  
 شامی میں کھرتا مل فرقت میں شام کو کھرتے دوہا ان  
 کی آواز جب متب شامی ہے۔ متب کتاب "اواس" کھرتی  
 ہے۔ مجھے بہت پسند ہے۔

تقریباً صاف آباد  
 شام سے تقریباً گولہ پنا ہے۔ انا ہے۔ ربا اور  
 کسی ڈسپوائنڈ کے قرائن کی میں نے بھی۔ اور جیوں  
 سے کھلے ہارے لوٹے تھے۔ میں نے بڑی سکین کی شکل

س بنی گھلت میں ابی نے تیار کی۔ اپنی گاڑی کی  
 مسرت کھی سوں کے دیکھ کھانے کی بھی متبلیں نہ  
 - ہار گاڑی شعلہ جرات کھیل کھاروں شامی واقع سے  
 آراؤ کھیر بہت بڑیکہ پنا ہے۔ ہمارے گاڑی کو اس  
 سے بھی کاجی اہیت حاصل ہے کہ جب شہنشاہ لبر  
 کے راستے اس جگہ سے گزرا تو اس نے یہ گاڑی  
 راہوں آباد کر دیا۔  
 ہر سال ہم شام کو گھرتے لےے روانہ ہوئے ابھی  
 کو ایک گھنٹہ ہوا تھا کہ گاڑی وہاں کھلے کھار کھی  
 موسم کے توجہ بھی دیا ہے۔ تھے مڑک کے قریب واقع  
 کھنک کی ایک پتلی کی گاڑی کچھ دکانوں کے لیے کھنک کو  
 بلواری گاڑی چیک کر دیا۔  
 "بھائی! اگے سے زور لیا ہے۔ برہمنی تھی رکھو تھے ہاں  
 چچاں نوں اپنے درخت کھلے کھلا۔ وہ چھوٹے آڑو  
 چھوٹے جاکے گریاں رکھتے بھائی ہورواں نوٹھا۔  
 کھلی کھانے میں کھیا ہو کر پنا کھاری کھارے۔  
 ابی کھتے ہو رہے تھے۔ کھنک کو گزرتے کے بعد ہم اپنے  
 جی متب تیار ہو چکے تھے۔  
 "ابھی اگے پنا ہیں۔" "میں نے"  
 "جی! اس وقت ہی دریش گاڑی ایک ہو جانے کی تو  
 سڑک پنا ہی میں تپے گا۔"  
 ابی گویا خود کو کھی تپیں۔ ہم نے تو ساری موسمیں  
 پوب کورن تپیں اور قریب پکری ہے۔ جس کو کھر کھی  
 لی گئے۔ آتے جاتے لوگوں سے بہت کھی لے رہی  
 گاڑی کھیک ہونے کا مہر میں سے رہی تھی۔ "دفعہ"  
 پابل زور سے گزرتے اور ایک دم ہورواں بارش شروع  
 ہو گئی۔ پورے دو رشت کی شامیں پھانسیں کپ تارے  
 کھی تھیں۔ تیار ہوا کے ساتھ بارش کی ہو چھا لے ہیں  
 پورے کارو اور بھوئی اور اب اس وقت کو کھر رہی تھیں  
 جب ہار لایا جانے کے لیے روانہ ہوئے تھے۔  
 مڑک کے ساتھ دو گاڑیوں میں لگائی چھا لے زور  
 تیار کھاتہ ہاں مسورت حال کو کچھ اور کھی گئے آئے  
 اور میں اپنے ہاں ای کو کھائی کو کھر رہی تھیں  
 یہ خانہ بدوش چھان جاتے ہیں لوگ ہوں۔ لیکن چھان  
 حورقوں سے ہیں بہت عزت تیار اور میں بہت پنا  
 ہے۔ تھے ہمارے کھنک کے لئے تھو تھو کے گاڑی  
 کھیک تو ہم ان چھان لوگوں کو کھنک کے ادا کر کے اپنے سڑک

ابلی کی ہندی شوق اس کی تیاریاں اور شہنشاہ  
 اور ایک ہندی ہادی کی دست مہربان جس کی کپڑا مونا  
 کئی کو ابی تھیں گھیں بھی اٹھاتے کے لیے  
 ہونے کے آج تک ان میں کرکھی۔ کھی کھی  
 میڈم مہربان کو ایک زنت کے لیے طرے کھی  
 نفعی ہے ہمارے اوش پناک مہربان ہر ماہ  
 آٹھا اور ہمارا کھی بیڈ کے دوران کھی ورتب  
 حرکات کھی کھی آجاتا ہے۔ نواز ظرا کہنے کے بعد پندرہ  
 آسمانوں میں اتر آتی ہے اور پھر آٹھ مہر کی لڑائی کے ساتھ  
 ہے۔ نواز کے دوران اس کے کھانے کی تیاریاں شروع  
 ہو جاتی ہیں۔ اور اور بھائی مغرب بڑھ کر سمجھتے لوٹتے  
 تو سب کو رکھنا کھاتے ہیں۔ رات نامی اور لگتے  
 آسمانوں میں کھر میں شوق اس کی تیاریاں اور شہنشاہ  
 نوب بیلا لڑائی کی ہے براؤ کا سڑی کی آواز کو کہتے گئی  
 ہیں۔



# پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

## یہ عمدہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

### ہم خاص کیوں ہیں :-

- ▶ ہائی وائی بی ڈی ایف فائلز
- ▶ ہر ان ایک آن لائن پڑھنے
- ▶ کی سہولت
- ▶ ماہانہ ڈاٹا چارج کی تخمینہ مختلف
- ▶ سائزوں میں ایڈجسٹ
- ▶ یہ ہم کو اپنی زندگی میں بہت مدد دیتی ہے
- ▶ عمران میرزا کو منظر کلمہ اور
- ▶ این مضمونی کی مضمون
- ▶ ایڈیٹری ٹولز، ٹیکس کو بیٹے کمانے
- ▶ کے شریک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting Website

یاد دہیجئے کہ یہ کتاب صرف اس لیے لکھی گئی ہے تاکہ

▶ ڈاؤن لوڈنگ کے بعد پوسٹ پر منتقل ہونے سے بچا جائے

▶ ڈاؤن لوڈنگ کے لیے ہمیں اور جاننے کی ضرورت نہیں ہوتی صرف یہ آئی ایم اور ایک کلک سے کتاب

www.paksociety.com ڈاؤن لوڈ کریں

اپنے دوست اجنباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مستعارف کریں

# WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan

Like us on Facebook [fb.com/paksociety](http://fb.com/paksociety) [twitter.com/paksociety1](https://twitter.com/paksociety1)

دوسرا حصہ جس کے نکلے معنی میں سونے کے لیے چاہا جائے گا۔ یہی ہوتی ہے بارہ ایک بے سیری خیر نوبت جاتی ہے۔ بابت ہم کہی ہوئی ہے جس کے ہم پر ہلا ہونے کا صرف الزام ہے سیری گردن چاہت رہی ہوئی ہے اور میرے سامنے ہمیں سننا بہت دور چاہی ہے کہ ہر خیرت اب بچہ ماریں گی کہ جب ہم اس فضل میں مصروف رہنے کے بعد میری پہلی ہون "کے ساتھ واقعہ لڑنے میں خیرت گیسٹر۔ کرنا تھا جو چاہی ہے اور میری بچکیں بھی پر ہونے لگی ہیں۔ پندرہ بعد روز ہوا کے معمولات کا وہی ایک پھر کے شروع ہوا جانا ہے (شراخ و دیکھ میں پڑھی ہوئی)

▶ راحت فرحت تروخت شازیر اور عمر علی کے تخریر ایک خوبصورت یاد ہے (شازیر نے خود ایک یاد ہو کر دئی ہیں۔ اللہ اچھے غریق رحمت کہے کہ ہم آئندہ اور بہتر موت کی ہر خیرت سے دل کو اچھا بنائے۔ بہت سے لوگوں میں بھی دئی اور بھی قلم کے برابر اپنی شخصیت کی جنگ دکھائی دئی

▶ اپنی فریوں اور خامیوں کے بارے میں بہت ہی نیک اور بہت بڑے کلمہ سے ان کو درست ٹانگ اور مت جواس بھی۔ لیکن اسد علی چاہتا ہے کہ اس بارے میں دوست اجنباب اور گھر والے کو بتائیں۔ ان کی جو رائے ہے وہ بھی بچی اور سچی طرح معلوم ہے۔ بارے میں ہماری ادویاتی دہائی میں اس

میں "ہیں نے قیاس خیالی کی ایک فرل غزل تھی جس کا مطلع ہے :-  
آنکھالی ہے آنکھالی ہے رات عدالتی کی  
تم کیا تجھو تم کیا جانو بات میری ختالی کی

♦ خوانینِ اہلسنت و اہلجمہ کے درجہ اولیٰ شیعہ کا ترجمہ ہے

**4 مہینوں پر پختہ ہونے والی**

▶ چتر گلابی پڑھنے سے 500 روپے کی مالیت حاصل ہوتی ہے  
▶ کتاب کو پڑھنے کے بعد 300 روپے کی مالیت حاصل ہوتی ہے  
▶ حدیث سے استفادہ کرنے کے بعد 200 روپے کی مالیت حاصل ہوتی ہے  
▶ قرآن مجید پڑھنے کے بعد 100 روپے کی مالیت حاصل ہوتی ہے

▶ **شیخ الفیاض** ہیں  
▶ 24 جون 2014ء کو پاکستان کے حوالہ شدہ مضمون  
▶ **ماہنامہ "مکتبہ" عمران ڈاٹ کام**  
▶ 2260 3401

اس کا بڑا زبردست رسائل ملاحظہ فرمائیے تاکہ میں ایک اختتامی دوسرے کا سہرا لگا رہتی ہوں۔  
▶ ماہانہ کا کیا پڑھتے ہیں اس دن ہم سب کو یاد دلانے میں  
▶ کا سورج سے یہ کرنا رکھا صاحب ہم گھرتے کا لاج جانے  
▶ کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ راستے میں بو خدا باندی شروع ہو گئی۔

▶ "ہر لوگ آج اگر چھٹی کر لیتے تو کون ہی ایسی جنگ پھر جانی تھی۔" ابو کی صلاحیت جاری تھی اور کاج بچنے تک ہم جنوں ایک جیسے تھے۔ کاس میں بیچڑ ایک توڑ سے جاری تھے اور میری تمام تر توجہ روانہ کتب خانہ کی بجائے باہر تھی۔ یہ سچی ماریں کی طرف تھی ایک طرف دل میں ہول ہول اٹھ رہے تھے کہ کھر رہتی تھیں ہوتی اور دوسری طرف دل اس موسم پر عاشق ہونے کو تھا۔ پتی منت سب کے بعد ایک بیچڑ سے یہ بڑے معاملہ کیا ایک ایسی بچی بیچارہ میری تو ہم نے ترک میں ہی کانوں کے ٹانگ اور ہانڈ توڑ ڈالے۔ ہمارے فرشتوں کو بھی خبر تھی کہ کس کاج کا نظام ہے ایک دیکھ کر ہمارے سر پہ بچ گئے۔ یہ ان کی اہمائی نظروں کا ہی کمال تھا کہ اگلے دو دن کے بعد ہم کلاس میں بیٹھے اور رنگ بکھری کا بیچڑ لایا کر رہے تھے۔

▶ پندرہ کی چھوڑے۔ آج کل میں شاہ اللہ شاہ کی ایک نظم نظموں سے لڑی اور چھٹی کی بجائے آپ بھی پڑھتے ہیں "یہ مہر حرف لکھتے ہو"

بست سوجا بخت میں  
تعمیر میں ختمہ کلاں  
جو تیری آنکھوں بیسواہو  
عدا اکھی میرے دل سے  
ناتے مہر بھاری ہیں  
زانے ہجر سے سنو تم  
بھوکو کر آنکھوں سے تم  
اسے تجھے سب سے ڈالو  
(اس مضمون میں ایک شاعری بھی پڑھ آئے گی)

